میکسم گورکی کے ڈرامے

فہرست

ڈھیتی دیواریں....

پاتال....

بنگلے والے....

بڈھا....

ڈھیتی دیوایں

کردار

واسیلی واسیلی وچ بیس سیمیونوف، 58برس کا خوش حال شخص جو مکانوں پر رنگ کاری کرتا ہے۔ اپنے گلڈ کا مکھیا ہے۔

اکولینا ایوانو ونا بیس سیمیونو وا، بیوی، عمر 52 برس۔

پیوتر بیس سیمیونوف، بیٹا، عمر 26 برس، یونیورسٹی سے نکالا ہوا طالب علم۔

تا تیانا بیس سیمیونو وا، بیٹی، عمر 28 برس، اسکول کی استانی۔

نیل، لے پالک لڑکا، عمر 27 برس، انجن ڈرائیور۔

پر چی خین، دور کا رشتہ دار، چڑی مار، عمر 50 برس۔

پولیا، پر چی خین کی لڑکی، عمر 21 برس، درزن، اوپر کا کام کاج کرتی ہے۔

ایلینا نکولائی ونا کو یتسووا، جیل کے وارڈن کی بیوہ جو بیس سیمیونوف کے گھر رہتی ہے، عمر 24 برس۔

تیتی ریف، بھجن منڈلی کا گویا} بیس سیمیونوف کے گھر رہتے ہیں۔

ششکن، طالب علم}

تسو یتائے وا، عمر 25 برس، اسکول کی استانی اور تا تیانا کی سہیلی۔ استپا نیدار، باورچن۔

ایک ادھیڑ عورت۔

ایک نوعمر لڑکا، رنگ ریز کا شاگرد۔

ایک ڈاکٹر۔

سارے واقعات ایک قصباتی شہر میں رونما ہوتے ہیں۔

منظر

ایک خوش حال کاروباری کے گھر کا کمرہ۔ سیدھے ہاتھ کو اسٹیج پر ملحقہ کمرے کی دیواروں کا گوشہ نظر آ رہا ہے۔ اس کی وجہ سے اسٹیج کا پچھلا حصہ تنگ ہو گیا ہے۔ اس طرح اسٹیج کے دائیں طرف ایک چھوٹا سا کمرہ سا بن جاتا ہے۔ اس کمرے کو لکڑی کی محراب بڑے کمرے سے الگ کرتی ہے۔ اس محراب سے پردہ لٹک رہا ہے۔ پچھلی دیوار میں ایک دروازہ ہے جو سامنے گلیارے میں اور گھر کے دوسرے حصے میں کھلتا ہے جہاں باورچی خانہ اور کرایہ داروں کے کمرے ہیں۔ اس دروازے کے بائیں طرف برتنوں کی بڑی سی الماری ہے اور کونے میں ایک صندوق۔ دروازے کے دائیں طرف دیوار کے پاس دقیانوسی قسم کی گھڑی کھڑی ہے۔ شیشے سے چاند جتنا بڑا پنڈولم آہستہ آہستہ ڈولتا نظر آتا ہے۔ جب بالکل خاموشی چھا جاتی ہے تو اس کے بے جان ٹک ٹک سنائی دیتی ہے۔ بائیں دیوار پر دو دروازے ہیں۔ ایک دروازہ بیس سیمیونوف اور اس کی بیوی کے کمرے کا ہے اور دوسرا اس کے بیٹے پیوتر کے کمرے کا۔ ان دروازوں کے درمیان سفید ٹائل کا چولھا ہے۔ چولھے کے سامنے ایک پرانا صوفہ ہے جس پر موم جامے کا غلاف پڑا ہوا ہے۔ کمرے کے بیچوں بیچ ایک بڑی سی میز رکھی ہے جس پر پورا خاندان کھانا کھاتا ہے اور چائے پیتا ہے۔ سیدھی سیدھی پشت والی سستی پھستی کرسیاں نپی تلی دوری پر، دیوار کے ساتھ ساتھ آراستہ ہیں۔ بائیں طرف اسٹیج کے آگے بالکل کنارے پر شیشے کی الماری ہے جس میں خوبصورت ڈبے ہیں۔ اس میں ایسٹر کے انڈے، برونز کیدو شمع دان، چائے اور شوربے کے چمچے، چاندی کے پیالے اور چند جام رکھے ہوئے

ہیں۔

پہلا ایکٹ

سہہ پہر۔کوئی پانچ بجے کا وقت۔کھڑکیوں سے خزاں کا جھٹپٹا جھانک رہا ہے۔ بڑے کمرے میں قریب قریب اندھیرا ہے۔تاتیانا صوفے پر نیم دراز ایک کتاب پڑھ رہی ہے۔ پولیا میز کے پاس بیٹھی سلائی کڑھائی کر رہی ہے۔

تاتیانا(پڑھتے ہوئے):''چاند نکل آیا۔دل مانتا نہ تھا کہ اتنا چھوٹا اور اداس چاند دھرتی پر اتنی کومل، اتنی روپہلی،اتنی نیلی نیلی سی روشنی برسا سکتا ہے''...(کتاب گود میں گرا دیتی ہے) ایسے اندھیرے میں کوئی کیا خاک پڑھے۔

پولیا:لیمپ جلا دوں؟

تاتیانا: چھوڑو بھی۔ پڑھتے پڑھتے جی ادب گیا۔

پولیا: کتنا اچھا لکھتا ہے! کتنی سادگی ہے...سیدھے دل میں اتر جاتی ہیں اس کی باتیں! پڑھتے پڑھتے دل بھر آتا ہے...(رک جاتی ہے) میرا تو یہ جاننے کو دم نکلا پڑ رہا ہے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔کیا دونوں کا بیاہ ہو جائے گا؟

تاتیانا(دکھی ہو کر): بھلا اس میں دھرا کیا ہے؟

پولیا:ایسے آدمی سے تو محبت کرے میری جوتی۔

تاتیانا: کیوں بھلا؟

پولیا:اس سے بڑی اکتاہٹ ہوتی ہے، جب دیکھو بڑبڑا رہا ہے۔اگر مگر کے سوا کچھ جانتا ہی نہیں۔ مرد کو یہ تو جاننا چاہئے کہ آخر اس کے دل میں کیا ہے۔

تاتیانا(دھیرے سے): کیا نیل جانتا ہے؟

پولیا: بے شک وہ جانتا ہے۔

تاتیانا: کیا چاہتا ہے وہ؟

پولیا: میں نہیں بتا سکتی...اور وہ بھی اس کی طرح سیدھے سادھے ڈھنگ سے۔لیکن میں ایک بات جانتی ہوں۔دیکھنا وہ بدمعاشوں اور لالچی لوگوں کا جینا دوبھر کر دے گا۔وہ ان سے دلی نفرت کرتا ہے۔

تاتیانا: کون بھلا ہے اور کون برا؟

پولیا: وہ تمہیں بتا سکتا ہے۔ (تاتیانا کچھ نہیں بولتی اور پولیا کی طرف نہیں دیکھتی۔ پولیا مسکراتی ہوئی کتاب اس کی گود سے اٹھا لیتی ہے) بہت خوب لکھا ہے۔ کتنی من موہنی ہے... کتنی سیدھی سادی، کھری، ذرا اترا ہٹ نہیں۔ جب میں کسی ایسی عورت کے بارے میں پڑھتی ہوں تو میں بھی اپنے آپ کو اچھا محسوس کرتی ہوں۔

تاتیانا: پولیا تم بھی بڑی بھولی اور دلچسپ ہو۔ اس طرح کے قصوں کہانیوں سے تو مجھے چڑ ہے۔ ایسی کسی لڑکی کا وجود تھا نہ ہے۔ نہ ایسا گھر ہوتا ہے، نہ دریا، نہ چاند۔ یہ سب من گھڑت ہے۔ کتابوں میں کبھی بھی زندگی کی اصلی تصویر نہیں ہوتی... خود اپنی اور میری زندگی کو ہی لے لو!

پولیا: وہ دلچسپ چیزوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ہمارے رہن سہن کے انداز میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں؟

تاتیانا (چڑ کر، سنی ان سنی کرتے ہوئے): مجھے اکثر ایسا لگتا ہے کہ یہ کتابیں لکھنے والے مجھ سے نفرت کرتے ہیں اور مجھ سے جھگڑا مول لینا چاہتے ہیں۔ جیسے کہہ رہے ہوں: ''میرے دماغ میں ہیرے موتی ہیں اور تمہارے دماغ میں بھس۔''

پولیا: مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ سب ہی لکھنے والے بھلے اور دل کے نیک ہوتے ہیں۔ ہائے کسی ادیب کو ایک نظر دیکھنے کی خاطر میں کیا کچھ نہیں کر سکتی۔

تاتیانا (سوچتے ہوئے): یہ لکھنے والے کبھی بھی ان بری اور ناگوار چیزوں کی تصویر نہیں پیش کرتے جو مجھے نظر آتی ہیں۔ وہ ان چیزوں کو کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں... وہ ان کو بڑھا اور پھیلا دیتے ہیں۔ وہ ان تصویروں میں غضب کا دکھ درد بھر دیتے ہیں۔ اور رہیں اچھی باتیں سو وہ دل سے گھڑ لیتے ہیں۔ کوئی بھی اس طرح محبت نہیں کرتا جس طرح کتابوں میں دکھایا جاتا ہے۔ زندگی بھلا کاہیکو اداس اور دکھی ہونے لگی۔ زندگی تو بس چپ چاپ بہتی رہتی ہے، ایک ہی طرح سے بہتی رہتی ہے، گدلے دریا کی طرح۔ اس کو گھورتے گھورتے آنکھیں دکھنے لگتی ہیں اور دماغ اتنا بوجھل ہو جاتا ہے کہ آدمی اپنے آپ سے یہ پوچھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتا کہ آخر اس دریا کو کون سی طاقت بہنے پر مجبور رکھتی ہے۔

پولیا (خیال میں کوئی ہوئی): ہائے میرا کتنا جی چاہتا ہے کہ میں کسی ادیب کو دیکھ سکتی۔ پورے وقت

جب تم پڑھ رہی تھیں میں سوچتی رہی۔ کیسا ہوگا وہ؟ جوان؟ بوڑھا؟ سانولا؟

تاتیانا: کون؟

پولیا: اس کتاب کا لکھنے والا۔

تاتیانا: وہ تو کب کا اللہ کو پیارا ہو چکا۔

پولیا: ہائے، افسوس! کیا اس کو مرے ہوئے بہت دن ہو چکے؟ کیا وہ جوان مرا؟

تاتیانا: ادھیڑ تھا۔ پیتا تھا۔

پولیا: بیچارا۔ (رکتے ہوئے) آخر سوجھ بوجھ والے لوگ کیوں پیتے ہیں؟ اب اپنے یہاں رہنے والے گویے کو لے لو... آدمی ہوشیار ہے اور پھر بھی پیتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا آخر کیوں؟

تاتیانا: کیوں کہ وہ ہر چیز سے اکتایا ہوا ہے۔

پیوتر (نیند کا ماتا اپنے کمرے سے باہر آتا ہے): لو یہاں تو قبر جیسا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ ارے وہاں کون بیٹھا ہے؟

پولیا: ہم۔ میں اور تاتیانا واسیلی ونا۔

پیوتر: آخر تم چراغ کیوں نہیں جلاتیں؟

پولیا: ہم جھٹپٹے کا لطف اٹھا رہے ہیں۔

پیوتر: بڑے میاں کے کمرے سے چراغ کے تیل کی بو آ آ کر میرے کمرے میں بستی رہتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تارکول جیسے چپچپے دریا میں تیر رہا ہوں۔ تیرنا کیا تھا لانا تھا جوئے شیرے کا۔ میرے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے... دور دور کناروں کا پتہ نہ تھا۔ طرح طرح کی چیزیں میرے پاس سے تیرتی ہوئی گزرتی رہیں لیکن جیسے ہی جھپٹ کر میں ان کو پکڑتا وہ ٹوٹ پھوٹ جاتیں۔ اتنی سڑی گلی جو تھیں۔ عجیب اوٹ پٹانگ خواب تھا! (سیٹی بجاتے ہوئے ٹہلتا ہے) چائے کا وقت ہو گیا، ہے نا؟

پولیا (لیمپ جلاتے ہوئے): ابھی لائی چائے۔ (باہر نکل جاتی ہے)

پیوتر: نہ جانے کیوں شام ہوئی نہیں کہ ہمارے گھر میں الو بولنے لگا۔ عجیب ویرانی اور سناٹا چھا جاتا ہے۔ باوا آدم کے زمانے کی یہ ساری چیزیں پھولتی ہیں، پھیلتی ہیں اور بھاری بھاری نظر آتی ہیں اور ساری

جگہ اس طرح گھیر لیتی ہیں کہ دم گھٹنے لگتا ہے۔ (برتنوں کی الماری پر گھونسہ مارتا ہے) اب اس لکڑی کے گھوڑے ہی کو لے لو... اٹھارہ برس ہو گئے اسی جگہ اور اسی طرح کھڑا ہے۔ اٹھارہ برس! لوگ کہتے ہیں زندگی بجلی کی رفتار سے آگے بڑھتی ہے لیکن یہ الماری ہے کہ جب سے اس جگہ رکھی گئی ہے۔ یہیں پڑی ہے۔ کیا مجال جو بال برابر بھی ٹس سے مس ہوئی ہو۔ جب میں منا سا تھا تو اس سے اپنا سر پھوڑتا پھرتا تھا، بلکہ اب تک سر پھوڑتا رہتا ہوں۔ کیا الو کی دم فاختہ قسم کا فرنیچر ہے۔ یہ الماری نہیں ہے یہ تو باوا آدم کی نشانی ہے۔

تاتیانا: نہ کہیں آتے ہو نہ جاتے ہو۔ بس بہت ہوا تو منہ اٹھایا چل دئے اوپر ایلینا سے ملنے۔ تم ہر شام وہاں جا دھمکتے ہو اور اماں ابا ہیں کہ اس فکر سے گھلے جا رہے ہیں۔ (پیوتر جواب نہیں دیتا۔ سیٹی بجاتے ہوئے ادھر ادھر ٹہلتا رہتا ہے۔) تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ ان دنوں میں کتنا تھک جاتی ہوں! اسکول کے ہنگامے اور شور غل سے میں تھک کر چور ہو جاتی ہوں۔ البتہ گھر میں بڑا سکون اور اطمینان ہے۔ حالانکہ جب سے ایلینا یہاں آئی ہے۔ کچھ زیادہ ہنگامہ ہونے لگا ہے۔ میں کتنی جلدی تھک جاتی ہوں۔ اور جاڑے کی چھٹیاں ابھی بہت دور ہیں، بہت دور ہیں، بہت دور... نومبر... دسمبر۔ (گھڑی چھ بجاتی ہے۔)

بیس سیمیونوف (اپنے کمرے کے دروازے میں سے جھانکتے ہوئے): باتیں بنائے جاؤ، بک بک کئے جاؤ، میرا خیال ہے کہ تم نے وہ درخواست تو نہیں لکھی ہو گی اب تک۔

پیوتر۔ جی میں نے لکھ لی ہے۔

بیس سیمیونوف: یقینی تم نے اس میں بڑا وقت لگایا ہوگا! چ چ چ! (غائب ہو جاتا ہے۔)

تاتیانا: کیسی درخواست؟

پیوتر: سوداگر سیزوف کے سیڈ پر رنگ کیا تھا۔ اب سترہ روبل پچاس کوپک وصول کرنے ہیں۔ اس کے لئے اسے ذرا عدالت کی ہوا کھلانے کی ٹھانی ہے۔

اکولینا ایوانوونا (دوسرے چراغ کے ساتھ اندر آتی ہے): لو پھر رم جھم رم جھم ہونے لگی۔ (برتن کی الماری کے پاس جاتی ہے، چائے کے برتن وغیرہ نکالتی ہے اور میز پر رکھتی ہے) یہاں تو بڑی ٹھنڈ ہو رہی ہے۔ چولھا جل رہا ہے پر ٹھنڈ کی بلا سے۔ گھر پرانا ہے، جگہ جگہ دراڑیں پڑ گئی ہیں۔ لے خدا، یا خدا! بچو پھر تمہارا باپ چڑ چڑا ہو رہا ہے۔ کہتا ہے اس کی کمر دکھتی رہتی ہے۔ وہ بوڑھا ہو رہا ہے۔ اور ساری تدبیریں

الٹی پڑ رہی ہیں...اتنی ساری فکریں، اتنا سارا خرچ!

تاتیانا (بھائی سے): کیا تم رات ایلینا کے ہاں گئے تھے؟

پیوتر: ہاں۔

تاتیانا: کیا خوب رونق تھی وہاں؟

پیوتر: وہی جو ہمیشہ وہتا ہے۔ ہم نے چائے پی، گانے گائے، کچھ بحثا بحثی کی...

تاتیانا: کون کسی کیخلاف تھا؟

پیوتر: نیل اور ششکن میرے خلاف تھے۔ تاتیانا: ظاہر ہے۔

پیوتر: ظاہر ہے۔

پیوتر: ہمیشہ کی طرح نیل آ گیا جوش میں۔ اس سے تو میرا دل انتہائی الجھتا ہے۔ بڑا آیا سورما کہیں کا، زندگی کا پروانہ۔ بکواس! اس کی باتیں سنو تو معلوم ہوگا کہ ہمارا یہ آنی جانی جیون ایک قسم کا چچا سام ہے جو کسی آن بھی ہم پر دعاؤں اور برکتوں کی بارش کر دے گا۔ ششکن نے دودھ کے مفید اثر اور تمباکو کے برے اثرات پر گہر افشانی کی۔ اس نے مجھ پر الزام لگایا کہ میں بورژوا خیالات کا آدمی ہوں۔

تاتیانا: وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔

پیوتر: بالکل۔

تاتیانا: کیا تم ایلینا کو بہت زیادہ چاہتے ہو؟

پیوتر: ہاں بری نہیں ہے۔ خوش مزاج اور من موہنی عورت ہے۔

اکولینا ایوانوونا: مجھ سے پوچھو۔ مجھے تو وہ بڑی اترائی ہوئی اور لاابالی سی لگتی ہے۔ وقت یونہی ضائع کرنے کے سوا اس کا اور کوئی کام ہی نہیں۔ ہر شام محفل گرم ہوتی ہے...چسکیاں لی جاتی ہیں، کچھ جبڑوں کی ورزش ہوتی ہے، کچھ راگ الاپے جاتے ہیں، کچھ کولہے مٹکائے جاتے ہیں۔ کہیں اچھا ہو کہ وہ باہر نکلے اور ایک واش اسٹینڈ خرید لائے۔ کٹھوت میں منہ ہاتھ دھوتی ہے۔ اس طرح فرش پر پانی بہاتی رہی تو تختے گل سڑ کر برابر ہو جائیں گے۔

تاتیانا: رات میں کلب کی ایک محفل میں گئی تھی۔ وہاں سوموف موجود تھا۔ تم اس کو جانتے ہو۔ شہر کاؤنسل کا ممبر اور اسکول کا سرپرست ہے۔ اس نے برائے نام میری طرف سر جھکایا۔ ذرا سوچو۔ لیکن جج

رومانوف کی داشتہ صاحبہ کمرے میں تشریف لائیں تو آپ بھاگے بھاگے ان کے پاس گئے، گھٹنوں کے بل جھکے اور ہاتھ کو بوسہ دیا۔ جی! جیسے بیگم صاحبہ کہیں کی رانی ہوں!

اکولینا ایوانوونا: نوج، غضب خدا کا، حد ہوگئی! چاہئے تو تھا نیک اور شریف لڑکی کا بازو ہاتھ میں لیتا اور سب کے سامنے شان سے اکڑ کے چلتا...

تاتیانا (بھائی سے): حد ہوگئی! اس قسم کے لوگوں کی نظر میں اسکول کی استانی کی عزت پاؤڈر غازے سے تھپی ہوئی لبھانے رجھانے والی عورت سے کم ہوتی ہے!

پیوتر: ارے بھول جاؤ اسے، یہ تمہاری شان کے خلاف ہے۔ جہاں تک اس عوت کا تعلق ہے، وہ بدچلن ضرور ہے، لیکن وہ پاؤڈر غازے کا ملمع نہیں چڑھاتی۔

اکولینا ایوانوونا: تمہیں کیا معلوم؟ کیا تم نے اس کا گال چاٹ کر دیکھا ہے؟ خوب! تمہاری بہن کی ہتک ہو اور تم اس عورت کی طرف داری کرو جس کے کارن یہ سب ہوا۔

پیوتر: اماں، چھوڑو بھی...

تاتیانا: اماں کے سامنے تو زبان کھولنا گناہ ہے۔ (گلیارے میں بھاری بھاری چاپ سنائی دیتی ہے۔)

اکولینا ایوانوونا: ہش! بس بس اپنی چپڑ چپڑ بند کرو! پیوتر اس طرح اکڑ کر ٹہلنے سے اچھا تو یہ ہوتا کہ تم جاتے اور سماور اندر لے آتے۔ استپانیدا بڑبڑاتی ہے کہ سماور بہت بھاری ہے۔ اس کے اٹھائے نہیں اٹھتا نگوڑا۔

استپانیدا (سماور اندر لاتی ہے، میز کے پاس فرش پر رکھتی ہے، کمر سیدھی کرتی ہے اور ہانپتے ہوئے مالکن سے کہتی ہے): برا لگے یا بھلا، میں ایک بار پھر کہے دیتی ہوں، یہ میرے بس کا روگ نہیں۔ کتنا بھاری ہے موا! ہاتھ رہ گئے!

اکولینا ایوانوونا: کیا چاہتی ہو صرف اس سماور کے لئے ہم ایک خاص آدمی رکھ چھوڑیں؟

استپانیدا: تم جانو اور تمہارا کام۔ آخر وہ گویا سماور اٹھا کر اندر کیوں نہیں لاتا۔ اس کی ہڈیاں پسلیاں تو ٹوٹ نہیں جائیں گئی۔ پیوتر واسیلی وچ، مہربانی کرو، ذرا اس کو اٹھا کر میز پر رکھ دو۔ مجھ سے نہیں اٹھنے کا موا۔ پیوتر: لو، ہونہہ!

استپانیدا: مہربانی۔ (باہر چلی جاتی ہے۔)

اکولینا ایوانوونا: ہاں یہ اچھی سوجھی پیوتر۔ ذرا تم گوپے سے کہنا۔ ہاں وہ سماور اندر پہنچا دیا کرے۔ یہ واقعی...

تاتیانا (ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے): اوہ، خدا کے لئے، اماں!

پیوتر: اور لگے ہاتھوں میں یہ بھی کہہ دوں تو کیسا رہے: ذرا پانی لا دیا کرو، فرش دھو دیا کرو، چمنی صاف کر دیا کرو، کپڑے کھنگال دیا کرو؟

اکولینا ایوانوونا (ناپسندیدگی سے ہاتھ جھٹکتے ہوئے: بھلا اس طرح بھڑنے اور بکنے سے فائدہ؟ یہ سارے کام وقت سے ہوتے ہیں اور اس کی مدد کے بغیر۔ رہی سماور کی بات سو...

پیوتر: ہر شام تم یہ اہم سوال اٹھاتی ہو کہ سماور اٹھا کر کون اندر لائے۔ میری بات گرہ سے باندھ لو، جب تک کہ ہر فن مولا قسم کا آدمی نہیں رکھا جاتا یہ گتھی نہیں سلجھنے کی!

اکولینا ایوانوونا: آخر ہمیں اور آدمی کی ضرورت کیا ہے! تمہارا باپ خود ہی گھر اور صحن کی دیکھ بھال کر لیتا ہے۔

پیوتر: میں کہتا ہوں یہی تو کنجوسی ہے۔ جب بینک میں اتنا سارا روپیہ ٹھسا ہوا ہو تو پیسہ پیسہ دانت سے پکڑنا کچھ جچتا نہیں۔

اکولینا ایوانوونا: ہش! زبان بند کرو! تمہارے باپ نے یہ بک بک سن لی تو بینک کے روپے کا مزا چکھا دے گا۔ یہ روپیہ تم نے سینت رکھا ہے بینک میں؟

پیوتر: سنو، اماں...

تاتیانا (اچھلتے ہوئے): اف پیوتر، ختم بھی کرو یہ قصہ! میں ایک لمحہ بھی یہ سب نہیں سہہ سکتی!

پیوتر (اس کے پاس جاتے ہوئے): افسوس۔ آدمی کو پتہ بھی نہیں چلتا اور وہ اس قسم کی تو تو میں میں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔

اکولینا ایوانوونا: صدقے! تمہارے منہ سے تو پھول جھڑتے ہیں نا! گویا اپنی ماں سے بات کرنا بھی جرم ہو گیا!

پیوتر: وہی ایک بات روز، روز! اس سے تو آدمی بجھ کے رہ جاتا ہے۔ محسوس ہوتا ہے جیسے آدمی گرد

وغبار سے اٹا ہوا ہے۔ جیسے دل و دماغ پر زنگ لگ گیا ہو۔

اکولینا ایوانوونا (پکارتی ہے): پیوتر کے ابا! آؤ اور چائے پیو! چلا جاؤں گا۔ اور پہلے کی طرح میں کبھی بھی ایک ہفتے سے زیادہ کے لئے گھر نہیں آؤں گا۔ ماسکو کے تین برسوں میں بھول گیا تھا کہ گھر پر زندگی کیسی ہے، اس کے تمام بات بے بات کے ہنگاموں کو بھول گیا تھا۔ اکیلے رہنے میں، ہاں اپنے ماں باپ کے چھپر تلے نہ رہنے میں بڑا مزا ہے۔

تاتیانا؛ ہائے میرا بھی نصیبہ کیسا ہے۔ میں کہیں بھی نہیں جاسکتی۔

پیوتر: میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہاں سے چلی جاؤ اور تعلیم حاصل کرو۔

تاتیانا: کیا کروں پڑھ کر؟ مجھے زندگی چاہئے، زندگی۔ سمجھے؟

اکولینا ایواناونا (سماور پر سے چائے دان اتارتے ہوئے ہاتھ جال لیتی ہے): اف! نگوڑے خدا سمجھے!

تاتیانا (اپنے بھائی سے): واقعی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حقیقت میں زندگی کس طرح کاٹنی چاہئے۔ زندگی! کیا تم نہیں سمجھتے؟

پیوتر (اداسی کے ساتھ): یہ اتنا آسان نہیں۔ تمہیں پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے۔

بیس سیمیونوف (اپنے کمرے سے باہر آتا ہے، بیٹے اور بیٹی کا جائزہ لیتے ہوئے میز کے پاس بیٹھ جاتا ہے): تم نے اور لوگوں کو بلایا؟

اکولینا ایوانوونا: پیوتر، ان کو بلا لینا۔

(پیوتر باہر جاتا ہے، تاتیانا میز کے پاس آتی ہے۔)

بیس سیمیونوف: ہونہہ! پھر وہی شکر کی ٹکیاں۔ کتنی بار میں نے تم سے کہا ہے...؟

تاتیانا: اس سے ابا بھلا فرق کیا پڑتا ہے؟

بیس سیمیونوف: میں تم سے بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں تمہاری ماں سے کہہ رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں تمہارے لئے تو کسی چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اکولینا ایوانوونا: ہم نے تو بس آدھ سیر خریدی ہے ابا۔ مصری کی پوری ڈلی یونہی پڑی ہے۔ ہم نے اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ وقت ہی نہیں ملا۔ خفا نہ ہو۔

بیس سیمیونوف: میں خفا نہیں ہو رہا ہوں۔ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ شکر کی ٹکیاں بہت زیادہ بھاری ہوتی ہیں اور کافی میٹھی بھی نہیں ہوتیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس میں کوئی بچت نہیں ہوتی۔ تمہیں چاہئے کہ ہمیشہ مصری کی ڈلی خریدو اور خود ہی اس کو توڑ کر دانہ دانہ بناؤ۔ اس کی گرد رہے گی سو کھانا پکانے میں کام آسکتی ہے۔ پھر مصری ہلکی اور میٹھی ہوتی ہے۔ (اپنی بیٹی سے) تم آخر ٹھنڈی سانس کیوں بھر رہی ہو، منہ کیوں بسور رہی ہو؟

تاتیانا: نہیں تو۔ کچھ نہیں۔

بیس سیمیونوف: کچھ نہیں؟ تو پھر ٹھنڈی سانس بھرنے کی ضرورت نہیں۔ یا شاید تمہیں اپنے باپ کی باتوں سے دکھ ہوا ہو؟ یہ میں محض اپنے لئے نہیں کہتا، یہ تو میں تمہارے بھلے کو کہتا ہوں، میرے بچو۔ میں اپنی زندگی کاٹ چکا۔ تمہاری زندگی ابھی تمہاری راہ دیکھ رہی ہے۔ جب میں تم پر نظر ڈالتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں کہ آخر اس دنیا میں تمہارا گزر کیسے ہوگا۔ تمہارا مقصد کیا ہے؟ تمہیں زندگی کا ڈھرا پسند نہیں۔ میں جانتا ہوں۔ بالکل صاف ہے یہ۔ لیکن تم نے کون سا نیا راستہ سوچا ہے؟ سوال یہ ہے۔

تاتیانا: ابا! آپ نے یہی ایک بات کتنی بار کہی ہے؟

بیس سیمیونوف: اور میں یہ پھر کہوں گا اور اس وقت تک بار بار کہتا رہوں گا جب تک کہ جا کر قبر میں نہ سو جاؤں۔ کیونکہ میرے دل کو چین نہیں ہے۔ اور اس کی جڑ تم ہی ہو۔ تمہیں پڑھا لکھا کر میں نے بڑی غلطی کی ہے۔ یہ رہا پیوتر یونیورسٹی سے نکالا ہوا تم۔ یہ عمر ہونے کو آئی اور کنواری بیٹھی ہو۔

تاتیانا: میں کام کرتی ہوں... میں...

بیس سیمیونوف: یہ میں سن چکا ہوں۔ لیکن یہ کام کس کام کا؟ تم جو پچیس روبل کما کر لاتی ہو، اس کی کسی کو ضرورت نہیں، تم کو بھی ضرورت نہیں۔ مزے میں بیاہ کر کے کسی کے گھر بیٹھ جاؤ جس طرح شریف بہو بیٹیاں کرتی ہیں۔ میں دوں گا تمہیں پچاس روبل ہر مہینے۔

اکولینا ایوانوونا (بڑے میاں کی پوری گفتگو کے دوران میں گھبرائی گھبرائی ادھر ادھر چیزوں کو ٹٹولتی اور الٹ پلٹ کرتی پھرتی ہے۔ کبھی کبھی بیچ میں کچھ نہ کچھ کہنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ آخر کار نرمی سے کہتی ہے): کیوں پیوتر کے ابا، پنیر کا کیک کھاؤ گے؟ تھوڑا سا بچ گیا ہے۔

بیس سیمیونوف (اس کی طرف مڑتا ہے، ایک لمحہ اس کو گھور کر دیکھتا ہے، پھر مکاری کے ساتھ مسکراتا

ہے): بہت اچھا۔ لے آؤ اپنا پنیر کا کیک، ہم ذرا چکھیں تو سہی۔ (اکولینا ایوانوونا جلدی سے الماری کی طرف لپکتی ہے اور بیس سیمیونوف اپنی بیٹی کی طرف مڑتا ہے) دیکھتی ہو تمہاری ماں کس طرح مجھے الگ تھلگ رکھتی ہے؟ جس طرح بطخ پر پھڑ پھڑا کر اپنے بچوں کو کتے سے بچاتی ہے۔ تمہاری ماں کانپتی رہتی ہے کہیں میری باتوں سے تمہارا دل نہ دکھ جائے۔ اوہ، چڑی مار! اتنے دنوں بعد پھر آن دھمکا!

پر چی خین (دروازے سے نمودار ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے پولیا کھڑی نظر آتی ہے): اس گھر کے بوڑھے مالک پر اللہ کی رحمت ہو، اس کی اچھی بیوی اور اس کے بھلے مانس بچوں پر اللہ کی رحمت ہو، ہمیشہ ہمیشہ اللہ ان کو خوش رکھے۔

بیس سیمیونوف: اچھا تو پھر تم نے پی؟

پر چی خین: شراب میں اپنے دکھ ڈبو رہا تھا۔

بیس سیمیونوف: کیسے دکھ؟

پر چی خین (بات کرتے ہوئے ہر شخص کی طرف کورنش بجالاتا ہے): میں نے آج سنہری مینا بیچ دی۔ خوب گاتی تھی۔ میرے پاس تین برس سے تھی آج بیچ دی۔ یہ بڑی نیچ حرکت تھی۔ اس لئے میں نے اپنا غم جام میں ڈبو دیا۔ برا ہوا۔ بیچاری چڑیا۔ میں اس کا عادی ہو گیا تھا۔ میں اس سے محبت کرتا تھا۔

(پولیا مسکراتی ہے اور اپنے باپ کی طرف سر ہلاتی ہے۔)

بیس سیمیونوف: تو پھر بیچی کیوں؟

پر چی خین (میز کے گرد چکر لگاتے ہوئے کرسیوں کا سہارا لے کر چلتا ہے): دام اچھے مل گئے اس کے۔

اکولینا ایوانوونا: بھلا پیسہ تمہارے لئے ہے کیا؟ ہاتھ کا میل! بس یونہی پانی کی طرح اللے تللے بہا دیتے ہو۔

پر چی خین (بیٹھتے ہوئے): سچ۔ پیسہ دانت سے نہیں پکڑ سکتا۔ یہ بالکل سچ ہے۔

بیس سیمیونوف: تو پھر بیچنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔

پر چی خین: ہاں ضرورت تو تھی۔ چڑیا اندھی ہونے لگی تھی۔ جلد ہی وہ اس دنیا سے کوچ کر جاتی۔

بیس سیمیونوف (چہکتے ہوئے): اچھا تو تم اتنے بدھو نہیں ہو جتنے دکھتے ہو۔

پرچی خین: کیا تم سمجھتے ہو میری چالاکی نے مجھ سے یہ کروایا ہے؟ ارے، نہیں۔ یہ تو میری طبیعت کی خباثت ہے۔

(پیوتر اور تیتی ریف داخل ہوتے ہیں۔)

تاتیانا: نیل کہاں ہے؟

پیوتر: وہ اور ششکن ریہرسل میں گئے ہیں۔

بیس سیمیونوف: یہ ڈرامہ ہوگا کہاں؟

پیوتر: شہسواری کے ہال میں، سپاہیوں کے لئے۔

پرچی خین (تیتی ریف سے): بھجن منڈلی کے گویے کی خدمت میں اداب۔ کیوں چلتے ہو چل کر چڑیاں پکڑیں؟ میں اور تم؟

تیتی ریف: چلو۔ کب؟

پرچی خین: چاہو تو کل چلیں۔

تیتی ریف: نہیں، کل نہیں۔ مجھے ایک جنازے میں گانا ہے۔

پرچی خین: تو پھر عبادت سے پہلے چلنا چاہئے۔

تیتی ریف: مجھے منظور ہے۔ مجھے بلا لینا۔ اکولینا ایوانوونا، کچھ کھانا وانا بچ رہا ہے یا نہیں، یہی کچھ دلیا وغیرہ؟..

اکولینا ایوانوونا: ہاں بچا تو تھا۔ پولیا جاؤ لے آؤ۔

(پولیا باہر جاتی ہے۔)

تیتی ریف شکریہ۔ جانتی ہو آج جنازے اور برات کی وجہ سے میرا کھانا مارا گیا۔

اکولینا ایوانوونا: جانتی ہوں۔

(پیوتر چائے کا گلاس لیتا ہے اور محرابی دروازے سے گزر کر چھوٹے کمرے میں چلا جاتا ہے۔ اس کے باپ کی چبھتی ہوئی اور تیتی ریف کی بپھری ہوئی آنکھیں اس کا تعاقب کرتی ہیں۔ ایک لمحے کو سب خاموشی سے کھاتے پیتے رہتے ہیں۔)

بیس سیمیونوف: تیریتی، اس مہینے تو تم خوب روپیہ بنا رہے ہوں گے۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب

کسی کا جنازہ نہ اٹھتا ہو۔

تیتی ریف: ہاں برا نہیں ہے۔ قسمت کا ستارہ چمک اٹھا ہے۔

بیس سیمیونوف: اور پھر شادیوں کا سیلاب بھی امڈ آیا ہے؛۔

تیتی ریف: ہاں اس مہینے میں شادی کا بازار خوب گرم ہے۔

بیس سیمیونوف: اب کے پیسہ ذرا بچاؤ اور خود بھی بیاہ کرلو۔

تیتی ریف: نہیں۔ بس، رہنے بھی دو۔

(تا تیانا بھائی کے پاس چلی جاتی ہے اور دونوں سرگوشی میں بات کرنے لگتے ہیں۔)

پر چی خین: یہ ٹھیک ہے۔ شادی ہمارے جیسوں کے بس کا روگ نہیں۔ بھیا چلو ہم تو چل کر چڑیوں کا شکار کھیلیں۔

تیتی ریف: ہاں چلو چلیں۔

پر چی خین: میاں چڑیوں کا شکار شاندار چیز ہے! برف گرتی ہے اور زمین کو ایسٹر کے راہب کی طرح سجا دیتی ہے۔ ہر چیز پاک صاف اور چمک دمک رہی ہے۔ کوئی خاموشی سی خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ اور ایسے میں اگر دھوپ چھائی ہوئی ہو تو پھر سونے پر سہاگا! خوشی سے دل بلیوں اچھل اچھل پڑتا ہے! خزاں کے جلائے ہوئے پتوں پر اب تک سونا دھک رہا ہے، ٹہنیوں پر برف کی چاندی منڈھ گئی ہے اور اچانک جادو کی اس حسین دنیا میں ایک آواز سنائی دیتی ہے۔ شائیں! شائیں! ۔ ڈھلے ہوئے آسمان میں چمکتی ہوئی لال چڑیوں کا ایک پورا جھنڈ اڑتا ہوا آتا ہے اور ٹہنیوں پر کوکنار کے پھولوں کی طرح بیٹھ جاتا ہے، پھر۔ چوں! چوں! چوں! پیاری پیاری ننھی منی چڑیاں! گول مٹول پھولی پھولی چڑیاں، ٹھاٹ سے جنرل اور سپہ سالار کی طرح ادھر ادھر پھدکتی پھر رہی ہیں، چہکتی ہیں، چہچہاتی ہیں۔ زندگی کا سب سے سہانا منظر! جی چاہتا ہے ہم خود چڑیا ہوتے اور ان کے ساتھ برف پر پھدکتے، مٹکتے، چہچہاتے۔ اوہ!

بیس سیمیونوف: یہ لال چڑیا بڑی بیوقوف ہوتی ہے۔

پر چی خین: میں خود ہی بیوقوف ہوں۔

تیتی ریف: تم نے تو ایک خوبصورت سماں باندھ دیا۔

اکولینا ایوانوونا (پر چی خین سے): تمہارا دماغ تو دو برس کے بالک جیسا ہے۔

پرچی خین: میں تو چڑی ماری پر جان دیتا ہوں۔ گانے والی چڑیا سے بھی بڑھ کر کوئی حسین چیز ہو سکتی ہے۔؟

بیس سیمیونوف: چڑیاں پکڑنا گناہ ہے، کیا تم اتنی سی بات نہیں جانتے؟

پرچی خین: جانتا ہوں مگر مجبور ہوں۔ یہی تو ایک ایسی چیز ہے جو میں چاؤ سے کرتا ہوں۔ یہی تو ایک چیز ہے جس کا گرآتا ہے مجھے۔ اور مجھے لگتا ہے کہ جو کام بھی چاؤ سے کیا جائے اچھا ہو جاتا ہے۔

بیس سیمیونوف: کوئی کام بھی؟

پرچی خین: ہر کام۔

بیس سیمیونوف: اور اگر تم دوسروں کا مال پار کر کے اپنی جیب میں ڈالنا شروع کر دو تو؟

پرچی خین: یہ کام نہیں، چوری ہے۔

بیس سیمیونوف: ہونہہ۔ شاید۔

اکولینا ایوانوونا (جماہیاں لیتے ہوئے): اوہو، ہو، ہو! تھک گئی۔ کیسی عجیب بات ہے، شامیں کتنی لمبی اور اکتاہٹ بھری ہوتی ہیں۔ تیریتی، آخر تم اپنا چھتارا کیوں نہیں اٹھالاتے۔ کچھ گا کر ہمارا جی بہلاؤ نا۔

تیتی ریف (نرمی سے): محترمہ اکولینا ایوانوونا، تمہارے گھر میں کرایہ دار بنتے وقت تمہارا دل بہلانے کا فرض نہیں قبول کیا تھا میں نے۔

اکولینا ایوانوونا (بات سر کے اوپر سے گزر جاتی ہے): کیا کہا؟

تیتی ریف: بس جو کہا سو کہا۔

بیس سیمیونوف (حیران اور پریشان): تیریتی، تمہاری بات بالکل میری سمجھ میں نہیں آتی۔ میرے کہے کا برا نہ ماننا، تم ہو بالکل نکمے، نکھٹو، لیکن بڑے شریف زادے کی طرح لیتے ہو دون کی۔ یہ لچھن کہاں سے سیکھے تم نے؟

تیتی سیمیونوف: آخر کس چیز پر ناز ہے تمہیں، بتاؤ تو سہی،

اکولینا ایوانوونا: بس یونہی بن رہا ہے۔ ایسے آدمی کے پاس بھلا اکڑفوں دکھانے کو رکھا کیا ہے؟

تاتیانا: اماں!

اکولینا ایوانوونا (چونکتے ہوئے): ایں؟ کیا؟

(تاتیانا ملامت کے انداز میں سر ہلاتی ہے۔)

اکولینا ایوانوونا: کیا پھر میں نے کوئی ایسی ویسی بات کہہ دی جو مجھے نہیں کہنی چاہئے تھی؟ ہائے میں کرموں جلی! بہت اچھا، اگر ایسا ہی ہے تو لو میں اپنے ہونٹ سیئے لیتی ہوں!

بیس سیمیونوف (مجروح لہجے میں): سمجھ بوجھ کر منہ کھولا کرو پیوتر کی ماں۔ یہاں پر پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ یہ تو ہر چیز اور ہر آدمی میں کیڑے نکالیں گے۔ آخر اتنے پڑھے لکھے جو ٹھہرے۔ تم اور میں تو بس کھوسٹ اور بیوقوف ہیں۔

اکولینا ایوانوونا (صلح جو انداز میں): ارے کوئی بات نہیں۔ یہ تو سچ ہے کہ یہ لوگ بہت کچھ جانتے ہیں۔

پرچی خین: بھیا تم نے ٹھیک ہی کہا۔ تم نے تو کہا ہنسی ہنسی میں پر ہے یہ سچ ہی۔

بیس سیمیونوف: میں نے کچھ بھی ہنسی میں نہیں کہا۔

پرچی خین؛ لیکن بڑے بوڑھے واقعی ہیں نرے بیوقوف

بیس سیمیونوف: خاص طور پر تم۔

پرچی خین: میرا کیا ہے۔ مجھ سے پوچھو تم کہوں کہ اگر دنیا میں بوڑھے لوگ نہ ہوں تو بیوقوف کا نام نشان دنیا سے مٹ جائے۔ بوڑھا لوگ نہ ہوں تو بیوقوف کا نام نشان دنیا سے مٹ جائے۔ بوڑھا آدمی اس طرح سوچتا ہے جس طرح پرانا درخت جلتا ہے۔ آگ کم اور دھواں زیادہ۔

تیتی ریف (مسکراتے ہوئے): ٹھیک کہا تم نے!

(پولیا محبت سے اپنے باپ کو گھورتی ہے اور اس کے شانے سہلاتی ہے۔)

بیس سیمیونوف (جھلا کر): ہونہہ! ہاں اپنی من گھڑت کہانی ہانکے جاؤ۔

(پیوتر اور تاتیانا بات چیت کرنا بند کر دیتے ہیں اور مسکراتے ہوئے پرچی خین کو دیکھتے ہیں۔)

پرچی خین (جوش کے ساتھ): بوڑھے لوگ بڑے ہٹ دھرم ہیں۔ اور یہی ہے اصل بات۔ بوڑھا آدمی جانتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے، وہ جانتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں سمجھتا، پر وہ یہ ماننے کا نہیں۔ وہ ضرورت سے زیادہ مغرور ہوتا ہے۔ وہ سوچتا ہے "اتنا سرد گرم دیکھ چکا ہوں، چالیس پتلونیں پہن کر چیتھڑے چیتھڑے کر چکا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ پھر بھی میں بالکل کورا کا کورا رہوں؟ اف نہیں!" ایسی بات مانتے

ہوئے دل بہت دکھتا ہے۔اس لئے وہ برابر میز پر گھونسے برساتا اور چیختا چنگھاڑتا رہتا ہے''میں بوڑھا ہوں۔میں حق پر ہوں!'' مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔وہ سٹھیا چکا ہے۔جوانوں کی بات ہی اور ہے۔ ان کے دماغ میں جولانی اور تیزی ہے۔

بیس سیمیونوف (سختی سے): جھوٹا، زمانے بھر کا جھوٹا! لیکن سنو، اگر ہم ایسے ہی نرے احمق ہیں تو کیا ہمیں عقل سکھائی جائے گی؟

پرچی خین: اوہ، نہیں! چٹان پر گولیاں چٹخانے سے فائدہ؟

بیس سیمیونوف: ٹھہرو، بیچ میں ٹپکو مت۔میں تم سے زیادہ بوڑھا ہوں۔میں کہتا ہوں: آخر اپنے دماغ میں جولانی اور تیزی رکھنے والے لوگ ہم سے، اگلے وقتوں کے لوگوں سے دور کیوں بھاگتے ہیں؟ ادھر ادھر کونوں میں چھپتے پھرتے ہیں، ہمارا منہ چڑاتے ہیں اور ہم کو منہ بھی نہیں لگاتے؟ ذرا سوچو۔اور میں بھی جاتا ہوں، سوچتا ہوں۔اکیلا سوچتا ہوں، کیونکہ میں اتنا بیوقوف جو ہوں، تمہاری صحبت کے قابل کہاں...(شور کے ساتھ اپنی کرسی کو دھکیلتا ہے، اپنے کمرے میں جاتا ہے اور دروازے سے کہتا ہے) میں بڑا بیوقوف ہوں، میرے بچو۔تم ٹھہرے پڑھے لکھے، عالم فاضل...

(وقفہ)

پرچی خین (پیوتر اور تاتیانا سے): آخر اپنے باپ کا دل دکھانے کی کیا ضرورت تھی؟ پولیا (مسکراتے ہوئے): دل تو تم نے دکھایا، ابا۔

پولیا (مسکراتے ہوئے: دل تو تم نے دکھایا، ابا۔

پرچی خین: میں نے؟ میں نے تو کبھی مکھی تک کا دل نہیں دکھایا!

اکولینا ایوانوونا: اوہ خدایا، خدایا! آخر ہمیں ہو کیا گیا ہے؟ آخر تم نے بوڑھے آدمی کا دل کیوں دکھایا؟ تم سب اتنے سرپھرے اور تنک مزاج جو ہو۔اور وہ ٹھہرا بوڑھا۔اس کو بس چین اور اطمینان کی ضرورت ہے۔تمہیں اس کی عزت کرنی چاہیئے۔آخر وہ تمہارا باپ ہے۔میں جاتی ہوں، ذرا جا کر سمجھاؤں بجھاؤں۔پولیا ذرا چائے کے برتن دھودھا دینا۔

تاتیانا (میز کے پاس جاتے ہوئے): آخر ابا ہم سے خفا کیوں ہوں؟

اکولینا ایوانوونا (دروازے سے): چتر لڑکی، واقعی تجھے کتنا خیال ہے باپ کا جو برابر کتراتی رہتی ہے اس سے!

(پولیا برتن دھوتی ہے اور تیتی ریف کہنیاں میز پر رکھے جذباتی آنکھوں سے اسے گھورتا ہے۔ پرچ خیین پیوتر کے پاس جاتا ہے اور چھوٹی سی میز کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ تاتیانا آہستہ آہستہ اپنے کمرے میں چلی جاتی ہے۔)

پولیا (تیتی ریف سے): آخر تم مجھے کیوں دیکھ رہے ہو... اس طرح؟

تیتی ریف: بس یونہی۔

پرچی خیین: پیوتر تم کس ادھیڑ بن میں ہو؟

پیوتر: یہاں سے کس طرح نکل بھاگوں۔

پرچی خیس: ایک زمانے سے میں تم سے کچھ پوچھنا چاہ رہا تھا۔ شہر کے نالے نالیوں کے انتظام کا مطلب کیا ہے؟

پیوتر: اس کی تمہیں کیا فکر بھلا؟ مجھے کیا پڑی ہے کہ جھک جھک کر کے تمہیں سمجھاؤں۔ تمہیں سمجھانے میں بہت زیادہ وقت لگ جائے گا۔

پرچی خیین: اور کیا تم خود سمجھتے ہو؟

پیوتر: بے شک۔

پرچی خیین (اس کے چہرے کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے): ہونہہ۔

پولیا: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نیل کو اتنی دیر تک کس چیز نے روک رکھا ہے۔

تیتی ریف: ہاں کیا تیز نگاہ پائی ہے تم نے!

پولیا: یہی بات تم کل کہہ چکے ہو۔

تیتی ریف: اور کل بھی میں یہی بات کہوں گا۔

پولیا: کیوں؟

تیتی ریف؛ میں نہیں جانتا۔ شاید تم یہ سوچتی ہو کہ میں تمہیں چاہتا ہوں؟

پولیا: خدا کی پناہ! میں کچھ بھی نہیں سوچتی۔

تیتی ریف: نہیں سوچتیں۔ یہ تو بہت بری بات ہے۔ سوچنے کی کوشش کرو۔

پولیا: کا ہے کے بارے میں؟

تیتی ریف؛ اوہ، کسی چیز کے بارے میں۔ اب یہی لے لو، اف میں کیوں زبردستی تمہارا سایہ بنا رہتا ہوں۔ اسی کے بارے میں سوچو اور مجھے جواب دو۔

پولیا: تم بڑے عجیب ہو۔

تیتی ریف: میں جانتا ہوں۔ تم نے یہ بات پہلے بھی کہی ہے۔ اس لئے ایک بار پھر میں تم سے کہتا ہوں۔ یہاں سے چلی جاؤ۔ تمہیں ہرگز اس گھر میں نہیں رہنا چاہئے۔ چلی جاؤ یہاں سے۔

پیوتر: کیا یہ کوئی عشق کا منظر ہے؟ کیا اچھا نہ ہوگا کہ میں یہاں سے رفو چکر ہو جاؤں؟

تیتی ریف: پریشان نہ ہو۔ میں تمہیں جاندار چیزوں میں نہیں گنتا۔

پیوتر: بات کچھ بنی نہیں!

پولیا (تیتی ریف سے): کیسے اکھڑ ہو تم!

(تیتی ریف وہاں سے ہٹ جاتا ہے اور بڑے غور سے پیوتر اور پرچی خین کی باتیں سننے لگتا ہے۔ تا تیانا اپنے کمرے سے شال میں لپٹی ہوئی نکلتی ہے اور پیانو کے پاس بیٹھ جاتی ہے۔)

تا تیانا (موسیقی کے نسخے کی ورق گردانی کرتے ہوئے): کیا نیل اب تک نہیں آیا؟

پولیا: نہیں۔

پرچی خین: اس گھر میں کوئی خاص چہل پہل نہیں۔ ایک بات اور ہے جو میں تم سے پوچھنا چاہتا تھا پیوتر۔ زیادہ دن نہیں ہوئے میں نے کسی اخبار میں پڑھا کہ انگریزوں نے کوئی اڑنے والا جہاز بنالیا ہے۔ اگر اس میں بیٹھ کر ایک بٹن دباؤ تو۔ لو ژوں! اور وہ چڑیا کی طرح اڑ کر بادلوں میں پہنچ جاتا ہے اور جانے لوگوں کے لے کر کہاں چلا جاتا ہے! لوگ کہتے ہیں نہ جانے کتنے انگریز اسی طرح کھوئے جا چکے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے پیوتر؟

پیوتر: بکواس۔

پرچی خین: لیکن یہ اخبار میں تھا۔

پیوتر: مگر اخبار میں تو جانے کیسی کیسی بکواس چھپتی رہتی ہے۔

پرچی خین: اچھا؟ واقعی؟

(تاتیانا ایک لطیف اور اداس دھن چھیڑتی ہے۔)

پیوتر (جھلاتے ہوئے): ہاں واقعی!

پرچی خین: گرم نہ ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تم سب نوجوان لوگ میرے جیسے اگلے وقتوں کے لوگوں سے اتنا چڑتے کیوں ہو۔ تم ہم سے بات تک نہیں کرنا چاہتے۔ یہ کوئی بھلی بات نہیں!

پیوتر: تو پھر؟

پرچی خین: تو پھر یہ کہ جب تمہارے جیسے لوگ مجھ سے اتنا اکتائے ہوئے ہوں تو مجھے اب یہاں سے چل دینا چاہئے۔ کیا تم جلد ہی گھر جارہی ہو پولیا؟

پولیا: صفائی ستھرائی کا کام نبٹا لوں تو جاؤں۔ (کمرے سے چلی جاتی ہے۔ تیتی ریف کی نگاہیں اس کا پیچھا کرتی ہیں۔)

پرچی خین: پیوتر کیا تم بھول گئے کہ میں اور تم کس طرح ایک ساتھ مینا پکڑا کرتے تھے؟ ان دنوں تمہارے دل میں میرا آدر مان تھا۔

پیوتر: اب بھی میں...

پرچی خین: میاں اب صاف ہے کہ تمہارے دل میں کیا ہے۔

پیوتر: ان دنوں میں ادرک والی روٹی اور مٹھائیوں پر جان دیتا تھا اور اب میں ان چیزوں سے اکتا گیا ہوں۔

پرچی خین: سمجھا۔ ایہہ! تیرینتی، کیوں چلتے ہو، چلیں بیئر کا ایک ایک ڈونگا چڑھالیں؟

تیتی ریف: کچھ جی نہیں چاہتا۔

پرچی خین: اچھا تو میں اکیلا ہی چل دیا۔ بھٹیار خانے میں بڑے مزے رہتے ہیں، سب مگن! وہاں کوئی شیخی نہیں بگھارتا۔ تم لوگوں کے ساتھ تو آدمی گھٹ کر مرجائے۔ اور یہ تمہارے لئے کوئی تعریف کی بات نہیں۔ تم کچھ بھی نہیں کرتے۔ تم کچھ بھی نہیں چاہتے۔ کیا خیال ہے، ایک دو ہاتھ تاش ہو جائے تو کیسا رہے؟ ہم پورے چار ہیں یہاں۔ (تیتی ریف پرچی خین کو دیکھتا اور مسکراتا ہے) جی نہیں چاہتا؟ جیسی مرضی۔ اچھا تو خدا حافظ۔ (تیتی ریف کے پاس جاتے ہوئے جام چڑھانے کا اشارہ کرتا ہے) چلتے ہو؟

تیتی ریف: نہیں۔

(پر چی خین بڑی مایوسی سے ہاتھ جھٹکتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے۔ خاموشی۔ تاتیانا کی دھنیں بہت صاف سنائی دیتی ہیں۔ پیوتر صوفے پر لیٹا لیٹا سنتا ہے اور اسی دھن پر سیٹی بجاتا ہے۔ تیتی ریف اٹھتا اور ٹہلتا ہے۔ گلیارے سے بالٹی یا سماور کی چمنی کے گرنے کی جھنکار سنائی دیتی ہے اور ستپانیدا کی آواز آتی ہے:

''شیطان کہاں مرا چلا آرہا ہے تو؟'')

تاتیانا (پیانو بجاتے ہوئے): میں حیران ہوں کہ آخر نیل کیوں نہیں آچکتا؟

پیوتر: کوئی نہیں آتا۔

تاتیانا: کیا تم ایلینا کا انتظار کر رہے ہو؟

پیوتر: کسی کا بھی سہی۔

تیتی ریف: کوئی بھی نہیں آئے گا، کوئی بھی نہیں۔

تاتیانا: تم کوئی آج کے روگی ہو۔

تیتی ریف: کوئی بھی نہیں آئے گا کیونکہ کسی کو دینے کو تمہارے پاس کچھ بھی نہیں۔

پیوتر: یہ ہے بڑے مہاتما تیرینتی کا فرمایا ہوا۔

تیتی ریف (اصرار کے ساتھ): کیا کبھی تم نے سوچا ہے کہ وہ آدمی جس کا زمانہ لد چکا ہے، وہ مست چڑی مار زندہ ہے، اس کے جسم اور روح دونوں میں آگ ہے اور تم جو زندگی کے دروازے پر ابھی قدم ہی رکھ رہے ہو ابھی سے ادھ موے ہو چکے ہو؟

پیوتر: اور تم؟ اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

تاتیانا (پیانو سے اٹھتے ہوئے): بس بس بند کرو! وہی ایک رٹ بار بار! تم پہلے بھی یہ قصہ سنا چکے ہو، ہے نا؟

پیوتر: تیرینتی مجھے تمہارا انداز پسند ہے۔ تم جو پارٹ ادا کرتے ہو وہ بھی مجھے پسند ہے۔ جج کا پارٹ۔ لیکن تم نے یہ رول کیوں چنا ہے؟ ہمیشہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم مردوں پر فاتحہ پڑھ رہے ہو، مغفرت کی دعا کر رہے ہو۔

تیتی ریف: میرے جیسے لوگ مردوں پر فاتحہ نہیں پڑھتے، مغفرت کی دعا نہیں کرتے۔

پیوتر: بات یہ نہیں ہے۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا یہ ہے کہ تم ہمیں ناپسند کرتے ہو۔

تیتی ریف: بہت زیادہ۔

پیوتر: تمہاری صاف گوئی قابل تعریف ہے۔ شکریہ۔

(پولیا داخل ہوتی ہے۔)

تیتی ریف: میاں، کھاؤ پیو، مست رہو۔

پولیا: کیا کھاؤ پیو؟

تاتیانا: کڑوی کسیلی باتیں اور کیا۔

تیتی ریف: نہیں، کھری اور صاف باتیں۔

پولیا: میں تھیٹر جانا چاہتی ہوں۔ کیوں کوئی چلے گا میرے ساتھ؟

تیتی ریف: میں چلوں گا۔

پیوتر: آج کیا ہو رہا ہے

پولیا: ''دوسری جوانی''۔ تم نہیں چلو گی تاتیانا واسیلی ونا؟

تاتیانا: میں اب کے جاڑے میں تھیٹر نہیں جاؤں گی۔ اکتا چکی ہوں۔ میں جذباتی ناٹک برداشت نہیں کر سکتی۔ دن دن گولیاں، چیخم دھاڑ، ٹسوے اور سسکیاں۔ (تیتی ریف ایک انگلی سے پیانو بجاتا ہے اور اداس لے پھوٹتی ہے) یہ سب کچھ بناوٹ اور جھوٹ ہے۔ زندگی لوگوں کو چنگل میں جکڑ لیتی ہے مگر نہ شور ہوتا ہے، نہ چیخیں ابھرتی ہیں، نہ آنسو بہتے ہیں۔ کچھ پتہ بھی نہیں چلتا۔

پیوتر (اداسی کے ساتھ): یہ لوگ محبت کی اذیتوں کا ڈرامہ پیش کرتے ہیں لیکن کوئی بھی اس آدمی کے ڈرامے کی طرف ذرا دھیان نہیں دیتا جو فرض اور خواہش کی چکیوں میں پس رہا ہے۔

(تیتی ریف مسکراتے ہوئے پیانو سے بھاری سر نکالتا رہتا ہے۔)

پولیا (گھبرا مسکراتے ہوئے): میں تو تھیٹر کی دیوانی ہوں۔ دون سیزر دی بازان کو ہی لے لو، وہ اسپینی امیر...اوہ وہ تو کمال ہے کمال! بس میں اس ہیرو مانتی ہوں۔

تیتی ریف: کیا میں ویسا ہی ہون۔

پولیا: کیا میں ویسا ہی ہوں؟

پولیا: اوئی میرے اللہ! ذرا بھی نہیں، بالکل نہیں!

تیتی ریف (جھکتے ہوئے): افسوس!

تا تیانا: جب ایکٹروں کو اسٹیج پر عشق بگھارتے ہوئے دیکھتی ہوں تو مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔ زندگی میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوتا۔ کبھی بھی نہیں!

پولیا: اچھا میں چل دی۔ تم چل رہے ہو تیرینتی؟

تیتی ریف (پیانو بجانا بند کر دیتا ہے): اب نہیں.. تم نے تو مجھے بتا دیا ہے کہ میں اس اسپینی امیر سے نہیں ملتا۔

(پولیا ہنستی ہوئی نکل جاتی ہے۔)

پیوتر (اس کو جاتے ہوئے دیکھتا ہے): اسپینی امیر میں اسے کون سے سرخاب کے پر نظر آتے ہیں؟

تیتی ریف: اسپینی امیر کے روپ میں اسے کھرا اور تیکھا انسان نظر آتا ہے۔

تا تیانا: وہ اس کے بڑھیا کپڑے پسند کرتی ہے۔

تیتی ریف: اور اس کی زندہ دلی بھی۔ بھلے مانس ہمیشہ خوش رہتے ہیں اور بدمعاش شاید ہی کبھی۔

پیوتر: تمہارے خیال کے مطابق تو اس دھرتی پر تم ہی سب سے بڑے بدمعاش ہو۔

تیتی ریف (پھر مدہم مدہم سر بجاتے ہوئے): میں ایک شرابی ہوں اور بس۔ کیا تم جانتے ہو اپنے روس میں اتنے زیادہ شرابی کیوں ہیں؟ پینے سے جینا آسان ہو جاتا ہے۔ ہم شرابیوں پر جان دیتے ہیں۔ ہم اپج اور ہمت والے سر پھروں سے نفرت کرتے ہیں، لیکن ہم شرابی سے محبت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حقیر اور بے قیمت چیز سے محبت کرنا آسان ہے، بڑی اور اچھی چیز سے محبت کرنا مشکل ہے۔

پیوتر (ٹہلتے ہوئے): ''اپنا روس!'' کیسی عجیب گونج ہے اس میں! کیا روس واقعی ہمارا ہے؟ کیا یہ میرا ہے؟ کیا یہ تمہارا ہے؟ ''ہم'' ہیں کون؟ ''ہم'' ہیں کیا؟

تیتی ریف (گاتا ہے): ''ہیں ہم آزاد پرندے...''

☆پوشکن کی نظم ''قیدی'' کا ایک مصرعہ۔

تا تیانا: خدا کے لئے پیانو پر گھونسے مارنا بند کرو، تیرینتی! لگتا ہے جیسے کسی کے مرنے پر گرجا گھر کا

گھنٹہ بج رہا ہو!

تیتی ریف (اسی طرح): جیسا میرے من میں ہو رہا ہے ویسا ہی ساز بجا رہا ہوں۔

(تاتیانا جھپٹ کر گلیارے میں چلی جاتی ہے۔)

پیوتر (سوچتے ہوئے): بند کرو۔ واقعی اس سے تو دماغ خراب ہونے لگتا ہے... ایسا لگتا ہے کہ جب کوئی فرانسیسی یا انگریز ''فرانس'' یا ''انگلستان'' کا نام لیتا ہے تو اس لفظ سے مراد ہوتی ہے، کوئی سچی چیز، کوئی ٹھوس چیز، کوئی ایسی چیز جو سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن جب کہتا ہوں ''روس'' تو میرے لئے اس کے کوئی معنی نہیں۔ میں اس کو کوئی صاف معنی نہیں دے سکتا۔ (رکتا ہے۔ تیتی ریف پیانو سے سر نکالتا رہتا ہے) بہت سے لفظ ہیں جو ہم محض عادت کی وجہ سے بولتے رہتے ہیں اور ان کے معنی کے بارے میں غور بھی نہیں کرتے... مثال کے طور پر ''زندگی'' ''میری زندگی''۔ ان دو لفظوں میں کیا معنی چھپا ہوا ہے؟ (وہ خاموش ٹہلتا ہے۔ تیتی ریف دھیرے دھیرے پیانو بجاتا رہتا ہے اور کمرے کو سسکتے ہوئے ترنم سے بھرتا رہتا ہے۔ وہ ایک ایسی مسکراہٹ سے پیوتر کو دیکھتا ہے جو اس کے چہرے پر چپک کر رہ گئی ہے) خدا جانے کیا سر میں سمائی کہ میں طالب علموں کے اس اندولن میں بہہ گیا! میں گیا تھا یونیورسٹی میں پڑھنے اور میں یہی کر بھی رہا تھا... خدا کے لئے تم ہتوڑے برسانا بند کرو!... مجھے بالکل خبر نہ تھی کہ کوئی حکومت مجھے رومن قانون پڑھنے سے روکے ہوئے ہے۔ ہاں بالکل سچ مجھے کچھ معلوم نہ تھا۔ لیکن مجھے اتنا معلوم تھا کہ میرے ساتھی مجھ پر دباؤ ڈال رہے ہیں اور میں دب گیا۔ اور اس لئے میرے زندگی سے دو برس دودھ کی مکھی کی طرح نکال دئے گئے۔ اسے میں ظلم کہتا ہوں۔ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ کیا تم انکار کر سکتے ہو؟ میں خواب دیکھ رہا تھا کہ اپنی پڑھائی ختم کروں، وکیل بنوں، ایک ملازمت حاصل کروں، پڑھوں لکھوں، زندگی کا مطالعہ کروں... مختصر یہ کہ زندہ رہنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔

تیتی ریف: (طنزیہ انداز میں لقمہ دیتے ہوئے): تاکہ ماں باپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہو، گرجا اور ریاست کی خاطر۔ جو سماج کے خادم کے شایان شان ہے۔

پیوتر: سماج؟ اس سے تو مجھے نفرت ہے! یہ فرد سے تو اپنا مطالبہ بڑھاتا رہتا ہے لیکن اس کو ڈھنگ سے بے روک ٹوک ابھرنے اور بڑھنے کا موقع نہیں دیتا۔ سماج، میرے بہت سے ساتھیوں کے روپ میں، میرے سامنے آیا اور چلایا: ''ہر انسان کو سب سے پہلے ایک شہری ہونا چاہئے!'' اچھا، میں نے شہری

بننے کی کوشش کی، لعنت ہو ان پر! مجھے کوئی خواہش نہیں اور نہ مجھ پر اس کی پابندی ہے کہ سماج کے سامنے اپنا سر جھکا دوں۔ میں ایک فرد ہوں اور فرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ آزاد ہو۔ میں کہتا ہوں، اپنی یہ کمبخت گھونسہ بازی بلند کرو۔

تیتی ریف: میں تو سنگت کر رہا ہوں، حضور نواب صاحب... جس نے ایک ایماندار شہری بننے کی کوشش کی۔ ہاں کتنی دیر کے لئے؟ آدھ گھنٹے کے لئے ایں؟ (باہر گلیارے میں شور۔)

پیوتر (جھنجھلا کر): حد سے آگے نہ بڑھو!

(تیتی ریف للکارتی ہوئی نظر سے پیوتر کو دیکھتا ہے اور پیانو کی پتیاں دباتا رہتا ہے۔ نیل، ایلینا، ششکن، تسویتائے وا اور کچھ پیچھے تاتیانا داخل ہوتے ہیں۔)

ایلینا: آخر یہاں جنازے کا گھنٹہ کیوں بج رہا ہے؟ شام بخیر، میرے دیو! شام بخیر وکیل صاحب۔ بلکہ ہونے والے وکیل صاحب۔ جناب آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟

پیوتر (نک چڑھے پن سے): بکواس کر رہے ہیں۔

تیتی ریف: میں اس شخص پر فاتحہ پڑھ رہا ہوں جس کی زندگی کا چراغ وقت سے پہلے ہی بجھ گیا۔

نیل (تیتی ریف سے): کیا تم میرے لئے کچھ کر سکتے ہو؟ (اس کے کان میں کچھ کہتا ہے۔ تیتی ریف حامی بھرتے ہوئے سر ہلاتا ہے۔)

تسویتائے وا: کیا لاجواب ریہرسل تھا، لاجواب ریہرسل!

ایلینا: وکیل صاحب! ذرا تم دیکھتے لفٹنٹ بیکوف نے آج کی رات کیسے کیسے ڈورے ڈالے ہیں مجھ پر!

ششکن: بیکوف تو الو ہے!

پیوتر: آخر تمہیں یہ خیال کیسے ہوا کہ میں اس کی پروا کرتا ہوں کہ تم پر کون کون اور کیسے کیسے ڈورے ڈالتا پھرتا ہے؟

ایلینا: ہائے مجھے کیا معلوم تھا کہ تم بھرے بیٹھے ہو اور میں بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ رہی ہوں۔

تسویتائے وا: پیوتر واسیلی وچ کا پارہ تو ہمیشہ چڑھا رہتا ہے۔

ششکن: وہ آدمی ہی ایسا ہے۔

ایلینا: اورتم تانیا، کیاتم بھی اپنے اسی موڈ میں ہو؟ اداس جیسے پت جھڑ کی رات۔

تاتیانا: ہاں۔

ایلینا: اور ایک میں ہوں کہ آج مارے خوش کے پھولی نہیں سماتی۔ آخر میں ہمیشہ اتنی خوش کیوں رہتی ہوں؟

نیل: میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ ہاں میں خود ہمیشہ خوش رہتا ہوں۔

تسو یتائے وا: میں بھی۔

ششکن: میں ہمیشہ تو نہیں مگر...

تاتیانا: ہر وقت...

ایلینا: تانیا کیا یہ مذاق کرنے کی کوشش تھی؟ چلو یہ تمہارے حق میں اچھا ہے۔ اچھا اے میرے دیو، بتاؤ، میں آخر ہمیشہ خوش کیوں رہتی ہوں؟

تیتی ریف: اے من ترنگ، تیرا نام عورت ہے!

ایلینا؛ یہ کیا؟ اگلی بار جب تم عشق جتانے آؤ گے تو میں تمہاری یہ بات یاد رکھوں گی!

نیل: مجھے تو بھوک لگی ہے۔ میں کچھ کھانا چاہتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں مجھے کام پر جانا ہے۔

تسو یتائے وا: رات بھر کام کرو گے؟ بیچارا!

نیل: دن اور رات۔ چوبیس گھنٹے۔ میں ذرا باورچی خانے جاؤں اور استپانیدا کو سلام مار آؤں۔

تاتیانا: میں اس سے کہے دیتی ہوں کہ تمہیں کھانا کھلا دے۔ (نیل کے ساتھ ساتھ چلی جاتی ہے۔)

تیتی ریف (ایلینا سے): میری جوان حسینہ، کیا مجھ سے بھی امید کی جاتی ہے کہ تمہارے عشق میں گرفتار ہو جاؤں؟

ایلینا: ہاں تم سے بھی امید کی جاتی ہے بے شرم آدمی! ہاں نکھٹو دیو! ہاں! ہاں!

تیتی ریف (ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے): تو میں کروں گا عشق! میرے لئے مشکل نہ ہوگا۔ کبھی میں بیک وقت دو جوان لڑکیوں اور ایک بیاہی عورت سے عشق لڑایا کرتا تھا۔

ایلینا (اس کی طرف دھمکی کے انداز میں بڑھتے ہوئے): اور پھر کیا گل کھلے؟

تیتی ریف: کچھ بھی نہیں۔ سب اکارت گیا، افسوس!

ایلینا (سانس روک کر پیوتر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے): کیا ہوا تم دونوں کو؟

(تیتی ریف ہنستا ہے۔ دونوں آہستہ آہستہ بات کرتے ہیں۔)

ششکن (پیوتر سے): کیا تم دو تین دن کے لئے ایک روبل ادھار دے سکتے ہو؟ میرے جوتے جواب دے گئے۔

پیوتر: لو اور سنو۔ پہلے ہی سے تم پر سات چڑھے ہوئے ہیں۔

ششکن: میں بھولا نہیں ہوں۔

تسویتائے وا: پیوتر واسیلی وچ! تم ہمارے ڈراموں میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟

پیوتر: میں پارٹ نہیں کر سکتا۔

ششکن: تو تم سمجھتے ہو کہ ہم پارٹ کر سکتے ہیں؟

تسویتائے وا: تم کم از کم ریہرسل میں تو آؤ۔ سپاہی تو بس دل لوٹ لے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام ہے شرکوف۔ وہ اتنا بمقبول ہے کہ بیان نہیں کر سکتی۔ اتنا پیارا اور معصوم اور ہونٹوں پر ایسی لجائی شرمائی مسکراہٹ! پھر ایسا نرا احمق کہ بے تحاشا پیار آئے۔

پیوتر (کنکھیوں سے ایلینا کو دیکھتے ہوئے): کسی احمق میں تمہیں کوئی دلچسپی کی بات نظر آئے۔ یہ بات میری سمجھ سے بالا ہے۔

ششکن: شرکوف ہی ایک نہیں ہے...

پیوتر: مانا۔ بھرے پڑے ہیں۔

تسویتائے وا: تم ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہو؟ سمجھ میں نہیں آتا آخر تم ایسے کیوں ہو؟ کیا اسی کو کہتے ہیں شریفوں کی شان؟

تیتی ریف (اچانک زور سے بولتے ہوئے): میں دوسروں پر ترس نہیں کھا سکتا۔

ایلینا: ہش!

پیوتر: تم جانتی ہی ہو میں درمیانی طبقے کا آدمی ہوں۔

ششکن: اس وجہ سے تو عام لوگوں کی طرف تمہارے رویے کو سمجھنا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

تیتی ریف: کسی نے کبھی مجھ پر ترس نہیں کھایا۔

ایلینا (مدھم آواز سے): لیکن تمہیں برائی کا جواب بھلائی سے دینا چاہئے۔

تیتی ریف: میرے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں۔

ایلینا: اتنے زور سے نہ بولو۔

پیوتر (ایلینا اور تیتی ریف کی باتیں سنتے ہوئے): آخر تم عام لوگوں کے لئے ہمدردی دکھانے کی کوشش کیوں کرو؟

تسویتائے وا: ہم بنتے نہیں۔ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہوتا ہے ہم اس میں حصہ بٹا لیتے ہیں۔

ششکن: نہیں ایسی بات بھی نہیں۔ بس ان کے ساتھ رہنے سے ہمیں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ سیدھے سادے کھرے لوگ ہیں۔ اور ان میں کوئی بات ہے جو بڑی بھرپور ہے... جیسے جنگل کی ہوا۔ ہمارے جیسے کتاب کے کیڑوں کو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پھیپھڑوں میں تازہ ہوا بھرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

پیوتر (اصرار اور دبی جھنجھلاہٹ کے ساتھ): بس اتنی سی بات ہے کہ تم بیوقوفوں کی جنت میں رہنا چاہتے ہو۔ تم جو بھاگ بھاگ کر سپاہیوں کے پاس جاتے ہو۔ ضرور کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں۔ میں کہتا ہوں کھری کھری برا نہ ماننا... یہ لغویت ہے۔ سپاہیوں کی دنیا میں تازہ ہوا۔ معاف کرنا بہ تو...

تسویتائے وا: لیکن صرف سپاہیوں میں کیوں۔ ہم ریلوے ڈپو میں بھی پروگرام دیتے ہیں۔

پیوتر: ایک ہی بات ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اپنے چونچلوں اور ڈھکوسلوں کو کسی بڑے ''مقصد'' کا نام دے کر تم محض دھوکا دے رہے ہو اپنے آپ کو۔ تمہیں یقین ہے کہ تم فرد کو ابھارنے اور نکھارنے کے جتن کر رہے ہو۔ سیدھی سیدھی خود فریبی ہے یہ۔ کل کوئی افسر یا فورمین آئے گا اور تمہارے ''فرد'' کی کنپٹیوں پر ایسا ہاتھ جمائے گا کہ دن تارے نظر آ جائیں گے اور وہ سب کچھ جو تم اس کی کھوپڑی میں ٹھونس رہے ہو یوں ہوا ہو جائے گا... ہاں اگر واقعی تم کھوپڑی میں کچھ ٹھونس رہے ہو۔

تسویتائے وا: تمہاری ایسی باتیں سن کر تو آدمی کا دل تھوڑا ہو جاتا ہے۔

ششکن (منہ پھلاتے ہوئے): اور یہ باتیں مانی بھی نہیں جا سکتیں۔ میں تمہارے منہ سے ایسی

باتیں پہلی بار نہیں سن رہا ہوں۔ اور ہر بار مجھے یہ باتیں زیادہ کھلتی ہیں۔ کسی دن میری تمہاری ڈٹ کر جھک جھک ہو گی پیوتر... ڈٹ کر اور دوٹوک، بس!

پیوتر (طنزیہ انداز میں آواز کھینچ کر): بھئی ڈر گیا۔ لیکن میں تو اس جھک جھک کے انتظار میں مرا جا رہا ہوں۔

ایلینا (زور سے): آخر تم ایسے کیوں بنتے جا رہے ہو؟ (دوسروں سے) آخر وہ یہ کیوں چاہتا ہے کہ لوگ اسے درندہ سمجھیں؟

پیوتر: بس یونہی محض دکھاوا، بناوٹ اور کیا۔

تسویتائے وا: ہاں بناوٹ، سچ مچ بناوٹ۔ ذرا تم دوسروں سے نرالے بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ سارے مرد، عورتوں کے سامنے نرالے اور انوکھے دکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کچھ تو ''آس نراس بھئی'' کی تصویر بننے کی کوشش کرتے ہیں اور کچھ چنڈال بننے کی۔ لیکن ہیں نرے نکھٹو اور نکمے اور بس۔

تیتی ریف: اسے کہتے ہیں گاگر میں ساگر۔ اچھا کہا۔

تسویتائے وا: شاید تم اپنی تعریف سننا چاہ رہے ہو؟ نہیں لمبا انتظار کھینچنا پڑے گا۔ میں تمہیں خوب اچھی طرح جانتی ہوں۔

تیتی ریف: یہ ایسی بات ہے جو میں بھی اپنے بارے میں نہیں کہہ سکتا۔ ہاں، اگر تم اتنا زیادہ جانتی ہو تو پھر تم یہ بھی جانتی ہوں گی: آدمی کو برائی کا جواب بھلائی سے دینا چاہئے؟ دوسرے لفظوں میں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ نیکی اور بدی ایک ہی دام کے دو سکے ہیں؟

تسویتائے وا: ارے تم تو ہمیشہ باتوں کو توڑ مروڑ کر پہیلی بنا دیتے ہو!

ششکن: ٹھہرو، بات نہ کاٹو۔ یہ ایک دلچسپ سوال ہے۔ میں تو ہمیشہ تیتی ریف کی باتیں سننے کو تیار رہتا ہوں۔ ادھر تم نے اسے مہلت دی اور ادھر اس نے سچائی کی ایک کیل تمہارے سر میں ٹھونک دی۔ ہم میں سے زیادہ تو لوگوں کے دماغ میں معمولی باتیں چکر لگاتی رہتی ہیں... پرانے سکوں کی طرح بے رنگ اور گھسی پٹی باتیں۔

پیوتر: تم بڑے دریادل ہو۔ تم اپنی اچھائیوں کا سہرا دوسروں کے سر باندھ دیتے ہو۔

ششکن: آؤ چھوڑو بھی۔ آخر ہم سچی بات کیوں نہ مان لیں؟ ہمیں چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی

ایمانداری سے کام لینا چاہئے۔ جہاں تک میرا سوال ہے، میں نے تو کبھی اپج کی کوئی بات منہ سے نکالی ہی نہیں۔ اوہ! کتنا جی چاہتا ہے کہ میں کوئی انوکھی، کوئی نئی بات کہہ سکتا!

تیتی ریف: تم نے ابھی ابھی کیسی اچھوتی بات کہی ہے!

ششکن (تیزی سے): وہ کون سی بات بھلا؟ کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟

تیتی ریف: ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں۔ تم نے ابھی ابھی ایک انوکھی بات کہی ہے۔ لیکن میں نہیں بتاتا تم خود ہی بوجھو وہ کیا بات ہے۔

ششکن: اماں، اتفاقیہ نکل گئی ہوگی منہ سے۔

تیتی ریف: آدمی ارادے اور کوشش سے انوکھا نہیں بن سکتا۔ میں آزما چکا ہوں۔

ایلینا: ذرا ہم سنیں تو سہی، آپ ہمارے لال بجھکڑ صاحب، ہاں آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلے کے بیچ۔

ششکن: ہاں لگے ہاتھوں دو چار ہاتھ فلسفے کے ہو جائیں۔

تیتی ریف (ایک خاص پوز اختیار کرتے ہوئے): دو ٹانگوں والے بھلے مانس لوگو! تم جب کہتے ہو کہ برائی کا جواب بھلائی سے دینا چاہئے تو تم بڑی بھول کرتے ہو۔ برائی ایک ایسا گن ہے جو تم ماں کے پیٹ سے اپنے ساتھ لاتے ہو۔ اس لئے اس کی اہمیت تھوڑی ہے۔ اچھائی ایک ایسی چیز ہے جو تم خود پیدا کرتے ہو اور اس کے لئے اتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ دنیا میں اچھائی ہر چیز سے زیادہ کمیاب، مہنگی اور خوبصورت چیز ہے۔ اس لئے برائی کا بدلہ بھلائی سے ادا کرنے کا نہ کوئی مطلب ہے اور نہ فائدہ۔ اچھائی کا بدلہ صرف اچھائی سے ادا کرنا چاہئے۔ اور جتنا تمہیں ملے اس سے زیادہ کبھی نہ لوٹاؤ، ورنہ دوسروں کو سودخوری کی چاٹ پڑ جائے گی۔ آدمی بڑا چھچھورا ہوتا ہے۔ جہاں ایک بار اسے حق سے زیادہ ملا وہ زیادہ سے زیادہ مانگنے لگے گا۔ کسی کو اس کے حق سے کم بھی نہیں دینا چاہئے۔ تم جانو، آدمی اپنی چوٹ کبھی نہیں بھولتا!۔ اگر ایک بار تم نے اسے دھوکا دیا تو پھر وہ کہتا پھرے گا کہ تم پھکڑ ہو۔ اس کے دل سے تمہاری ساری عزت نکل جائے گی اور اگلی بار تمہیں پورا حق ہوگا کہ تمہارے ساتھ بھلائی کی جائے مگر وہ تمہیں بھیک دے کر ٹال دے گا۔ بھائیو، بھلائی کا بدلہ بھلائی سے ادا کرنے میں چوکس اور کھرے رہو۔ کیونکہ دنیا میں پڑوسیوں کو بھیک دینے والے سے زیادہ قابل رحم اور گھناؤنا اور کوئی نہیں۔ لیکن جب تمہارے

ساتھ برائی کی جائے تو کئی گنا بڑھ چڑھ کر اس کا بدلہ ادا کرو۔ برائی کرنے والے پڑوسی کا بدلہ چکانے میں ڈٹ کر دریا دلی سے کام لو۔ برائی کرنے والے پڑوسی کا بدلہ چکانے میں ڈٹ کر دریا دلی سے کام لو۔ جب تم کسی سے روٹی کا ایک ٹکڑا مانگو اور وہ تمہیں دے پتھر تو اس پر پوری چٹان دے مارو۔

(تیتی ریف اپنی تقریر ہلکے پھلکے انداز میں شروع کرتا ہے لیکن جیسے جیسے آگے بڑھتا جاتا ہے اس کا لہجہ گمبھیر ہوتا جاتا ہے اور بڑے زور اور جوش کے ساتھ اپنی تان توڑتا ہے۔ جب تقریر ختم ہوتی ہے تو وہ بھاری بھاری قدموں سے چلتا ہوا ہٹ جاتا ہے۔ کوئی بھی نہیں بولتا۔ ہر شخص کچھ بے تکا پن سا محسوس کرتا ہے۔ ہر شخص کو اس کی باتوں کی سچائی اور وزن کا احساس ہے۔)

ایلینا (نرمی سے): لوگوں نے تم کو بہت ستایا ہوگا...

تیتی ریف (کھیسیں نکالتے ہوئے): ہاں، لیکن مجھے امید ہے کہ ایک وقت آئے گا جب وہ میرے ہاتھوں ستائے جائیں گے یا میری خاطر ستائے جائیں گے۔

نیل (پیالہ اور روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لئے ہوئے داخل ہوتا ہے۔ بولتا جاتا ہے اور آنکھیں پیالے پر جمائے رہتا ہے کہیں چھلک نہ جائے۔ تاتیانا اس کے پیچھے پیچھے آتی ہے): فلسفہ! فلسفہ! تمہیں فلسفہ بگھارنا، رائی کا پہاڑ بنانا خوب آتا ہے، تانیا۔ پانی برس رہا ہو تو فلسفہ، انگلی کٹ جائے تو فلسفہ، چھولھے سے دھواں اٹھ رہا ہو تو فلسفہ۔ جب مکھی اور مچھر کے کاٹے پر فلسفے کی مٹی پلید ہوتے دیکھتا ہوں تو میں یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بعض لوگوں کو علم بڑا نقصان پہنچاتا ہے۔

تاتیانا: تم بڑے کھرے ہو، نیل!

نیل (میز پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہوئے): سچ؟ اکتا گئی ہو تو کچھ کام شروع کر دو۔ کام کرنے والے آدمی کو اونے ڈوبنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ گھر پر رہنے سے اگر تم ناخوش ہو تو پھر جاؤ اور گاؤں میں رہو اور وہاں بچوں کو پڑھاؤ۔ یا ماسکو چلی جاؤ اور پڑھو۔

ایلینا: ٹھیک کہتے ہو۔ ذرا اس کو بھی دو چار سنا دو! (تیتی ریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔)

نیل (کنکھیوں سے اس کو دیکھتے ہوئے): لو ایک اور نمونہ۔ نمبر دو ہیراقلیتس۔

تیتی ریف: نمبر دو سویفٹ، اگر برا نہ مانو۔

نیل: نہیں یہ تو چھوٹا منہ اور بڑی بات والی بات ہوئی۔

پیوتر: بہت چھوٹا منہ اور بہت بڑی بات۔

تیتی ریف: افسوس۔ میں سویفٹ کہلانے کے لئے جان دے سکتا ہوں۔

تسو یتائے وا: تمہاری تمنا کوئی بڑی تمنا نہیں۔

نیل (پیالے سے نظر اٹھائے بغیر): چلو غصہ تھوک دو۔ ہاں...وہ... ہاں کیا پولیا یہاں تھی؟...کیا وہ کہیں چلی گئی، کہاں؟

تا تیانا: تھیٹر۔ کیوں؟

نیل: کچھ نہیں یونہی پوچھ رہا تھا۔

تا تیانا: کیا اس سے تمہیں کوئی کام تھا؟

نیل: نہیں۔ یعنی اس وقت نہیں...ویسے عام طور پر...میں اسے چاہتا ہوں۔ خیر چھوڑو! میں کہہ کیا رہا ہوں؟ (تا تیانا کے سوا سبھی مسکراتے ہیں۔)

تا تیانا (ہٹ دھرمی سے): تم کو اس سے کیا کام ہے؟

(نیل سوال سے بے نیاز کھانا کھاتا رہتا ہے۔)

ایلینا (تا تیانا سے تیزی کے ساتھ): کیوں برا بھلا کہہ رہا تھا تمہیں؟ مجھے تو بتاؤ۔

تسو یتائے وا: اوہ ہاں! ہاں یہ بات دلچسپ ہوگی۔

پیوتر: اور مجھے۔ مجھے اس کے کھانے کا انداز پسند ہے۔

نیل: ہاں میں جو بھی کرتا ہوں، بہت خوب کرتا ہوں۔

ایلینا: ہاں تانیا بتاؤ۔

تا تیانا: میں بتانا نہیں چاہتی۔

تسو یتائے وا: وہ کبھی بھی کچھ کرنا نہیں چاہتی۔

تا تیانا: تم بھلا کیا جانو؟ شاید...مر جانا چاہتی ہوں، بری طرح چاہتی ہوں!

تسو یتائے وا: اف! کتنی بھیانک بات ہے!

ایلینا: اررر! میں لوگوں کا موت کے بات میں بات کرنا برداشت نہیں کر سکتی۔

نیل: جب تک تم مرو نہیں موت کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہو؟

تیتی ریف: یہ ہے فلسفہ، اصلی فلسفہ۔

ایلینا: چلو، میرے کمرے میں چلو۔ اب تک سماور کھول رہا ہوگا۔

ششکن: واہ چائے سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے اور ساتھ ہی کچھ چرندم خورندم ہو تو سونے پر سہاگا، ایں؟

ایلینا: ضرور، ضرور۔

ششکن (نیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے): اس کو دیکھ کر مجھے رشک آتا ہے۔ آخر ہوں نا پرانا پاپی۔

نیل: اب رشک کرنے کو دھرا کیا ہے۔ سب کچھ صاف کر دیا میں نے۔ میں بھی چل رہا ہوں۔ ابھی میرے پاس ایک آدھ گھنٹہ وقت ہے۔

تاتیانا: کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ تم کام پر جانے سے پہلے ایک جھپکی لے لیتے؟

نیل: نہیں۔

ایلینا: پیوتر واسیلی وچ! تم چل رہے ہو؟

پیوتر: اگر تم اجازت دو تو...

ایلینا: بڑی خوشی سے! آؤ اپنا بازو تو دو!

تسویتائے وا: جوڑے بنالو! نیل واسیلی وچ تم میرے ساتھ آ جاؤ!

ششکن (تاتیانا سے): اور تم میرے ساتھ!

تیتی ریف: کہتے ہیں سنسار میں عورتیں زیادہ ہیں اور مرد کم۔ میں اس دیس کے بہت سے شہروں میں رہا ہوں مگر ایک بار بھی ایسا نہ ہوا کہ ایک آدھ عورت میرے لئے بچ گئی ہو۔

ایلینا (ہنستے ہوئے، دروازے کی طرف بڑھتی ہے اور گنگناتی ہے: ALlons, enfants de al Patri...i...i...e!*

ششکن (پیوتر کو دھکیلتے ہوئے): اماں چلتے پھرتے نظر آؤ، اے وطن کے سپوت!

☆ مارسیلیز کے ترانے کے پہلے بول۔

(شور مچاتے ہوئے باہر جاتے ہیں، گاتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں۔ چند لمحے کو کمرہ خالی رہتا ہے۔

پھر بیس سیمیونوف کے کمرے کا دروازہ کھلتا ہے اور اکولینا ایوانوونا باہر نکلتی ہے۔ جماہیاں لیتے ہوئے لیمپ بجھاتی ہے۔ کمرے سے بڑے میاں کی آواز آتی ہے۔ وہ ایک ہی آہنگ سے عبادت کر رہا ہے۔ اندھیرے میں اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بڑی بی کرسیوں سے ٹکرا جاتی ہیں۔)

پردہ

دوسرا ایکٹ

وہی منظر

موسم خزاں کا ایک دن۔ بیس سیمیونوف میز پر بیٹھا ہوا ہے۔ تاتیانا خاموشی سے آہستہ آہستہ ٹہل رہی ہے۔ پیوتر دو کمروں کے درمیان دیوار کے پاس کھڑا کھڑکی سے باہر جھانک رہا ہے۔

بیس سیمیونوف: گھنٹہ بھر ہو گیا میں تمہارے ساتھ سر کھپا رہا ہوں، مگر تمہارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ایک میری طرف پیٹھ کئے کھڑا ہے اور دوسری ہے کہ پنجرے میں بند مینا کی طرح مٹکتی پھر رہی ہے۔

تاتیانا: لو بیٹھ گئی... (بیٹھ جاتی ہے۔)

پیوتر (باپ کی طرف مڑتے ہوئے): آپ کے جی میں کیا ہے، صاف صاف کہئے۔ آخر آپ ہم سے چاہتے کیا ہیں؟

بیس سیمیونوف: میں جاننا چاہتا ہوں کہ آخر تم کیسے لوگ ہو۔ پیوتر، جاننا چاہتا ہوں کہ تم کس ڈھب کے آدمی ہو۔

پیوتر: ذرا ٹھہر جائے۔ وقت آنے دیجئے معلوم ہو جائے گا۔ آپ دیکھیں گے اور آپ کی سمجھ میں آجائے گا۔ لیکن پہلے مجھ اپنی پڑھائی ختم کرنے دیجئے۔

بیس سیمیونوف: ہونہہ، پڑھائی۔ جاؤ، جاؤ، پڑھو! لیکن تم پڑھتے کب ہو۔ تم تو سارا وقت چھیلا بننے میں، اوٹ پٹانگ بگھارنے میں گنوا دیتے ہو۔ تم نے بات بات پر نک چڑھا پن دکھانے کا گر خوب سیکھا ہے۔ لیکن عقل خاک نہیں۔ تمہیں یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔ تمہارا خیال ہے ناانصافی کی گی؟ ہرگز نہیں۔ طالب علم، طالب علم ہے۔ اس کا کام یہ نہیں کہ بتاتا پھرے، یہ یوں ایسا گڑ بڑ گھٹالا ہوگا کہ سمجھ دار اور بھلے

مانس لوگوں کے لئے اس دنیا میں سر چھپانے کی جگہ نہ رہے گی۔ پہلے تمہارا کام پڑھنا ہے اور جب تم اپنے کام میں یکتا ہو جاؤ تو پھر تمہارا وقت آئے گا کہ چیزوں کے خلاف انگلی اٹھاؤ۔ جب تک وہ وقت نہ آئے ہر شخص کو حق ہے کہ وہ تمہاری نکتہ چینی پر قہقہے لگائے۔ میں یہ سب اس لئے نہیں کہتا کہ میں کیڑے نکالنا چاہتا ہوں۔ میں یہ سب اس لئے نہیں کہتا کہ میں کیڑے نکالنا چاہتا ہوں۔ یہ سب میں دل کی گہرائی سے کہتا ہوں۔ کیونکہ تم میرا گوشت پوست ہو، میرا خون ہو۔ میں یہ سب نیل سے نہیں کہوں گا۔ منہ بولا بیٹا سہی لیکن خدا جانتا ہے اس کے ساتھ بھی میں نے کتنا سر کھپایا۔ مگر اس کی رگوں میں تو دوسرا خون دوڑ رہا ہے۔ وہ میرے کینڈے کا نہیں۔ جتنا بڑا ہوتا جاتا ہے، مجھ سے الگ ہوتا جاتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔ وہ ڈھلا ڈھلایا بدمعاش ہوگا... ایکٹر یا اسی قسم کا کوئی جانور۔ کون جانے سوشلسٹ ہو جائے گا۔ ہو تو ہو مری بلا سے۔ جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔

اکولینا ایوانوونا (دروازے سے جھانکتے ہوئے، بڑی سہمی ہوئی اور التجا بھری آواز میں): کیوں جی، کھانا نہیں کھاؤ گے؟

بیس سیمیونوف (سختی سے): نکل جاؤ یہاں سے! تم دوسروں کے پھٹے میں کیوں پاؤں ڈالتی ہو۔ (اکولینا ایوانوونا دروازہ بند کر دیتی ہے۔ تاتیانا ملامت بھری نظر سے باپ کو دیکھتی ہے، اٹھتی ہے اور پھر ٹہلنے لگتی ہے) دیکھا تم نے؟ تمہاری ماں کو ایک پل چین نہیں پڑتا... ہر وقت سایہ کئے رہتی ہے۔ ہولتی رہتی ہے کہیں میں تمہارا دل نہ دکھا دوں۔ میں کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتا۔ لیکن تم نے میرا دل دکھایا ہے اور بڑا گہرا گھاؤ لگایا ہے۔ میں خود اپنے گھر میں پنجوں کے بل چلتا ہوں جیسے فرش پر کانچ کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہوں۔ میرے پرانے دوستوں نے میرے گھر آنا بند کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ''تمہارے بچوں کی تعلیم ہی کچھ ایسی ہوئی ہے۔ ہم ڈرتے ہیں، وہ ہمارے جیسے سیدھے سادے لوگوں پر ہنسیں گے۔'' تم ان لوگوں پر نجانے کتنی بار ہنس چکے ہو اور مجھ پر مارے شرم کے کتنی بار گھڑوں پانی پڑ چکا ہے۔ میرے تمام دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ گھر میں پڑھے لکھے بال بچے نہ ہوئے طاعون ہوا۔ تم اپنے باپ کی طرف ذرا دھیان نہیں دیتے، ایک بھلی بات، دل رکھنے والی بات نہیں کرتے، سر میں کیا سمائی ہے کیا مجال جو بتا دو۔ میں تم لوگوں کیلئے اجنبی ہوں، غیر ہوں۔ پھر بھی میں تم لوگوں کو چاہتا ہوں۔ ہاں تم سے محبت کرتا ہوں! سمجھتے ہو اس کا مطلب کیا ہے۔ کسی سے محبت کرنے کا مطلب؟ یونیورسٹی سے نکالے گئے تم اور کڑھتا

میں ہوں۔ تاتیانا بے وجہ گھلتی چلی جا رہی ہے۔ یہ عمر ہونے کو آئی اور کنواری بیٹھی ہے۔ اور اس چیز سے خون میرا کھولتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگوں سے کیا کہوں۔ دوسری لڑکیاں بیاہ رچا کر مزے میں میاں کے گھر جا بیٹھتی ہیں، کیا میری تاتیانا کاسی سے ہیٹی ہے؟ پیوتر میں تمہیں ایک انسان دیکھنا چاہتا ہوں۔ طالب علم نہیں، انسان۔ ذرا فلپ نزاروف کے بیٹے کو دیکھو۔ اس نے پڑھائی ختم کی، ایک ایسی لڑکی سے شادی کی جو اپنے ساتھ ڈھیر سا جہیز لائی، سالانہ دو ہزار روبل کماتا ہے اور جلد ہی شہر کی کاؤنسل کا ممبر بننے والا ہے۔

پیوتر: وقت آنے دیجئے، میری بھی شادی ہو جائے گی۔

بیس سیمیونوف: اوہ، مجھے اس میں شبہ کب ہے! تم تو اس تاک میں ہو کہ کل ہی بیاہ رچا لو، لیکن سوال یہ ہے کہ کس سے؟ کسی بیوہ سے، کسی چھنال سے...

پیوتر (بھڑکتے ہوئے): آپ کو اسے اس نام سے پکارنے کا کوئی حق نہیں!

بیس سیمیونوف: کیا کہنے کا حق نہیں۔ بیوہ؟ یا چھنال؟

تاتیانا: ابا! خدا کے لئے، اوہ خدا کے لئے! پیوتر یا تو کمرے سے نکل جاؤ یا چپ رہو۔ میں چپ ہوں تو تم کیوں چپ نہیں رہ سکتے؟ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا۔ ابا جب آپ کی بات سنتی ہوں تو لگتا ہے کہ آپ ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔ بے شک، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ مجھے ذرا شبہ نہیں۔ لیکن جو بات آپ کے لئے ٹھیک کہتے ہیں۔ مجھے ذرا شبہ نہیں۔ لیکن جو بات آپ کیلئے ٹھیک ہے، ہمارے لئے ٹھیک نہیں... میرے اور پیوتر کے لئے۔ کیا آپ اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے؟ ہم اپنی نظر سے چیزوں کو دیکھتے ہیں... رکئے ابا، بگڑئے مت۔ ہم اور آپ دونوں ٹھیک راستے پر ہیں۔

بیس سیمیونوف (اچھلتے ہوئے): یہ جھوٹ ہے! ہم میں سے ایک ہی ٹھیک راستے پر ہو سکتا ہے۔ میں ٹھیک راستے پر ہوں! تم ٹھیک راستے پر کیسے ہو سکتے ہو؟ کس طرح، بتاؤ، ثابت کرو!

پیوتر: ابا لال پیلے ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن آپ جس نظر سے چیزوں کو دیکھتے ہیں وہ نظر ہمارے لئے بہت تنگ ہے، ہمیں اس میں گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ ہم بڑھ کر اس دائرے سے نکل گئے ہیں۔ جس طرح ہم بڑے تو ہمارے پرانے کپڑے چھوٹے ہو گئے، بالکل اسی طرح۔ اس میں ہمیں گھٹن ہوتی ہے، یہ ایک پھندا ہے۔ ہم اس میں الجھ کر گر جاتے ہیں۔ زندگی

کو آپ جس نظر سے دیکھتے ہیں اس سے ہمارا بھلا نہیں ہوسکتا۔

بیس سیمیونوف: بھلا نہیں ہوسکتا، ہے نا؟ تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو؟ اوہ، ہاں.. تم پڑھے لکھے ہو اور میں؟ میں نرا گنوار ہوں! تم...

تاتیانا: یہ بات نہیں ابا...

بیس سیمیونوف: یہی بات ہے! یہی بات ہے اور بس۔ تمہارے دوست تم سے ملنے آتے ہیں... اور گھر سر پر اٹھا لیتے ہیں... راتوں کی نیند حرام ہو جاتے ہے۔ (پیوتر سے) اور تم میری آنکھوں کے سامنے اس کوٹھے والی چھنال سے آنکھیں لڑاتے ہو۔ (تاتیانا سے) اور تم یوں بھٹکتی پھرتی ہو، ایسے دیکھتی ہو جیسے تمہارا ایک ایک اپنا پرایا تم سے بچھڑ گیا ہو۔ میں اور تمہاری ماں ایک کونے میں پڑے سڑتے رہتے ہیں۔

اکولینا ایوانوونا (کمرے میں گھستے ہوئے التجا بھری آواز میں): آہ، میرے کلیجے کے ٹکڑو! گویا میں... آ و پیوتر کے ابا... جیسے میں گلہ شکوہ ہی تو کرتی پھرتی ہوں؟ میں اور کونے میں!... اگر تم آپس میں سر نہ پھوڑو تو میں تو خوش خوش کونے میں پڑی رہوں یا باہر گئوشالے میں لمبی تان کر پڑی رہوں! ایک دوسرے پر نہ برسو! میرے پیارو! نہیں، پیارو نہیں!

بیس سیمیونوف (ایک ہاتھ سے اسے پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے ہٹاتے ہوئے): یہاں سے نکل جا بڑھیا۔ ان کو تمہاری ضرورت نہیں۔ ان کو ہم میں سے کسی کی ضرورت نہیں۔ یہ دونوں بڑے تیز اور کائیاں ہیں۔ ہم ان کے کس کام کے۔ ہم ان کے ڈھب کے لوگ نہیں۔

تاتیانا (کراہتے ہوئے): کتنی خوفناک بات ہے! کتنی بھیانک بات ہے!

پیوتر (غصے میں پاگل): کیا ابا آپ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بری بے تکی بات ہے؟ خوفناک حد تک بے تکی۔ یکا یک آسمان سے...

بیس سیمیونوف: یکا یک؟ اوہ نہیں! نہیں یکا یک نہیں! ایک زمانے سے یہ بات میرے دل میں پک رہی تھی، اندر ہی اندر...

اکولینا ایوانوونا: ان ہی کی مان لو، پیوتر! ان سے چخ چخ نہ کرو۔ تاتیانا اپنے باپ پر ترس کھاؤ۔

بیس سیمیونوف: بے تکی؟ اوہ نہیں، تم بیوقوف ہو! بے تکی نہیں۔ یہ بات درد ناک ہے۔ یکا یک... باپ اور اولاد... دونوں ٹھیک! درندے ہو تم، ہاں بس درندے!

تاتیانا: پیوتر، کمرے سے نکل جاؤ! غصہ تھوک دیجئے ابا... میں التجا کرتی ہوں...

بیس سیمیونوف: سنگ دل درندے! سانس لینا دوبھر کئے دے رہے ہیں! آخر تمہیں دماغ کا ہے کا ہے؟ تم نے آخر کون سا تیر مارلیا ہے کہ پیرز مین پر نہیں پڑتے؟ جہان تک ہمارا سوال ہے، ہم جی چکے۔ ہم جئے، ہم نے کام کیا۔ یہ گھر بنایا۔ کس کے لئے، تمہارے لئے۔ پاپ کئے، کس کے لئے، تمہارے لئے! اتنے گناہ کئے ہیں کہ تم ان کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ اور سب تمہارے کارن!

پیوتر (چلا کر): اور کیا ہم نے کہا تھا یہ سب کرنے کو؟

اکولینا ایوانوونا: پیوتر خدا کے لئے...

تاتیانا: کمرے سے چلے جاؤ نا پیوتر! میں اب یہ سب کچھ نہیں سہہ سکتی! میں چلی جاؤں گی یہاں سے! (کرسی میں دھنس جاتی ہے۔)

بیس سیمیونوف: اہا! سچائی سے بھاگ رہے ہیں! جس طرح لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔ آخر تمہارا ضمیر چیخ پڑا!

نیل (دروازہ چوپٹ کھول دیتا ہے اور دروازے میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ ابھی ابھی کام سے لوٹا ہے۔ اس کا چہرہ میل اور گرد سے اٹا ہوا ہے۔ اس کے ہاتھ بھی میلے ہیں۔ وہ کیچڑ بھرے بوٹ اور پیٹی والی چھوٹی جیکٹ پہنے ہوئے ہے جو گرد اور میل سے چکٹ ہو رہی ہے۔ وہ بات کرتے ہوئے ایک ہاتھ آگے کی طرف اٹھاتا ہے): مجھے تانگے کیلیے بیس کوپک چاہئیں۔ (اس کے اچانک آ جانے سے اور اس کی پرسکون آواز سن کر ہر شخص چلانا بند کر دیتا ہے اور چپ چاپ اسے دیکھنے لگتا ہے۔ اس کے آنےسے جو اثر ہوا ہے وہ فوراً بھانپ لیتا ہے اور وجہ بھی تاڑ جاتا ہے۔)

نیل (ترس بھری مسکراہٹ کے ساتھ): پھر نیا شگوفہ؟

بیس سیمیونوف (چلاتے ہوئے): بدمعاش کہیں کے! کیا خیال ہے کہاں ہو تم!

نیل: کیوں، میں کہاں ہوں؟

بیس سیمیونوف: تمہاری ٹوپی، اتارو اپنی ٹوپی!

اکولینا ایوانوونا: لو! گھس پڑے کھانے کے کمرے میں ان میلے کپڑوں میں نواب صاحب! حد ہو گئی!

نیل: چلو جلدی سے کچھ پیسے کھرے کرو اور بس۔

پیوتر (پیسہ دیتے ہوئے سرگوشی میں): جہاں تک ہو سکے جلدی لوٹ آنا۔

نیل (مسکراتے ہوئے): میری مدد چاہئے؟ لوھے کے چنے چبانے پڑ رہے ہیں، ایں؟ پلک جھپکتے میں آیا۔

بیس سیمیونوف: لو ایک اور نمونہ جو الٹ پلٹ من مانی کیا کرتا ہے اور اپنے سر میں نہ جانے کیسی کیسی پاگل پن کی باتیں ٹھونس رکھی ہیں۔ دنیا میں کوئی بھی نہیں جس کی عزت ہو اس کے دل میں۔ یہ ہے نیل کی شان!

اکولینا ایوانوونا (اس کی نقل کرتے ہوئے): کوئی بھی نہیں۔ وہ تو لفنگا ہے لفنگا! بھاگو تاتیانا... جاؤ... ارے... جاؤ، استپانیدا سے کہو ہم کھانے کے لئے تیار ہیں۔

(تاتیانا چلی جاتی ہے۔)

بیس سیمیونوف (کڑوی مسکراہٹ کے ساتھ): اور پیوتر کو تم کہاں بھیجوگی؟ چ چ چ، بیوقوف عورت! کیا تم یہ نہیں دیکھ سکتیں کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ کیا میرا دماغ چل گیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں پریشان ہوں... میں ان کے لئے پریشان ہوں۔ یہ میرا غصہ نہیں ہے۔ یہ میری گھائل روح کی چیخ ہے۔ آخر تم ان کو بھگاتی کیوں رہتی ہو؟

اکولینا ایوانوونا: پیوتر کے ابا، میں جانتی ہوں۔ مجھے سارا حال معلوم ہے۔ ان کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ میں اور تم تو بوڑھے ہوئے۔ ہم جو ہیں سو ہیں۔ اوہ خدایا! اب ہم کس کام کے رہے بھلا؟ بھلا کسی کو ہماری کیا ضرورت؟ مگر ان کی تو اپنی ساری زندگی پڑی ہے۔ سارے دھکے، ساری ٹھوکریں ان ہی کو تو کھانی ہیں۔ ہائے بیچارے!

پیوتر: سچ میری سمجھ میں نہیں آتا ابا کہ آخر اتنا بوکھلا کیوں جاتے ہیں آپ؟ جانے آپ نے کیا کیا سوچ رکھا ہے...

بیس سیمیونوف: میں ڈرتا ہوں۔ میں وقت سے ڈرتا ہوں۔ وقت برا ہے۔ ہر چیز ٹوٹ پھوٹ رہی ہے۔ ہر چیز ڈھے رہی ہے۔ زندگی میں ایک اتھل پتھل مچی ہوئی ہے۔ میں تمہارے لئے ڈرتا ہوں۔ کیا ہوا گر؟.. پھر اس وقت بڑھاپے میں ہمارا آسرا کون ہوگا؟ تم ہی تو وہ لاٹھی ہو جس کے سہارے ہم کھڑے

ہو سکتے ہیں! دیکھتے ہو نیل کو... کیا پر پرزے نکالے ہیں اس نے۔ اور تیتی ریف بھی۔ دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ ان سے ذرا دور رہنا۔ وہ ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ ہاں ہوشیار رہنا۔

پیوتر: بکواس۔ مجھے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ میں کچھ اور انتظار کروں گا۔ پھر یونیورسٹی کو لکھوں گا اور معافی مانگ لوں گا۔

اکولینا ایوانوونا: پیوتر تو جلدی سے معافی مانگ لے۔ تو جو ایسا کرے تو باپ کے دل میں چین پڑے۔

بیس سیمیونوف: جب تم اس طرح بات کرتے ہو تو میں تم پر اعتبار کرتا ہوں پیوتر... جب تم گمبھیر تا اور سوجھ بوجھ کی بات کرتے ہو، تب مجھے یقین آ جاتا ہے کہ تم ہم سے بری زندگی نہیں گزارو گے۔ لیکن ویسے...

پیوتر: آئے ہم یہ قصہ ختم کریں۔ ہم بار بار یہ راگ الاپ چکے ہیں۔

اکولینا ایوانوونا: اللہ کی رحمت ہو تم پر! میرا دھن دولت سبھی کچھ تم ہی تو ہو اس دنیا میں!

بیس سیمیونوف: اور پھر تاتیانا کو لو! اسے کب کا یہ پڑھانے لکھانے کا چونچلا چھوڑ دینا چاہئے تھا۔ اس کو کون سے لعل موتی مل جاتے ہیں اس سے۔ یونہی ہلکان ہوتی رہتی ہے اور بس۔

اکولینا ایوانوونا: ہاں ہاں، اس کو سکھ چاہئے، چین چاہئے! ہاتھ منہ نہیں دھویا ہے): کیا کھانا تیار ہے؟

(نیل کو دیکھ کر پیوتر تیزی سے گلیارے میں چلا جاتا ہے۔)

بیس سیمیونوف: ذرا صورت تو دیکھو۔ کھانا مانگنے سے پہلے منہ ہاتھ دھو کر حلیہ تو ٹھیک کر لیا ہوتا۔

نیل: منہ ہی دھونا تو ہے، پہاڑ دھونا تو ہے نہیں! ایک آن میں دھل جائے گا۔ اف بھوک سے جان نکلی جا رہی ہے۔ برفیلی بارش، زوروں کی ہوا، انجن پرانا، بالکل چھکڑا... پچھلی رات بڑا سخت وقت گزرا۔ میں تھک کر چور ہو گیا ہوں۔ کتنا مزا آئے جو میں اپنے مالک کو انجن میں بٹھا کر ایسے موسم میں ذرا سیر کرا دوں۔

بیس سیمیونوف: ذرا اور نکال لو دل کی بھڑاس۔ تم اپنے مالکوں کے خلاف ان دنوں خوب زبان چلانے لگے ہو۔ ذرا ہوشیار رہنا کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔

نیل: مالکوں کو کچھ نہ ہوگا۔

اکولینا ایوانوونا: تمہارا باپ مالکوں کے بارے میں نہیں کہتا، وہ تو تمہارے بھلے کی سوچتا ہے۔

نیل: ہاں، میرے بھلے کی...

بیس سیمیونوف: ہاں تمہارے بھلے کی!

نیل: اوھو، ہو...

بیس سیمیونوف: تمہارا یہ اوھو ہو بالکل نہیں چلے گا! تم میری بات تو سنو!

نیل: میں سن رہا ہوں۔

بیس سیمیونوف: تمہارا دماغ چلا گیا ہے؟

نیل: کیا بہت دنوں سے میرا دماغ چلا ہوا ہے؟

بیس سیمیونوف: میرے سامنے ایسی زبان نہ نکالو۔

نیل: لیکن میرے پاس تو یہی ایک زبان ہے۔ (زبان نکالتا ہے) اسی زبان سے میں سب سے بات کرتا ہوں۔

اکولینا ایوانوونا (سر ہلاتے ہوئے): شرم کر، لڑکے، شرم کر، ذرا سوچ تو سہی کس کے سامنے تو زبان نکال رہا ہے۔

بیس سیمیونوف: ٹھہرو، پیوتر کی ماں، بیچ میں نہ ٹپکو۔ (اکولینا ایوانوونا باہر نکل جاتی ہے۔ وہ اب تک سر دھن رہی ہے) تم بڑے گروگھنٹال بنتے ہو۔ میں تم سے دو دو باتیں کرنی چاہتا ہوں۔

نیل: کھانے کے بعد؟

بیس سیمیونوف: نہیں، ابھی!

نیل: کیا آپ کھانے تک انتظار نہیں کر سکتے؟ میں سچ مچ تھکا ہوا اور بھوکا ہوں اور ہڈیاں تک اکڑی جا رہی ہیں۔ برا نہ مانئے، تھوڑی دیر کو اٹھا رکھئے۔ اور پھر۔ بات کرنے کو دھرا ہی کیا ہے؟ آپ جھگڑیں گے اور میں آپ سے جھگڑا مول لینا نہیں چاہتا۔ میں تو یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ آپ سیدھے سیدھے... میرے منہ پر کہہ دیں... کہ آپ مجھے برداشت نہیں کر سکتے اور میں...

بیس سیمیونوف: تو جاؤ جہنم میں! (اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے اور دھڑ سے دروازہ بند کر لیتا

ہے۔)

نیل (بڑبڑاتا ہے): اچھا ہوا! میں شیطان کے ساتھ رہنا تمہارے پاس رہنے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ (گنگناتے ہوئے کمرے میں ٹہلتا ہے۔ تاتیانا اندر آتی ہے) کیا ایک اور قیامت آ لی؟

تاتیانا: تم سوچ نہیں سکتے...

نیل: ہاں میں سوچ سکتا ہوں۔ شیطان کی آنت جیسی کامیڈی کا ایک سین ''نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے''!

تاتیانا: ہاں تم مزے میں اس طرح باتیں کر سکتے ہو۔ تمہیں ان جھگڑوں سے الگ تھلگ رہنے کا گر آتا ہے۔

نیل: میں ان سب ہنگاموں کو دھکیل کر ایک طرف ہٹا دیتا ہوں۔ اور بہت جلد میں ان سب ہنگاموں سے ہمیشہ ہمیشہ کو نکل جاؤں گا۔ مجھے ڈپو میں میکانک کا کام ملنے والا ہے۔ میں لگاتار ہر رات مال گاڑی لے کر مارے مارے پھرنے سے اکتا چکا ہوں، تھک چکا ہوں۔ بات ہی اور ہوتی جو یہ مسافر یا ڈاک گاڑی ہوتی۔ ہوا کو چیرتی ہوئی، دمادم، کھلی ہوا میں دندناتی ہوئی بل کھاتی ہوئی۔ لیکن... یہاں تو... کچھوے کی چال سے رینگتے رہو۔ فائر مین کو چھوڑ کر نہ کوئی سنگی نہ ساتھی۔ گڑھے کے پانی کی طرح جمی ہوئی زندگی۔ مجھے تو لوگوں کے میلے میں مزا لگتا ہے۔

تاتیانا: اور پھر بھی تم ہمارے پاس سے دور چلے جانا چاہتے ہو۔

نیل: معاف کرنا کوئی بھی ہو، تمہارے پاس سے بھاگنا چاہئے گا۔ میں تو شور، گہما گہمی، کام اور بھولے بھالے سیدھے سادے خوش اور مگن لوگوں کا رسیا ہوں۔ کیا تم لوگ اپنے آپ کو زندہ سمجھتے ہو؟ تم لوگ تو بس زندگی کے ساحل پر کھڑے رہتے ہو اور نجانے کیوں آہیں بھرتے اور منہ بسورتے رہتے ہو۔ کس آدمی سے، کس چیز سے تم لوگ اکتائے ہوئے ہو، میری سمجھ سے باہر ہے۔

تاتیانا: سچ؟

نیل: ہاں سچ جب ایک کروٹ سوتے سوتے آدمی تھک جاتا ہے تو وہ کروٹ بدل لیتا ہے، لیکن جب اسے زندگی میں کل نہیں پڑتا تو وہ بڑبڑاتا اور کوستا ہے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا ہے۔ تم کروٹ لینے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں؟

تا تیانا: کسی فلسفی نے کہا ہے کہ صرف بیوقوفوں کو زندگی سیدھی سادی اور آسان معلوم ہوتی ہے۔

نیل: بیوقوفوں کو؟ معلوم ہوتا ہے فلسفی اس میدان کے بڑے شہسوار ہیں! میں کوئی سادھو مہاتما نہیں بنتا۔ بس کسی وجہ سے یہاں کی زندگی مجھے بہت ہی پھیکی اور بوجھل لگتی ہے۔ ممکن ہے اس کی وجہ تمہاری ہر وقت کی ہائے وائے ہو۔ بھلا ہائے وائے کیوں کرو؟ کون دوڑا آ رہا ہے تمہاری مدد کو؟ کوئی بھی نہیں۔ کوئی بھی نہیں جو تمہاری مدد کرے۔ اور اگر کوئی ہوتا بھی تو اس کی مدد کوڑی کام کی نہ ہوتی۔

تا تیانا: کیا تم اسی کو دل پتھر کیوں ہو گیا ہے نیل؟

نیل: کیا تم اسی کو دل پتھر ہونا کہتی ہو؟

تا تیانا: کٹھور کہیں کے۔ تمہیں یہ چھوت تیتی ریف سے لگا ہے۔ وہ نجانے کیوں ہر آدمی سے نفرت کرتا ہے۔

نیل: ہر آدمی سے نہیں۔ (ہنستا ہے) کیا تمہیں یہ محسوس ہوا کہ تیتی ریف دیکھنے میں کلہاڑی معلوم ہوتا ہے؟

تا تیانا: کلہاڑی؟ کای مطلب ہے تمہارا؟

نیل: ہاں ایک معمولی کلہاڑی جس کا دستہ لکڑی کا ہوتا ہے۔

تا تیانا: دل لگی بند کرو۔ بس رہنے دو... تم سے بات کر کے جی خوش ہوتا ہے، تمہاری باتیں اتنی اچھوتی، اتنی نرالی ہوتی ہیں... مگر تم اتنے... اف کتنے بے پروا ہو...

نیل: کس چیز سے بے پروا؟

تا تیانا: لوگوں سے... مجھے لے لو، مجھ سے بے پروا ہو۔

نیل: ہونہہ... نہیں میں ہر ایک سے بے پروا نہیں ہوں...

تا تیانا: لیکن تم مجھ سے آنکھ پھیر لیتے ہو۔

نیل: تم سے؟ (دونوں چپ ہو جاتے ہیں۔ نیل اپنے جوتے کا پنجہ دیکھنے لگتا ہے۔ تا تیانا اس کو امید بھری نظروں سے گھورتی ہے) دیکھو... تم... میں (تا تیانا اس کی طرف کھینچی ہے مگر وہ دیکھتا نہیں) میں... ار... میں تم کو چاہتا ہوں... اور تمہاری عزت کرتا ہوں۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اسکول کی استانی کیوں ہو؟ تم کو یہ کام جچتا نہیں۔ اس سے تمہیں جھنجلاہٹ ہوتی ہے۔ تم اس سے تھک جاتی ہو۔ اور

یہ پڑھانا ایک بڑا کام ہے۔ بچے مستقبل کے چراغ ہیں، آج بچے ہیں، کل وہی مرد اور عورتیں ہوں گے۔ ان کی چاہت اور ان سے لگاؤ ہونا چاہئے تمہارے دل میں۔ اگر تم کوئی کام اچھی طرح کرنا چاہتی ہو تو ضروری ہے کہ تمہارے دل میں اس کام کا چاؤ ہو۔ مجھے ہی لے لو۔ مجھے تو لوہار کی نہائی پر کام کرنے میں مزا آتا ہے۔ میرا تو دل جھوم اٹھتا ہے۔ لوہے کا بے ہنگم ڈلا ہو، دھکتا ہوا، لال لال! میں اس پر ہتوڑا برسا رہا ہوں، چنگاریوں کی پھلجھڑیاں چھوٹ رہی ہیں، چنگاریاں لپک رہی ہیں، آنکھیں ہیں کہ بند ہوئی جا رہی ہیں، ہتوڑے کی چوٹ سے لوھے کا دھکتا ہوا لال ڈل ہے کہ بھاگا جا رہا ہے۔ جیسے اس میں زندگی کی تڑپ ہو، جیسے وہ سانس لے رہا ہو اور میں ہوں کہ ہتوڑے کی چوٹ سے جیسے چاہتا ہوں اس کی شکل بدلے دے رہا ہوں...

تاتیانا: اس کام کے لئے آدمی میں بل بوتے کی ضرورت ہے۔

نیل: اور ہنر کی بھی۔

تاتیانا: نیل کیا تم کبھی ترس نہیں کھاتے؟

نیل: بتاؤ کس پر نہیں کھاتا ترس؟

ایلینا (آتی ہے): تم نے ابھی کھانا تو نہیں کھایا، ایں؟ بہت اچھا۔ آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ ذرا دیکھنا میں نے کیا سموسے تلے ہیں۔ قانون داں صاحب کہاں ہیں؟ ہاں کیا سموسے بنائے ہیں، لگتا ہے سیدھے جنت سے آرہے ہیں گرما گرم!

نیل (ایلینا کے پاس جاتے ہوئے): بڑی خوشی سے کھاؤں گا! تمہارے جنت کے سارے سموسے ایک ہی لقمے میں چٹ کر جاؤں گا۔ میں بھوک سے مرا جا رہا ہوں اور یہ لوگ جان بوجھ کر مجھے کھانے کو نہیں دے رہے ہیں۔ نجانے کیوں یہ لوگ الٹا مجھے کھانے کو دوڑ رہے ہیں۔

ایلینا: میرا خیال ہے تمہاری زبان کا قصور ہوگا۔ آؤ، چلو تانیا۔

تاتیانا: پہلے ذرا اماں کو بتا دوں... (چلی جاتی ہے۔)

نیل: تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے زبان نکال کر بڑے میاں کا منہ چڑایا؟

ایلینا: میں نہیں جانتی! کیا سچ تم نے منہ چڑایا؟ مجھے سارا ماجرا سناؤ۔

نیل: میں زیادہ اچھا یہ سمجھتا ہوں کہ تم مجھے جنت کے سموسوں کے بارے میں بتاؤ۔

ایلینا: خیر پریشان نہ ہو۔ مجھے معلوم ہو جائے گا۔ اور سموسے... ہاں جانتے ہو مجھے سموسے بنانا کس نے سکھایا؟ ایک قیدی نے جو قتل کی سزا بھگت رہا تھا۔ میرا میاں اس سے باورچی خانے کا کام لیتا تھا۔ بیچارا اتنا لاغر اور ٹھگنا سا تھا...

نیل: کون، تمہارا میاں؟

ایلینا: اوئی: نہیں! میرا میاں تو چھ فٹ پانچ انچ لمبا تھا۔

نیل: اچھا، چھوٹا سا بلما مورے انگنا میں گلی کھیلے۔ ایں؟

ایلینا: بڑے من چلے ہو۔ اور جانتے ہو اس کی مونچھیں اتنی لمبی تھیں، جی (اپنی انگلیوں سے اشارے کرتی ہے) دونوں طرف چھ چھ انچ۔

نیل: میں نے آج تک کبھی آدمی کی خوبیوں کو انچوں میں نپتے دیکھا، نہ سنا!

ایلینا: افسوس! لے دے کے اس میں ایک ہی خوبی تو تھی۔ یہ بڑی بڑی مونچھیں۔

نیل: بڑے افسوس کی بات ہے۔ ہاں تو پھر سموسوں کا کیا ہوا۔

ایلینا: قیدی باورچی تھا اور اس نے اپنی بیوی کا خون کیا تھا۔ لیکن مجھے وہ بہت بھاتا تھا۔ میں نہیں سمجھتی کہ وہ واقعی بیوی کا خون کرنا چاہتا ہوگا...

نیل: ظاہر ہے نہیں۔ یونہی اتفاق سے ہو گیا ہوگا۔

ایلینا: اوہ، بھاگ جاؤ یہاں سے! میں تمہیں منہ لگانا نہیں چاہتی! (تاتیانا دروازے میں آتی ہے اور ان کو دیکھتی ہے۔ پیوتر دوسرے دروازے سے داخل ہوتا ہے) ارے، وکیل صاحب! اوپر آ جاؤ اور ذرا ہمارے سموسے چکھو!

پیوتر: بڑی خوشی سے۔

نیل: بیچارے سے کچھ بدتمیزی ہو گئی ہوگی... آج ابا میاں نے تھوڑی سے مرمت کر دی...

پیوتر: اوہ چھوڑو بھی!

نیل: ہاں میں حیران ہوں۔ بیچارا اجازت بنا تمہارے کمرے میں کیسے جا سکتا ہے؟

پیوتر (اپنے ماں باپ کے کمرے کی طرف گھبرا کر دیکھتا ہے): آؤ چلنا ہے تو پھر چلیں!

تاتیانا: تم جاؤ، میں ایک منٹ میں آئی۔

(نیل، پیوتر، ایلینا چلے جاتے ہیں۔)

اکولینا ایوانو ونا (تا تیانا اپنے کمرے میں قدم رکھنے ہی والی ہے): تا تیانا!

تا تیانا (رک کر بے صبری سے شانے اکڑا لیتی ہے): ہاں!

اکولینا ایوانو ونا (دروازے میں): یہاں آؤ۔ (قریب قریب سرگوشی میں) کیا پیوتر پھر اس عورت سے ملنے گیا ہے اوپر؟

تا تیانا: ہاں...اور میں بھی جا رہی ہوں۔

اکولینا ایوانو ونا: اے میرے خدا، میرے خدا! وہ اسے اپنے جال میں پھانس لے گی، دیکھ لینا! مجھے تو یہی دھڑکا لگا ہوا ہے! اس کو سمجھاؤ تانیا۔ اس سے کہو کہ دور رہے چڑیل سے۔ اس سے کہو چڑیل کا اور اس کا کوئی میل نہیں...میں خوب اچھی طرح جانتی ہوں ہاں۔ اس کے پاس تین ہزار روبل اور میاں کی پنشن کے سوا اور کچھ نہیں۔

تا تیانا: تم بیچ میں نہ پڑو اماں۔ ایلینا تو پیوتر کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی۔

اکولینا ایوانو ونا: وہ جان بوجھ کر ایسا کرتی ہے! میں کہتی ہوں، جان بوجھ کر۔ اس کو رجھانے اور اکسانے کے لئے۔ وہ یونہی بنتی ہے کہ اس کے من میں پیوتر کی کوئی چاہ نہیں۔ مگر ہر آن وہ اس کو یوں گھورتی رہتی ہے جیسے بلی چوہے کی گھات میں ہو۔

تا تیانا: میری بلا سے! اگر تمہارا جی کھد بد کرتا ہے تو آپ ہی بات کر دیکھو۔ لیکن مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ میں تھک گئی ہوں، دیکھتی نہیں اماں؟

اکولینا ایوانو ونا: تم کو میں اسی آن تھوڑے ہی کہہ رہی ہوں بات کرنے کو۔ لیٹ جا میری بٹیا، ذرا کمر سیدھی کر لے۔

تا تیانا (قریب قریب چیختے ہوئے): کمر سیدھی کر لے! اب میں جنم جنم کو تھک چکی ہوں...مرتے دم تک یونہی تھکی رہوں گی، سنتی ہو اماں؟ تم سے، سب سے، ہر چیز سے اوب چکی ہوں۔

(لپک کر گلیارے میں جاتی ہے۔ اکولینا ایوانو ونا اس کی طرف ایک قدم بڑھتی ہے جیسے اسے روکنا چاہ رہی ہو۔ پھر ایک بے بسی کا سا انداز بنا لیتی ہے اور چپ چاپ کھڑی ہو جاتی ہے جیسے آنکھوں میں آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا ہو۔)

بیس سیمیونوف (دروازے سے جھانکتے ہوئے): پھر تو میں ہیں؟

اکولینا ایوانوونا: نہیں۔ کوئی ایسی ویسی بات نہیں۔ بس وہ...

بیس سیمیونوف: بس وہ کیا؟ کیا اس نے پلٹ کر زبان چلائی؟

اکولینا ایوانوونا (جلدی جلدی): اوہ نہیں! تمہیں تو یونہی وہم ہو گیا ہے؟ میں نے صرف اتنا کہا کہ کھانے کا وقت ہو گیا ہے اور اس نے کہا کہ وہ کھانا نہیں کھانا چاہتی اور میں نے کہا مگر کیوں اور اس نے کہا...

بیس سیمیونوف: پیوتر کی ماں تم جھوٹ بول رہی ہو۔

اکولینا ایوانوونا: نہیں، میں سچ کہہ رہی ہوں۔

بیس سیمیونوف: ان کی خاطر تم کتنا جھوٹ بولتی ہو! ذرا آنکھ تو برابر کرو مجھ سے! نہیں کرسکتیں ایں؟ چ چ چ! (اکولینا ایوانوونا سر جھکائے ہوئے اپنے شوہر کے سامنے خاموش کھڑی رہتی ہے۔ وہ اپنی داڑھی سے کھیلتا رہتا ہے اور ٹھنڈی سانس لیتا ہے) ہم نے ان کو پڑھایا لکھایا، بڑی غلطی کی۔

اکولینا ایوانوونا (نرمی سے): یہ بات نہیں ہے پیوتر کے ابا۔ زمانہ ہی ایسا ہے۔ ان پڑھ اور سیدھے سادے لوگ بھی پڑھے لکھوں سے کم تھوڑی ہیں۔

بیس سیمیونوف: بال بچوں کو اپنے سے زیادہ پڑھانے لکھانے سے بات بنتی نہیں۔ سب سے بری بات یہ ہے کہ ان میں کوئی جان نہیں، کوئی آگ نہیں۔ آدمی میں کوئی انوکھی بات تو ہو۔ ان میں ایسی کوئی بات نہیں۔ آدمی میں کوئی انوکھی بات تو ہو۔ ان میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اب نیل کو لے لو... وہ منہ پھٹ ہے، بے شرم ہے، بدمعاش ہے، لیکن اس کی اپنی نرالی شان ہے۔ وہ بڑا خطرناک ہے، لیکن وہ سمجھ میں تو آتا ہے۔ (ایک گہری ٹھنڈی سانس بھرتا ہے) جب میں جوان تھا تو گرجا کے سنگیت پر جان دیتا تھا اور جنگل میں سانپ کی چھتریاں اکٹھی کرتا تھا۔ بتاؤ ایسی کوئی چیز ہے جس پر پیوتر جان دیتا ہو؟

اکولینا ایوانوونا (سہمی ہوئی ٹھنڈی سانس لیتی ہے): وہ پھر رانی صاحبہ سے ملنے اوپر گیا ہوا ہے۔

بیس سیمیونوف: اچھا، سچ؟ ذرا رک جاؤ۔ میں اس لونڈیا کی طبعیت ہری کر دوں گا! (تیتی ریف اندر آتا ہے۔ بہت زیادہ نیند کا ماتا اور اداس معلوم ہوتا ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں وودکا کی بوتل ہے اور دوسرے میں ایک گلاس) پھر وہی چال بے ڈھنگی، تیتی ریف؟

تیتی ریف: جب رات کی عبادت ختم ہوئی...

بیس سیمیونوف: آخر وجہ کیا ہے؟

تیتی ریف: کوئی وجہ نہیں۔ کیا کھانا جلد ہی تیار ہو جائے گا؟

اکولینا ایوانوونا: بس میز لگانے کی دیر ہے۔ (کھانا لگانے لگتی ہے۔)

بیس سیمیونوف: بڑے دکھ کی بات ہے تیتی ریف! تمہارے جیسا سوجھ بوجھ والا آدمی اور شراب میں ڈوب کر مٹ جائے!

تیتی ریف: میرے معزز نواب صاحب آپ غلطی پر ہیں۔ شراب میری مٹی نہیں پلید کر رہی ہے۔ میری رگوں میں بہت زیادہ خون موجیں مار رہا ہے۔ دراصل اسی کی گرمی مجھے تباہ کیے دے رہی ہے۔ ضرورت سے زیادہ طاقت۔ یہ ہے میری تباہی!

بیس سیمیونوف: ضرورت سے زیادہ طاقت۔ اس نام کی کوئی چڑیا نہیں!

تیتی ریف: پھر آپ غلطی پر ہیں۔ طاقت ہے کس کام کی ان دنوں؟ ان دنوں مانگ تو چالاکی اور مکاری کی ہے۔ چالبازی اور لچک چاہئے۔ آدمی کو سانپ کی طرح بل کھانا چاہئے، لومڑی کی طرح عیار ہونا چاہئے۔ (آستین چڑھا کر بازو کی مچھلیوں کی نمائش کرتا ہے) ذرا دیکھو! ایک گھونسے میں اس میز کا بھر کس اڑ جائے۔ مگر یہ گٹھیلا بدن اور دنوں کس کام کا؟ میں ان ہاتھوں سے لکڑی کاٹ سکتا ہوں لیکن ان انگلیوں سے لکھنے کی کوشش بیکار ہوگی۔ آخر اپنی اس طاقت، اس ولولے، اس جوش کا کیا کروں، کہاں اچار ڈالوں؟ اس کا بس ایک ہی مصرف رہ گیا ہے کہ میلے میں کرتب دکھاؤں۔ بھاری وزن اٹھاؤں، لوہے کی زنجیریں توڑوں... اور اسی قسم کی بکواس۔ لیکن ایک زمانہ تھا کہ میں طالب علم تھا، جی ہونہار طالب علم تھا... اور اسی وجہ سے مجھے اسکول سے نکال دیا گیا۔ اور اب میں تماشا بننا نہیں چاہتا کہ تمہارے جیسے لوگ چپ چاپ اطمینان کے ساتھ مجھے گھورتے رہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے دیکھو تو تم بے چین ہو جاؤ، لرز اٹھو، گھبراؤ اور دیکھتے رہو۔

بیس سیمیونوف: تم بڑے بدمعاش ہو۔

تیتی ریف: میں جتنے بڑے جانور کبھی بدمعاش نہیں ہوتے۔ لگتا ہے تم جانوروں کے بارے میں اپنا علم بھول گئے۔ قدرت بڑی چالاک ہے۔ لمبا تڑنگا اور بھاری بھرکم تو خیر میں ہوں ہی۔ اگر ساتھ ہی

خبیث بھی ہوتا تو بھلا بتاؤ کہ تم میرے چنگل سے کیسے بچ سکتے تھے؟

بیس سیمیونوف: میں اس کی کوشش کروں گا بھی نہیں۔ اور کروں بھی کیوں؟ آخر میں اپنے گھر میں رہتا ہوں، کسی اور کے دروازے پر تو نہیں پڑا ہوں!

اکولینا ایوانوونا: پیوتر کے ابا اس سے بات مت کرو۔

تیتی ریف: بالکل ٹھیک! تم اپنے گھر میں ہو۔ ساری دنیا تمہارا گھر ہے۔ تم نے خود بنائی ہے یہ دنیا، یہ گھر۔ اسی وجہ سے اس میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں، میرے محترم نواب صاحب۔

بیس سیمیونوف: تم جس طرح زندگی گزارتے ہو بھلا اس میں رکھا کیا ہے؟ بالکل بکواس۔ لیکن اگر تم چاہتے...

تیتی ریف: میں نہیں چاہتا۔ میں ہر چیز سے بڑی شدت سے نفرت کرتا ہوں۔ میں تمہارے جیسے لوگوں کے لئے جینے اور کام کرنے سے بہتر یہ سمجھتا ہوں کہ شراب میں غوطے لگاؤں اور جہنم کا راستہ لوں۔ کیا تم کبھی تصور کر سکتے ہو کہ میں ہوش و حواس میں ہوں، سلیقے سے کپڑے پہنے ہوئے ہوں اور تم سے ایک ناچیز خادم کی طرح بڑی چاپلوسی سے بات چیت کر رہا ہوں؟ نہیں تم ایسا نہیں سوچ سکتے۔ (پولیا کمرے میں آتی ہے۔ لیکن تیتی ریف پر نظر پڑتے ہی الٹے پاؤں لوٹ جاتی ہے۔ وہ اسے دیکھ لیتا ہے، کھل کے مسکراتا ہے اور اس کی طرف اپنا ہاتھ اٹھاتا ہے) ارے... ڈرو مت۔ میں ایک لفظ منہ سے نہیں نکالوں گا کیونکہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔

پولیا (کچھ بوکھلاتے ہوئے): کیا؟ نہیں، تم کچھ نہیں جانتے۔

اکولینا ایوانوونا: اچھا تو تم یہاں ہو! جاؤ اور استپانیدا سے کہو شوربہ لے آئے۔

بیس سیمیونوف: ہاں کب کا وقت ہو چکا... (تیتی ریف سے) واقعی جب تم باتیں کرتے ہو اور خاص طور پر جب اپنے بارے میں خیال ظاہر کرتے ہو تو مجھے بڑا مزا آتا ہے۔ ذرا صورت تو دیکھو۔ واہ کیا حلیہ بنایا ہے، ماننا پڑے گا! ادھر تمہارے منہ سے باتوں کی دھار پھوٹی اور ادھر تمہاری ساری کمزوریاں چھلک کر سامنے آ گئیں۔ (وہ نرمی سے، کچھ گھونٹتے ہوئے چہکتا ہے۔)

تیتی ریف: تم ہو مزیدار آدمی۔ تم کچھ عقل مند بھی ہو اور کچھ بیوقوف بھی، بھلے بھی ہو اور برے بھی، ایماندار بھی ہو اور بے ایمان بھی، بہادر بھی ہو اور ڈرپوک بھی... مطلب یہ کہ نمونے کے ٹٹ پونجیے! ساری

گھٹیا اور بازاری خوبیاں تم میں کھل کھیلتی ہیں اور یہ ایک ایسی قوت ہے جس کے آگے بڑے بڑے سورما بھی سر جھکا دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسی قوت ہے جس کے آگے بڑے بڑے سورما بھی سر جھکا دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسی طاقت ہے جو ہمیشہ زندہ رہتی ہے اور ہمیشہ جس کی جیت ہوتی ہے۔ اس لئے اے شاندار چھچھوندر، آؤ کرم کلے کے شوربے سے پہلے شراب پئیں!

بیس سیمیونوف: شوربہ تو آنے دو۔ لیکن تم اتنے کھرے کیوں ہو؟ بے وجہ لوگوں کو کچوکے کیوں لگاؤ، کاٹنے کو کیوں دوڑو؟ اپنی بات نرمی اور مٹھاس سے کہو، خوبصورتی سے، تاکہ لوگ سن کر خوش ہوں۔ کوئی بھی ہتک اور ذلت پسند نہیں کرتا۔ کوئی بھی نہیں، ہاں بیوقوفوں کی بات اور ہے!

نیل (اندر آتا ہے): کیا پولیا آئی؟

تیتی ریف (ہلکی ہنسی کے ساتھ): آ گئی۔

اکولینا ایوانوونا: تمہیں کیا فکر؟

نیل (سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے تیتی ریف سے): پھر وہی راگ؟ ان دنوں تم نے بڑا زور باندھ رکھا ہے۔

تیتی ریف: انسان کا خون پینے سے اچھا ہے کہ آدمی ووڈکا پئے اور خاص طور پر ایسے میں جب خون اتنا سفید اور خراب ہو گیا ہو۔ اچھا اور گرم خون بہت کم باقی رہ گیا ہے۔ سارا خون چوسا جا چکا ہے۔

(استپانیدا شوربہ اور پولیا گوشت کا برتن لئے ہوئے آئی ہیں۔)

نیل (پولیا کے پاس جاتے ہوئے): کہو پولیا۔ کیا تمہارا جواب تیار ہے؟

پولیا (زیرلب): یہاں نہیں، بھری محفل میں نہیں۔

نیل: کیوں نہیں؟ ہمیں ڈر کاہے کا بھلا؟

بیس سیمیونوف: کیا بات چیت ہو رہی ہے، کیا قصہ ہے؟

نیل قصہ کچھ نہیں، بات چیت ہو رہی ہے اپنے اور اس کے بارے میں۔

اکولینا ایوانوونا: کیا؟

بیس سیمیونوف: میں سمجھا نہیں۔

تیتی ریف (ہلکی ہنسی کے ساتھ): میں سمجھ گیا۔ (گلاس میں ووڈکا انڈیلتا ہے اور پینے لگتا ہے۔)

بیس سیمیونوف: یہ سب ہے کس چیز کے بارے میں؟ تم نے کیا کہا پولیا؟

پولیا (گھبرا کر): کچھ نہیں۔

نیل (میز پر بیٹھتے ہوئے): یہ ایک راز ہے۔ بڑا بھید!

بیس سیمیونوف: اگر یہ کوئی راز ہے تو بھاگو یہاں سے اور کسی کونے میں کھسر پھسر کرو۔ یہاں نہیں! بہت ہولیا، یہ تو ایسا ہے کہ آدمی اپنا گھر بار چھوڑ کر بھاگ جائے! یہ سب اشارہ بازیاں، کھسر پھسر اور ساز باز اور میں بیوقوف کی طرح منہ کھولے منہ تکتا رہوں۔ نیل تم مجھے سمجھتے کیا ہو، آخر میں ہوں کون؟

اکولینا ایوانوونا: سچ نیل، یہ بالکل...

نیل (اطمینان سے): تم میرے منہ بولے باپ ہو۔ لیکن جوش میں آنے اور تماشا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کوئی خاص بات ہوئی ہی نہیں...

پولیا (اٹھتے ہوئے): نیل... نے... مجھ سے... کل شام کو مجھ سے کہا... مجھ سے پوچھا...

بیس سیمیونوف: پھوٹو، پھوٹو منہ سے!

نیل (اطمینان سے): اس کو ڈرانے کی کوشش مت کرو۔ میں نے اس سے پوچھا تھا کہ تم مجھ سے شادی کرو گی۔

(بیس سیمیونوف کا چمچہ ہوا میں معلق رہ جاتا ہے اور وہ حیران نظروں سے نیل اور پولیا کو گھورتا ہے۔ اکولینا ایوانوونا بھی ہکا بکا رہ جاتی ہے۔ تیتی ریف خلا میں گھورتا ہے اور آہستہ آہستہ آنکھیں جھپکاتا ہے۔ گھٹنے پر رکھا ہوا ہاتھ رہ رہ کر تھرتھراتا ہے۔ پولیا سر جھکا کر کھڑی ہو جاتی ہے۔)

نیل (بات جاری رکھتے ہوئے): اور اس نے کہا کہ آج جواب دے گی۔ بس اتنی سی بات!

تیتی ریف (ہاتھ جھٹکتے ہوئے): اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ سیدھی سادی بات ٹھہری، چلو قصہ ختم!

بیس سیمیونوف: تو یہ بات ہے۔ سچ بالکل سیدھی سادی۔ (کڑواہٹ کے ساتھ) اور بڑی نرالی اور نئی۔ بالکل نئی روشنی کی بات۔ لیکن بھلا اس سے مجھے کیا؟

اکولینا ایوانوونا: ہائے ایسا کاہے کو کبھی میں سنا ہوگا! بڑا سر پھرا چھوکرا ہے تو۔ تجھے چاہئے تھا پہلے ہمارے کان میں بات ڈالتا۔

نیل (دکھی انداز میں): واقعی مجھے کتے نے کاٹا تھا جو میں نے یہ بات ان سے کہہ دی!

بیس سیمیونوف: پیوتر کی ماں، اس کو چھوڑ دو۔ اس سے ہمیں کیا سروکار، اپنا کھانا کھاؤ اور چپکی رہو۔ میں بھی کچھ نہیں کہوں گا۔

تیتی ریف (خمار میں آتے ہوئے): لیکن میں تو کہوں گا! یا شاید یہ بہتر ہوگا کہ سردست اپنی زبان پر تالا ڈالے رہوں۔

بیس سیمیونوف: بہتر ہوگا کہ ہم سب اپنی زبان پر تالا ڈالے رہیں۔ نیل میں بس اتنا کہوں گا کہ میں نے تمہارے لئے جو کچھ کیا ہے اس کا تم نے خوب بدلہ چکایا۔ تم ہمیشہ چپکے چپکے اسی قسم کی حرکتیں کرتے رہتے ہو۔

نیل: تم نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے میں نے کام کر کے اس کا بدلہ چکا دیا ہے اور میں اس کا بدلہ ادا کرتا رہوں گا۔ لیکن میں تمہارے آگے سر جھکانا نہیں چاہتا۔ تم میرا بیاہ اس بھولی بھالی نادان چھوکری سیدووا سے کرنا چاہتے تھے۔ بھلا اس لڑکی سے مجھے کیا لینا دینا؟ میں پولیا کو چاہتا ہوں۔ میں بہت دنوں سے اس سے محبت کرتا ہوں اور میں نے اپنی محبت چھپائی بھی نہیں۔ میں چھل کپٹ نہیں جانتا، ہمیشہ ڈنکے کی چوٹ جیتا ہوں اور تمہیں مجھ کو برا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں۔

بیس سیمیونوف (ضبط کرتے ہوئے): سمجھا، سمجھا۔ بہت خوب۔ اچھا تو پھر میاں جاؤ بیاہ رچا لو۔ ہم تمہارے راستے میں نہیں آئیں گے۔ لیکن کوئی حرج نہ ہو تو ذرا بتاؤ صاحبزادے کس کے روپے پر جیو گے؟ بتاؤ بتاؤ، اگر یہ بھی کوئی راز نہ ہو۔

نیل: ہم کام کریں گے۔ میری بدلی ہونے والی ہے۔ اب ڈپو میں کام کروں گا۔ اور وہ... ہاں وہ بھی اپنے لئے کوئی دھندا ڈھونڈ لے گی۔ اور میں جو تیس روبل تمہیں ماہوار دیتا رہا ہوں اسی طرح تمہیں ملتے رہیں گے۔

بیس سیمیونوف: دیکھ لیں گے۔ وعدہ کرنا آسان ہے۔

نیل: چاہو تو میں سرخط لکھ کر دے دوں۔

تیتی ریف: یہ ٹھیک ہے۔ تم ٹھہرے ٹٹ پونجئے رئیس، لکھوا لو سرخط۔

بیس سیمیونوف: تمہیں بیچ میں ٹپکنے کی دعوت کس نے دی؟

اکولینا ایوانیوونا: ذرا دیکھنا۔ آپ چلے ہیں صلاح دینے!

تیتی ریف: میں کہتا ہوں، اس سے ضرور ضرور سرخط لکھوا لو۔ لیکن تم نہیں لکھواؤ گے۔ تمہارا ضمیر بہت بیمار ہو چکا ہے۔ تم خود ہی سرخط لکھ دو نیل۔ لکھ دو۔ میں، فلاں بن فلاں، وعدہ کرتا ہوں کہ مہینے کی پہلی تاریخ کو...

بیس سیمیونوف: میں اس سے لکھوا سکتا ہوں۔ مجھے اس کا حق ہے۔ لونڈا دس برس کا تھا جب سے میں نے اسے کھلایا پہنایا، گھر میں رکھا، پال پوس کر جوان کیا۔

نیل: کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم اپنا حساب کتاب بعد میں چکائیں؟

بیس سیمیونوف: جیسا تم چاہو۔ (بھڑکتے ہوئے) لیکن ایک بات یاد رکھنا نیل! آج کے دن سے میں اور تم دشمن! میں یہ ذلت کبھی نہیں بھولوں گا۔ کبھی نہیں، تم بھی میری یہ بات یاد رکھنا!

نیل: کیسی ذلت؟ میں نے کیسے کی تمہاری ذلت؟ یقیناً تم یہ نو سوچتے نہ ہوں گے کہ میں تم سے بیاہ کروں گا۔ کیوں؟

بیس سیمیونوف (اتنے جوش میں ہے کہ اس کی بات نہیں سن سکتا): یاد رکھنا! اسے ٹھینگا دکھا رہا ہے تو جس نے تجھے کھلایا پہنایا، پالا پوسا! اندر ہی اندر کھچڑی پکا تا رہا ہے۔ میرے پیٹھ پیچھے۔ جھوٹے منہ پوچھا تک نہیں۔ (پولیا سے) اور تو! ایسی سہمی سہمی ننھی منی، بھیگی بلی! تو سر کیوں جھکائے ہوئے ہے؟ کہنے کو کچھ نہیں؟ جانتی ہو بنو، کیسا مزا چکھا سکتا ہوں تمہیں؟

نیل (اٹھتے ہوئے): تم اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ چنگھاڑنا بند کرو۔ سننا چاہتے ہو تو سنو، یہ گھر میرا بھی ہے۔ دس برس سے میں کام کر رہا ہوں اور اپنی کمائی سے تمہاری مٹھی بھرتا رہا ہوں۔ ان چیزوں میں میرا پیسہ کچھ کم نہیں لگا ہے۔ (فرش پر پیر سے ٹھوکر مارتا ہے اور تیزی سے ہاتھ پھیلا کر دیواروں کی طرف اشارہ کرتا ہے) جو کام کرے وہی مالک۔

(نیل کے بولتے بولتے پولیا اٹھتی ہے اور باہر چلی جاتی ہے۔ دروازے پر پیوتر اور تاتیانا سے مڈبھیڑ ہو جاتی ہے۔ پیوتر کمرے میں ایک نظر ڈالتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے لیکن تاتیانا دروازے کی چوکھٹ پکڑے وہیں کھڑی رہتی ہے۔)

بیس سیمیونوف (آنکھیں پھاڑ کر نیل کو گھورتے ہوئے): کیا کہا؟ تم اور مالک؟

اکولینا ایوانو ونا: پیوتر کے ابا، چھوڑو، چلے آؤ، چلے آؤ، چلے آؤ۔ (نیل کو گھونسہ دکھاتی ہے) ذرا ٹھہر جا نیل! (روہانسی آواز میں) تمہاری منہ مانگی تمہیں مل جائیں گی!

نیل (ڈٹ کر): جو کام کرے وہی مالک۔ یاد رکھو۔

اکولینا ایوانو ونا (میاں کو کھینچتے ہوئے): آجاؤ پیوتر کے ابا، آجاؤ، چلے بھی آؤ۔ بھول جاؤ ان کو۔ کچھ نہ بولو، نہ چیخو، چاہے کچھ بھی ہو، وہ تمہاری باتوں پر کان نہیں دھرنے کے۔

بیس سیمیونوف (بیوی کے آگے سپر ڈالتے ہوئے): جاؤ، مالک بن دیکھو! دیکھیں گے کون مالک ہے! ہاں دیکھ لیں گے۔

(بیس سیمیونوف اور اس کی بیوی اپنے کمرے میں جاتے ہیں۔ نیل جوش میں ٹہلتا ہے۔ کہیں دور سے باجے کی گونج سنائی دیتی ہے۔)

نیل: لوہونی ہو کر رہی! اوہ میں کتنا بیوقوف ہوں۔ کتے نے کاٹا تھا۔ آخر میں نے زبان کھولی ہی کیوں! کوئی بات میرے پیٹ میں پچتی ہی نہیں۔ چاہے سو جتن کروں، بات اگل ہی دیتا ہوں۔

تیتی ریف: سب ٹھیک ہے۔ بڑا دلچسپ چھوٹا موٹا ڈرامہ! مجھے دیکھنے اور سننے میں بہت ہی مزا آیا۔ بہت دلچسپ، بہت۔ میرے نوجوان دوست پریشان نہ ہو۔ تم میں بہادری کے جوہر ہیں۔ اور اس وقت بہادروں کی ضرورت ہے۔ واقعی سورماؤں کی ضرورت ہے۔ اس زمانے میں لوگوں کی ضرورت دو خانوں میں تقسیم کرنا چاہیئے۔ اس زمانے میں لوگوں کو صرف دو خانوں میں تقسیم کرنا چاہیئے۔ بہادر۔ یعنی جو بیوقوف ہیں اور بدمعاش۔ یعنی جو چالاک ہیں۔

نیل: لیکن میں نے اس گھناؤنے ڈرامے میں پولیا کو کیوں گھسیٹ لیا؟ وہ ڈر گئی ہوگی۔ لیکن وہ اتنی آسانی سے ڈر نہیں سکتی۔ لگتا ہے اس کے دل پر چوٹ لگی۔

(پولیا کا نام سن کر تاتیانا جو دروازے پر کھڑی ہے، چونک جاتی ہے۔ باجے کی آواز بند ہو جاتی ہے۔)

تیتی ریف: لوگوں کو بیوقوفوں اور بدمعاشوں میں بانٹنا بڑا آسان ہے۔ دنیا بدمعاشوں سے بھری پڑی ہے۔ ان کے دماغ جانوروں کے دماغ کی طرح کام کرتے ہیں۔ وہ صرف لاتوں کے بھوت ہیں، صرف طاقت سے ڈرتے ہیں۔ میری طاقت سے نہیں... اس طاقت سے نہیں جو میں دل میں اور بازوؤں

میں محسوس کرتا ہوں۔نہیں، وہ عیاری کی طاقت سے قابو میں آتے ہیں۔ درندے کے دماغ میں عیاری اور مکاری کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

نیل (اس کی بات نہیں سنتا): اب ہمیں شادی میں جلدی کرنی پڑے گی۔ چلو اچھا ہی ہے۔ اس نے اب تک اپنا جواب نہیں دیا ہے مجھے۔لیکن میں جانتا ہوں جواب کیا ہوگا...وہ ہے میرے من کی بلبل! میں اس آدمی سے کتنی نفرت کرتا ہوں! اور یہ گھر! اور یہاں کی زندگی۔ سر سے پیر تک سڑی ہوئی! یہاں رہنے والوں میں ہر ایک اپنی جگہ پر عجوبہ ہے۔اور لگتا ہے کہ انہیں محسوس بھی نہیں ہوتا کہ ان ہی نے خود بنا دیا ہے، ایک اذیت، ایک لعنت! انہوں نے یہ سب کیوں کر کیا، یہ بتانا میرے بس کی بات نہیں۔لیکن میں اس کی وجہ سے ان سے نفرت کرتا ہوں۔ میں ہر اس آدمی سے نفرت کرتا ہوں جو زندگی کے تالاب کو گندہ کرتا ہے۔

(تاتیانا آگے بڑھنا چاہتی ہے مگر خود کو روکتی ہے۔ دبے پاؤں وہ کونے میں صندوق تک جاتی ہے اور نڈھال سی اس پر بیٹھ جاتی۔ وہ سمٹی سمٹائی سی، بہت زیادہ چھوٹی سی اور غم زدہ معلوم ہوتی ہے۔)

تیتی ریف: صرف بیوقوف ہی زندگی کو جینے کے لائق بناتے ہیں۔ایسوں کی تعداد زیادہ نہیں۔ اور وہ صرف اپنے لئے ہاتھ پاؤں نہیں مارتے۔ وہ دوسروں کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ وہ بڑے بڑے خواب دیکھتے ہیں، وہ دنیا بھر کی مسرت کے خواب دیکھتے ہیں اور اسی قسم کی بکواس۔ وہ ہر چیز کے اور چھور کا پتہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔مختصر یہ کہ وہ بڑے بیوقوف ہیں۔

نیل (سوچتے ہوئے): بیوقوف۔ بیوقوف تو میں ہوں۔ وہ مجھ سے زیادہ سمجھ دار ہے۔ وہ بھی زندگی پر مرتی ہے۔لیکن اس کی محبت پرسکون اور خاموش محبت ہے۔ میری اس کی خوب نبھیگی، خوب گزرے گی۔ ہم ہمت والے ہیں، ہم دونوں۔ایک بار ہمارے سر میں کوئی سودا سما جائے تو ہم اسے پورا دودھ پیتے بچے کا خیال آتا ہے۔(ہنستا ہے) ہماری خوب گزرے گی، اس کی اور میری!

تیتی ریف: صرف بیوقوف شیشے کو دیکھ کر زندگی بھر حیران ہوتا رہتا ہے کہ اس میں کیہ رنگینی اور صاف شفاف چمک کہاں سے پیدا ہوتی ہے۔لیکن بدمعاش شیشہ اٹھائے گا اور اسے ڈھال کر بوتل بنا لے گا۔

(پھر باجے کی آواز آتی ہے، آواز بہت قریب آجاتی ہے جیسے باجا کھڑکی کے نیچے بج رہا ہو۔)

نیل: بلی کے خواب میں چھیچھڑے۔ تمہارے دماغ میں تو صرف بوتلیں ناچتی ہیں۔

تیتی ریف: بیوقوف ہمیشہ سوچتا ہے کہ آگ جلنے سے پہلے کہاں سے آتی ہے اور بجھنے کے بعد کہاں چلی جاتی ہے۔ مگر بدمعاش چپ چاپ آگ کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور ہاتھ تاپنے لگتا ہے۔

نیل (سوچتے ہوئے): ہاتھ تاپتا ہے...

تیتی ریف: سچ تو یہ ہے کہ دونوں گدھے ہیں۔ لیکن ایک بیوقوفی خوبصورت اور جیالی ہے۔ دوسرے کی بیوقوفی بے ڈھنگی اور ٹھس ہے۔ ان کے راستے الگ الگ ہیں، لیکن دونوں راستے ایک ہی منزل پر لے جاتے ہیں اور وہ منزل ہے قبر۔ قبر کے سوا اور کوئی منزل نہیں، میرے یار! (وہ ہنستا ہے اور تاتیانا سر ہلاتی ہے۔)

نیل (تیتی ریف سے): تمہیں کیا ہوا ہے؟

تیتی ریف: میں ہنس رہا ہوں۔ زندہ رہ جانے والے بیوقوف بھائی کی لاش کو دیکھتے ہیں اور پوچھتے ہیں ہائے تو کہاں چلا گیا۔ لیکن بدمعاش چپکے سے اپنے بھائی کی چھوڑی ہوئی جائداد پر قبضہ جماتا ہے او رمزے میں آرام اور خوش حالی کی نرم گرم زندگی بسر کرتا ہے۔ (ہنستا ہے۔)

نیل: پی کر بادشاہ ہوگیا ہے۔ اگر تم اپنے کونے میں چلے جاؤ تو کیا برا ہے؟

تیتی ریف: بتاؤ۔ کہاں؟

نیل: پی کر بادشاہ ہوگیا ہے۔ اگر تم اپنے کونے میں چلے جاؤ تو کیا برا ہے؟

تیتی ریف: بتاؤ۔ کہاں؟

نیل: بکو مت! کہو تو پہنچا دوں؟

تیتی ریف: نہیں، نہیں پہنچا سکتے، میرے دوست۔ نہ میں مجرم ہوں اور نہ کسی کو مجرم ٹھہراتا ہوں۔ میری اپنی الگ دنیا ہے۔ میں جرم کا زندہ ثبوت ہوں۔ زندگی لٹ چکی! اپنے ہاتھوں اجڑ چکی۔ اب کیا دھرا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ زندگی بہت تنگ ہے... بھلے مانسوں کے لئے بہت تنگ ہے یہ لباس۔ ٹٹ پونجیوں نے اس کو چیر پھاڑ دیا ہے او پہن لیا ہے اور اب یہ اور بھی تنگ ہوگیا ہے۔ میں موجود ہوں ایک چلتی پھرتی مثال۔ پاؤں پھیلانے کی جگہ نہیں ملتی۔ جینے کی کوئی وجہ نہیں، کوئی بہانہ نہیں۔

نیل: چلو، چلو۔

تیتی ریف: چھوڑ دو مجھے! تمہیں ڈر ہے میں گر پڑوں گا؟ بیوقوف کہیں کے۔ زمانہ ہوا میں گر چکا! میں سنبھالا لینے ہی والا تھا، اپنے پیروں پر دوبارہ کھڑا ہونے ہی والا تھا کہ تم جانے کہاں سے آئے اور انجانے میں مجھے پھر دھکیل کر گرا دیا۔ لیکن یہ ٹھیک ہے۔ بڑھتے رہو، بڑھتے رہو۔ میں شکایت نہیں کرتا۔ تم اچھے ہو، مضبوط ہو اور تمہیں حق ہے کہ جہاں جی چاہے جاؤ، جیسے جی چاہے جاؤ۔ میں گر پڑا اور اب تمہیں دیکھ رہا ہوں اور سراہ رہا ہوں۔ جاؤ، آگے بڑھو!

نیل: کیا بک رہے ہو تم؟ بات دلچسپ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن میری سمجھ میں اس کا اور چھور کچھ نہیں آتا ہے۔

تیتی ریف: اس کی کوشش بھی مت کرنا۔ کچھ چیزوں کا نہ سمجھنا ہی اچھا ہے۔ بعض باتوں کو سمجھنے سے بات نہیں بنتی۔ بڑھتے رہو، چلتے رہو۔

نیل: بہت اچھا، میں چل دیا۔ (وہ ہال میں چلا جاتا ہے اور تاتیانا کو نہیں دیکھتا جو کونے میں سمٹ جاتی ہے۔)

تیتی ریف (اس کی طرف جھکتا ہے): میری دعائیں ڈاکو! تم کو کیا معلوم تم نے میری آخری امید بھی چھین لی۔ خیر، جہنم میں جائے یہ سب! (میز کے پاس جاتا ہے جہاں اس نے اپنی بوتل چھوڑ دی ہے۔ وہ میز کی طرف جاتے ہوئے تاتیانا کو دیکھ لیتا ہے) اور تم کون؟

تاتیانا (آہستہ سے): میں۔

(یکا یک باجے کی آواز بند ہو جاتی ہے۔)

تیتی ریف: تم؟ ہونہہ! اور میں سمجھا... مجھے لگا...

تاتیانا: نہیں میں ہوں۔

تیتی ریف: اچھا... لیکن۔ تم کیوں؟ اور یہاں کیوں؟

تاتیانا (نرم، مگر صاف آواز میں): کیونکہ پاؤں پھیلانے کی کوئی جگہ نہیں، جینے کی کوئی وجہ نہیں، کوئی بہانہ نہیں۔ تیتی ریف اس کی طرف آہستہ آہستہ خاموشی سے بڑھتا ہے) میری سمجھ میں نہیں آتا میں اتنی تھکی ہوئی اور دکھی کیوں ہوں۔ بے حد دکھی۔ میں صرف اٹھائیس برس کی ہوں۔ مجھے شرم آتی ہے۔ سچ مجھے شرم آتی ہے۔ میں کتنی بے بس ہوں، کتنی نفرت آتی ہے مجھے اپنے آپ سے۔ کتنا خوفناک احساس

ہے، میں شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہوں۔ میں اندر سے بالکل کھوکھلی ہوں، سوکھی ہوئی، راکھ کا ڈھیر، اور اس سے دل میں ہوک اٹھتی ہے۔ مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ یہ سب ہوا کیسے۔ یہ گھن مجھے کس طرح کھا گیا۔ پر میں یہ سب تم سے کیوں کہوں؟

تیتی ریف: میرے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ بہت پی لی ہے۔ تمہاری بات پلے ہی نہیں پڑتی۔

تاتیانا: کوئی بھی مجھ سے اس طرح بات نہیں کرتا جس طرح میں چاہتی ہوں۔ کتنا جی چاہتا ہے کہ کوئی اس طرح بات کرتا! مجھے امید تھی وہ کرے گا۔ میں نے بہت انتظار کیا۔ کچھ نہ بولی، انتظار کرتی رہی۔ لیکن پھر... یہ سارے لڑائی جھگڑے، اوچھی حرکتیں، گھٹیا باتیں۔ ان سب چیزوں کی گھٹن۔ اس نے مجھے گرا دیا۔ یہ بات گھن کی طرح کھا گئی مجھے۔ آہستہ آہستہ۔ اور اب مجھ میں سکت نہیں کہ اسی طرح بڑھتی رہوں۔ میری ناامیدی اور غم میں بھی کوئی جان نہیں۔ میں ڈر گئی ہوں۔ اب... یکا یک... میں ڈر گئی ہوں۔

تیتی ریف (سر ہلاتے ہوئے اس کے پاس سے ہٹتا ہے اور دروازے کی طرف بڑھتا ہے، دروازہ کھولنے کے بعد مڑتا ہے اور بھاری آواز میں کہتا ہے): اس گھر پر لعنت! میں کہتا ہوں اس گھر پر خدا کی پھٹکار!

(تاتیانا اٹھتی ہے اور آہستہ آہستہ اپنے کمرے کی طرف جاتی ہے۔ ایک لمحے کو اسٹیج خاموش اور خالی رہتا ہے۔ پولیا تیز تیز قدموں سے کمرے میں آتی ہے اور اس کے پیچھے پیچھے نیل۔ دونوں کچھ نہیں بولتے اور کھڑکی تک جاتے ہیں۔ نیل اس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے اور دھیمی آواز میں بولتا ہے۔)

نیل: آج جو کچھ ہوا اس کے لئے معاف کر دو مجھے۔ بڑی حماقت کی باتیں تھیں، گھناؤنی، احمقانہ اور نفرت انگیز! بولنا چاہتا ہوں تو بولتا ہوں۔ مجھے منہ بند رکھنے کا فن نہیں آتا۔

پولیا (سرگوشی جیسی آواز میں): ارے کوئی بات نہیں۔ اب کوئی بات نہیں! مجھے ان کی کیا پروا؟ میرے لئے سب ٹھیک ہے۔

نیل: میں جانتا ہوں تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ میں جانتا ہوں۔ میں تم سے پوچھوں گا بھی نہیں۔ تم خوب دل لگی کرتی ہو۔ رات تم نے کہا ''میں کل بتاؤں گی۔ تم خوب دل لگی کرتی ہو۔ رات تم نے کہا ''میں کل بتاؤں گی۔ مجھے سوچنا ہے۔'' نٹ کھٹ کہیں کی۔ بھلا سوچنے کو کیا دھرا ہے؟ تم چاہتی ہو مجھے، ہے نا؟

پولیا: ہاں، اف ہاں! نہ جانے کب سے!

تا تیانا اپنے کمرے کے دروازے پر پردے کے پیچھے چھپ کر سنتی ہے۔)

نیل: ہماری زندگی ایک ساتھ خوب گزرے گی، دیکھنا ہاں! تم کتنی اچھی ساتھی ہو...غربت سے نہ ڈرنے والی...سارے دکھ ہنسی خوشی جھیل جانے والی...

پولیا (بھولپن سے): تمہارے ساتھ ہوں تو پھر ڈر کا ہے کا بھلا؟ اکیلی بھی ہوں تو میرا کلیجہ نہیں دہلتا۔ میں دھیرج والی ہوں۔

نیل: اور ضدی بھی۔ تم مضبوط ہو۔ کوئی چیز تمہیں جھکا نہیں سکتی۔ خیر، میں خوش ہوں، میں جانتا تھا یہی ہوگا سو ویسا ہی ہوا۔ اور کتنا خوش ہوں میں مت پوچھو۔

پولیا: میں بھی جانتی تھی۔

نیل: تم جانتی تھیں؟ سچ تم جانتی تھیں؟ زندگی کتنی پیاری، کتنی سلونی، کتنی سہانی ہے۔ کیوں ہے نا؟

پولیا: ہے میرے پیارے، میری جان!

نیل: کیا؟ پھر کہو۔ کتنی میٹھی تھی یہ آواز!

پولیا: بناؤ مت۔ ہاں اب ہمیں جانا چاہئے۔ کوئی آ جائے تو۔

نیل: آنے دو!

پولیا: نہیں، نہیں، چلو۔ لو پھر پیار کرو۔ (وہ پیار کرتا ہے اور پولیا مچل کر اس کے بازوؤں سے نکل جاتی ہے اور تا تیانا کے پاس سے اسے دیکھے بغیر گزر جاتی ہے۔ لیکن نیل جو پولیا کے پیچھے پیچھے مسکراتا ہوا بڑھتا ہے، اسے دیکھ لیتا ہے اور جھجک کر غصے میں رک جاتا ہے۔ وہ خاموش، بجھی بجھی آنکھوں سے اسے گھورتی ہے۔ اس کے ہونٹوں پر ایک کچلی ہوئی مسکراہٹ کھیل رہی ہے۔)

نیل (حقارت اور نفرت سے): کن سوئیاں لے رہی تھیں؟ ٹو5 لے رہی تھیں؟ آج تھو! (وہ تیزی سے باہر نکل جاتا ہے۔ تا تیانا کھڑی رہتی ہے جیسے جم کر پتھر ہو گئی ہو۔ نیل گلیارے کا دروازہ چوپٹ کھلا چھوڑ دیتا ہے اور کمرے میں بیس سیمیونوف کی کھردری آواز سنائی دیتی ہے: ''استپانیدا! کس نے گرایا یہ کوئلہ؟ سوجھتا نہیں تمہیں؟ صاف کرو!'')

تیسرا ایکٹ

وہی منظر

صبح۔اکولینا ایوانوونا چائے کا سامان دھو رہی ہے
اوراستپانیدا فرنیچر کی جھاڑ پونچھ کر رہی ہے۔

اکولینا ایوانوونا: آج گوشت میں چربی کم ہے۔کل کے بھنے ہوئے گوشت کا مسالہ ہے نا، اس پر سے چکنائی اتار لو اور شوربے میں ڈال دو۔ اس سے شوربے میں رنگ آ جائے گا اور چکنائی بھی پیدا ہو جائے گی۔سنا؟

استپانیدا: سنا، سنا!

اکولینا ایوانوونا: اور گوشت بھونتے وقت گھی کا دریا نہ بہا دینا۔ بدھ ہی کو میں نے ڈھائی سیر خریدا تھا اور کل جو دیکھا تو آدھ سیر رہ گیا ہے۔

استپانیدا: ہاں ہم نے سب خرچ کر دیا۔

اکولینا ایوانوونا: مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔تم نے کوئی مرتبان بھر گھی تو اپنے جھونٹوں ہی میں گھس لیا ہوگا۔

استپانیدا: قسم لے لو۔ میں تو اپنے سر میں چراغ کا تیل ڈالتی ہوں...سونگھ لو، تمہاری ناک آپ ہی بتا دیو یگی۔

اکولینا ایوانوونا: ہاں ہاں کیوں نہیں! (رکتے ہوئے) آج صبح ہی صبح تاتیانا نے تم کو کہاں بھیجا تھا؟

استپانیدا: دوا کی دکان سے نوشادر کا پانی منگوایا تھا۔کہا بیس کوپک کا خرید لانا...

اکولینا ایوانوونا: لگتا ہے پھر سر کا درد ستا رہا ہے۔(ٹھنڈی سانس لیتی ہے) جب دیکھو جب کوئی نہ کوئی روگ لگا رہتا ہے بچی کی جان کو۔

استپانیدا: تم اس کا بیاہ کیوں نہیں کر دیتیں؟ پھر دیکھو کتنی جلدی چٹکیوں میں ساری بیماری ہوا ہو جاتی ہے۔

اکولینا ایوانوونا: ان دنوں بیٹی کا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں پکڑانا کھیل ٹھٹھول تو ہے نہیں...اور بیٹی پڑھی لکھی ہو تو پھر تو اور بھی مصیبت۔

استپانیدا: ارے ذرا پھٹ کے ٹھاٹ کا جہیز دے ڈالو، پھر دیکھو کیسے چٹ پٹ یوں چٹکیوں میں

تمہاری بٹیا اپنی پڑھائی لکھائی سمیت ہتھیا لی جاتی ہے۔

(پیوتر کا سر ایک لمحے کو اپنے کمرے کے دروازے میں دکھائی دیتا ہے۔)

اکولینا ایوانوونا: وہ خوشی کا دن دیکھنا اپنے بھاگوں میں کہاں۔ تاتیانا شادی بیاہ کرنا چاہتی ہی نہیں۔

استپانیدا (چوٹ کرتے ہوئے): ہاں، کیوں نہیں بازی لگا لو، وہ ہرگز نہ چاہتی ہوگی... بھلا ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے!

اکولینا ایوانوونا (ٹھنڈی سانس لیتی ہے): رات اوپر اولی رانی کے گھر کون تھا؟

استپانیدا: ماسٹر۔ وہی لال لال بالوں والا۔

اکولینا ایوانوونا: وہی جس کی بیوی چھوڑ کر چلتی بنی؟

استپانیدا: ہاں وہی۔ اور پھر وہ آبکاری والا بابو... تم تو جانتی ہی ہو، مریل سا، دبلا دبلا، پیلے چہرے والا۔

اکولینا ایوانوونا: اوہ، ہاں۔ اس کا بیاہ سوداگر پیچے نوف کی بھانجی سے ہوا ہے۔ کھوں کھوں کھوں کھانستا رہتا ہے۔

استپانیدا: ایں سچ؟ ہاں دکھتا ہی ایسا ہے۔

اکولینا ایوانوونا: کیا وہ گویا بھی تھا وہاں؟

استپانیدا: وہ تھا اور پیوتر واسیلی وچ بھی۔ گویا تو دو بجے رات تک الاپتا رہا، بالکل سانڈ کی طرح ڈکارتا رہا۔

اکولینا ایوانوونا: پیوتر گھر کب لوٹا؟

استپانیدا: بھور ہو رہی تھی جو میں نے تمہارے بیٹے کے لئے دروازہ کھولا۔

اکولینا ایوانوونا (سر ہلاتے ہوئے): یا اللہ رحم!

پیوتر: (آتا ہے): چلو، استپانیدا، اپنا کام سمیٹو اور نو دو گیارہ ہو جاؤ یہاں سے۔

استپانیدا: میں آپ ہی چاہتی ہوں کام سمیٹوں اور راستہ لوں۔

پیوتر: تو پھر بکو کم اور کام کرو زیادہ... (استپانیدا ناک پھڑکاتی ہے اور باہر نکل جاتی ہے) اماں! میں نے کتنی بار کہا ہے کہ اس سے بات نہ کرو۔ تم نہیں سمجھتیں کہ یہ کتنی بری بات ہے۔ اپنا قصہ باورچن کو سنا

رہیہو ہونہہ؟ اوراس سے...اوں...اوں...واھی تباہی...جو جی میں آتا ہے پوچھتی رہتی ہو۔ یہ بری بات ہے،اماں!

اکولینا ایوانو ونا (برامانتے ہوئے): کیا مجھے تم سے پوچھنا پڑے گا کہ میں کس سے بات کروں اور کس سے نہ کروں؟ لو جب میری کوکھ کا جنا بیٹا مجھ سے بات نہ کرے، اپنے باپ کو منہ نہ لگائے تو...پھر مجھے اپنی باورچن سے تو دوگال بات کرنے کی اجازت ہو۔

پیوتر: لیکن کیا تم اتنا نہیں سمجھتیں کہ وہ تمہاری برابری کی نہیں؟ وہ تم سے باتیں بنائے گی اور کیا۔

اکولینا ایوانو ونا: اور تم سے مجھے سننے کو کیا ملتا ہے بھلا؟ اب تمہیں آئے ہوئے چھ مہینے کو آئے۔ تم ایک گھنٹہ بھی اپنی ماں کے پاس نہیں بیٹھے۔ تم نے ماسکو کے بارے میں ایک لفظ بتا کر نہ دیا...

پیوتر: لیکن سنوتو...

اکولینا ایوانو ونا: اور جو کچھ بولے تو بس یہ کہنے کو: ''یہ نہ کرو، وہ نہ کرو۔'' ماں کو یوں سبق پڑھاتے ہو، اس پر یوں گرجتے برستے ہو، یوں اس کا مذاق اڑاتے ہو، جیسے وہ کوئی اسکول کی چھوکری ہو! (پیوتر بیزاری سے ہاتھ جھٹکتا ہے اور گلیارے میں چلا جاتا ہے۔ کوالینا ایوانو ونا اس کو پکارتی ہے) دیکھا؟ واہ کتنی میٹھی، کتنی اچھی اچھی باتیں ہوئیں ماں بیٹے میں؟ ایں؟ (سسکتی ہے اور اپرن کے کنارے سے آنکھیں پونچھتی ہے۔)

(پرچی خین روئی کی پرانی بنڈی پہنے ہوئی داخل ہوتا ہے۔ کمر پر ایک ڈور کسی ہوئی ہے۔ بنڈی کے سوراخوں سے روئی جھانک رہی ہے۔ اس کے پیروں میں درخت کی چھال کے سینڈل ہیں اور سر پر سمور کی ٹوپی۔)

پری خین: تم ٹسوے کیوں بہا رہی ہو؟ کیا پیوتر نے کوئی ایسی ویسی بات کہہ دی؟ وہ تو میرے پاس سے ابابیل کی طرح شن سے گزر گیا۔ نہ خیر خبر، نہ سلام نہ کلام۔ کیا میری پولیا ہے یہاں؟

اکولینا ایوانو ونا (ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے): وہ رہی باورچی خانے می۔ کرم کلہ کاٹ رہی ہے۔

پرچی حین: پنچھیوں کا حساب کتاب ٹھیک ہے۔ اس سے پہلے کہ ماں باپ کی نصیحت اور وعظ کی نوبت آئے ادھر پر نکلے اور ادھر پھر سے اڑ گئے ذرا دیکھنا شاید ایک آدھ گھونٹ چائے بچ رہی ہو کہیں؟

اکولینا ایوانو ونا: تم بھی تو پنچھیوں ہی کی طرح اڑتے ہوئے ہونا؟

پرچی خین: بالکل۔ اور پنچھیوں کے پر بڑے زوردار ہوتے ہیں۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں اور میں کسی کو ستاتا بھی نہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں نیچے زمین پر نہیں ہوں بلکہ ہوا میں اڑ رہا ہوں۔

اکولینا ایوانوونا (حقارت سے): اڑتے ہو تو اڑو، میری بلا سے۔ کوئی اس کے لئے تم کو اپنے سر پر تو نہیں بٹھا لیتا۔ لو۔ (اس کے سامنے چائے کا ایک گلاس رکھتے ہوئے) پر ٹھنڈی اور ہلکی ہے۔

پرچی خین (گلاس اٹھا کر روشنی میں دیکھتا ہے): ہونہہ، پتلی ہے حالت۔ لیکن ہم تو چھوٹی سے چھوٹی چیز کا احسان مانتے ہیں۔ اگر یہ گہری ہوتی تو شاید اس کا داؤ چل جاتا مجھ پر۔ رہا لوگوں کے سر پر بٹھانے کا سوال۔ سو میں بھی تو کسی کو سر پر نہیں بٹھاتا، کسی کو نہیں۔

اکولینا ایوانوونا: ہاں جیسے کوئی تم سے عزت کرانے کو مرا ہی تو جا رہا ہے!

پرچی خین: اگر لوگ عزت کرانے کو مرے نہیں جا رہے ہیں تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ جو روز اپنی روٹی کماتے ہیں اپنا نوالہ دوسروں کے منہ سے چھینتے ہیں۔ مگر میرا رزق تو اوپر سے آتا ہے، جنت کی چڑیاں لاتی ہیں میرا کھانا، اسی لئے میرا رزق آسمان کی طرح پاک ہے۔

اکولینا ایوانوونا: اچھا بتاؤ کیا شادی جلد ہی رچنے والی ہے؟

پرچی خین: کس کی؟ میری؟ وہ کویل جس کی قسمت میں میرا جیون ساتھی بننا لکھا ہے اب تک اڑ کر ہمارے جنگل میں نہیں آئی، شریر کہیں کی! اگر اس نے جلدی نہیں کی تو چڑیاں کھیت چگ جائیں گی، پھر پچھتاوت کیا ہوت! اس کے آتے آتے اپنا تو ٹکٹ کٹ جاوے گا۔

اکولینا ایوانوونا: بکواس بند کرو اور سیدھے منہ بتاؤ۔ کب بیاہ رہے ہو اسے؟

پرچی خین: بیاہ رہے ہو۔ کسے؟

اکولینا ایوانوونا: اپنی بیٹی کو اور کسے۔ اوہو گویا تم کچھ جانتے ہی نہیں!

پرچی خین: پولیا؟ ارے جب وہ چاہے۔ لیکن وہ پہلے کوئی بر بھی تو ڈھونڈے جس کو اس کا ہاتھ پکڑا دوں۔

اکولینا ایوانوونا: کیا دونوں بہت دنوں سے یہ کھچڑی پکا رہے تھے؟

پرچی خین: کون؟ کیا؟

اکولینا ایوانوونا: اب زیادہ نہ بنو۔ اس نے ضرور بتایا ہوگا تمہیں۔

پرچی خین: مجھے بتایا ہوگا۔ کیا بتایا ہوگا؟

اکولینا ایوانوونا: اب زیادہ نہ بنو۔ اس نے ضرور بتایا ہوگا تمہیں۔

پرچی خین: مجھے بتایا ہوگا۔ کیا بتایا ہوگا؟

اکولینا ایوانوونا: شادی کے بارے میں۔

پرچی خین: کس کی شادی؟

اکولینا ایوانوونا: ارے واہ! تمہارے جیسے بڑھے کھوسٹ کو اس طرح بھولا اور بدھو بننا ذرا نہیں جچتا۔

پرچی خین: چلو، اب پاگل کی بڑ بند کرو سیدھے منہ بتا ڈالو، تمہارے داغ میں کیسی کھجلی اٹھ رہی ہے، بات کیا ہے؟

اکولینا ایوانوونا: جیسے کسی کو تم سے بات کرنے کی ایسی ہی تو پڑی ہے!

پرچی خین: خیر بات تو تم کر ہی رہی ہو، نہ جانے کب سے بک بک کئے جا رہی ہو اور نہ اور کا پتہ چلتا ہے نہ چھور کا۔

اکولینا ایوانوونا (ترشی اور جلن کے ساتھ): تم پولیا کی شادی نیل سے کب رچا رہے ہو؟

پرچی خین (حیرانی سے اچھلتے ہوئے): پولیا کی نیل سے؟

اکولینا ایوانوونا: کیا سچ تمہارا مطلب یہ ہے کہ اس نے تم سے نہیں کہا؟ یہ چھوکرے چھوکریاں بھی خوب ہیں! اپنے باپ سے نہیں کہا!

پرچی خین (خوش ہو کر): تم سچ کہہ رہی ہو؟ تم مذاق کر رہی ہو؟ نیل؟.. ذرا سوچو تو! دونوں بندر ہیں بندر! کیا چھوکری ہے یہ پولیا بھی! لیکن سچ، تم مجھے بیوقوف تو نہیں بنا رہی ہو؟ اور لو میں پڑا پڑا سوچ رہا تھا کہ نیل کی نظر تاتیانا پر ہے، وہ تاتیانا سے بیاہ کرے گا۔ ایمان سے! سارے لچھن اسی کے تھے!

اکولینا ایوانوونا (برا مانتے ہوئے): گویا ہم تاتیانا کو اجازت ہی تو دے دیتے نیل سے شادی کرنے کی۔ اس نکھے نکھٹو سے!

پرچی خین: نیل؟ اگر میری دس لڑکیاں ہوتیں تو میں آنکھ بند کر کے دسوں لڑکیوں کو اس سے باندھ دیتا۔ نیل؟ کیوں وہ... وہ اکیلا سو پیٹ پال سکتا ہے۔ نیل؟ ہو ہو!

اکولینا ایوانوونا (طنز سے): جب میں تم کو دیکھتی ہوں تو دل میں سوچتی ہوں۔ نیل کو کیا بانکا سسر مل رہا ہے!

پرچی خین: سسر؟ ہو ہو! یہ سسر اس پر بوجھ بننا نہیں چاہتا، نہ اور کسی پر! سمجھیں؟ میری ٹانگیں آپ ہی خوشی سے ناچ لیتی ہیں! اب تو میں پرندے کی طرح آزاد ہوں۔ جیسے جی چاہے گا رہوں گا! اب تو میں پرندے کی طرح آزاد ہوں۔ جیسے جی چاہے گا رہوں گا! اب کسی کو میری صورت نظر نہیں آئے گی۔ میں جنگل کی راہ لوں گا۔ خدا حافظ، سب کو خدا حافظ! کیا چھوکری ہے اپنی پولیا بھی! میں بیٹھا بیٹھا سوچا کرتا تھا: میری چہیتی بچی کا، ننھی سی جان کا کیا ہونے والا ہے؟ سچ مچ، میرا جی برا ہوتا تھا یہ سوچ کر، بہت برا۔ میں نے اس کو جنم دیا اور بس۔ اور کچھ نہ دے سکا۔ اور اب؟ اب تو جدھر منہ اٹھے گا چلا جاؤں گا۔ سونے کی چڑیا ڈھونڈتے ڈھونڈتے اللہ میاں کے پچھواڑے پہنچ جاؤں گا۔

اکولینا ایوانوونا: بالکل الٹی طرف؟ جب راہ میں قسمت کھڑی مسکرا رہی ہو تو لوگ الٹے پاؤں نہیں پھرا کرتے۔

پرچی خین: قسمت؟ میرے لئے سب سے بڑی قسمت یہ ہے کہ جدھر جی چاہے ادھر کو بے روک نکل جاؤں۔ پولیا خوش رہے گی۔ وہ یقینی نیل کے ساتھ خوش ہوگی۔ وہ کتنا مضبوط، خوش مزاج اور سیدھا سادا لڑکا ہے! میرا سر خوشی سے ناچ رہا ہے اور دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں۔ دنیا میں مجھ سے زیادہ خوش نصیب کون بوڑھا ہوگا؟ تارا...را...رارارا! تارارا! پولیا نے اپنے نیل کو پا لیا...واہ!

(بیس سیمیونوف آتا ہے۔ وہ اب تک اپنے کوٹ میں ہے، ٹوپی ہاتھ میں تھامے ہوئے ہے۔)

بیس سیمیونوف: پھر چڑھا رکھی ہے!

پرچی خین: ہاں خوشی کی شراب چڑھا رکھی ہے! سنا کچھ تم نے پولیا کے بارے میں؟ (خوشی سے ہنستا ہے) وہ نیل سے شادی کر رہی ہے! بہت اچھے، ایہہ؟

بیس سیمیونوف (سختی اور سرد مہری سے): مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔ بہر حال ہمارا حق ہمیں ملتا رہے گا۔

پرچی خین: اور میں اپنی جگہ پر سوچ رہا تھا کہ نیل کی نظر تتیانا پر ہے!

بیس سیمیونوف: کی... یا...؟

پر چی خین: قسم لے لو۔ کوئی بھی یہ تاڑ سکتا تھا کہ تا تیانا کے من میں یہی خیال بسا ہوا ہے... پہلے تو وہ ایک آنکھ میچ کر اسے دیکھتی اور پھر یکا یک دونوں آنکھیں میچ لیتی.. تم جانتے ہی ہو یہ لڑکیاں کیسے کرتی ہیں، اور پھر یکا یک...

بیس سیمیونوف (اپنے غصے کو چھپانے کے لئے سکون سے) بھلے آدمی، مجھے تم سے یہ کہنا ہے: تم بیوقوف بھلے ہی ہو، لیکن کب کا تمہیں یہ معلوم ہو جانا چاہئے تھا کہ کسی لڑکی کے بارے میں ایسی بات کہنا شریفوں کی ریت نہیں ہے۔ یہ تو ہوئی ایک بات۔ (آواز تیز کرتے ہوئے) مجھے اس سے مطلب نہیں کہ تمہاری بیٹی کسے گھورتی ہے اور وہ خود کس قسم کی چھوکری ہے۔ لیکن میں ایک بات کہتا ہوں: اگر وہ نیل سے شادی کرتی ہے تو کرے، خس کم جہاں پاک۔ دونوں نکمے ہیں، کوڑی کام کے نہیں۔ آج کے دن سے میں دونوں پر تھوکتا ہوں۔ بلا سے اگر وہ میرے قرض میں گردن گردن ڈوبے ہوئے ہیں۔ یہ ہوئی دوسری بات۔ اور اب سن لو۔ یہ رہی آخری بات: میں اور تم بھلے ہی دور کے رشتہ دار ہوں، لیکن ذرا آئینے میں اپنے صورت تو دیکھو۔ کیسے دکھتے ہو؟ آوارہ، بدمعاش! تم کس کی اجازت سے اس عزت والے گھر میں یہ حلیہ لے کر گھس آئے؟ ان چکٹ چیتھڑوں میں، پھٹیچر جوتیاں چٹخاتے ہوئے۔

پر چی خین: تمہیں کیا ہو گیا ہے، واسیلی واسیلی وچ؟ کیا کہہ رہے ہو تم؟ کیا میں پہلی بار یہ حلیہ لے کر آیا ہوں یہاں؟

بیس سیمیونوف: کتنی بار آئے ہو، میں نے اس کی گنتی نہیں کی ہے اور نہ اس کا ارادہ ہے۔ پر ایک بات جانتا ہوں میں۔ اگر تم اس حلیے میں یہاں آتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے دل میں اس گھر کے مالک کی عزت نہیں۔ میں پھر کہتا ہوں، تم ہو کس کھیت کی مولی؟ بکاری، لفنگے، اٹھائی گیرے۔ مجھے یہی کہنا ہے۔ دور ہو جاؤ!

پر چی خین (ہکا بکا): واسیلی واسیلی وچ میں نے کیا بگاڑا ہے؟ کیا...

بیس سیمیونوف: بکو مت، نکل جاؤ!

پر چی خین: ہوش میں آؤ۔ میں نے تمہارا کبھی کچھ نہیں بگاڑا...

بیس سیمیونوف: میں کہتا ہوں، نکل جاؤ! نکل جاؤ اس سے پہلے کہ...

پر چی خین (باہر جاتے ہوئے ملامت بھری آواز میں): بڈھے شرم کرو! تمہیں اس حال میں دیکھ کر

جی کڑھتا ہے۔ سچ مچ میرا دل تم کو روتا ہے۔ اچھا خدا حافظ۔

(بیس سیمیونوف شانوں کو تان کر خاموشی سے، زور دار اور بھاری قدموں سے ٹہلتا ہے۔ اکولینا ایوانوونا چائے کے برتن دھوتی جاتی ہے اور بار بار کنکھیوں سے اسے دیکھ لیتی ہے۔ وہ کچھ آپ ہی آپ بدبدا رہی ہے اور اس کے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔)

بیس سیمیونوف: کیا بدبدا رہی ہو تم؟ منتر؟

اکولینا ایوانوونا: دعا پڑھ رہی ہوں، پیوتر کے ابا، دعا پڑھ رہی ہوں۔

بیس سیمیونوف: ہاں، لگتا ہے کہ میں میئر نہیں بن سکوں گا۔ کچھ ایسے ہی رنگ ڈھنگ ہیں۔ لعنت ہو!

بیس سیمیونوف: کون جانے ہو ہی... کیا؟ لوہاروں کی گلڈ کا صدر، فید کا دوسے کن، میئر کی کرسی کی تاک میں بیٹھا ہے۔ کل کا لونڈا! کتے کا پلہ!

اکولینا ایوانوونا: ہوسکتا ہے لوگ اسے نہ چنیں۔ ابھی سے دل تھوڑا نہ کرو!

بیس سیمیونوف: وہ اسی کو چنیں گے! یہ صاف ہے وہ اسی کو چنیں گے۔ آج جو میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دفتر میں بیٹھا اپنی ہانک رہا ہے۔ کہنے لگا ''وقت کڑا آن پڑا ہے۔ ہم میں ایکتا ہونی چاہئے'' بولا ''ہر چیز کا فیصلہ سب مل کر کریں گے۔ دستکار کریں گے، کاریگر کریں گے۔ فیکٹریاں بن رہی ہیں تو کیا ہوا۔ ہم کام کرنے والے الگ الگ ہو کر کام نہیں کر سکتے۔'' لیکن میں نے کہا ''یہ سب کچھ یہودیوں کا کیا دھرا ہے! ہمارا کام یہودیوں کو روکنا ہے۔ ان کے خلاف گورنر کے پاس شکائت لکھ بھیجنی چاہئے۔ ان کو بتانا چاہئے کہ یہ یہودی ہم روسیوں کو موقع نہیں دیتے۔ ان کو بتانا چاہئے کہ یہ یہودی ہم روسیوں کو موقع نہیں دیتے۔ ان کا بستر یہاں سے گول کرو۔'' (تاتیانا آہستہ سے دروازہ کھولتی ہے اور لڑکھڑاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف جاتی ہے) مسکراتا ہے اور کہتا ہے ''اور ہم ان روسیوں کا کیا کریں جو یہودیوں سے بھی گئے گزرے ہیں؟'' اور میں اس کی آواز سے بھانپ گیا کہ اس کا مطلب مجھ سے ہے۔ میں ٹال گیا جیسے میں سمجھ نہیں سکا۔ لیکن میں اچھی طرح تاڑ گیا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ بدمعاش! تھوڑی دیر سنتا رہا اور پھر ایک طرف کو ہٹ گیا۔ ذرا ٹھہر جاؤ! '' میں نے اپنے آپ سے کہا '' پھر تمہارا ایسا قورمہ پکاؤں گا کہ تم بھی کیا یاد کرو گے!'' اور ٹھیک اسی آن چولھا ساز میخائل کریوکوف آن دھمکا اور بولا

’’کچھ ایسا لگتا ہے کہ دو سے کن ہی میسّر ہو گا‘‘ اس نے کہا اور منہ پھیر کر چلتا بنا۔ شرم سے آنکھ برابر نہ کر سکا۔ میرا جی چاہا کہ پکار کر کہوں ’’تو حرام زادہ، الو کی دم فاختہ ہے!‘‘

(ایلینا آتی ہے۔)

ایلینا: آداب واسیلی واسیلی وچ! آداب اکولینا ایوانوونا!

بیس سیمیونوف (رکھائی سے): اچھا تو تم ہو! آؤ، آؤ۔ کیا بات ہے؟

ایلینا: میں بس اپنا کرایہ دینا چاہتی تھی۔

بیس سیمیونوف (خاصی نرمی سے): بہت اچھا۔ کتنے ہیں یہ؟ پچیس روبل؟ تمہاری طرف گلیارے میں کھڑکی کے دو شیشوں کے چالیس کوپک نکلتے ہیں او... یہی کوئی بیس کوپک مان لو... اور ...وہ جو تمہار باروچن نے لکڑی سکے گودام کی چول توڑ دی تھی نا، اس کے۔

ایلینا (ہنستے ہوئے): تمہارا حساب کتنا نپا تلا ہوتا ہے! لیکن مجھے تم کو تین روبل دینے پڑیں گے۔ میرے پاس ریز گاری نہیں۔

اکولینا ایوانوونا: تم ایک بورا کوئلہ لے گئی تھیں میرے ہاں سے... میرا مطلب ہے تمہاری باورچن لے گئی تھی۔

بیس سیمیونوف: کتنے دام ہوئے اس کے؟

اکولینا ایوانوونا: پینتیس کوپک کا ایک بورا۔

بیس سیمیونوف: سب ملا کر ہوئے ہوئے پچانوے کوپک۔ یہ لو یہ رہے دو روبل اور پانچ کوپک نپے تلے حساب کی بدولت تو دنیا گھوم رہی ہے۔ پہلے دن سے جو طے ہو گیا کہ سورج فلاں وقت نکلے گا، فلاں وقت ڈوبے گا، سو ٹھیک اسی طرح سورج نکلتا اور ڈوبتا ہے۔ جب آسمان کا قانون نپا تلا ہے تو پھر زمین کا قانون نپا تلا کیوں نہ ہو۔ اب اپنے آپ کو ہی لے لو... تم وقت سے باقاعدہ کرایہ ادا کر دیتی ہو۔ بالکل ٹھیک ٹھیک!

ایلینا: ادھار کی ہنڈیا مجھ سے پکائی نہیں جاتی۔

بیس سیمیونوف: بڑی تعریف کی بات ہے یہ، بڑی تعریف کی بات۔ اسی لئے تو سبھوں کی نظر میں تمہاری ساکھ ہے۔

ایلینا: اچھا اب چل دی۔ آداب۔

بیس سیمیونوف: آداب۔ (اس کو جاتے ہوئے دیکھتا ہے) خوب عورت ہے۔ خدا سمجھے! میرا بس چلے تو کل ہی نکال باہر کروں کم بخت کو۔

اکولینا ایوانوونا: یہ تو بہت اچھا ہو پیوتر کے ابا۔

بیس سیمیونوف: دوسری طرف یہ تو دیکھو جب تک وہ یہاں ہے ہم پیوتر پر نگاہ تو رکھ سکتے ہیں۔ لیکن وہ اڑ گئی تو ظاہر ہے پیوتر اس کی بو سونگھتا ہوا پیچھے پیچھے ہو لے گا اور ہمارے پاس نہ ہونے سے اس کو چنگل میں دبوچ لینے کا اچھا موقع ہاتھ آ جائے گا۔ اور یہ نہ بھولو کہ وہ اپنا کرایہ ادا کرنے میں بڑی کھری اور چوکس ہے۔ اگر کچھ ٹوٹ پھوٹ جائے تو فوراً پیسے ادا کر دیتی ہے۔ ذرا حجت نہیں کرتی۔ ہونہہ... پیوتر... ظاہر ہے بڑا خطرہ ہے... بڑا خطرہ...

اکولینا ایوانوونا: ہوسکتا ہے اس کے سر میں شادی وادی کا سودا نہ ہو۔ ہوسکتا ہے وہ... بس... یونہی ذرا... تم خود ہی جانتے ہو۔

بیس سیمیونوف: اگر ہمیں اس کا یقین ہو جائے تو دل پر سے پہاڑ ٹل جائے۔ پھر نہ کوئی دھڑ کا رہے نہ ڈر۔ رنڈیوں کے کوٹھے جھانکتا پھرے اس سے اچھا یہی ہے کہ وہ گھر میں پڑا رہے۔

(تاتیانا کے کمرے سے گھٹی گھٹی کراہ سنائی دیتی ہے۔)

اکولینا ایوانوونا (آہستہ سے): اوہ!

بیس سیمیونوف (اسی آہستگی سے): کیا ہے؟

اکولینا ایوانوونا (سانس روک کر آہستہ آہستہ بولتی ہے اور ادھر ادھر نگاہیں دوڑاتی رہتی ہے جیسے کان کھڑے کر کے کچھ سننے کی کوشش کر رہی ہو): گلیارے سے آواز آئی، ہے نا؟

بیس سیمیونوف (زور سے): بلی ہوگی۔

اکولینا ایوانوونا (جھجکتے ہوئے): پیوتر کے ابا، سنتے ہو، میں تم سے ایک بات کہنا چاہتی تھی...

بیس سیمیونوف: تو پھر کہہ ڈالو نا۔

اکولینا ایوانوونا: کیا خیال ہے تمہارا، آج تم نے پرچی خین کے ساتھ ذرا زیادہ سختی برتی۔ ہے نا؟ وہ بڑا نیک آدمی ہے۔ کسی کا دل نہیں دکھاتا۔

بیس سیمیونوف: کسی کا دل نہیں دکھاتا تو وہ بڑا نہیں مانے گا اور وہ مان بھی جائے تو ہم پر کون سے مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ اس کے دوست ہونے سے ہمارا سر تو اونچا ہو نہیں جاتا۔ (کراہ پھر سنائی دیتی ہے۔ اب کے ذرا زور سے) کون ہے، پیوتر کی ماں؟...

اکولینا ایوانوونا (گھبراتے ہوئے): نہ جانے کون... کون ہوگا... کیا، کون؟

بیس سیمیونوف (پیوتر کے کمرے میں جاتے ہوئے): کوئی ہے یہاں، پیوتر!

اکولینا ایوانوونا (خوف سے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے): پیوتر! پیوتر!

تاتیانا (گھٹی گھٹی آواز سے پکارتی ہے): بچاؤ مجھے! اماں! بچاؤ مجھے! بچاؤ مجھے! (بیس سیمیونوف اور اکولینا ایوانوونا پیوتر کے کمرے سے نکلتے ہیں اور ایک لفظ کہے بنا تاتیانا کے کمرے کی طرف دوڑتے ہیں، ایک آن کو دروازے پر رکتے ہیں، جیسے ڈر رہے ہوں، پھر ایک ساتھ ہی پٹ کھول دیتے ہیں۔ تاتیانا کی چیخ پکار ان کا خیر مقدم کرتی ہے) اوہ، اوہ... ہائے کلیجہ پھنکا جا رہا ہے! پانی! پانی! بچاؤ مجھے!

اکولینا ایوانوونا (کمرے سے باہر بھاگتی ہے اور گلیارے میں چیختی ہے): یاالٰہی! لوگو دوڑو! پیوتر!

(تاتیانا کے کمرے سے بیس سیمیونوف کی آواز سنائی دیتی ہے: ''میری بیٹی یہ تو نے کیا کر لیا؟ کیا کیا تو نے؟ تجھے ہو کیا ہے، میری بچی؟''

تاتیانا: پانی... میں مر رہی ہوں... سب کچھ پھنکا جا رہا ہے۔ ہائے اللہ!

اکولینا ایوانوونا: جلدی! جلدی آؤ! مدد!

بیس سیمیونوف (کمرے کے اندر سے): ڈاکٹر کو بلاؤ! جلدی!

پیوتر (دوڑتا ہوا آتا ہے): بات کیا ہوئی؟ کیا قصہ ہے؟

اکولینا ایوانوونا (اس کی آستین پکڑتے ہوئے ہانپتی ہے): تاتیانا... وہ مر رہی ہے!

پیوتر (چھڑاتے ہوئے): مجھے چھوڑو!

تیتی ریف (جیکٹ پہنتے ہوئے اندر آتا ہے): کیا ہوا؟ کہیں آگ لگ گئی؟

بیس سیمیونوف: ڈاکٹر پیوتر دوڑ کر ڈاکٹر کو بلاؤ! اس سے پچیس روبل کا وعدہ کر لینا!

پیوتر (تاتیانا کے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے اور تیتی ریف سے بات کرتے ہوئے): ڈاکٹر! بھاگ کر جاؤ ڈاکٹر کو لے آؤ! اس سے کہنا۔ زہر... ایک جوان لڑکی... نوشادر... جلدی، جلدی!

(تیتی ریف دوڑتا ہوا گلیارے میں جاتا ہے۔)

استپانیدا (دوڑتی ہوئی آتی ہے): اے میرے اللہ!

تاتیانا: پیوتر! میں پھنک رہی ہوں۔ ہائے مری! میں مرنا نہیں چاہتی! بچاؤ مجھے! پانی!

پیوتر: کتنا پی لیا تم نے؟ کب پیا تم نے؟ بولو!

بیس سیمیونوف: میری بیٹی! میری گڑیا!

اکولینا ایوانوونا: ہائے یہ تو نے کیا کرلیا! ہائے میری ننھی منی فاختہ!

پیوتر: چلی جاؤ اماں سے ان کو لے جاؤ استپانیدا۔ میں کہتا ہوں چلی جاؤ۔ (ایلینا دوڑتی تاتیانا کے کمرے میں آتی ہے) اماں کو لے جاؤ۔

(ایک ادھیڑ عورت آتی ہے اور دروازے میں کھڑی ہو جاتی ہے، ادھر ادھر دیکھتی ہے اور اپنے آپ سے بات کرنے لگتی ہے۔)

ایلینا (اکولینا ایوانوونا کو تاتیانا کے کمرے سے باہر لے جاتی ہے اور سرگوشیوں میں بولتی ہے): سب ٹھیک ہے، جی ہلکان نہ کرو، کوئی ایسی بات نہیں۔

اکولینا ایوانوونا: میری دولت! میری جان کی ٹکڑی! میں نے اس کا کیا بگاڑا تھا؟ کیا میں نے اس کو ستایا تھا؟

ایلینا: سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ڈاکٹر کے آنے کی دیر ہے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہائے کیسی بپتا ہے، کیسی آفت ہے!

ادھیڑ عورت (اکولینا ایوانوونا کا دوسرا بازو پکڑتے ہوئے): جی نہ ہارو۔ اس سے بھی بری باتیں ہوتی ہیں دنیا میں۔ سوداگر سیتانوف کو ہی لے لو... گھوڑے نے ایسی دولتی جمائی کہ بیچارے کا بھرکس نکل گیا۔

اکولینا ایوانوونا: میری پیاری بچی، میں دولت۔ میں کیا کروں گی اب؟ میری پیاری بچی، میری دولت۔ میں کیا کروں گی اب؟ میری اکلوتی بچی۔ (اسے باہر لے جاتی ہے۔)

(تاتیانا کی چیخوں کے ساتھ ساتھ اس کے باپ کی بھاری آواز اور پیوتر کی گھبراہٹ بھری سنائی دیتی ہیں۔ کوئی کرسی الٹ جاتی ہے۔ پلیٹوں کے بجنے کی آواز آتی ہے، پلنگ کے اسپرنگ بولتے ہیں او

دھم سے کسی تکئے کے گرنے کی آواز آتی ہے۔ بار بار استپا نیدا کمرے سے دوڑتی ہوئی نکلتی ہے۔ کبھی پیالی جھپٹتی ہے اور کبھی پلیٹ۔ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ آنکھیں نکلی پڑ رہی ہیں، منہ کھلا ہوا ہے۔ ہر بار وہ کوئی نہ کوئی چیز توڑ دیتی ہے۔ دروازے میں کئی چہرے، منہ کھولے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن کسی کی ہمت نہیں ہوتی کہ کمرے کے اندر آ جائے۔ ایک لڑکا جو گھروں کی رنگائی کرنے والے کے یہاں کام کرتا ہے اچھل کر اندر آتا ہے، تاتیانا کے کمرے میں جھانکتا ہے اور دوڑتا ہوا واپس آتا ہے اور زور زور سے سرگوشی کے انداز میں اعلان کرتا ہے ''دم توڑ رہی ہے!'' سڑک سے باجے کی آواز آتی ہے لیکن فوراً بند ہو جاتی ہے۔ گلیاری سے بات چیت کی ہلکی ہلکی بھنبھناہٹ سنائی دیتی ہے ''مار ڈالا اسے؟'' ''کس نے؟'' ''اس کے باپ نے۔'' ''اس نے دھمکایا تھا۔ 'بٹیا ذرا سنبھال کے قدم اٹھانا، اس نے کہا۔'' ''سر پر۔'' ''جانتی ہو کاہے سے مارا؟'' ''جھوٹ ہے۔ اس نے آپ ہی اپنا گلا کاٹ لیا۔'' عورت کی آواز سنائی دیتی ہے ''کیا بیاہی تھی؟'' کوئی زبان سے ہمدردی کی آواز نکالتا ہے۔ ادھیڑ عورت بیس سیمیونوف کے کمرے سے نکلتی ہے، میز کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک روٹی جھپٹتی ہے اور شال کے اندر چھپا لیتی ہے اور ہجوم میں مل جاتی ہے۔)

ادھیڑ عورت: ہش! مر رہی ہے۔

مرد کی آواز: اس کا نام کیا ہے؟

ادھیڑ عورت: لیزا۔

عورت کی آواز: آخر اس نے یہ کیا کیوں؟

ادھیڑ عورت: بہت دنوں پہلے کی بات ہے۔ اس نے کہا ''لیزا...''

(ہجوم میں حرکت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر اور تیتی ریف اندر آتے ہیں۔ ڈاکٹر سیدھے تاتیانا کے کمرے میں جاتا ہے، نہ ہیٹ اتارتا ہے نہ کوٹ۔ تیتی ریف کمرے میں جھانکتا ہے اور تیوری پر بل ڈالے ہوئے چلا جاتا ہے۔ بیمار کے کمرے سے آہیں، کراہیں، لوگوں کی آوازیں، قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے۔ بیس سیمیونوف کے کمرے سے اکولینا ایوانوونا کی چیخ پکار سنائی دیتی ہے: ''مجھے جانے دو! مجھے اس کے پاس جانے دو!'' گلیارے میں ہجوم کی بھنبھناہٹ میں اب صاف باتیں بھی سنائی دیتی ہیں: ''بڑا بھاری بھرکم آدمی ہے!'' ''وہ گویا ہے''... ''ہاں، ہاں، بھجن منڈلی کا گویا ہے!''

تیتی ریف (گلیارے کی طرف جاتے ہوئے): یہاں کیا کر رہے ہو تم لوگ؟ بھاگ جاؤ یہاں سے تم سب!

ادھیڑ عورت (دروازے پر): جاؤ بھلے لوگو، جاؤ یہاں سے۔ اس سے تمہیں کیا۔ تمہیں اس سے کیا لینا دینا۔

تیتی ریف: تم کون ہو؟ تم کیا چاہتی ہو؟

ادھیڑ عورت: میں کنجڑن ہوں۔ ہری پیاز، کھیرے...

تیتی ریف: تم یہاں کیا کر رہی ہو؟

ادھیڑ عورت: میں جا رہی تھی ذرا سیمیا گینا کے گھر۔ وہ میرے بیٹے کی دینی ماں ہے...

تیتی ریف: میں پوچھتا ہوں یہاں کیا جھک مار رہی ہو؟

ادھیڑ عورت: وہ میں ادھر سے جا رہی تھی تو میرے کان میں کچھ چیخ پکار پڑی... سوچا شاید آگ لگی ہو...

تیتی ریف: پھر؟

ادھیڑ عورت: اور اندر چلی آئی۔ ذرا دیکھوں تو کیا بپتا پڑی ہے...

تیتی ریف: چلو راستہ ناپو۔ نکل جاؤ یہاں سے تم سب!

استپانیدا (تیتی ریف کے پاس آتے ہوئے): ایک بالٹی پانی لے آؤ... پھرتی پھرتی!

(سفید داڑھی والا ایک بڈھا جس کے چہرے پر رومال بندھا ہوا ہے، دروازے سے جھانکتا ہے، تیتی ریف کی طرف آنکھ مارتا ہے اور کہتا ہے ''عورت نے روٹی مار لی تمہاری میز سے، خبر ہے!'' تیتی ریف گلیارے میں بڑھتا ہے اور لوگوں کو دھکیل کر سڑک پر نکالتا ہے۔ شور اور ہنگامہ۔ ایک لڑکا چلاتا ہے ''آچھیں!'' کوئی ہنستا ہے۔ کوئی بگڑ کر کہتا ہے ''اے دھکا مت دو!'')

تیتی ریف (غائب): نکلو باہر! جلدی!

پیوتر (دروازے سے سر نکالتے ہوئے): خاموش! (کمرے کے اندر واپس چلا جاتا ہے) ابا جائیے۔ اماں کو آپ کی ضرورت ہے۔ جائیے جائیے۔ (ہال میں پکارتا ہے) کسی کو اندر نہ آنے دو!

(بیس سیمونوف ڈگمگاتا ہوا تاتیانا کے کمرے سے نکلتا ہے۔ میز کے پاس پہنچ کر ایک کرسی

میں دھنس جاتا ہے اور چند لمحے تک یونہی خلا میں بجھی بجھی آنکھوں سے گھورتا رہتا ہے۔ اٹھتا ہے اور اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے جہاں سے اکولینا ایوانوونا اور ایلینا کے بولنے کی آواز آرہی ہے۔)

اکولینا ایوانوونا: جیسے مجھے اس سے محبت نہیں! جیسے میں نے اس کو کلیجے سے لگا کر نہیں رکھا!

ایلینا: جی سنبھالو۔

اکولینا ایوانوونا: پیوتر کے ابا! ہائے پیوتر کے ابا۔ کیا...(دروازے کے بند ہونے سے بات کٹ جاتی ہے۔ اب بڑا کمرہ خالی ہے۔ بائیں طرف بیس سیمیونوف کے کمرے سے پھنسی پھنسی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ دائیں طرف سے تاتیانا کی کراہ، دھیمی دھیمی آواز میں باتیں اور اس کی تیمارداری کرنے والوں کا شور سنائی دیتا ہے۔ تیتی ریف بالٹی میں پانی اٹھا لاتا ہے۔ دروازے کے پاس بالٹی رکھتے ہوئے بڑی احتیاط سے دستک دیتا ہے۔ استپانیدا دروازہ کھولتی ہے اور بالٹی لے لیتی ہے۔ وہ بڑے کمرے میں آتی ہے اور پیشانی سے پسینہ پونچھتی ہے۔۹

تیتی ریف: کہو؟

استپانیدا: لگتا ہے سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔

تیتی ریف: ڈاکٹر نے کہا؟

استپانیدا: ہاں، ہاں! اوہ ہو! (ہاتھ جھٹکتی ہے) وہ کہتا ہے کہ ماں باپ کو اندر نہ آنے دو۔

تیتی ریف: اس کا حال کچھ بہتر ہے؟

استپانیدا: کون جانے؟ اس نے ہائے وائے تو بند کر دی ہے۔ اس کا منہ کیا ہے ہلدی۔ اور آنکھیں یہ بڑی بڑی نکل آئی ہیں... مردے کی طرح پڑی ہے۔ (ملامت کے انداز میں) میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا... کہتے کہتے گلے میں کانٹے پڑ گئے کہ اس کے لئے بر ڈھونڈ لاؤ کہیں سے۔ میں کہوں۔ اس کا مرہم میاں ہے میاں! پر ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور لو اب آ گے آئی، جیسا کیا ویسا بھگتو۔ گویا بنا میاں کے لڑکی اتنے دنوں یونہی بیٹھی رہتی۔ اور پھر اللہ پر اعتقاد نہیں لڑکی کا۔ دعا نماز سے کچھ مطلب نہیں! لو اور نہ کرو دعا نماز... اب بھگتو!

تیتی ریف: بند کرو اپنی کائیں کائیں۔

ایلینا (اندر آتے ہوئے): کیسی ہے؟

تیتی ریف: میں نہیں جانتا۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کوئی خطرہ نہیں۔

ایلینا: اس کے ماں باپ کو کیسا کچوکا لگا ہے! ان کے لئے کتنا دل کڑھتا ہے میرا۔

تیتی ریف کچھ نہیں کہتا۔ صرف کندھے جھٹکا تا ہے۔)

استپانیدا (کمرے سے بھاگتے ہوئے): ہائے خدا کی مار! لو میں تو چولھا جلتا چھوڑ آئی تھی۔

ایلینا: آخر اس نے یہ کیا کیوں؟ آخر قصہ کیا ہوا؟ بیچاری تا تیانا! ضرور بڑا دکھ پہنچا ہوگا اسے! (منہ بسورتی ہے اور کندھے جھٹکاتی ہے) کیوں تمہارا بھی یہی خیال ہے نا؟

تیتی ریف: میں نہیں جانتا۔ میں نے پینے کو سب کچھ پیا ہے۔ مگر نوشادر کا پانی نہیں پیا۔

ایلینا: یہ کوئی ہنسی دل لگی کا وقت ہے؟

تیتی ریف: میں ہنسی دل لگی نہیں کر رہا ہوں۔

ایلینا (پیوتر کے کمرے تک جاتی ہے اور دروازے سے جھانکتی ہے): کیا پیوتر... پیوتر واسیلی وچ... اب تک اس کے کمرے میں ہے؟

تیتی ریف: اگر باہر نہیں نکلا تو وہیں ہوگا۔

ایلینا (سوچتے ہوئے): میں سوچ سکتی ہوں اس کے دل پر کیا بیت رہی ہوگی۔ جب کبھی میں... جب کبھی میں... اس قسم کی چیز دیکھتی ہوں... اوہ میں بلاؤں سے، مصیبتوں سے نفرت کرتی ہوں!

تیتی ریف (مسکراتے ہوئے): واہ کمال کر دیا!

ایلینا: تمہاری کھوپڑی میں کچھ گھسا بھی کہ میرا مطلب کیا ہے؟ میرا جی چاہتا ہے کہ میں بلاؤں کو زمین پر دے ماروں اور پیروں تلے روند ڈالوں۔ کچل کچل کر مار ڈالوں!

تیتی ریف: کیا؟ بلائیں؟

ایلینا: ہاں۔ میں بلاؤں سے نہیں ڈرتی۔ میں بلاؤں سے نفرت کرتی ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے خوش رہوں، مگن رہوں، میرے چاروں طرف لوگ ہی لوگ ہوں اور میں ہمیشہ نت نئی دھن میں لگی رہوں۔ مجھے اپنی اور دوسروں کی زندگی کو سہانا بنانے کا گر آتا ہے۔

تیتی ریف: لو یہ تو کمال سے بھی زیادہ کمال ہو گیا!

ایلینا: ایک بات اور تمہیں بتائے دیتی ہوں: میرا دل بڑا پتھر ہے! مجھے چھوٹے کرم کے لوگ ایک

آنکھ نہیں بھاتے۔ بعض لوگ ہیں جن کا نصیبہ پھوٹا ہوا ہے اور وہ ہمیشہ پھوٹا رہے گا چاہے تم ادھر کی دنیا ادھر کر دو۔ اگر تم ان کے سر پر سورج کا تاج بھی ڈال دو تو بھی کچھ نہ ہوگا۔ اور سوچو اس سے بڑھیا تاج اور کون سا ہوگا۔ ہاں پھر بھی وہ ٹھنڈی سانس بھرتے پھریں گے: ''آہ، میں بڑا بدنصیب ہوں! ہائے پھر بھی وہ ٹھنڈی سانس بھرتے پھریں گے: ''آہ، میں بڑا بدنصیب ہوں! ہائے میرا کوئی نہیں۔ کوئی بھی مجھے نہیں چاہتا۔ زندگی کیا ہے وبال ہے! آہ! ہائے! وائے!'' جب کبھی میری مڈبھیڑ کسی ایسے روگی سے ہو جاتی ہے تو میرا جی چاہتا ہے کہ اس پر بدنصیبی کے اور دس ہزار پتھر برسا دوں۔

تیتی ریف: اچھی مادام! سنو! میں بھی ایک جرم کا اقرار کرنا چاہتا ہوں: میں عورتوں کا فلسفہ بگھارنا برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن جب تم فلسفہ بگھارتی ہو تو میرا جی چاہتا ہے کہ بڑھ کر تمہارا ہاتھ چوم لوں۔

ایلینا (تریاہٹ کے ساتھ): میرا ہاتھ، بس؟ اور صرف اس وقت جب میں فلسفیانہ باتیں کروں؟ (آپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے) اوہ اللہ بچائے! میں کر لیا رہ ہوں؟ ہنسی... مذاق... جب کہ وہاں کسی کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں...

تیتی ریف: (بیس سیمیونوف کے دروازے کی طرف سر سے اشارہ کرتے ہوئے): اور وہاں بھی۔ جدھر بھی تم انگلی اٹھاؤ لوگوں پر قیامت گزر رہی ہے۔ واقعی لوگوں کو بڑی بڑی لت پڑ گئی ہے۔

ایلینا: لیکن لوگ واقعی مصیبت جھیلتے ہیں۔

تیتی ریف: ہاں ہاں، کیوں نہیں۔

ایلینا: اس لئے ان پر ترس کھانا چاہئے۔

تیتی ریف: ہمیشہ نہیں۔ اور شاید کبھی بھی نہیں۔ ان پر ترس کھانے سے کہیں اچھا ہے کہ ان کے کام آیا جائے۔

ایلینا: تم ہر ایک کے کام تو آنے سے رہے۔ اور تم کسی پر ترش نہیں کھا سکتے تو اس کے کام بھی نہیں آسکتے۔

تیتی ریف: خانم، میں اس نظر سے دیکھتا ہوں: مصیبتیں خواہش سے پیدا ہوتی ہیں اور خواہش دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک خواہش وہ جو سر آنکھوں پر۔ دوسری وہ جو اس لائق نہیں۔ ایسے آدمی کے کام آنا چاہئے جس کی خواہش اسے نکھارتی ہے، مضبوط بناتی ہے، جو اس کے دل کو پاک کرتی ہے اور اسے جانوروں سے

بلند کرتی ہے۔

ایلینا (اس کی بات نہیں سنتی): شاید...شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔مگر وہاں اندر کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ سو گئی ہے؟ کیسا سناٹا ہے۔ وہ کھسر پھسر کر رہے ہیں۔ بڑے میاں اور بڑی بی بھی اپنے کونے میں چھپ گئے ہیں۔کتنی عجیب بات ہے! یکا یک۔شور، بھاگ دوڑ، چیخ پکار، آہ اور کراہ! اور پھر اسی طرح اچانک۔کئی سناٹا سا سناٹا ہے۔ایک پتہ نہیں ہلتا۔

تیتی ریف: اسی کو کہتے ہیں زندگی۔لوگ چیختے چیختے تھک جاتے ہیں۔تھک جاتے ہیں تو ستانے لگتے ہیں۔ستا لیتے ہیں تو پھر چیخنا چلانا شروع کر دیتے ہیں۔اس گھر میں ہر چیز بڑی جلدی خاموش ہو جاتی ہے۔درد کی چیخ بھی اور قہقہوں کے پٹاخے بھی۔صدمہ کیا ہے، گدلے جوہڑ پر پتھر...وہی گھسا پٹا، روزمرہ کا گھٹیا تماشا...اور یہی گھٹیا تماشا...اور یہی گھٹیا بات یہاں سب کچھ ہے۔ چاہے بات فتح کی ہو یا غصے کی۔

ایلینا (سوچتے ہوئے): اچھے دن تھے میرے جب میں جیل میں رہتی تھی۔میرا میاں جواری تھا۔ وہ پیتا پلاتا بھی تھا اور آئے دن شکار کو بھی جاتا تھا۔اور وہاں زیادہ تر لوگ بڑے بے رنگ تھے، بڑے بے کیف! مجھے چھٹی ہی چھٹی رہتی تھی۔لیکن میں کہیں نہ جاتی اور قیدیوں کے سوا اور کسی سے نہ ملتی۔ وہ مجھے چاہتے تھے۔ان کو جاننے کی دیر ہے۔ بڑے مزیدار اور دلچسپ لوگ ہوتے ہیں یہ۔ بہت ہی پیارے اور سیدھے سادے۔ سچ بڑے بھولے بھالے، بڑے سیدھے۔کبھی کبھی جب ان کو دیکھتی تو دل نہ مانتا کہ یہ چور ہیں، خونی ہیں، بھانت بھانت کے مجرم ہیں۔ایک مرتبہ ایک خونی سے میں نے کہا ''کیا تم نے سچ مچ کسی کو قتل کیا ہے؟'' ''ہاں، ایلینا نکولائی ونا'' اس نے کہا ''ہاں میں نے قتل کیا۔ چارہ ہی کیا ہے۔'' اور مجھے لگا کہ اس نے۔اس قاتل نے۔کسی دوسرے کا گناہ اپنے سر منڈھ لیا ہے۔ مجھے لگا یہ تو کسی اور کا پھینکا ہوا پتھر ہے۔ میں ان کے لئے کتابیں خرید کر لایا کرتی۔ میں نے ان کی کوٹھریوں میں تاش اور چوسر کا انتظام کر دیا۔ میں ان کو تمبا کو بھی دیتی، تھوڑی سی شراب بھی۔ جب وہ ہوا کھانے کے لئے باہر نکالے جاتے تو وہ گیند اور گلی ڈنڈا کھیلتے۔ وہ بالکل بچوں کی طرح تھے۔ جب کبھی میں انہیں ہنسانے والے کہانیاں سناتی تو ان کے قہقہوں سے چھتیں اڑ جاتیں...وہ بچوں کی طرح ہنستے۔ میں نے چند گانے والی چڑیاں اور پنجرے خریدے۔اور ایک ایک پنجرا ہر کوٹھری میں ڈال دیا۔ وہ اپنی چڑیوں کو اتنا ہی چاہتے تھے جتنا مجھے۔

وہ مجھے بھڑکیلے کپڑوں میں دیکھ کر بجھ سے جاتے۔ یہی کوئی لال شلوکہ یا بسنتی لہنگا۔ یہ لوگ بھڑکتے چمکتے دھکتے ہوئے رنگ پر جان دیتے ہیں۔ میں ان کی خاطر جان کر کپڑے پہنا کرتی تھی۔ (ٹھنڈی سانس لیتی ہے) ان کے ساتھ زندگی بڑی سہانی تھی۔ تین برس بیت گئے اور مجھے پتہ بھی نہ چلا۔ جب میرے میاں کو گھوڑے نے دوسری دنیا میں پہنچا دیا تو میں نے اس کے مرنے کا اتنا سوگ نہ منایا جتنا کہ جیل چھوڑنے کے خیال سے روئی۔ افسوس! قیدیوں کا دل بھی بہت کڑھا۔ (کمرے میں نظر دوڑاتی ہے) یہاں کی زندگی تو وہاں کی گرد بھی نہیں۔ اس گھر پر...کوئی...نحوست سی نحوست برستی ہے۔ یہاں رہنے والے برے نہیں...یہ کچھ اور ہے۔ لو میں کس دھارے میں بہہ گئی...دل بیٹھا جا رہے ہیں۔ یہاں میں اور تم جھک جھک کر رہے ہیں اور اس کمرے میں ایک عورت شاید موت کی ہچکی لے رہی ہو۔

تیتی ریف (سکون سے): اور ہمیں اس کا افسوس نہیں۔

ایلینا (جلدی سے): کیا تمہیں افسوس نہیں؟

تیتی ریف: نہیں۔ اور تمہیں بھی غم نہیں۔

ایلینا: نہیں مجھے غم نہیں۔ میں جانتی ہوں یہ برا ہے۔ لیکن م جھے کچھ ایسا لگتا ہے کہ یہ بات بری نہیں۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے: آدمی جانتا ہے کہ یہ بات بری ہے لیکن اسے یہ بات بری نہیں لگتی۔ یہ بات عجیب لگے گی، مگر اس پر...پیوتر واسیلی وچ پر زیادہ افسوس آتا ہے، مجھے اس پر بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے۔ یہاں اس کی جان پر بن آئی ہے، ہے نا؟

تیتی ریف: یہاں ہر شخص کی جان پر بن آئی ہے۔

پولیا (آتی ہے): ارے!

ایلینا (اچھلتی ہے اور اس کے پاس جاتی ہے): ہش! کچھ جانتی ہو کیا گل کھلا ہے؟ تاتیانا نے زہر کھالیا!

پولیا: کی۔یا؟

ایلینا: ہاں اس نے زہر کھالیا۔ ڈاکٹر اور اس کا بھائی دونوں وہیں ہیں اس وقت۔

پولیا: مر رہی ہے؟ کیا مر جائے گی؟

ایلینا: کون جانے۔

پولیا: آخراس نے ایسا کیوں کیا؟ کیااس نے کچھ بتایا؟

ایلینا: نہیں جانتی۔شاید نہیں بتایا کچھ۔

پیوتر (دروازے سے سر نکال کر جھانکتا ہے): ایلینا نکولائی ونا، ذرا ایک منٹ۔ (ایلینا لپک کر جاتی ہے۔)

پولیا (تیتی ریف سے): تم اس طرح مجھے کیوں گھور رہے ہو؟

تیتی ریف: تم نے کتنی بار یہی ایک بات پوچھی ہے مجھ سے؟

پولیا: کیوں نہیں... اگر تم اسی طرح گھورتے رہو تو میں کیوں نہ پوچھوں۔ تم آخر اس طرح کیوں گھورتے ہو؟ (اس کے پاس جاتی ہے اور سختی سے پوچھتی ہے) کیا تم سمجھتے ہو میں قصور وار ہوں؟

تیتی ریف (ہلکی ہنسی کے ساتھ): کیا تمہارا دل تمہیں گنہگار ٹھہراتا ہے؟

پولیا: مجھے ایسا لگتا ہے کہ میری بیزاری تم سے روز بروز بڑھتی جاتی ہے... ہاں میرا دل یہ کہتا ہے! لیکن بتاؤ یہ سب ہوا کیسے؟

تیتی ریف: کل اسے ذرا سا دھکا لگا، اس کے پیر پہلے ہی لڑکھڑا رہے تھے، اس لئے آج وہ گر گئی۔ بس۔

پولیا: یہ سچ نہیں ہے!

تیتی ریف: کیا سچ نہیں؟

پولیا: میں جانتی ہوں تم کاہے کی طرف اشارہ کر رہے ہو۔ لیکن یہ سچ نہیں ہے۔ نیل...

تیتی ریف: نیل؟ نیل کو اس سے کیا لینا دینا؟

پولیا: کچھ بھی نہیں... اور نہ مجھے... ہم میں سے کسی کو نہیں۔ تم... لیکن تم غلطی پر ہو۔ تم سمجھتے ہو یہ ہمارا قصور ہے۔ پر ہم کیا کر سکتے تھے؟ میں اس سے محبت کرتی ہو اور وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ بہت دنوں سے یہ چنگاری سلگ رہی ہے۔

تیتی ریف (گمبھیر): میں تم پر ذرا الزام نہیں دھرتا۔ تم خود ہی قصور وار محسوس کرتی ہو اور صفائی پیش کرتی ہو۔ آخر تم صفائی کیوں پیش کرو؟ میں تم کو چاہتا ہوں... آخر کون تھا وہ جس نے تم سے بار بار ہٹ دھرمی سے کہا کہ تم اس گھر سے چلی جاؤ، اس گھر سے دور رہو؟ اس گھر میں کوئی ایسی بات ہے جو روح میں

زہر گھولتی رہتی ہے۔ میں نے ہی تم سے یہ سب کہا۔

پولیا: تو؟

تیتی ریف: کچھ نہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ اگر تم میری بات پر کان دھرتیں تو تمہیں اس عذاب سے نہ گزرنا پڑتا جس سے اس وقت گزر رہی ہو۔ بس اور کیا۔

پولیا: اچھا۔ لیکن اس نے ایسی حرکت کیوں کی؟ کیا اس کی جان خطرے میں ہے؟ کیا کھایا اس نے؟

تیتی ریف: جانے مری بلا۔

(پیوتر اور ڈاکٹر کمرے سے باہر نکلتے ہیں۔)

پیوتر: جاؤ اور جا کر ایلینا نکولائی ونا کی مدد کرو، پولیا۔

تیتی ریف (پیوتر سے): کیسی ہے؟

ڈاکٹر: کوئی خطرے کی بات نہیں۔ اگر مریضہ کی طبیعت میں اتنا ہیجان نہ ہوتا تو اس پر کوئی برا اثر نہ ہوتا۔ اس نے بہت کم پیا۔ ذرا سی آنت جلی ہے۔ کچھ اس کے پیٹ میں بھی پہنچ گیا لیکن اس نے فوراً ہی اگل دیا۔

پیوتر: آپ تھک گئے ہوں گے ڈاکٹر۔ بیٹھ جائیے۔

ڈاکٹر: شکریہ۔ کوئی ایک آدھ ہفتہ نڈھال رہے گی۔ کل کی بات ہے۔ بڑا ہی دلچسپ کیس تھا۔ ایک بدمست رنگ ساز نے بیئر کے بدلے پورا گلاس وارنش کا چڑھا لیا۔

(بیس سیمیونوف اپنے کمرے کا دروازہ کھولتا ہے اور ایک لفظ کہے بنا وہاں کھڑا رہتا ہے اور ڈاکٹر کو مایوس نظروں سے دیکھتا ہے۔)

پیوتر: مت گھبرائیے ابا۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر: ہاں کوئی خطرہ نہیں۔ میں یقین دلاتا ہوں۔ دو تین دن کی بات ہے۔ لڑکی چلنے پھرنے لگے گی۔

بیس سیمیونوف: سچ کہتے ہو ڈاکٹر؟

ڈاکٹر: بے شک۔

بیس سیمیونوف: شکریہ۔ اگر سچ کہتے ہو، اگر یہ سچ ہے کہ کوئی خطرہ نہیں، تو میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ پیوتر... ار... یہاں آؤ...

(پیوتر اس کے پاس جاتا ہے۔ دونوں کمرے کے اندر غائب ہو جاتے ہیں۔ کمرے سے کھسر پھسر اور سکوں کے بجنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔)

تیتی ریف (ڈاکٹر سے): ہاں پھر اس رنگ ساز کا کیا حشر ہوا؟

ڈاکٹر: ایہہ؟ کیا؟

تیتی ریف: رنگ ساز۔ آخر اس کا کیا ہوا؟

ڈاکٹر: وہ؟ اوہ کچھ بھی نہیں، ہوتا کیا۔ اچھا ہو گیا۔ اوہ... ایسا جان پڑتا ہے میں نے تم کو کہیں دیکھا ہے؟ ہے نا؟

تیتی ریف: شاید۔

ڈاکٹر: تمہیں میعادی بخار ہوا تھا اور تم اسپتال میں تھے۔ ہے نا؟

تیتی ریف: تھا تو۔

ڈاکٹر (اطمینان کی سانس لیتا ہے): دیکھا؟ مجھے یقین تھا کہ میں نے تم کو کہیں دیکھا ہے۔ ذرا ٹھہرو... پچھلی بہار میں، ہے نا ٹھیک؟ لگتا ہے مجھے تو تمہارا نام بھی یاد ہے...

تیتی ریف: اور مجھے بھی آپ یاد ہیں۔

ڈاکٹر: اچھا، یاد ہوں؟

تیتی ریف: جی ہاں۔ میں جب اچھا ہونے لگا تو میں نے آپ سے کہا کہ میرا راشن بڑھا دیجئے اور آپ نے منہ بنایا اور کہا ''میاں شکر کرو جو اتنا مل جاتا ہے۔ دنیا تمہارے جیسے اٹھائی گیروں اور شرابیوں سے بھری پڑی ہے۔''

ڈاکٹر (ہکا بکا): لیکن وہ تو... وہ تو... میں معافی چاہتا ہوں... لیکن آپ کا... آپ کا نام... میرا مطلب ہے... میں ہوں ڈاکٹر نکولائی تروئے روکوف اور...

تیتی ریف (اس کے پاس جاتے ہوئے): اور میں ہوں لال بجھکڑ تیرینتی، لال پری کا عاشق۔

ڈاکٹر پیچھے ہٹ جاتا ہے ڈرئے مت۔ میں آپ کو ستاؤں گا نہیں۔

(تیتی ریف اس کے پاس سے ٹہلتا ہوا گلیارے میں چلا جاتا ہے۔ ڈاکٹر منہ کھولے ہوئے اسے دیکھتا رہ جاتا ہے اور ہیٹ سے خود کو پنکھا جھلتا ہے۔ پیوتر داخل ہوتا ہے۔)

ڈاکٹر (بھٹکتی ہوئی نظروں سے گلیارے کی طرف دیکھتا ہے): اچھا میں چل دیا۔ لوگ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اگر وہ پھر درد کی شکائت کرے تو یہ دوا پلا دیجئے۔ لیکن اب زیادہ درد نہ ہوگا۔ آداب عرض۔ اوہ... ارے... وہ صاحب جو ابھی ابھی یہاں تھے... نرالے آدمی ہیں۔ کیا وہ... ار... رشتہ دار ہیں؟

پیوتر: نہیں، کرایہ دار۔

ڈاکٹر: اچھا۔ بہت خوب، بہت ہی انوکھا۔ آداب عرض ہے۔ شکریہ۔

(پیوتر اس کو چھوڑنے چلا جاتا ہے۔ بیس سیمیونوف اور اکولینا ایونوونا اپنے کمرے سے نکلتے ہیں اور دبے پاؤں تاتیانا کے دروازے کی طرف بڑھتے ہیں۔)

بیس سیمیونوف: ٹھہرو۔ اندر نہ جاؤ۔ ذرا آواز نہیں۔ شاید سو رہی ہے۔ اس کو جگانا نہیں چاہئے۔ (اکولینا ایوانوونا کو کونے میں رکھے ہوئے صندوق کی طرف لے جاتا ہے) اچھا، پیوتر کی ماں، ہمیں یہ خوشی کا دن بھی دیکھنا تھا! کتنی باتیں بنینگی، کتنی چہ میگوئیاں ہوں گی۔ اب یہ کلنک کا ٹیکہ کبھی مٹائے نہ مٹیگا ماتھے سے!

اکولینا ایوانوونا: شرم کرو، پیوتر کے ابا۔ کیسی باتیں منہ سے نکال رہے ہو؟ وہ اچھی ہو جائے بس اور کچھ نہ چاہئے۔ لوگ باتیں بنا بنا کر اپنی زبان گھسیں تو گھسیں۔ ان کا جی چاہے بیچ چوراہے پر ڈنکا پیٹیں، سنائیں لوگوں کو، کریں اپنا کلیجہ ٹھنڈا۔

بیس سیمیونوف: ہاں۔ بیشک! ہماری ٹھیک کہتی ہو۔ بس ذرا... چ چ چ! دیکھتی نہیں؟ ہماری ناک کٹ گئی!

اکولینا ایوانوونا: ناک کٹ گئی! کیوں؟

بیس سیمیونوف: ہماری اپنی بیٹی اور زہر کھائے! اس سے میری اور تمہاری مٹی کیسی کیسا سلوک کرتے تھے؟ کیا ہم درندے تھے؟ لوگ ہمارے بارے میں جانے کیسی کیسی کہانیاں گھڑیں گے۔ مجھے پروا نہیں۔ میں اپنے بچوں کے لئے کچھ بھی برداشت کر سکتا ہوں۔ لیکن میں ایسا کروں کیوں؟ میں نے آخر کیا کیا ہے جس کا یہ انعام ہے؟ اسی لئے میں جاننا چاہتا ہوں۔ میرے بچے! کیا مجال جو منہ سے گھنگھنیاں تھوک

دیں۔ ان کے دل پر کیا بیت رہی ہے کیا مجال جو بتا دیں۔ میں تہ تک پہنچ نہیں سکتا۔ اور یہی بات مجھے مارے ڈالتی ہے۔

اکولینا ایوانوونا: جانتی ہوں۔ میرا دل بھی دکھتا ہے۔ آخر میں ان کی ماں ہوں۔ دن رات میں انکے لئے گھلتی مرتی رہتی ہوں، پر کیا مجال جوان کے منہ سے ایک بھلی بات نکل جائے، جانتی ہون۔ بات اتنی بری نہ ہوتی اگر وہ اچھے اور خوش ہوتے۔ پر یہ بھی ہونا ہی تھا!

پولیا (تاتیانا کے کمرے سے نکلتے ہوئے): ہش! ہش! ذرا آنکھ لگ گئی ہے۔

بیس سیمیونوف (اٹھتے ہوئے): کیسی ہے؟ کیا ہم اندر جائیں، دیکھیں،

اکولینا ایوانوونا: میں بالکل چوں بھی نہیں کروں گی! بس اس کے ابا اور میں؟

پولیا: ڈاکٹر نے کہا کہ کوئی اس کے پاس نہ آئے۔

بیس سیمیونوف (شک سے): تم کیسے جانو؟ تم ڈاکٹر سے کب ملیں؟

پولیا: ایلینا نکولائی ونا نے مجھے بتایا۔

بیس سیمیونوف: کیا وہ وہیں ہے؟ کہو کیا خیال ہے؟ ایرے غیرے تو اس کے پاس جائیں لیکن اس کے اپنے سگے نہ جا سکیں۔ عجیب بات ہے!

اکولینا ایوانوونا: ہم باورچی خانے میں کھانا کھائیں گے۔ اس کی نیند میں گڑ بڑ ہو۔ میری گڑیا بیچاری! اور لو مجھے تو جھانکنے بھی نہ دیا!

(انتہائی مایوسی کے ساتھ ہاتھ ہلاتی ہے اور گلیارے میں چلی جاتی ہے۔ پولیا الماری سے لگی کھڑی ہے اور تاتیانا کے دروازے کی طرف گھورے رہی ہے۔ اس کی بھویں جڑی ہوئی ہیں، ہونٹ بھنچے ہوئے ہیں، بدن تنا ہوا ہے۔ بیس سیمیونوف میز پر بیٹھا ہوا ہے جیسے کسی چیز کا انتظار کر رہا ہو۔)

پولیا (نرمی سے): کیا ابا یہاں آئے تھے آج؟

بیس سیمیونوف: معلوم ہے تمہارے دل میں اپنے باپ کی کتنی چاہت ہے۔ تمہاری نظر میں بھلا باپ ہے ہی کیا؟ مجھے معلوم ہے تم کس کو چاہتی ہو۔ (پولیا اس کو حیران نظروں سے دیکھتی ہے) ہاں، ہاں، تمہارا باپ یہاں آیا تھا۔ اپنے چیتھڑوں میں اٹا ہوا، شرافت اور صفائی سے کوسوں دور، ہونق حلیہ بنائے ہوئے! جیسا بھی ہے باپ ہے۔ باپ کی عزت کرنی چاہئے۔

پالیا: میں عزت کرتی ہوں۔ آپ مجھ سے ایسی باتیں کیوں کریں؟

بیس سیمیونوف: سننا چاہتی ہو تو لو سنو۔ تمہارا باپ اٹھائی گیرہ ہے۔ پھر بھی تمہارا فرض ہے کہ اس کے سامنے سر جھکا دو۔ لیکن باپ کیا چیز ہے، تم کیا جانو؟ تم سے اس کی امید ہی فضول ہے۔ تمہارے دل ہی نہیں... تم سب نوجوانوں کا ایک ہی حال ہے۔ ذرا اپنے آپ کو دیکھو۔ ایک لڑکی جس کے دو وقت کی روٹی کا ٹھکانا نہیں، سر چھپانے کو جگہ نہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ سر جھکا کر چلتیں، نیک دل بنتیں، لوگوں سے اچھا برتاؤ کرتیں۔ لیکن تم تو الٹا ہر چیز پر اپنی رائے سناتی پھرتی ہو۔ پڑھے لکھوں جیسا انداز دکھاتی ہو۔ وہاں، اس کمرے میں ایک لڑکی پڑی ہے جس نے قریب قریب اپنی جان ہی دے دی تھی۔ اور تم ہو کہ اپنا بیاہ رچانے چلیں...

پولیا: کیا مطلب ہے آپ کا؟ آپ یہ سب کیوں کہہ رہے ہیں؟

بیس سیمیونوف (ایک ایسے آدمی کی جھنجلاہٹ کے ساتھ جو خود اپنی بات کا اور چھور کھو بیٹھا ہو): ذرا سوچو۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ اسی وجہ سے میں کہہ رہا ہوں تاکہ تم سمجھو۔ تم ہو کون؟ کچھ بھی نہیں... کوئی حیثیت نہیں... پھر بھی بیاہ کر رہی ہو؟ اور وہ رہی میری بیٹی... وہاں کھڑی منہ کھولے کیا دیکھ رہی ہو؟ جاؤ باورچی خانے میں! کام دھام کرو! میں نظر رکھوں گا۔ تم دور ہو جاؤ۔ (پولیا اس کو گھبراہٹ کے ساتھ دیکھتی ہے اور واپس جانے کے لئے مڑ جاتی ہے) ہاں ایک منٹ! میں... ار... میں آج تمہارے باپ سے ذرا سختی سے پیش آیا۔

پولیا: کیوں؟

بیس سیمیونوف: اس سے تمہیں مطلب! چلو بھاگ جاؤ۔

(حیران پولیا نکل جاتی ہے۔ بیس سیمیونوف آہستہ آہستہ تاتیانا کے دروازے پر جاتا ہے اور ذرا سا کھول کر جھانکتا ہے۔ ایلینا باہر نکلتی ہے اور کواڑ بند کر دیتی ہے۔)

ایلینا: اندر نہ جائیے۔ لگتا ہے وہ سو رہی ہے۔ اس کو پریشان نہ کیجئے۔

بیس سیمیونوف: ہونہہ... تمہارا جتنا جی چاہے ہماری چھاتی پر مونگ دلو اور ہم کسی کو پریشان نہ کریں۔

ایلینا (حیران): لیکن وہ بیمار ہے! بیس سیمیونوف: جانتا ہوں، جانتا ہوں۔

بیس سیمیونوف: جانتا ہوں، جانتا ہوں۔ سب جانتا ہوں۔

(گلیارے میں چلا جاتا ہے۔ ایلینا اس کو دیکھتی ہے اور کندھے جھٹکاتی ہے۔ پھر کھڑکی کی پاس جاتی ہے۔ صوفے پر بیٹھتی ہے۔ سر کے پیچھے ہاتھ باندھ لیتی ہے اور سوچ میں کھو جاتی ہے۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلتی ہے۔ آنکھیں بند کر لیتی ہے جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔ پیوتر آتا ہے۔ اس کے تیور بگڑے ہوئے ہیں اور بال پریشان۔ وہ سر جھٹکتا ہے جیسے کوئی بوجھ گرانا چاہ رہا ہو۔ ایلینا کو دیکھ کر رک جاتا ہے۔

ایلینا (آنکھیں نہیں کھولتی): کون؟

پیوتر: تم مسکرا کیوں رہ ہو؟ کتنی عجیب بات ہے... اس وقت کسی کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جب کہ...

ایلینا (اس پر نظر جماتے ہوئے): چڑ چڑائے ہوئے ہو؟ تھک گئے ہو؟ بیچارا لڑکا! تمہارے لئے دل کتنا کڑھتا ہے!

پیوتر (اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے): میرا دل خود اپنے لئے کڑھتا ہے۔

ایلینا: تمہیں یہاں سے کہیں چلے جانا چاہئے۔

پیوتر: جانتا ہوں۔ مجھے جانا چاہئے یہاں میں کیا کر رہا ہوں؟ میں یہ زندگی برداشت نہیں کر سکتا۔

ایلینا: تم کیسی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو؟ مجھے بتاؤ۔ میں بار بار تم سے پوچھتی ہوں مگر تم کھلتے ہی نہیں۔

پیوتر: صاف گوئی بہت مشکل ہے۔

ایلینا مجھ سے بھی؟

پیوتر: تم سے بھی۔ میں کیا جانوں کہ تم میرے بارے میں کیا سوچتی ہو؟ یا میں جو کچھ کہوں گا اسے تم کس طرح لوگی؟ کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم...

ایلینا: کہ میں کیا؟

پیوتر: کہ تم... اچھی طرح...

ایلینا: کہ مجھے تم اچھے لگتے ہو۔ ہاں مجھے اچھے لگتے ہو! بہت اچھے! تم بڑے اچھے ہو، بہت پیارے

لڑکے!

پیوتر (جذبات میں): میں لڑکا نہیں ہوں۔ میں نے بہت کچھ سوچا ہے۔سنو، ایمان سے بتاؤ... یہ نیل، ششکن، تسویتائے وا اور دوسرے بڑبولے جو شور مچاتے ہیں، ہنگامہ کرتے ہیں۔ کیا یہ سب تمہیں پسند ہے؟... یہ موٹی موٹی کتابوں کا زور زور سے پڑھنا اور مزدوروں کے لئے ڈرامے کھیلنا؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ یہ وقت گزاری کا اچھا طریقہ ہے؟ اور تمہاری ساری ہماہمی اور دوڑ دھوپ۔ کیا واقعی ان کی اتنی اہمیت ہے؟ کیا اتنی اہمیت ہے کہ ساری زندگی اس کے لئے تج دی جائے؟ تمہارا کیا خیال ہے؟

ایلینا: پیارے! میں جاہل ہوں۔ میں فیصلہ نہیں کرسکتی۔تم جانتے ہی ہو، میں نادان عورت ہوں۔ وہ مجھے اچھے لگتے ہیں۔نیل، ششکن اور دوسرے لوگ۔ وہ ہمیشہ چہکتے کھلکھلاتے رہتے ہیں اور کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ مجھے خوش اور مگن لوگ بھاتے ہیں۔ میں خود خوش اور مگن رہتی ہوں۔لیکن تم یہ کیوں پوچھتے ہو؟

پیوتر: اس لئے کہ ان کی وجہ سے میرا سر پھٹنے لگتا ہے۔ اگر وہ اس طرح سے زندگی گزارنا چاہتے ہیں، شوق سے گزاریں۔ میں اعتراض نہیں کرتا۔ میں کسی چیز پر اعتراض نہیں کرتا۔لیکن وہ میرے رہن سہن کے طریقے پر کیوں اعتراض کریں؟ وہ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ وہ کوئی انوکھی بات کررہے ہیں؟ وہ مجھے بزدل اور خود پسند کیوں کہتے ہیں؟

ایلینا (ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیتی ہے): میری جان، تم تھک گئے ہو!

پیوتر: نہیں، میں تھکا نہیں ہوں۔ میں اکتا گیا ہوں۔ مجھے حق ہے کہ جیسے چاہوں رہوں۔ جیسے میرا جی چاہے رہوں! کیوں ہے نا؟

ایلینا (اس کے بالوں سے کھیلتے ہوئے: یہ میرے لئے بہت گہری بات ہے۔ میں اسی طرح رہتی ہوں جیسے میرا جی چاہتا ہے، اپنی سمجھ بوجھ کی روشنی میں اور کوئی بھی مجھے کانونٹ میں جانے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ چاہے قیمت میں محبت دے یا روپیہ۔ اگر کوئی مجھے زبردستی ڈال بھی دے تو میں رفو چکر ہوجاؤں گی یا دریا میں چھلانگ لگادوں گی۔

پیوتر: تم ان کے ساتھ زیادہ وقت کاٹتی ہو، میرے ساتھ کم۔تم ان کو مجھ سے زیادہ چاہتی ہو۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں۔لیکن میں تمہیں بتادوں۔ وہ خالی ڈھول ہیں۔

ایلینا (حیران): وہ کیا ہیں؟

پیوتر: خالی ڈھول...تمہیں ڈھول کے پول والی کہانی یاد ہے؟

ایلینا: ہاں۔لیکن کیا میں بھی خالی ڈھول ہوں؟

پیوتر: اوہ، نہیں! تم زیادہ سے سرشار ہو۔تم زیادہ ہوا کی موج ہو، ٹھنڈک ہو، جیسے گھنے جنگل میں بہتا ہوا چشمہ۔

ایلینا: ارے ررر! کیا میں سچ مچ اتنی ٹھنڈی ہوں؟

پیوتر: مہربانی کرو... مذاق نہ اڑاؤ۔ میرے لئے یہ آن... یہ آن... ہونہہ... تمہیں اٹھکیلیاں سوجھ رہی ہیں۔ کیوں؟ کیا میں ایسا مسخرا ہوں؟ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں، جیسے میرا جی چاہے، جیسے میں ٹھیک سمجھوں!

ایلینا: تو پھر رہتے کیوں نہیں؟ تمہیں روکتا کون ہے؟

پیوتر: کوئی ہے۔کوئی چیز ہے۔ جب کبھی میں اکیلے اور آزاد رہنے کی ٹھانتا ہوں تو کوئی کہتا ہوا سنائی دیتا ہے۔نہیں،نہیں۔

ایلینا: تمہارا ضمیر؟

پیوتر: اوہ نہیں۔ میں نے نہیں... ہاں، میں جرم کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں تو صرف آزاد رہنا چاہتا ہوں... میرا مطلب ہے...

ایلینا (اس پر جھکتے ہوئے): نہیں تم یہ سب نہیں کہنا چاہتے۔تم اسے جتنا الجھا رہے ہو، یہ بات اس سے کہیں زیادہ سیدھی سادی اور صاف ہے۔ بھلے لڑکے مجھے تمہاری مدد کرنی پڑے گی۔ میں نہیں چاہتی کہ اتنی معمولی باتوں میں تم اس طرح الجھ جاؤ۔

پیوتر: ایلینا نکولائی ونا تم مجھ پر ہنس رہی ہو! یہ تمہارا بڑا ظلم ہے۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں یہ... یہ رہا میں تمہارے سامنے... اور یہ رہی میری روح... بے نقاب...

ایلینا: نہیں یہ بات بھی نہیں۔

پیوتر: شاید میں کمزور آدمی ہوں۔ زندگی کا بوجھ میرے لئے بہت زیادہ ہے۔ مجھے اپنے ماحول کے گھٹیا پن کا احساس ہے، لیکن میں اسے بدل نہیں سکتا یا بہتر نہیں بنا سکتا۔ میں چلا جانا چاہتا ہوں، میں اکیلا

رہنا...

ایلینا (اس کا سر اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے): میں جو کچھ کہوں دھراؤ: ''مجھے تم سے محبت ہے!''

پیوتر: اوہ، مجھے ہے، مجھے ہے! لیکن تم پھر مذاق کر رہی ہو۔

ایلینا: نہیں میں مذاق نہیں کر رہی ہوں۔ میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ میں جانے کب سے تم سے شادی کے خواب دیکھ رہی ہوں۔ شاید مجھے نہیں چاہئے تھا، لیکن دل پر بس نہیں۔

پیوتر: اے خدا، میں کتنا خوش ہوں! میں تم سے محبت کرتا ہوں، تمہارا دیوانہ ہوں... (تاتیانا کے کراہنے کی آواز آتی ہے۔ پیوتر اچھل کر کھڑا ہو جاتا ہے اور وحشت بھری آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ ایلینا بھی کھڑی ہو جاتی ہے، لیکن بڑے اطمینان سے) اوہ یہ تاتیانا کی آواز ہوگی۔ اور ہم یہاں...

ایلینا (تاتیانا کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے): ہم کوئی بری بات نہیں کر رہے ہیں۔

تاتیانا: پانی... پانی دو مجھے...

ایلینا: آئی۔

(پیوتر کو دیکھتے ہوئے مسکراتی ہے اور باہر نکل جاتی ہے۔ پیوتر سر پکڑ کر کھڑا رہتا ہے اور سامنے گھورتا ہے۔ گلیارے کا دروازہ کھلتا ہے اور اکولینا ایوانوونا دروازہ میں کھڑی نظر آتی ہے۔)

اکولینا ایوانوونا (زور سے سرگوشی میں): پیوتر! پیوتر، تم کہاں ہو؟

پیوتر: یہاں۔

اکولینا ایوانوونا: آؤ، چلو کھانا کھالو۔

پیوتر: میں کھانا نہیں چاہتا۔ میں نہیں آؤں گا۔

ایلینا (تاتیانا کے کمرے سے نکلتے ہوئے): وہ میرے ساتھ جا رہا ہے۔

(اکولینا ایوانوونا اس کو قہر بھری نظر سے دیکھتی ہے اور باہر نکل جاتی ہے۔)

پیوتر (ایلینا کی طرف لپکتے ہوئے): کتنی بیہودگی ہے ہماری ہم یہاں... اور وہ...

ایلینا: چلو آؤ۔ اس میں بیہودگی کی کیا بات ہے؟ تھیٹر میں گمبھیر سین کے بعد ہمیشہ ہلکی پھلکی چیز پیش کی جاتی ہے۔ ہمیں اصلی زندگی میں اس کی اور بھی ضرورت ہے۔

(پیوتر کا بازو تھام لیتی ہے اور پیوتر اس کے ساتھ باہر جاتے ہوئے اس زور سے دبا لیتا ہے۔)

تاتیانا (گھٹی گھٹی آواز میں کراہتے ہوئے): ایلینا! ایلینا! (پولیا دوڑتی ہوئی اندر آتی ہے۔)

پردہ

چوتھا ایکٹ

وہی منظر

شام۔ میز پر چراغ جل رہا ہے۔ پولیا چائے کے لئے میز لگا رہی ہے۔ تاتیانا روبصحت صوفے پر لیٹی ہوئی ہے۔ وہ دور ہے اور وہاں تک مدھم مدھم روشنی پہنچ رہی ہے۔ تسویتائے وا اس کے پاس بیٹھی ہے۔

تاتیانا (دھیمی اور ملامت بھری آواز میں): کیا تم سمجھتی ہو کہ میں زندگی کا مقابلہ تمہاری طرح ہنستے کھیلتے اور بہادری سے نہیں کرنا چاہتی؟ میں چاہتی ہوں۔ لیکن کر نہیں سکتی۔ میرا دل جنم سے کمزور ہے اور یقین سے خالی۔ مجھے سوچنے کی بیماری لگ گئی۔

تسویتائے وا: یہی تو بات ہے۔ تم بہت زیادہ سوچتی رہتی ہو۔ ایسی عقل اور ذہانت کس کام کی آدمی محض خیالی ادھیڑ بن میں پھنسا رہے؟ سوچ بچار اچھی چیز ہے۔ مگر ضرورت تصور کی اڑان کی بھی ہے۔ ورنہ زندگی ناقابل برداشت اکتاہٹ میں بدل جائے گی۔ ایک بوجھ بن جائے گی۔ تصور کی نگاہوں سے مستقبل کی جھلک دیکھنی چاہیئے۔ کم از کم کبھی کبھی۔

(پولیا تسویتائے وا کی باتیں سنتی ہے اور مسکراتی ہے۔)

تاتیانا: اور تمہیں مستقبل میں کیا نظر آتا ہے؟

تسویتائے وا: جو کچھ دیکھنا چاہو!

تاتیانا: یہی تو بات ہے۔ ضروری ہے کہ آدمی کا تصور اچھا ہو۔

تسویتائے وا: یقین ہونا ضروری ہے۔

تاتیانا: کس چیز پر؟

تسویتائے وا: اپنے خواب پر۔ جب کبھی میں اپنے اسکول کے لڑکوں کی آنکھوں میں جھانکتی ہوں تو

سوچتی ہوں: لو یہ رہا اپنا نوویکوف۔ اسکول ختم کر کے وہ کالج میں جائے گا، پھر یونیورسٹی میں، شاید ڈاکٹر بنے گا۔ بڑا ہونہار لڑکا ہے، بہت اچھا، بہت ہی گمبھیر۔ اس کی پیشانی چوڑی ہے۔ بڑا ملنسار ہے۔ پتا مار کر کام کرے گا۔ فائدے کی کبھی نہ سوچے گا۔ لوگ اسے چاہیں گے اور آدر مان کریں گے۔ مجھے یقین ہے۔ اور ایک دن جب اسے اپنے بچپن کی یاد آئے گی تو اسے یہ بھی یاد آئے گا کہ اس کی استانی تسویتائے وا ایک مرتبہ وقفے میں اس کے ساتھ کھیل رہی تھی، کھیلتے کھیلتے استانی سے اس کی ناک پر چوٹ لگ گئی تھی۔ ہوسکتا ہے وہ بالکل یاد نہ کرے۔ خیر اس سے فرق نہیں پڑتا۔ لیکن شاید وہ یاد کرے گا۔ وہ مجھے بہت چاہتا ہے۔ اور وہ رہا ایک اور لڑکا کلوکوف، چیتھڑوں میں لپٹا ہوا، میلا کچیلا چہرہ، کھویا کھویا سا۔ ہر دم بک بک جھک جھک کرتا رہے گا۔ کچھ نہ کچھ شرارت سوچتا رہے گا۔ یتیم ہے۔ اپنے چچا کے ساتھ رہتا ہے۔ چچا رات کا چوکیدار ہے۔ غریب لوگ ہیں، جیسے مسجد کے چوھے۔ لیکن لڑکا بڑا خوددار اور بہادر ہے۔ میں سوچتی ہوں، بڑا ہو کر وہ اخبار نویس بنے گا۔ کاش تم جانتیں میری کلاس میں کتنے دلچسپ فتنے ہیں، چھوٹے چھوٹے! میں ہمیشہ یہ سوچتی رہتی ہوں کہ وہ آگے چل کر کیا ہونے والے ہیں۔ وہ زندگی میں کیا رول ادا کرنے والے ہیں۔ بڑا مزا آتا ہے اس میں یہ ایک بے معنی سا کھیل ہے لیکن تم سوچ نہیں سکتیں تانیا کہ اس کھیل میں مجھے کتنا لطف آتا ہے!

تاتیانا: اور تم خود؟ شاید تمہارے شاگردوں کا شاندار مستقبل ان کا انتظار کر رہا ہے۔ لیکن تم؟ تم اس وقت کہاں ہوں گی؟

تسویتائے وا: کیا تم میری موت کی طرف اشارہ کر رہی ہو؟ اوہ نہیں! میں ابھی بہت دنوں زندہ رہنے کا ارادہ رکھتی ہوں!

پولیا (زیر لب) تم کتنی اچھی ہو، ماشا۔

تسویتائے وا (پولیا کی طرف مسکراتے ہوئے): شکریہ میری بلبل! میں جذباتی نہیں ہوں تانیا، لیکن جب میں مستقبل کے بارے میں سوچتی ہوں، آنے والے لوگوں کے بارے میں سوچتی ہوں، جب میں سوچتی ہوں وہ کیسی زندگی بسر کریں گے تو میرا دل ایک میٹھے اور پاک احساس سے سرشار ہو جاتا ہے... ایک ایسا احساس جو موسم خزاں میں پیدا ہوتا ہے، جب دن جھل مل جھل مل ہو رہا ہو، ہوا خشک ہو۔ تم جانتی ہو نا میں کیا کہہ رہی ہوں۔ جب ڈھلے ہوئے آسمان میں نرم گرم سورج چمک رہا ہو، فضا بلور کی طرح

صاف شفاف ہو اور دور۔ نگاہ جہاں تک کام کرتی ہو۔ افق میں تیکھا پن پیدا ہو گیا ہو... ہاں ایک ایسے دن، جو جاں فزا ہو مگر ٹھنڈا نہ ہو۔ دھوپ میں نہایا ہوا، مگر گرم نہ ہو۔

تاتیانا: خواب! خواب! شاید تم، نیل، شششکن اور تمہارے جیسے دوسرے لوگ خواب پر جی سکتے ہیں۔ لیکن میں نہیں جی سکتی۔

تسویتاوا: لیکن یہ محض خواب نہیں ہے...

تاتیانا: مجھے کبھی بھی کوئی کوئی چیز سچی نہیں لگی۔ کچھ بھی نہیں۔ ہاں سوائے اپنی ذات اور ان دیواروں کے۔ جب میں کہتی ہوں ''ہاں'' یا ''نہیں''، تو میں کسی یقین یا اعتقاد کی وجہ سے نہیں کہتی۔ بلکہ صرف اس لئے کہ مجھے کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی ہے۔ اور بعض مرتبہ جب میں کہتی ہوں ''نہیں''، تو میں چونک جاتی ہوں اور سوچتی ہوں کیا میں نے ٹھیک کہا، کیا مجھے ''ہاں'' نہیں کہنا چاہئے تھا؟

تسویتائے وا: تمہیں اس طرح مزا آتا ہے۔ دل پر ہاتھ رکھ کے کہنا: یہ ''دورخی زندگی'' تمہارا من لبھاتی ہے نا؟ یا شاید تم کسی چیز پر یقین کرتے ہوئے ڈرتی ہو۔ کیونکہ یقین کرنے کا مطلب ہوتا ہے اپنے اوپر کچھ فرض عائد کرنا۔

تاتیانا: نہیں جانتی... بس میں نہیں جانتی۔ تم مجھے اپنا ہم خیال بنا لو۔ تم لوگ دوسروں کو اپنا ہم خیال بنا لیتے ہو۔ (آہستہ سے ہنستی ہے) مجھے ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے جو تمہاری باتوں میں آجاتے ہیں۔ آخر یہ خیال کی ہی بسائی ہوئی جنت ہے نا؟ زندگی جنم سے ایسی ہے اور ہمیشہ ایسی ہی رہے گی۔ دھواں دھواں، گھٹی گھٹی۔

تسویتائے وا (مسکراتے ہوئے): کیا سچ ایسی ہی رہے گی؟ شاید نہیں؟

پولیا (جیسے اپنے آپ سے): بے شک نہیں۔

تاتیانا: کیا کہا تم نے؟

پولیا: میں نے کہا زندگی ہمیشہ ایسی نہیں رہے گی۔

تسویتائے وا: بہت خوب، میری بلبل!

تاتیانا: لو یہ رہی تمہاری امت کی ایک اور پجارن! لیکن اس سے پوچھو تو آخر یہ ویسی کیوں نہیں رہے گی؟ آخر اسے کون بدلے گا؟ اس سے پوچھ دیکھو!

پولیا (آہستہ آہستہ اس کے پاس جاتے ہوئے): بات یہ ہے کہ ابھی زندگی کا سکھ سب کے لئے نہیں ہے۔ بہت کم لوگ سچ مچ زندہ رہتے ہیں۔ بہتوں کو زندہ رہنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ ان کا سارا وقت کام کرنے اور روٹی کمانے میں چلا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ بھی...

ششکن (تیزی سے آتا ہے): سبھی کو سلام! (پولیا سے) آداب بجالاتا ہوں، اے بادشاہ دون کان کی سنہرے بالوں والی دختر نیک اختر!

پولیا: کون سے بادشاہ کی؟

ششکن: پکڑی گئیں نا! اچھا تو تم نے ہائنے کی کتاب نہیں پڑھی جو دو ہفتے ہوئے میں تمہیں دے گیا تھا؟ آداب بجالاتا ہوں تاتیانا واسیلی ونا!

تاتیانا (ہاتھ بڑھاتے ہوئے): کتابوں کے لئے اس کے پاس وقت نہیں۔ وہ شادی رچانے والی ہے۔

ششکن: شادی، اچھا؟ کس سے؟

تسویتائے وا: نیل سے۔

ششکن: پھر تو میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ لیکن ویسے مجھے شادی میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔ گھر بار سنبھالو، بچوں کو پالو پوسو، ہر طرح کی ریں ریں ٹیں ٹیں... ہونہہ، آج کے زمانے میں شادی...

تاتیانا: بس بس! ہماری جان بخش دو! اس مسئلے پر ہم تمہاری رائے سن چکے ہیں۔

ششکن: بہت اچھا۔ چلو معاف کیا۔ میرے پاس خود ہی وقت نہیں۔ (تسویتائے وا سے) کیا تم میرے ساتھ چل رہی ہو؟ بہت خوب! پیوتر کہاں ہے؟

پولیا: اوپر۔

ششکن: ہوں... نہیں، میں اس سے ملنے نہیں جاؤں گا۔ تاتیانا واسیلی ونا تم یا تم پولیا اس سے کہہ دینا کہ میں... ار... وہ پروخوروف والا ٹیوشن... میرا مطلب ہے۔ میرے پاس اب کوئی ٹیوشن نہیں۔

تسویتائے وا: پھر وہی راگ! واقعی تمہاری قسمت بری ہے۔ تاتیانا: کیا تم اس سے جھگڑ لئے؟

ششکن: نہیں کوئی خاص نہیں۔ میں نے شرافت برتنے کی کوشش کی۔

تسویتائے وا: لیکن یہ سب ہوا کیسے؟ میں سمجھے بیٹھی تھی کہ تم پروخوروف سے خوش ہو گے۔

ششکن: میں خوش تھا۔ مارو گولی۔ اور سچ پوچھو تو وہ بہتوں سے بہتر ہے۔ وہ احمق نہیں۔ لیکن بڑا شیخی باز ہے۔ بے پر کی اڑاتا ہے۔ اور... (اچانک بھڑک کر) درندہ ہے درندہ!

تاتیانا: مجھے ڈر ہے کہ اس کے بعد پیوتر تمہیں کوئی ٹیوشن نہیں دلوائے گا۔

ششکن: شاید وہ مجھے پر خفا ہو جائے۔

تسویتائے وا: آخر تم اور پروخوروف لڑے کیوں؟

ششکن: کیا تم یقین کرو گی؟ جی، کھلا کہ آپ بھی یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں۔

تاتیانا: اس سے تمہیں کیا؟

ششکن: مگر یہ گھٹیا بات ہے! ایک ایسا آدمی جو مہذب بنتا ہے اس طرح کے جذبات کیسے رکھ سکتا ہے۔ وہ گھٹیا بورژوا ہے اور بس! ذرا اسی مثال کو لے لو۔ اس کی نوکرانی اتوار کے اتوار اسکول جانے لگی۔ بہت اچھی بات! خود اس نے ان اسکولوں کے فائدوں پر پورا لکچر پلا دیا مجھے... خدا جانتا ہے، میں نے ہرگز اس کی التجا نہیں کی تھی۔ اس نے تو یہاں ڈینگ ماری کہ اس تحریک کے چلانے والوں میں وہ خود ہے۔ اچھا، اتوار کو آپ گھر تشریف لاتے ہیں۔ بس غضب ہو گیا! لیجئے نوکرانی نہیں بلکہ آیا دروازہ کھولتی ہے! نوکرانی کہاں ہے؟ آپ پوچھتے ہیں۔ آیا کہتی ہے: اسکول میں۔ پھر مت پوچھئے کیسی قیامت آتی ہے! اللہ دے اور بندہ لے! نوکرانی کی پڑھائی لکھائی ٹھپ ہو گئی۔ کیوں پسند آیا یہ قصہ؟

(تاتیانا کندھے جھٹکاتی ہے اور کچھ نہیں بولتی۔)

تسویتائے وا: زبان کیا ہے، قینچی ہے قینچی!

ششکن: جانے کہاں سے پیوتر ہمیشہ میرے لئے چھٹے ہوئے کمینوں کو ڈھونڈ نکالتا ہے۔

تاتیانا (رکھائی سے): اگر میں غلطی نہیں کر رہی تو وہ خزانچی تمہیں پسند تھا جسے تم پڑھاتے تھے۔

ششکن: ہاں مجھے پسند تھا۔ وہ خاصا بھلا مانس، خاصا شریف بڈھا ہے۔ مگر ہے سکوں کا دیوانہ۔ وہ ہمیشہ تانبے کا کوئی سکہ نکالتا اور میری ناک کے آگے اچھالنے لگتا اور بکتا رہتا، لو یہ سیزر ہے، لو یہ دیادوخ ہے اور یہ رہا فرعون اپنی رتھ میں سوار۔ میں جب تک جھیل سکتا تھا، جھیلتا رہا اور جب نہ رہا گیا تو میں نے اس کہا "سنو ویکنتی واسیلی وچ، تم اپنا وقت محض بکواس پر ناس کر رہے ہو۔ کیوں، سڑک پر پڑا ہوا کوئی بھی پتھر تمہارے ان تماسکوں سے زیادہ پرانا ہے۔" بڑے میاں کے سینے پر گھونسہ ہی تو لگ گیا۔ کہنے لگا

’’کیاتم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اپنی زندگی کے پندرہ برس محض بکواس پر برباد کرتا رہا ہوں؟‘‘ ظاہر ہے انکار کیسے کیا جا سکتا تھا، اس لئے... جب اس نے میرا حساب کیا تو آدھا روبل مار لیا۔ میرا خیال ہے، اس نے اپنے خزانے کے لئے رکھ چھوڑا ہوگا۔ لیکن یہ کوئی ایسی بات نہ تھی۔ پر یہ پروخوروف والا معاملہ... ہونہہ (منہ بگاڑ کر) میرے جیسا آدمی ہونا بڑی کمبختی ہے۔ (تیزی سے) ماریا نکی تیشنا دیر ہوگئی، اب چلنا چاہئے۔

تسو یتائے وا: میں تیار ہوں۔ خدا حافظ تاتیانا۔ کل اتوار ہے۔ میں آؤں گی اور صبح ملوں گی۔

تاتیانا: شکریہ۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ میں جھاڑ جھنکاڑ ہوں اور تم لوگوں کے تلووں میں چبھتی رہتی ہوں... مجھ میں کوئی خوبصورت، کوئی کام کی بات نہیں... میں زمین پر صرف اس لئے اگی ہوں کہ لوگوں کے راستے میں رکاوٹ بنوں، راہگیروں کے قدموں سے لپٹ لپٹ جاؤں۔

ششکن: اف، کتنا بھیانک خیال ہے!

تسو یتائے وا: تاتیانا، تمہارے منہ سے یہ باتیں سن کر دل کو تکلیف ہوتی ہے۔

تاتیانا: لیکن ذرا سنو تو۔ میں سوچتی ہوں، بلکہ میں جانتی ہوں... ہاں، آخر میں ایک کڑوں سچائی جانتی ہوں۔ ایک ایسا آدمی جس کا کوئی عقیدہ نہیں، جینے کے قابل نہیں۔ اسے مر جانا چاہئے۔

تسو یتائے وا (مسکراتے ہوئے): کیا مرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں؟ شاید مرنا ضروری نہیں؟

تاتیانا: تم میرا مذاق اڑا رہی ہو۔ کیا تمہارے کرنے کو کوئی بہتر دھندا نہیں؟

تسو یتائے وا: لیکن میری مینا میں مذاق نہیں کر رہی ہوں۔ یہ تمہاری بیماری ہے جو تم سے ایسی باتیں کہلواتی ہے۔ تم تھک گئی ہو اور بیمار ہو۔ خیر اس وقت خدا حافظ۔ اور ہرگز یہ نہ سوچنا کہ ہم ایسے کٹھور اور سنگ دل ہیں۔

تاتیانا: جاؤ، جاؤ۔ خدا حافظ!

ششکن (پولیا سے): اچھا، بتاؤ تم ہائے کی کتاب کب پڑھوگی؟

اوہ، میں تو بھول ہی گیا، تمہارا بیاہ ہونے والا ہے۔ میں اس کے خلاف کچھ کہتا، لیکن خیر۔ خدا حافظ!

(وہ تسو یتائے وا کے پیچھے پیچھے جاتا ہے۔ وقفہ۔)

پولیا: میرا خیال ہے عبادت جلد ہی ختم ہونے والی ہے۔ کیا سماور لانے کو کہوں؟

تاتیانا: میں نہیں سمجھتی کہ ابا اور اماں چائے پیئیں گے۔ پر جو جی چاہے کرو۔ (رکتی ہے) پہلے خاموشی سے دم گھٹنے لگتا تھا اور اب اس کے لئے تڑپتی رہتی ہوں۔

پولیا: کیا تمہارے دوا کھانے کا وقت نہیں ہوا ہے؟

تاتیانا: ابھی نہیں۔ اف کتنا شور، کتنا ہنگامہ ہوا۔ شِشکن بہت شور مچاتا ہے۔

پولیا (اس کے پاس جاتی ہے): وہ بہت اچھا ہے۔

تاتیانا: نیک دل ہے، مگر ذہن نہیں۔

پولیا: بڑی ستھری طبیعت کا ہے۔ آدمی دلیر ہے۔ جہاں کہیں بے انصافی نظر آئی۔ جھٹ اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا۔ دیکھا وہ اس نوکرانی کے لئے کس طرح تن کر کھڑا ہو گیا؟ بہتوں کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی کہ امیروں کے نوکر کرانیاں کس طرح زندگی کاٹتے ہیں۔ اور اگر وہ سوچیں بھی تو ان کی خاطر ایک بھلی بات کہنے کی زحمت نہیں اٹھائیں گے۔

تاتیانا (پولیا کو دیکھے بغیر): نیل سے بیاہ کرتے تمہیں ڈر نہیں لگتا پولیا؟

پولیا (حیران): کیوں، ڈر کیوں لگتا بھلا؟ بے شک نہیں لگتا۔

تاتیانا: خیر، تمہاری جگہ میں ہوتی تو ضرور جی ہولتا میرا۔ میں تم سے یہ اس لئے کہتی ہوں کہ میں... چاہتی ہوں... تمہیں۔ تم اس کی طرح نہیں ہو۔ تم ایک بھولی بھالی، سیدھی سادی لڑکی ہو۔ لیکن اس نے بہت سی کتابیں چاٹ رکھی ہیں۔ وہ پڑھا لکھا ہے۔ کون جانے اس کا جی تم سے اچاٹ ہو جائے۔ کبھی تم نے سوچا ہے اس کے بارے میں، پولیا؟

پولیا: نہیں۔ میں جانتی ہوں وہ مجھے چاہتا ہے۔

تاتیانا (چڑچڑاتے ہوئے): ہاں جیسے کوئی یہ بات جان ہی تو سکتا ہے!

(تیتی ریف سماور لئے ہوئے آتا ہے۔)

پولیا: شکریہ۔ میں دودھ لینے چلی۔ (چلی جاتی ہے۔)

تیتی ریف (اس کے چہرے پر اترتے خمار کی جھلک ہے): میں باورچی خانے کی طرف سے آ رہا تھا۔ استپانیدا نے پکڑ لیا اور کہا سماور لیتے جاؤ۔ کہنے لگی ''مہربانی کرو، میں تمہیں اس کے بدلے مربہ دوں

گی۔ بڑا رسیلا مربہ۔'' اپن کے تو منہ میں پانی بھر آیا۔ زمانے بھر کا پیٹو جو ٹھہرا۔

تاتیانا: کیا تم عبادت میں گئے تھے؟

تیتی ریف: نہیں۔ آج میں نہیں گیا۔ میرا سر دکھ رہا ہے۔ تم کیسی ہو، جی اچھا ہے نا؟

تاتیانا: ہاں، شکریہ۔ دن میں بیس بار لوگ مجھ سے یہی پوچھتے ہیں۔ میرا جی اور بھی اچھا ہوتا اگر اس گھر میں اتنا شور نہ ہوا کرتا۔ یہ اودھم، یہ دھما چوکڑی۔ اس سے میرا جی بگڑنے لگتا ہے... ہر آدمی چیخ رہا ہے، دوڑ رہا ہے، بھاگ رہا ہے۔ ابا کو جب دیکھو نیل پر برس رہے ہیں، اماں کو جب دیکھو ٹھنڈی سانس بھر رہی ہیں اور میں یہاں پڑی پڑی صرف تماشہ دیکھتی رہتی ہوں...اور اس چیز کا کوئی مطلب میری سمجھ میں نہیں آتا جسے لوگ۔ یہ سب لوگ۔ زندگی کہتے ہیں۔

تیتی ریف: کیوں نہیں؟ زندگی عجیب دھندا ہے، عجیب! میں ٹھہرا مسافر، پردیسی۔ دنیا کے دھندوں سے مجھے کوئی مطلب نہیں۔ میں تو محض تماشائی ہوں تماشا دیکھنے کو جیئے جا رہا ہوں۔ پھر بھی میں دیکھتا ہوں کہ زندگی ایسی بے مزہ بھی نہیں۔

تاتیانا: جانتی ہوں تم اس سے کچھ نہیں مانگتے۔ لیکن تمہیں اس میں دلچسپ کیا بات نظر آتی ہے؟

تیتی ریف: لوگ زندگی کے سر تال ٹھیک کرتے رہتے ہیں۔ مجھے اس وقت بڑا اچھا لگتا ہے جب پردہ اٹھنے سے پہلے سنگیت کار اپنے سازوں کے تار کستے اور سر ملاتے ہیں۔ کانوں میں سر پڑتا ہے۔ بعض مرتبہ کومل لے پھوٹ کر بکھر جاتی ہے۔ دل تڑپنے لگتا ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا، کیا تماشہ سامنے آتا ہے، گانے والا کون ہوگا، اوپیرا کس چیز کے بارے میں ہوگا۔ سو یہی حال یہاں کا ہے۔ لوگ سر تال ٹھیک کر رہے ہیں۔

تاتیانا: یہ بات تھیٹر کے بارے میں تو سچی ہو سکتی ہے۔ کنڈکٹر اندر آتا ہے، اپنی چھڑی اٹھاتا ہے اور سازندے گھسی پٹی پرانی اور مریل دھن چھیڑا اٹھاتا ہے اور سازندے گھسی پٹی پرانی اور مریل دھن چھیڑ دیتے ہیں۔ پر یہاں؟ یہاں کے لوگ کون سا راگ چھیڑ سکتے ہیں؟ مجھے تو لگتا ہے کوئی بھی نہیں۔

تیتی ریف: بے ہنگم دھما چوکڑی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

تاتیانا: وقت بتائے گا۔ (رکتی ہے۔ تیتی ریف پائپ سلگاتا ہے) تم پائپ کیوں پیتے ہو، سگریٹ کیوں نہیں پیتے؟

تیتی ریف: زیادہ آرام رہتا ہے۔تم جانو میں ٹھہرا آوارہ۔ سال کے زیادہ مہینے تو سڑک کی دھول پھانکتے کٹ جاتے ہیں۔ میں جلد ہی پھر اپنی راہ لوں گا۔ادھر جاڑے کے قدم جمے اور ادھر بندہ سدھارا۔

تاتیانا: کہاں؟

تیتی ریف: میں نہیں جانتا۔کہیں بھی۔

تاتیانا: دیکھنا کہیں شراب میں دھت گڑھے میں لڑھک جاؤ گے اور وہیں ٹھٹھر کر اللہ کو پیارے ہو جاؤ گے۔

تیتی ریف: میں سفر میں کبھی نہیں پیتا۔اگر میں ٹھٹھر کر مر بھی گیا تو کون سی قیامت آجائے گی؟ ایک جگہ پڑے پڑے سڑنے سے اچھا ہے آدمی سفر میں ٹھٹھر کر مر جائے۔

تاتیانا: کیا تمہارا اشارہ میری طرف ہے؟

تیتی ریف (گھبرا کر اچھلتے ہوئے): خدا کی پناہ،نہیں! آخر تم ایسی بات کیسے سوچ سکتی ہو؟ میں اتنا ظالم نہیں ہوں!

تاتیانا (مسکراتا ہوئے): چلو پریشان نہ ہو۔ میں برا نہیں مانتی۔ درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا۔ مجھے کیا۔ (تلخی سے) لگتا ہے سب کو یہ معلوم ہے۔ نیل، پولیا، ایلینا، ماشا۔ یہ سب مجھ سے ان میرزادوں کی طرح برتاؤ کرتے ہیں جو لذیذ کھانے اڑاتے ہیں اور انہیں دور دوران بھکاریوں کا خیال بھی نہیں آتا جو انہیں کھاتے ہوئے دیکھتے رہتے ہیں۔

تیتی ریف (منہ بناتا ہے اور دانت بھینچ کر بولتا ہے): آخر تم اپنے آپ کو اتنا کیوں گراتی ہو؟ تمہیں اور زیادہ خودداری سے کوف لینا چاہئے۔

تاتیانا: آؤ ہم کوئی اور بات کریں۔ (رک جاتی ہے) تم کچھ مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔تم کبھی بھی اپنے بارے میں نہیں بتاتے۔کیوں نہیں بتاتے؟

تیتی ریف: یہ ایک بہت بڑا مگر پھیکا اور بے رنگ موضوع ہے۔

تاتیانا: اچھا مجھے یہ بتاؤ: آخر تم نے زندگی کا عجیب راستہ کیوں اپنایا ہے؟ مجھے تو لگتا ہے کہ تم آدمی تیز اور گن والے ہو۔آخر تم وہ کیسے بنے جواب دکھتے ہو؟

تیتی ریف (دانت نکالتا ہے): اگر میں اپنی زبان سے سناؤں تو داستان بہت لمبی ہو جائے گی اور

تم تھک جاؤ گی۔

رنج و الم اٹھائے، عیش و نشاط دیکھا
آئے نہیں ہیں یونہی انداز بے حسی کے

یہ ایک سادہ سی بات ہے لیکن بڑی من موہنی۔ میں اتنا کہہ دوں روس میں ایک آوارہ یا شرابی کو گمبھیر اور ایمان دار آدمی سے زیادہ دماغی سکون حاصل ہے۔ (پیوتر اور نیل داخل ہوتے ہیں) صرف ایسے لوگ اس دنیا میں اپنا راستہ بنا سکتے ہیں جو تلوار کی طرح سخت اور تیز ہوں۔ ارے نیل! تم کہاں رہے؟

نیل: اسٹیشن پر۔ ایک لڑائی میں ابھی ابھی میری دن جیت ہوئی ہے۔ وہ جو تھا نا میرا کدو جیسے سر والا افسر...

پیوتر: میں جانتا ہوں کسی نہ کسی دن تمہارا ڈبہ گول ہوگا۔

نیل: میں کوئی اور دھندا ڈھونڈ لوں گا۔

تا تیانا: پیوتر، جانتے ہو، ششکن پروخوروف سے لڑ لیا اور تمہیں خود بتاتے اسے شرم آئی۔

پیوتر (جھنجلا کر): جہنم میں جائے! حد ہوگئی! اب میں پروخوروف کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ اور اس سے بھی بری یہ کہ اب میں کسی دوسرے کی مدد نہیں کر سکوں گا۔ اب میں جس کسی کی سفارش کروں گا اسے پروخوروف دھتا بتا دے گا۔

نیل: اتنی جلدی نہ کرو۔ تم ابھی یہ بھی نہیں جانتے کہ حق پر کون ہے۔

پیوتر: ہاں میں جانتا ہوں!

تا تیانا: ششکن کو جب معلوم ہوا کہ پروخوروف یہودیوں سے نفرت کرتا ہے تو اس کے دل کو بڑا صدمہ ہوا۔

نیل (ہنستا ہے): خدا اس کا بھلا کرے!

پیوتر: ہاں تمہیں تو وہ دیوتا نظر آئے گا ہی! تم بھی دوسروں کے خیال کا کب پاس کرتے ہو۔

نیل: کیا تم یہودیوں سے نفرت کرنے والوں کی عزت کرتے ہو؟

پیوتر: میں کسی پر بھی ہاتھ نہیں ڈال سکتا چاہے وہ کسی بھی خیال کا آدمی ہو۔

نیل: میں تو ڈالوں گا۔

تیتی ریف (باری باری سے دونوں کو دیکھتا ہے): تو پھر آگے بڑھو اور کر دکھاؤ۔

پیوتر: تمہیں کس نے اس کا حق دیا ہے؟

نیل: کسی نے نہیں۔ حق دیا جاتا، لیا جاتا ہے۔ اگر آدمی چاہتا ہے کہ وہ فرائض کے بوجھ تلے کچل کر نہ رہ جائے تو اسے چاہئے کہ اپنے لئے حق حاصل کرے۔

پیوتر: اف میں کہتا ہوں!

تاتیانا (التجا کرتے ہوئے): لڑنا بند کرو! ہائے یہ لڑائی ختم ہونے کو نہیں آتی! کیا تم تھک نہیں چکتے؟

پیوتر (خود کو روکتے ہوئے): معاف کرو۔ میں پھر نہیں لڑوں گا۔ لیکن یہ سچ ہے کہ شِشکن نے مجھے ایک بڑی الجھن میں...

تاتیانا: میں جانتی ہوں۔ وہ احمق ہے۔

نیل: وہ بھلا آدمی ہے۔ وہ اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ کوئی اس کے پیروں کو کچلتا ہوا گزر جائے۔ لیکن ضرورت پڑے تو دوسروں کے پیروں کو کچلنے میں وہ ذرا نہ جھجکیگا۔ اپنی قدر و قیمت جاننا تو بڑی اچھی بات ہے۔

تاتیانا: تمہارا مطلب ہے بچوں جیسی حرکت کرنا بڑی اچھی بات ہے؟

نیل: نہیں میرا مطلب یہ نہیں۔ لیکن یہ بات اچھی ہے۔ چاہے جو جی چاہے کہو۔ بچپن یا کچھ اور۔

پیوتر: بکواس...

نیل: کیا تم یہ سمجھتے ہو؟ اگر ایک آدمی اپنی روٹی کا آخری ٹکڑا بھی اس لئے پھینک دے کہ روٹی دینے والا ہاتھ گھناؤنا ہے تو اسے بکواس سمجھتے ہو؟

پیوتر: اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ زیادہ بھوکا نہیں۔ اوہ، ظاہر ہے، تم تو انکار کرو گے ہی، چور کا بھائی گرہ کٹ۔ تم دونوں میں ایک ہی جیسا بچپن ہے۔ تم بھی ادھار کھائے بیٹھے رہتے ہو۔ موقع ملا نہیں کہ بات بے بات ابا پر جتا دیا: لو دیکھو میرے دل میں تمہاری ذرا عزت نہیں۔ آخر تم ایسا کیوں کرو؟

نیل: کیوں نہ کروں؟

تیتی ریف: سفید جھوٹ بولنا شرافت کا تقاضا ہے، میرے دوست

پیوتر: اس سے ہاتھ کیا آتا ہے؟ مجھے بتاؤ۔

نیل: ہم ایک دوسرے کو کبھی نہیں سمجھ سکیں گے۔ میں اور تم۔ بہرے کے آگے بین کیوں بجاؤں؟ تمہارے ابا میاں کی ہر ہر بات اور ہر کرتوت سے گھن آتی ہے مجھے۔

پیوتر: ہوسکتا ہے، مجھے بھی آتی ہو، لیکن میں اس کا ڈھول نہیں پیٹتا اور تم ہو کہ اس کی نمائش پر تلے رہتے ہو۔ اور وہ اس کا بخار ہم پر نکالتے ہیں۔ میری بہن اور مجھ پر۔

تاتیانا: اف، بس بھی کرو۔

(نیل اس کی طرف نظر اٹھاتا ہے اور میز تک جاتا ہے۔)

پیوتر: کیا ان باتوں سے تم اس قدر پریشان ہوجاتی ہو؟

تاتیانا: مجھے اکتاہٹ ہوتی ہے۔ وہی مرغے کی ایک ٹانگ، وہی رٹ، بار بار۔

(پولیا دودھ کا جگ لئے ہوئے اندر آتی ہے اور اس کی آنکھوں میں نیل کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی خواب ناک مسکراہٹ کھب کے رہ جاتی ہے۔)

پولیا: بالکل سادھو دکھتا ہے، ہے نا؟

تیتی ریف: آخر یہ شہد بھری مسکراہٹ کیوں؟

نیل: وہ ذرا یاد آرہا تھا۔ آج میں نے اپنے افسر پر زبان کے ایسے کوڑے کڑکائے ہیں کہ وہ بھی کیا یاد کرے گا۔ بڑی مزے دار ہماری زندگی بھی۔

تیتی ریف (کھرجدار آواز میں): آمین!

پیوتر (کندھے جھٹکتے ہوئے): ہر طرف روشنی ہی روشنی دیکھنے والے یہ لوگ جنم کے اندھے ہیں کیا؟ آخر بات کیا ہے؟

نیل: میں نہیں جانتا۔ تمہارا جو جی چاہے کہو۔ لیکن میں تو سچ مچ زندگی کا لطف اٹھاتا ہوں۔ (اٹھتا ہے اور ٹہلتا ہے) زندگی بڑی شاندار چیز ہے!

تیتی ریف ہاں بے شک۔

پیوتر: اگر تم ایمانداری سے بات کررہے ہو تو پھر تم دونوں مسخرے ہو۔

نیل: اور تم... تم میری میری سمجھ میں بالکل نہیں آتے۔ سب جانتے ہیں تو محبت میں گرفتار ہو اور وہ

بھی تم کو چاہتی ہے۔ کیا یہ کافی نہیں تمہارے لئے؟ کیا تمہارا جی قلا بازیاں کھانے کو نہیں چاہتا؟ اس طرح تم کو کچھ تو خوشی حاصل ہو جاتی؟

(پولیا بڑے غرور کے ساتھ سماور کے پیچھے سے سب کو دیکھتی ہے۔ تا تیانا صوفے پر کروٹ لیتی ہے اور نیل کے چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ تیتی ریف پائپ سے راکھ جھاڑتا ہے اور مسکراتا ہے۔)

پیوتر: تم بھولتے ہو۔ اول تو طالب علموں کو شادی کرنے کی اجازت نہیں۔ دوسرے مجھے اپنے ماں باپ سے ایک گھمسان کی جنگ لڑنی ہے۔ اور تیسرے...

نیل: خدا کی پناہ! اس سے مہمل بھی کوئی بات ہوئی ہوگی دنیا میں؟ پیوتر تمہارے سامنے بس ایک ہی راستہ ہے۔ گریبان چاک کر کے کسی جنگل کی طرف بھاگ جاؤ!

(پولیا مسکراتی ہے۔)

تا تیانا: مسخرا بننے کی کوشش نہ کرو، نیل!

نیل: تم غلط راستے پر ہو پیوتر۔ تم کسی کے عشق میں گرفتار نہ بھی ہو تو پروا نہیں۔ زندگی بہر حال شاندار ہے۔ چاہے خزاں کی رات ہو، اور تم گھڑ گھڑاتے ہوئے انجن میں ہو، موسلا دھار پانی برس رہا ہو، زوروں کے جھکڑ چل رہے ہوں... یا چاہے جاڑے کی رات ہو، برف کا طوفان گرج رہا ہو، برف کا طوفان گرج رہا ہو، برف نے دنیا کو آنکھوں سے بالکل اوجھل کر دیا ہو اور تمہیں دبائے دے رہی ہو۔ ہاں چاہے کچھ ہو زندگی ہر حال میں شاندار ہے۔ ایسی رات میں کسی انجن میں بیٹھنے سے تو تھکن ہوتی ہے... اس میں تھکن بھی ہے اور خطرہ بھی۔ اور پھر بھی اس میں اپنی کشش ہے۔ صرف ایک چیز ایسی ہے جس میں کوئی کشش نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ایمان دار لوگوں پر سوار اپنا سکہ چلائیں، چور اور کمینے حکم چھانٹیں۔ لیکن زندگی صرف ان کے لئے نہیں ہے۔ یہ تو آنی جانی ہیں، گزر جائیں گے۔ مٹ جائیں گے، جس طرح ایک تندرست جسم سے ناسور مٹ جاتا ہے۔ ریلوے کا کوئی ٹائم ٹیبل ایسا نہیں جو نہیں بدلتا ہو۔ ہر چیز بدلتی ہے، ہر چیز بدلتی ہے۔

پیوتر: ہم نے تمہارے یہ بھاشن بہت سنے ہیں۔ ذرا رک جاؤ دیکھو زندگی کیا جواب دیتی ہے۔

نیل: زندگی مجھے وہی جواب دے گی جو میں چاہوں گا۔ تم مجھے ڈرا نہیں سکتے۔ میں تم سے زیادہ

اچھی طرح جانتا ہوں کہ زندگی کٹھن ہے، کبھی کبھی زندگی بڑے ستم ڈھاتی ہے۔ آدمی کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ میں جانتا ہوں ایک وحشی اور بے لگام قوت لوگوں کو دبا اور کچل رہی ہے۔ میں جانتا ہوں اور مجھے اس سے نفرت ہے۔ اس سے میرا خون کھولتا ہے۔ چیزیں جیسی ہیں میں ان کو اسی طرح قبول کر لینا نہیں چاہتا۔ زندگی ایک اہم چیز ہے۔ اس کا روپ رنگ بگڑا ہوا ہے۔ اس کو ٹھیک ٹھاک کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑے گا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کوئی سورما نہیں ہوں، میں صرف جیالا اور ایمان دار آدمی ہوں۔ اور پھر بھی میں کہتا ہوں: دیکھنا آخر میں جیت ہماری ہوگی! میں سارا کس بل زندگی کو بدلنے کی تمنا پوری کرنے میں لگا دوں گا۔ میں خود کو اس کے بیچ بھنور میں ڈال دوں گا۔ کبھی میں اس طرف دھکیلوں گا، کبھی اس طرف اسے سانچے میں ڈھالوں گا، ایک چیز کے لئے راستہ صاف کروں گا، دوسری کی راہ میں پہاڑ بن جاؤں گا۔ اسی کا نام زندگی ہے! یہی ہے زندگی کی ترنگ!

تیتی ریف (ہنستے ہوئے): اسی میں علم کا راز پوشیدہ ہے۔ اسی میں فلسفے کا سبق چھپا ہوا ہے۔ اور باقی سارے دوسرے فلسفے ڈھونگے ہیں، زبانی جمع خرچ۔

ایلینا (دروازے سے): آخر یہ چیخم دھاڑ کیسی مچی ہوئی ہے، یہ ہاتھ ہوا میں کیوں لہرا رہے ہیں؟

نیل (اس کی طرف لپکتے ہوئے): لو یہاں ہے ایک ہستی جو میری بات سمجھے گی! میں ابھی ابھی زندگی کا ترانہ گا رہا تھا۔ ان کو بتا دو کہ زندگی میں کتنا لطف ہے۔

پولیا (آہستہ سے): اف ہاں، بڑا لطف ہے، بڑی خوشی!

ایلینا: کیا کسی کو اس میں شبہ ہے؟

نیل: (پولیا سے): میری پیاری کبوتری؟

ایلینا: چلو ہٹو، میرے سامنے عشق کا کوئی کھیل نہیں!

پیوتر: خدا جانے اس کو کیا ہو گیا ہے۔ پی لی ہوگی۔

(تاتیانا سر صوفے کی پشت پر گرا دیتی ہے اور ہاتھوں سے منہ چھپا لیتی ہے۔)

ایلینا: اچھا تو تم چائے کا دور چلانے والے ہو؟ اور میں تم سے کہنے آئی تھی، آؤ میرے ساتھ چائے پی لو۔ اچھا، تو اب میں تمہارے ساتھ چائے پی لو۔ اچھا، تو اب میں تمہارے ساتھ پی لونگی چائے۔ آج یہاں کی فضا خوشگوار ہے۔ (تیتی ریف سے) اے میرے بڈھے اور کائیاں الو، تم ہی ایک ایسے ہو یہاں

پراوس پڑی ہوئی ہے۔ایسا کیوں؟

تیتی ریف: میں اوروں کی طرح خوش ہوں۔البتہ جب میں خوش ہوتا ہوں تو چپ ہو جاتا ہوں اور جب غمگین ہوتا ہوں تو خوب شور مچاتا ہوں۔یہ مجھے اچھا لگتا ہے۔

نیل: تمہارے بڑے، چالاک اور بگڑے ہوئے کتوں کی طرح۔

ایلینا: میں نے تم کو کبھی نہ خوش دیکھا نہ اداس۔ہمیشہ فلسفیانہ شان میں۔کیوں لوگ کیا خیال ہے تمہارا۔تم کیا سمجھتی ہو تانیا؟۔وہ مجھے فلسفہ پڑھا رہا ہے! پچھلی رات اس نے مجھے بنیاد کے قانون پر پورا ایک لیکچر پلا دیا۔اوہ میں تو سب بھول بھال گئی۔ان قانون میں کیسی کیسی باتیں ہیں؟ بتاؤ، ایں؟

تیتی ریف (مسکراتے ہوئے): زندگی کے تمام سوتے۔پھوٹتے ہیں...

ایلینا: سنا تم نے کتنی عقل کی باتیں سیکھ رہی ہوں میں! میں سمجھتی ہوں تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ یہ قانون کسی...کسی...دانت کی نمائندگی کرتا ہے۔یاد رہے ''نمائندگی'' ایک فلسفیانہ اصطلاح ہے...دانت کی کیونکہ دانت کی بھی چار جڑیں ہوتی ہیں۔کیا میں ٹھیک کہہ رہی ہوں؟

تیتی ریف: میں کون ہوتا ہوں اعتراض کرنے والا؟

ایلینا: ہاں، بے شک۔ذرا کوشش کر دیکھو: پہلی جڑ (اور ممکن ہے کہ پہلی جڑ نہیں) بنیادی سبب ہے۔وجود کیا ہے۔یہ مادہ ہے ہیئت کے روپ میں۔مجھے لے لو۔میں مادہ ہوں جس نے (ہاں بے سبب نہیں) وجود سے محروم ہوں۔وجود جاوداں ہے۔لیکن مادہ روپ میں زمین پر ابھرتا ہے اور پھر۔مٹ جاتا ہے۔ٹھیک کہا نا میں نے؟

تیتی ریف: ہاں چلے گا۔

ایلینا: اس کے علاوہ میں جانتی ہوں، وجوہات کے رشتے نام کی چیزیں ہوتی ہیں۔ایک ہے a priori اور دوسری a posteriori۔ لیکن یہ ہیں کیا بلا، چاہے میری جان لے لو، یاد رکھنا میرے بس کا روگ نہیں۔اگر یہ ساری عقل میں نے اپنی کھوپڑی میں ٹھونس لی تو گنجی ہو جاؤں گی۔لیکن اس سارے فلسفے سے ایک سب سے بڑا مسئلہ پیدا ہوتا ہے: آخر تم یہ کیا مصیبت پڑی تھی تیرینتی کہ تم نے مجھے فلسفہ پڑھانے کا بیڑا اٹھالیا؟

تیتی ریف: پہلی وجہ یہ کہ شاید اس وجہ میں مزا نہ آئے۔

تیتی ریف: دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی جب فلسفہ بگھارتا ہے تو جھوٹ نہیں بول سکتا کیونکہ فلسفہ محض تصور کی اڑان ہے۔

ایلینا: شکریہ۔ دوسری وجہ یہ کہ شاید اس وجہ میں مزا نہ آئے۔

تیتی ریف: دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی جب فلسفہ بگھارتا ہے تو جھوٹ نہیں بول سکتا کیونکہ فلسفہ محض کی اڑان ہے۔

ایلینا: یہ ساری باتیں میرے سر پر سے گزر گئیں۔ ارے، ہاں، تانیا! تمہارا کیا حال ہے؟ (جواب کا انتظار کئے بغیر) پیوتر... واسیلی وچ، آخر تم کس چیز سے اتنے خفا ہو؟

پیوتر: اپنے آپ سے۔

نیل: اور باقی دوسرے لوگ؟

ایلینا: لویکا یک میرا جی چاہ رہا ہے کہ میں گانا گاؤں افسوس کہ آج سنیچر ہے اور عبادت ابھی ختم نہیں ہوئی۔ (بیس سیمیونوف اور اکولینا ایوانوونا آتے ہیں) اوہ، لو یہ رہے اپنے بزرگ! آداب عرض ہے۔

بیس سیمیونوف (رکھائی سے): آداب۔

اکولینا ایوانوونا (اسی لہجے میں): آداب۔ لیکن اس سے پہلے بھی آج ہم ایک بار آداب سلام کر چکے ہیں نا؟

ایلینا: ہاں ہاں کر چکے ہیں۔ میں تو بھول ہی گئی تھی۔ ار... گرجا گھر میں کیسی کٹی؟ کیا بڑی گرمی تھی؟

بیس سیمیونوف: ہم گرجا گھر درجہ حرارت معلوم کرنے نہیں جاتے۔

ایلینا (بوکھلاتے ہوئے): سمجھی... لیکن میں... میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں تو صرف یہ پوچھتی تھی کہ کیا وہاں بہت سے لوگ تھے؟

اکولینا ایوانوونا: ہم نے ان کی گنتی نہیں کی۔

پولیا (بیس سیمیونوف سے): آپ چائے پئیں گے؟

بیس سیمیونوف: پہلے ہم کھانا کھائیں گے۔ پیوتر کی ماں جاؤ ذرا کچھ پکاؤ۔ (اکولینا ایوانوونا ناک پھڑکاتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ تاتیانا اٹھتی ہے اور ایلینا اسے میز تک لے جاتی ہے۔ نیل صوفے پر تاتیانا کی جگہ بیٹھ جاتا ہے۔ پیوتر ٹہلتا رہتا ہے۔ تیتی ریف پیانو کے پاس بیٹھا، مسکراتے ہوئے، ان سب کا جائزہ

لیتا ہے۔ پولیا سماور کے پاس ہے۔ بیس سیمیونوف کونے میں صندوق پر بیٹھا ہے) حیران ہوں لوگ کتنے چوٹے ہوگئے ہیں! تھوڑی دیر پہلے جب پیوتر کی ماں اور میں گرجا جارہے تھے، تو میں نے پھاٹک پر کیچڑ کے اوپر ایک تختہ رکھا تھا۔ لوٹے تو تختہ ندارد۔ کوئی چور اچکا اٹھالے گیا۔ لوگوں کی رگوں میں گناہ دوڑ رہا ہے۔(رکتا ہے) پرانے زمانے میں ایسی چھوٹی چھوٹی چوریاں کم ہوتی تھیں...ان دنوں سنسان راستوں پر قزاقی ہوا کرتی تھی، کیونکہ ان دنوں لوگوں کے دل بڑے ہوتے تھے۔ ایسے گھٹیا تختے پر تو وہ تھوکتے بھی نہیں۔(باہر سڑک سے گانے اور اکارڈئین بجانے کی آواز آتی ہے) سنا؟ گا رہے ہیں۔ اللہ پیر کا دن ہے کل اور آج راگ الاپے جارہے ہیں۔ گانے کی آوازیں قریب آجاتی ہیں) مزدور ہوں گے۔ جیسے ہی چھٹے، بھٹیار خانے میں جا گھسے، ساری کمائی دارو میں بہادی اور اب نکلے گلے کا زور دکھانے۔(گانے والے گھر تک آگئے ہیں۔ نیل کھڑکی پر جھک کر جھانکتا ہے) ایک آدھ برس اسی طرح زندگی گزاریں گے۔ زیادہ سے زیادہ دو برس اور چلو قصہ ختم۔ پھر وہی اٹھائی گیرے اور چور کے چور! بس!

نیل: لگتا ہے پرچی خین...

اکولینا ایوانوونا (دروازے سے: کھانا تیار ہے پیوتر کے ابا۔

بیس سیمیونوف (اٹھتے ہوئے): پرچی خین... ہاں ان ہی نکموں میں سے ایک۔(باہر جاتا ہے۔)

ایلینا (آنکھوں سے اس کا تعاقب کرتی ہے): میرے یہاں چلو، وہیں چائے پئیں۔ وہاں زیادہ اچھا رہے گا۔

نیل: بڑے میاں سے تمہاری بات چیت بڑی دلچسپ رہی۔

ایلینا: ان کے سامنے مجھے عجیب بے تکا سا لگتا ہے۔ میں ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتی اور یہ خوش گوار بات نہیں۔ بلکہ اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ آخر وہ مجھے ناپسند کیوں کریں؟

پیوتر: وہ دل کے بہت اچھے ہیں۔ لیکن بڑی اکڑ ہے ان میں۔

نیل: تھوڑے لالچی اور جھکی بھی۔

پولیا: تمہیں کسی کے پیٹھ پیچھے ایسی بات نہیں کہنی چاہئے۔ یہ اچھی بات نہیں۔

نیل: لالچی ہونا اچھا نہیں۔

تاتیانا (رکھائی سے): ختم کرو یہ قصہ۔ کسی آن ابا یہاں آسکتے ہیں۔ پچھلے تین دن سے انہوں نے

کسی کو برا بھلا نہیں کہا۔ وہ اچھی طرح، خوشنودی سے پیش آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

پیوتر: یقین مانو یہ انکے لئے آسان نہ ہوگا۔

تا تیانا: ہمیں یہ سراہنا چاہئے۔ وہ بوڑھے ہیں۔ یہ ان کا قصور نہیں کہ وہ ہم سے پہلے پیدا ہوئے اور وہ چیزوں کو اسی نظر سے نہیں دیکھتے جس نظر سے ہم دیکھتے ہیں۔ (جھلاتے ہوئے) لوگ کتنے بے درد ہیں! ہم ایک دوسرے کی طرف کتنی سختی اور سنگ دلی برتتے ہیں! ہمیں سبق دیا گیا ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کریں، ایک دوسرے سے نرمی اور مہربانی برتیں...

نیل (نقل کرتے ہوئے): تا کہ لوگ ہماری پیٹھ پر سوار ہو جائیں۔

(ایلینا ہنستی ہے۔ پولیا اور تیتی ریف مسکراتے ہیں۔ پیوتر نیل کے پاس جاتا ہے جیسے اس سے کچھ کہنا چاہتا ہو۔ تا تیانا ملامت کے انداز میں سر دھنتی ہے۔)

بیس سیمیونوف (ایلینا کو جلی بھنی نظروں سے گھورتا ہوا آتا ہے): پولیا تمہارا باپ باورچی خانے میں ہے۔ جاؤ اور اس سے کہہ دو... ار... کسی اور وقت... جب اس کا نشہ اتر جائے، جب وہ اپنے حواس میں ہو تو یہاں آئے۔ کہو گھر چلا جائے۔

(پولیا باہر چلی جاتی ہے۔ نیل اس کے پیچھے پیچھے چل دیتا ہے۔)

بیس سیمیونوف (نیل سے): تم بھی جاؤ۔ ذرا اپنے آنے والے دنوں کی تصویر دیکھ لو... ار... (اپنی بات کاٹ دیتا ہے اور میز کے پاس بیٹھ جاتا ہے) چپ چپ کیوں؟ دیکھتا ہوں میں نے کمرے میں قدم رکھا نہیں کہ ہر شخص کو سانپ سونگھ گیا۔

تا تیانا: ہم آپ کے پیچھے بھی بہت زیادہ بات چیت نہیں کرتے۔

بیس سیمیونوف (گھور کر ایلینا کو دیکھتا ہے): تم کاہے پر ہنس رہی تھیں؟

پیوتر: کوئی خاص بات نہیں۔ نیل...

بیس سیمیونوف: نیل! ہر بات کی تہہ میں وہی۔ میں تمہارے کہے بنا ہی یہ جانتا تھا۔

تا تیانا: آپ کے لئے چائے نکالوں ابا؟

بیس سیمیونوف: نکالو۔

ایلینا: تانیا، رہنے دو، میں نکال دوں گی۔

بیس سیمیونوف: شکریہ، تم تکلیف نہ کرو۔ میری بیٹی کرلے گی۔

پیوتر: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے فرق کیا پڑتا ہے۔ تاتیانا کا جی اچھا نہیں۔

بیس سیمیونوف: تمہیں اس معاملے میں ٹپکنے کی دعوت کس نے دی۔ اگر اپنے سے زیادہ پرائے تمہیں قیمتی ہیں تو...

پیوتر: ابا! آپ کو شرم نہیں آتی ؟

تاتیانا: لو شروع ہوگیا! پیوتر کیا تم اپنی زبان پر تالا نہیں ڈال سکتے ؟

ایلینا (زبردستی مسکراتے ہوئے): کیا اس کی ضرورت ؟..

(دروازہ دھڑ سے کھلتا ہے اور پرچی خین اندر آتا ہے۔ کچھ نشے میں معلوم ہوتا ہے۔)

پرچی خین: واسیلی واسیلی وچ! لو یہ رہا میں! یہ نہ سوچنا کہ باورچی خانے سے چل دئے تو مجھ سے چھٹکارا پالیا! لو میں پھر یہاں آ گیا۔

بیس سیمیونوف (اس کی طرف دیکھے بغیر): جب آ گئے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ چائے پیو۔

پرچی خین: میں چائے پینے نہیں آیا۔ تم خود پیو اپنی چائے... میں تم سے بات کرنے آیا ہوں۔

بیس سیمیونوف: بات؟ بکواس!

پرچی خین: بکواس، ایں؟ (ہنستا ہے) تم بڑے وہ ہو! (نیل اندر آتا ہے اور الماری سے لگ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور بیس سیمیونوف کو کڑی نظروں سے گھورتا ہے) چار دن میں سوچتا رہا، سوچتا رہا۔ تمہارے پاس جاؤں اور تم سے بات کروں... اور لو... میں یہ رہا!

بیس سیمیونوف: اف ختم بھی کرو!

پرچی خین: نہیں، میں ختم نہیں کروں گا! تم چالاک آدمی ہو واسیلی واسیلی وچ۔ تم دولت مند ہو، لیکن اس وقت میں تمہارے ضمیر سے بات کرنے آیا ہوں۔

پیوتر (نیل کے پاس جاتا ہے اور زیر لب بولتا ہے): آخر تم نے اس کو اندر کیوں آنے دیا؟

نیل: اسے چھوڑ دو۔ اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں۔

پیوتر: تم ہمیشہ کوئی نہ کوئی ہنگامہ کھڑا کرتے رہتے ہو۔

پرچی خین (پیوتر کی آواز کو دباتے ہوئے): واسیلی واسیلی وچ، تم بھی بڈھے ہو۔ ذرا سوچو تو، میں

ایک جگ سے جانتا ہوں تمہیں۔

بیس سیمیونوف (غصے سے): تم مجھ سے چاہتے کیا ہو؟

پر چی خین: یہ چاہتا ہوں۔ مجھے بتاؤ تم نے مجھے اپنے گھر سے کیوں نکالا؟ میں نے سوچا، سرلڑاتا رہا۔ پر میری کھوپڑی میں یہ بات نہ آئی کہ آخر تم نے مجھے نکالا کیوں میرے بھائی، بتاؤ، کیوں نکالا مجھے۔ میں تمہارے پاس اپنے دل میں کوئی برا خیال لے کر نہیں آیا ہوں... میں اپنے دل میں محبت لے کر آیا ہوں...

بیس سیمیونوف: اور دماغ میں دھواں!

تاتیانا: پیوتر! مجھے سہارا دو... نہیں پولیا کو بلاؤ۔ (پیوتر باہر جاتا ہے۔)

پر چی خین: اب پولیا کو ہی لے لو۔ میری ننھی منی، پیاری بچی، میری خوبصورت چڑیا۔ کیا تم نے اس کی وجہ سے مجھے گھر سے نکالا؟ اس لئے کہ اس نے تاتیانا کے بانکے نوجوان کو اس سے چھین لیا؟

تاتیانا: کتنی واہیات بات ہے! کتنی ذلیل بات!

بیس سیمیونوف (آہستہ سے اٹھتا ہے): خبردار پر چی خین! پھر جو نکالی تم نے منہ سے یہ بات تو...

ایلینا (نیل سے زیرلب): اس کو باہر لے جاؤ! ہنگامہ ہو جائے گا۔

نیل: میں کیوں لے جاؤں باہر۔

پر چی خین: اب دوبارہ تم مجھے گھر سے نہیں نکال سکتے واسیلی واسیلی وچ! اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ پولیا اچھی لڑکی ہے اور میں اس کو چاہتا ہوں۔ لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا... نہیں بھائی... اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ دوسروں کی چیز جھپٹ لینا اچھا نہیں ہے۔

تاتیانا: ایلینا، مجھے سہارا دو، مجھے میرے کمرے میں لے چلو۔ (ایلینا اس کا بازو پکڑ لیتی ہے۔ نیل کے پاس سے گزرتے ہوئے تاتیانا کہتی ہے) تم کو شرم آنی چاہئے؟ اس کو باہر لے جاؤ۔

بیس سیمیونوف (بڑی کوشش سے ضبط کرتے ہوئے): اپنی زبان بند کرو پر چی خین۔ بیٹھ جاؤ، زبان بند کرو اور زبان نہیں بند کر سکتے تو نکل جاؤ یہاں سے۔

(پولیا آتی ہے اور اس کے پیچھے پیوتر۔)

پیوتر (پولیا سے): ذرا رک جاؤ اتنی بدحواس نہ ہو!

پولیا: واسیلی واسلی وچ! پچھلی بار جب ابا آئے تو تم نے ان کو باہر کیوں نکال دیا؟

(بیس سیمیونوف اس کو بڑی بھری ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے اور پھر باری باری سے ہر ایک کو۔)

پرچی خین (انگلی ہلاتے ہوئے): ہش، بٹی! ایک لفظ نہیں! تمہیں سمجھنا چاہئے۔ تاتیانا نے زہر پیا۔ ہے نا؟ کیوں؟ سمجھیں؟ میں کسی کو بھی نہیں بخشتا واسیلی واسیلی وچ، ان سب سے ایک سا انصاف کرو... جو جیسا کرے ویسا پائے۔ میں کوئی فرق نہیں کرتا...

پولیا: ٹھہر جاؤ بابا...

پیوتر: پولیا، کیا تم؟...

نیل: تم اس میں مت پڑو!

بیس سیمیونوف: پولیا، تو بڑی دلیر اور گستاخ ہے۔

پرچی خین: وہ؟ اوہ نہیں، وہ...

بیس سیمیونوف: بکو مت! لگتا ہے جیسے میں کچھ ہوں ہی نہیں۔ آخر یہ گھر کس کا ہے؟ کون ہے مالک یہاں؟ یہاں کون بتائے گا کہ کیا ٹھیک ہے اور کیا غلط؟

پرچی خین: میں! اور میں تم میں سے ہر ایک کو باری باری بتاؤں گا۔ سب سے پہلے، دوسروں کا مال اڑا لینا غلط ہے! اور اگر تم نے لے لیا ہے تو اب لوٹا دو!

پیوتر (پرچی خین سے): تم چہکنا بند کرو اور ذرا میرے کمرے میں چلو۔

پرچی خین: پیوتر تم ذرا نہیں بھاتے مجھے! تم کھوکھلے آدمی ہو۔ اور بڑے بد دماغ۔ تم کچھ نہیں جانتے، ایک رتی نہیں۔ شہر کے نالوں کا انتظام کیا ہے؟ ایں؟ بس ٹائن ٹائں فش! مجھے کسی اور سے پوچھنا پڑا ہے۔ (پیوتر اس کی آستین پکڑ کر کھینچتا ہے) مت چھوؤ مجھے۔ چھوڑو مجھے!

نیل (پیوتر سے): مت چھیڑو!

بیس سیمیونوف (نیل سے): تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کتے کو للکار رہے ہو؟

نیل: میں یہ جاننا چاہتا ہوں یہ سارا ماجرا کیا ہے۔ پرچی خین نے کیا کیا ہے؟ تم نے اس کو نکالا کیوں؟ اور پولیا کا اس سے کیا ناتا ہے؟

بیس سیمیونوف: کیا تم مجھ سے جرح کر رہے ہو؟

نیل: ہاں کر رہا ہوں، تو پھر؟ تم بھی میرے جیسے ایک آدمی ہو اور بس۔

بیس سیمیونوف (آگ بگولہ): تمہاری طرح؟ تم آدمی نہیں ہو...تم...تم سانپ ہو! تم کتے ہو!

پرچی خین: ہش! ہم لوگوں کو اطمینان سے بات کرنے دو، دوستوں کی طرح...

بیس سیمیونوف (پولیا سے): ذلیل...مکار...

نیل (دانت پیس کر): اے زیادہ شور نہ مچاؤ!

بیس سیمیونوف: کیا کہا؟ نکل جا یہاں سے تو، کمینے! میری بلی اور مجھ ہی سے میاؤں۔ مجھ پر غرا رہا ہے جس نے خون پسینہ ایک کر کے تجھے پالا پوسا...

تاتیانا (کمرے کے اندر سے): ابا! بس بس!

پیوتر (نیل سے): چلو تمہیں منہ مانگی مراد مل گئی نا؟ تمہیں اپنے آپ پر شرم آنی چاہئے!

پولیا (آہستہ سے): آپے میں رہو۔ مجھ پر لال پیلے نہ ہو۔ میں تمہاری لونڈی باندی نہیں ہوں۔ ہر آدمی تمہارا تھوکا نہیں چاٹنے کا۔ بتاؤ مجھے تم نے میرے باپ کو اپنے گھر سے کیوں نکالا؟

نیل (اطمینان سے): مجھے بھی بتاؤ۔ یہ کوئی پاگل خانہ تو ہے نہیں۔ یہاں امید کی جاتی ہے کہ ہر آدمی اپنے کئے کی جواب دہی رکھتا ہے۔

بیس سیمیونوف (اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے): نکل جاؤ نیل! نکل جاؤ ورنہ کچھ ہو جائے گا۔ بھولو مت۔ میں نے تمہیں کھلایا پلایا ہے...میں ہوں جس نے تمہیں پال پوس کر اس دن پہنچایا ہے۔

نیل: تم یہ طعنہ بند کرو گے یا نہیں؟ میں نے جتنا کھایا ہے، ایک ایک پائی اس کی قیمت چکا دی ہے۔

بیس سیمیونوف: تو میری روح کو کھا گیا ہے، کمینے!

پولیا (نیل کا ہاتھ پکڑتے ہوئے): آؤ ہم یہاں سے چلے جائیں۔

بیس سیمیونوف: ہاں ہاں بھاگ جاؤ یہاں سے! آخر سانپ ہو نا، رینگ کر نکل جاؤ! تم ہی مجرم ہو...یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے...تم نے میری بیٹی کو ڈسا ہے۔ اور اب...اس کو...تمہارے ہی کارن میری بیٹی نے...

پرچی خین: واسیلی واسیلی وچ! ہاں ہاں! ذرا سنبھال کے! سنبھال کے!

تاتیانا (پکارتی ہے): یہ بات سچ نہیں ہے ابا! پیوتر کیا تم کچھ نہیں کر سکتے؟ (دروازے سے نکلتی ہے اور دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے بیچ کمرے میں لڑکھڑاتی ہے) پیوتر یہ سب کیوں؟ غضب ہے! یا اللہ! تیرینتی! ان سے کہو... ان سے کہو... نیل! پولیا! خدا کے لئے چلے جاؤ! چلے جاؤ! آخر یہ سب کیوں؟

سب ادھر ادھر بھٹکنے لگتے ہیں۔ تیتی ریف دانت نکالے ہوئے آہستہ آہستہ اٹھتا ہے۔ بیس سیمیونوف اپنی بیٹی کے پاس سے ہٹ جاتا ہے۔ پیوتر بہن کا بازو پکڑ لیتا ہے اور اپنے چاروں طرف کھویا کھویا سا گھورتا ہے۔)

پولیا: آؤ!

نیل: بہت اچھا۔ (بیس سیمیونوف سے) ہم جا رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ انجام یہ ہونا تھا۔

بیس سیمیونوف: نکل جا! اور اسے بھی ساتھ لیتا جا!

نیل: تم جانتے ہو، میں لوٹ کر نہیں آؤں گا۔

پولیا (تھرتھراتی ہوئی آواز کے ساتھ چیختے ہوئے): مجھ پر یہ تہمت! تاتیانا کے کئے کا الزام میرے سر! جیسے یہ میرا گناہ تھا! بے شرم!

بیس سیمیونوف (غصے میں): جا رہی ہے تو جا، نکل جا!

نیل: بس بس! اتنے زور سے نہیں، اتنے زور نہیں!

پرچی خین: بھڑکو مت بچو۔ ہمیں نرمی سے پیش آنا چاہئے۔

پولیا: خدا حافظ۔ آؤ ابا، چلو۔

نیل (پرچی خین سے): آؤ چلیں۔

پرچی خین: میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ میں خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتا ہوں... اکیلا... تیرینتی! میں اکیلا ہوں... میں نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا!

تیتی ریف: چلو میرے کمرے میں۔

پولیا: آ جاؤ ابا، اس سے پہلے کہ وہ تمہیں دوبارہ نکال دیں۔

پرچی خین: نہیں۔ میں نہیں آؤں گا۔ تیرینتی، میں ان کا نہیں ہوں۔ میں سمجھتا ہوں...

پیوتر (نیل سے): خدا کے لئے جاؤ!

نیل (پیوتر سے) میں جا رہا ہوں، خدا حافظ! تم نے خوب رنگ دکھایا اپنا!

پولیا (نیل سے): چلو، چلو! (چلے جاتے ہیں۔)

بیس سیمیونوف (ان کے پیچھے چیختا ہے): تم لوٹ کر آؤ گے، ناک رگڑتے ہوئے آؤ گے!

پیوتر: بیچارے ابا! چیخئے مت ابا!

بیس سیمیونوف: ذرا رک جاؤ! ہم دیکھ لیں گے!

پرچی خین: اچھا ہوا وہ چلے گئے۔ خدا کا شکر ہے۔ جانے والوں کو جانے دو۔

بیس سیمیونوف: میں ان سے کہنا چاہتا ہوں، میں ان کو سمجھتا کیا ہوں... چونک، خون چوسنے والے! کپڑا لتا دیا، کھلایا پلایا... (پرچی خین سے) اور تم بڈھے بیوقوف! تمہیں آنے اور اپنی سنانے کی ایسی ہی پڑی تھی؟ تم چاہتے کیا ہو؟ بتاؤ؟

پیوتر: اب پھر سے شروع نہ کرو ابا۔

پرچی خین: واسیلی واسیلی وچ! مجھ پر گرجو مت۔ مسخرے آدمی، میں تمہاری عزت کرتا ہوں! میں بیوقوف ہوں۔ جانتا ہوں۔ پر میں برے بھلے کو سمجھتا ہوں...

بیس سیمیونوف (صوفے میں دھنستے ہوئے): میں... میں نہ کچھ سوچ سکتا ہوں، نہ کچھ کر سکتا ہوں۔ میں کچھ بھی نہیں سمجھتا... ہوا کیا؟ ان میں سے ایک سدھار گیا... بالکل اچانک، آناً فاناً... جیسے گرمیوں کے جھکڑ میں اچانک آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ کہتا ہے۔ اب پھر کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا۔ بس۔ لیکن مجھے اس پر یقین نہیں۔

تیتی ریف (پرچی خین سے): تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ یہاں کیوں آئے؟

پرچی خین: ذرا میں صفائی چاہتا ہوں۔ میں سیدھے سیدھے باتوں کو دیکھتا اور سمجھتا ہوں۔ دو اور دو چار ہوتے ہیں اور بس۔ وہ میری بیٹی ہے۔ ہے نا؟ اچھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر یہ فرض... (یکا یک چپ ہو جاتا ہے) میں اس کا باپ ہوں، مگر برا باپ۔ اس لئے اس پر کوئی فرض نہیں۔ اچھا جیسے اس کا جی چاہے رہے۔ لیکن میرا دل تاتیانا کے لئے دکھتا ہے۔ تاتیانا تیرے لئے میرا دل کڑھتا ہے۔ میرا دل تم سب کے لئے دکھتا ہے۔ (ٹھنڈی سانس لیتا ہے) سچی بات۔ تم سب بیوقوفوں کا غول ہو۔

بیس سیمیونوف: اپنی زبان بند کرو!

پیوتر: تا تیانا کیا ایلینا نکولائی ونا چلی گئی؟

ایلینا (تا تیانا کے کمرے سے): نہیں میں یہاں۔ میں دوا گھول رہی ہوں۔

بیس سیمیونوف: میرا سر چکرا رہا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا نیل واقعی چلا گیا؟ ہمیشہ ہمیشہ کو؟

اکولینا ایوانوونا (جوش میں بھری ہوئی آتی ہے): کیا ہو گیا ہے؟ نیل اور پولیا باہر ہیں باور چی خانے میں... میں بھنڈار کی طرف تھی...

بیس سیمیونوف: کیا وہ چلے گئے؟

اکولینا ایوانوونا: وہ پر چی خین کا انتظار کر رہے ہیں۔ پولیا کہتی ہے... ابا سے کہنا... وہ کہتی۔ اور اس کے ہونٹ کانپنے لگتے ہیں... نیل ہے کہ بپھرے ہوئے کتے کی طرف غرا رہا ہے۔ ہوا کیا؟

بیس سیمیونوف (اٹھتے ہوئے): اب میں جاتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں!

پیوتر: نہیں ابا۔ یہیں رہئے۔

تا تیانا: مہربانی سے، نہیں!...

بیس سیمیونوف: نہیں کیا؟

اکولینا ایوانوونا: بات کیا ہے؟ ہوا کیا؟

بیس سیمیونوف: نیل جا رہا ہے۔ ہمیشہ کے لئے۔

پیوتر: تو پھر کیا ہوا؟ چھٹکارا ملا۔ اس کی آپ کو ضرورت کیا ہے؟ وہ شادی کر رہا ہے۔ وہ اپنا گھر الگ بسانا چاہتا ہے۔

بیس سیمیونوف: اپنا گھر؟ کیا میں کوئی پرایا ہوں اس کا؟

اکولینا ایوانوونا: پیوتر کے ابا اتنا پریشان نہ ہو۔ بھول جاؤ اسے۔ جانے دو۔ ہمارے اپنے بچے ہیں۔ ہمیں ان کی فکر کرنی چاہئے۔ تم اب تک یہیں ہو پر چی خین؟ وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

پر چی خین: ان کا راستہ دوسرا ہے، میرا دوسرا۔

بیس سیمیونوف: مجھے اس کے جانے کی پروا نہیں۔ جانا چاہتا ہے تو جائے۔ لیکن جس طرح وہ گیا ہے۔ دیکھا تم نے اس نے مجھے کس نظر سے دیکھا؟

(ایلینا تا تیانا کے کمرے سے آتی ہے۔)

تیتی ریف (پرچی کا بازو پکڑتا ہے اور دروازے کی طرف لے جاتا ہے): آؤ ہم ایک آدھ گلاس کچھ پئیں۔تم اور میں۔

پرچی خین: اوہ تم ہو خدا کے نیک بندے! آدمی سمجھدار ہو...

(وہ چلے جاتے ہیں۔)

بیس سیمیونوف: میں جانتا تھا کہ وہ کسی نہ کسی دن ہمیں چھوڑ جائے گا لیکن اس طرح نہیں۔اور لڑکی! وہ کس طرح چیخی مجھ پر! بھکارن! میں ذرا نہیں بتاؤں تو سہی...

اکولینا ایوانوونا: جانے دو پیوتر کے ابا! وہ ہمارے جیسے نہیں! ان کا دردسر کیوں مول لو؟ وہ جانا چاہتے ہیں تو جائیں۔

ایلینا (پیوتر سے آہستہ آہستہ): آؤ میرے یہاں چلو۔

تاتیانا (ایلینا سے): میں بھی چلتی ہوں۔مجھے لے چلو اپنے ساتھ۔

ایلینا: ہاں ہاں۔چلو۔

بیس سیمیونوف (اس کی آواز سنتے ہوئے): کہاں؟

ایلینا: میرے یہاں۔

بیس سیمیونوف: کس کو دعوت دی جا رہی ہے؟ پیوتر کو؟

ایلینا: اور تاتیانا کو بھی۔

بیس سیمیونوف: تاتیانا تو خیر۔اور پیوتر نہیں جانے کا۔

پیوتر: لیکن ابا میں بچہ نہیں ہوں۔جی چاہے گا جاؤں گا،جی چاہے گا نہیں جاؤں گا...

بیس سیمیونوف: تم نہیں جاؤ گے۔

اکولینا ایوانوونا: پیوتر اپنے باپ کی بات مان لو۔بات مان لو،اچھے لڑکے کہنا سنتے ہیں۔

ایلینا (غصے سے): معاف کیجئے گا واسیلی واسیلی وچ...

بیس سیمیونوف: نہیں،سنو میں کہتا ہوں! تم لوگ پڑھے لکھے ہو،تم اپنی ساری شرافت بھلا بیٹھے ہو، تمہارے دل سے بڑوں کی عزت ختم ہو چکی ہے...پھر بھی...

تاتیانا (پاگل کی طرح چیختے ہوئے): ابا! بس بس!

بیس سیمیونوف: بند کرو اپنی زبان! اگر تم اپنا معاملہ خود نہیں سنبھال سکتیں تو کم از کم دوسروں کے پھٹے میں پاؤں نہ ڈالو۔ رکو، کہاں چلیں؟

(ایلینا دروازے کی طرف بڑھتی ہے۔)

پیوتر (اس کے پیچھے بھاگتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے): بس ایک منٹ۔ ہمیں اس وقت قصہ چکا لینا چاہئے۔ ہاں بس ابھی ملے کر لینا چاہئے... یہ جھگڑا ہمیشہ ہمیشہ کو۔

بیس سیمیونوف: پہلے تم کو میری بات سنتی ہوگی۔ ایک بار تو کم از کم اچھے لڑکے کی طرح میری بات سن لو۔ ذرا دیکھوں تو سہی دودھ کیا ہے، پانی کیا ہے۔ (پرچی خین دمکتے چہرے کے ساتھ اندر آتا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے تیتی ریف آتا ہے۔ وہ بھی مسکرا رہا ہے۔ وہ دروازے میں رکتے ہیں اور ایک دوسرے سے نگاہیں ملاتے ہیں۔ پرچی خین بیس سیمیونوف کی طرف آنکھ مارتا ہے اور ہاتھ لہراتا ہے) جس کو دیکھو بھاگا چلا جا رہا ہے اور اتنا بھی نہیں کہتا کہ آخر بھاگ کیوں بھاگا چلا جا رہا ہے اور اتنا بھی نہیں کہتا کہ آخر بھاگ کیوں رہا ہے! یہ بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ یہ بیہودگی ہے۔ تمہارے جانے کو کوئی جگہ نہیں پیوتر! کیوں تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو؟ تم کیسی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو؟ کرنا کیا چاہتے ہو؟ (اکولینا ایوانوونا منہ بسورتی ہے۔ پیوتر، ایلینا اور تاتیانا کا ایک گروہ بن جاتا ہے اور اس گروہ اور بیس سیمیونوف کا آمنا سامنا ہے۔ لیکن جب باپ کہتا ہے ''تمہارے جانے کو کوئی جگہ نہیں'' تو تاتیانا ان سے الگ ہو جاتی ہے اور جا کر میز پر بیٹھ جاتی ہے جہاں اس کی ماں کھڑی ہے۔ پرچی خین تیتی ریف کو اشارے کرتا ہے، سر ہلاتا ہے اور بازوؤں کو اس طرح جھٹکتا ہے جیسے چڑیوں کو اڑا رہا ہو) مجھے پوچھنے کا حق ہے۔ تم اب تک جوان اور بیوقوف ہو۔ اٹھاون برس ہونے کو آئے، خون پسینہ ایک کر رہا ہوں... کس کے لئے، بچوں کے لئے...

پیوتر: ابا میں نے یہ سب پہلے بھی سنا ہے... سو بار!

بیس سیمیونوف: چپ رہو!

اکولینا ایوانوونا: اف پیوتر! پیوتر!

تاتیانا: ہش، اماں، تم نہیں سمجھتیں۔

(اکولینا ایوانوونا سر دھنتی ہے۔)

بیس سیمیونوف: ایک لفظ نہیں! تم مجھ سے کیا کہو گے؟ تم مجھے کیا پڑھاؤ گے؟ ایک لفظ نہیں!

پیوتر: اب میں یہ سب کچھ زیادہ برداشت نہیں کرسکتا۔ آپ چاہتے کیا ہیں؟

اکولینا ایوانو ونا (یکا یک بلند آواز سے بولتے ہوئے): ٹھہرو! میرے سینے میں بھی دل ہے۔ مجھے بھی بولنے کا حق ہے! میرے لال ذرا سوچو تم کیا کررہے ہو؟ کبھی تم نے ہم سے پوچھا؟

تا تیانا: خوفناک ہے۔ جیسے کوئی کند آرا چلا رہا ہو۔ (ماں سے) تم مجھے ٹکڑے ٹکڑے کئے دے رہی ہو۔ بدن بھی اور روح بھی۔

اکولینا ایوانو ونا: تمہاری ماں اور کند آرا! تمہاری ماں! بیس سیمیونوف: رک جاؤ بڑی بی۔ اس کو کہنے دو۔

بیس سیمیونوف: رک جاؤ بڑی بی۔ اس کو کہنے دو۔

ایلینا (پیوتر سے): میں بھر پائی۔ چلی میں۔

پیوتر: ایک منٹ، خدا کے لئے ایک منٹ! ابھی ابھی سب کچھ صاف ہوا جاتا ہے۔

ایلینا: یہ ایک پاگل خانہ ہے... یہ...

تیتی ریف: چلی جاؤ، ایلینا نکولائی ونا! جہنم میں جائیں۔ یہ سب جہنم میں جائیں۔

بیس سیمیونوف: جہاں تک آپ کا سوال ہے، حضرت۔ جہاں تک...

تا تیانا: کیا یہ کبھی ختم نہ ہوگا؟ چلے جاؤ پیوتر!

پیوتر (قریب قریب چیختے ہوئے): ابا! اماں! یہ ہے میری منگیتر!

(خاموشی۔ سب کی آنکھیں پیوتر پر گڑی ہوئی ہیں۔ اکولینا ایوانو ونا ہاتھ منہ پر رکھ لیتی ہے اور وحشت بھری نظروں سے شوہر کو دیکھتی ہے۔ بیس سیمیونوف پیچھے ہٹتا ہے اور سر جھکا لیتا ہے۔ تا تیانا گہری سانس لیتی ہے اور آہستہ آہستہ پیانو کی طرف جاتی ہے اور اس کے ہاتھ ڈھیلے ڈھیلے سے جھولتے رہتے ہیں۔)

تیتی ریف (مدہم آواز میں): لوخوب وقت چنا اس نے۔

پرچی خین (آگے بڑھتے ہوئے): اچھا تو یہ بات ہے! ساری چڑیاں پر تول رہی ہیں! یہ تمہارے لئے اچھا ہی ہے جوانو۔ تم اپنے اپنے پنجروں سے اڑ جاؤ جس طرح چڑیاں اڑتی ہیں!

ایلینا (پیوتر کے ہاتھ سے ہاتھ کھینچتے ہوئے): مجھے جانے دو! میں اب یہ سب کچھ برداشت نہیں

کر سکتی!

پیوتر (بھنبھناتے ہوئے): اب سب کچھ صاف ہو گیا... یک دم صاف ہو گیا۔

بیس سیمیونوف (اپنے بیٹے کی طرف جھکتے ہوئے): شکریہ بیٹے۔ تم نے اچھی خبر سنائی۔

اکولینا ایوانوونا (روھانسی آواز میں): تم برباد ہو گئے پیوتر! جیسے وہ تمہاری برابری کی ہو!

پرچی خین: وہ؟ پیوتر کی برابری؟ چھوڑو، چھوڑو بڑی بی! پیوتر کی قیمت ہی کیا ہے؟

بیس سیمیونوف (آہستہ سے ایلینا سے): شکریہ جادوگر حسینہ۔ تو وہ ٹھکانے لگ گیا۔ اس کو پڑھنے کے لئے جانا تھا اور اب؟ بڑی گھاگ نکلیں تم۔ میں تاڑ گیا تھا۔ یہ تو ہونا ہی تھا۔ (زہر بھرے انداز میں) خوب ہاتھ مارا، مبارکباد! پیوتر لیکن میں تمہیں اپنی دعا نہیں دوں گا! تو تم اس کو جھپٹ لیا، ہے نا؟ بلی، لعنت ہو تجھ پر، جھپٹی اور اسے دبوچ ہی تو لیا۔

ایلینا: تمہاری یہ مجال!...

پیوتر: ابا! آپ کا دماغ چل گیا ہے!

ایلینا تم ٹھیک کہتے ہو! میں نے اس کو تم سے چھین لیا! ہاں میں نے چھین لیا! سمجھے تم... میں نے خود عشق کا اقرار کیا، سنا، بڈھے خرانٹ! ہاں ہاں میں ہوں وہ جس نے اس کو تم سے چھین لیا۔ ترس کھا کر۔ تم اسے گھونٹ گھونٹ کر مار ڈالتے! تم آدمی نہیں ہو۔ تم گھن ہو جو آدمی کو اندر ہی اندر کھا جاتا ہے۔ تمہاری محبت اس کی بربادی ہوتی ہے۔ تم سوچتے ہو۔ اف میں جانتی ہوں، تم کیا سوچتے ہو! تم سوچتے ہو میں نے یہ سب اپنی خاطر کیا ہے! جاؤ جو جی چاہے سوچو! اف میں تم سے کتنی نفرت کرتی ہوں!

تاتیانا ایلینا! کیا کہہ رہی ہو تم؟

پیوتر: ایلینا! چلو ہم چلیں!

ایلینا: ممکن ہے کہ میں اس سے کبھی بیاہ نہ کروں۔ اور تم خوش ہوں گے، ہے نا؟ ہاں بہت ممکن ہے کہ میں اس سے شادی نہ کروں۔ جی نہ ہارو۔ میں یونہی اس کے ساتھ رہوں گی۔ بغیر شادی کی انگوٹھی کے۔ لیکن میں اسے تم کو نہیں لوٹاؤں گی۔ سن لو، اس کا یقین رکھو۔ میں اس کو پھر تمہارے چنگل میں پھنسنے نہ دوں گی۔ وہ تمہارے پاس کبھی واپس نہیں آئے گا۔ کبھی نہیں! کبھی نہیں!

تیتی ریف: شاباش! بٹیا، شاباش!

اکولینا ایوانوونا: اللہ رحم کرے! پیوتر کے ابا، یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ یہ سب کیا ہے؟

پیوتر (ایلینا کو دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے): جاؤ، جلدی کرو، جاؤ۔

(ایلینا باہر نکل جاتی ہے اور پیوتر کو اپنے ساتھ کھینچ لیتی ہے۔)

بیس سیمیونوف (چاروں طرف بے بسی سے دیکھتا ہے): یہ سب کیا ہے؟ (یکا یک آگ بگولہ) پولیس کو بلاؤ! (پیر پٹکتا ہے) میں اس کو نکال باہر کروں گا، کھڑے کھڑے نکال کروں گا! چھنال!

تاتیانا: ابا! سنبھال خود کو!

پرچی خین (ہکا بکا، اچنبھے میں): واسیلی واسیلی وچ! کیا ماجرا ہے؟ تم کیوں چیخ رہے ہو؟ تم کو تو خوش ہونا چاہئے تھا!

تاتیانا (اپنے باپ کے پاس جاتے ہوئے): سنو...

بیس سیمیونوف: تم؟ تم اب تک یہاں ہو؟ تم بھی کیوں نہیں اپنا راستہ لیتیں؟ جاؤ جاؤ! کوئی نہیں جس کے ساتھ جا سکو؟ گاڑی چھوٹ گئی ایں؟

(تاتیانا لڑکھڑاتی ہے، مڑتی ہے اور تیزی سے پیانو تک جاتی ہے۔ اکولینا ایوانوونا ترس کھاتی ہوئی، کھوئی کھوئی سی اس کی طرف لپکتی ہے۔)

پرچی خین: واسیلی واسیلی وچ! سوچو تم کیا کہہ رہے ہو! پیوتر اب پڑھے گا نہیں۔ اور کیوں پڑھے بھلا؟ (بیس سیمیونوف بجھی بجھی آنکھوں سے پرچی خین کو گھورتا ہے اور سر دھنتا ہے) اس کے پاس کافی روپیہ ہے۔ جو تم نے سینت رکھا ہے۔ اس کی زندگی کٹ جائے گی۔ اس کی دلہن گلاب کا پھول ہے اور تم ہو کہ گرج برس رہے ہو! مسخرے بڈھے۔ اس سے کیا ہونے کا؟

(تیتی ریف قہقہے لگاتا ہے۔)

اکولینا ایوانوونا (بین کرتے ہوئے): سب چل دیئے! سب چلے گئے!

بیس سیمیونوف (چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے): ہش پیوتر کی ماں۔ لوٹ آئیں گے۔ ان میں اتنا دم کہاں کہ چلے جائیں۔ وہ جائیں گے۔ کہاں؟ (تیتی ریف سے) تم کھیسیں کیا نکال رہے ہو؟ طاعون! میں تم کو نکال باہر کروں گا! دیکھنا کل اس گھر میں تمہارا نام ونشان نہ ہوگا! تم اور تمہارے جیسے جراثیم!

پر چی خین: واسیلی واسیلی وچ!

بیس سیمیونوف: تم بھی دور جاؤ یہاں سے، اٹھائی گیرے کہیں کے!

اکولینا ایوانو ونا: تانیا! تانیا! میری بدنصیب بچی! میری کرموں جلی گڑیا! ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے؟

بیس سیمیونوف: بیٹی، تم سب جانتی تھیں، سب جانتی تھیں! تم کو یہ سب معلوم تھا مگر کیا مجال جو ایک لفظ بھی کہتیں ہم سے۔ باپ کے خلاف یہ سازش ایں؟ (یکا یک اس کے چہرے پر خوف چھا جاتا ہے) کیا ہوگا... وہ لونڈیا... وہ کیچڑ اس سے ہمیشہ کو چپک گئی؟ رنڈی اور بیوی! میرا بیٹا! تم پر لعنت ہو!

تا تیانا: بس مجھے چھوڑو! مجھے نفرت کرنے پر مجبور نہ کرو!

اکولینا ایوانو ونا: میرے کلیجے کی ٹھنڈک! میری بدنصیب بچی! ان لوگوں نے تجھے تھکا دیا۔ ان لوگوں نے ہم سب کو گھن لگا دیا... خدا جانے کیوں!

بیس سیمیونوف: کس نے؟ یہ سب اس کی کارستانی ہے، اس بدمعاش نیل کی۔ اسی نے ہمارے بیٹے کو بگاڑا۔ اسی نے ہماری بیٹی کو چرکا لگایا! (تیتی ریف پر نظر پڑتی ہے جو الماری سے لگا کھڑا ہے) تو یہاں کیا کر رہا ہے؟ بھکاری! میں نے کہا نکل جا اس گھر سے!

پر چی خین: واسیلی واسیلی وچ! اس نے کیا بگاڑا ہے؟ خدا کی قسم اس بڈھے کا دماغ بالکل ہی چل گیا ہے!

تیتی ریف (اطمینان اور سکون سے): چیخو مت! تمہارے سر پر جو طوفان بھر رہا ہے اس پر تمہارا کوئی بس نہیں چل سکتا۔ مگر ڈرو مت۔ تمہارا بیٹا لوٹ آئے گا۔

بیس سیمیونوف (جلدی سے): تم یہ کیسے جانتے ہو؟

تیتی ریف: وہ بہت دنوں تم سے دور نہیں رہے گا۔ اس نے محض وقتی طور پر اپنے آپ کو اوپر اٹھایا ہے۔ اس کو اوپر سے کھینچا گیا تو اٹھ گیا۔ لیکن وہ پھر نیچے آ جائے گا۔ تمہاری آنکھ بند ہونے کی دیر ہے وہ اس سور خانے کی گرد جھاڑے گا۔ تمہاری آنکھ بند ہونے کی دیر ہے وہ اس سور خانے کی گرد جھاڑے گا، صاف ستھرا کرے گا اسے، میز کرسیوں کی جگہ بدلے گا۔ اور پھر اسی طرح زندگی بسر کرنے لگے گا جس طرح تم رہتے تھے۔ سکون، آرام اور عزت کی زندگی۔

پرچی خین (بیس سیمیونوف سے): دیکھا؟ بیوقوف آدمی۔تم نے بیکار لگام ہاتھ سے چھوڑ دی۔ یہ تیرینتی تمہارا بھلا چاہتا ہے، تمہارے دل پر چھایا رکھنا چاہتا ہے اور تم ہو کہ اس اس پر چیخ رہے ہو! تیرینتی ہوشیار آدمی ہے، عقل مند آدمی ہے!

تیتی ریف: وہ بس میز اور کرسیوں کو ادھر ادھر کرے گا، سجائے گا اور اسی طرح، پرانے ڈھرے پر رہنے لگے گا اور اپنے آپ کو یقین دلا لے گا کہ اس نے خدا اور اس کے بندوں کے سامنے اپنا فرض ادا کر دیا۔ وہ بالکل تمہارے سانچے میں ڈھلا ہے۔ وہ بالکل تمہارے جیسا ہے۔

پرچی خین: ہاں بالکل جیسے ایک چنے کی دو دالیں!

تیتی ریف: بالکل ایک جیسے... ایک ہی جیسے دل، ایک ہی جیسے بیوقوف۔

پرچی خین (تیتی ریف سے): ذرا رکنا، کیا کہہ رہے ہو تم؟

بیس سیمیونوف: بس گالی گلوج نہیں۔ تمہاری یہ مجال؟

تیتی ریف: اور وقت آنے دو، وہ بھی ویسا ہی لالچی ہوگا، وہ بھی ویسا ہی سنگ دل ہوگا اور خود پرست۔ (پرچی خین حیران نظروں سے تیتی ریف کو دیکھتا ہے، سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، وہ بڈھے کو ڈھارس بندھا رہا ہے یا اس کی خبر لے رہا ہے۔ بیس سیمیونوف بھی ہکا بکا رہ جاتا ہے لیکن اس تیتی ریف کی باتوں سے دلچسپی ہو رہی ہے) اور آخر میں اس پر بھی نحوست برسے گی۔ وہ بھی تمہاری طرح بے بس ہوگا جس طرح تم اس وقت ہو۔ بڑے میاں زندگی آگے بڑھ رہی ہے اور جو کوئی بھی اس سے قدم ملا کر نہیں چلے گا پچھڑ رہی ہے۔ اکیلا رہ جائے گا۔

پرچی خین: سنا تم نے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر چیز اپنی جگہ پر ٹھیک ہی ہے اور لو تم ہو کہ چنگھاڑ رہے ہو، لال پیلے ہو رہے ہو! لال پیلے ہو رہے ہو!

بیس سیمیونوف: کیا تم اس معاملے سے خود کو الگ نہیں رکھ سکتے؟

تیتی ریف: اور تمہاری طرح اس پر بھی کوئی ترس نہیں کھائے گا۔ تمہارے اس بدنصیب بیٹے پر۔ اس سے بھی لوگ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھینگے جس طرح میں اس وقت تم سے پوچھ رہا ہوں: ''تم کس چیز کے لئے زندہ رہے؟ تم نے کون سا اچھا کام کیا ہے زندگی میں؟'' اور تمہاری طرح اس سے بھی کوئی جواب نہیں بن پڑے گا۔

بیس سیمیونوف: جب تم کوئی بات کہتے ہو تو سننے میں بڑی بھلی لگتی ہے۔ تم ہمیشہ اپنی بات بڑی خوبصورتی سے کہتے ہو۔ لیکن تم خود اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھو، کیا ہے وہاں! تم جو کچھ کہتے ہو اس پر مجھے کبھی یقین نہ آئے گا! اور... اچھا... اور میں تم سے کہے دیتا ہوں۔ یہاں سے راستہ لو۔ تم سے بھر پایا۔ یہ سارا گل کھلانے میں تمہارا بھی ہاتھ کم نہیں ہے۔ تم ہمارے گھرانے میں آگ لگا چکے۔

تیتی ریف: کاش میں لگا سکتا! بدنصیبی تو یہ ہے کہ یہ میرا کارنامہ نہیں۔ (چلا جاتا ہے۔)

بیس سیمیونوف (سر پیچھے جھٹکتے ہوئے): اچھا ہم صبر کر لیں گے... جھیل لیں گے... ہم انتظار کریں گے۔ جانے کب سے جھیل رہے ہیں، یہ بھی جھیل لیں گے۔ اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے۔)

اکولینا ایوانوونا (اپنے شوہر کے پیچھے بھاگتی ہے): پیوتر کے ابا! سنو میری جان، ہم بدنصیب ہیں! آخر ہمارے بچوں نے ہم سے ایسا سلوک کیوں کیا؟ ہم نے کیا کیا تھا، کیا ہم اسی لائق تھے؟ (اپنے کمرے میں چلی جاتی ہے۔ پرچی خین کمرے کے درمیان کھڑا آنکھیں جھپکاتا رہتا ہے۔ تاتیانا جو پیانو والے اسٹول پر بیٹھی ہے، چاروں وحشت بھری نظروں سے دیکھتی ہے۔ بیس سیمیونوف کے کمرے سے گھٹی گھٹی اور پھنسی پھنسی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

پرچی خین: تانیا! تانیا! (تاتیانا نہ نظر اٹھاتی ہے، نہ اس کی طرف دیکھتی ہے) تانیا! آخر اس کی جڑ کیا ہے، لوگوں کا بھاگنا، یہ چیخ پکار۔ کیا وجہ ہے اس کی ایں؟ (تاتیانا کو دیکھتا ہے اور ٹھنڈی سانس لیتا ہے۔) انوکھی چڑیاں! (بیس سیمیونوف کے کمرے کی طرف دیکھتا ہے اور سر دھنتا ہوا گلیارے میں چلا جاتا ہے) اچھا، چلا میں، اپنے یار تیرینتی کے پاس چلا میں... واہ... انوکھی چڑیاں، نرالے پنچھی!

(آہستہ آہستہ تاتیانا نڈھال ہو کر جھک جاتی ہے، اس کے بازو پیانو کی پتیوں پر گرتے ہیں اور اس کا سر بازوؤں میں۔ بہت سی پتیاں ایک ساتھ بے سرے بن سے چیخ اٹھتی ہیں۔ آہستہ آہستہ آواز کھو جاتی ہے۔)

پردہ

کونستانتین پیترووچ پیاتنتسکی کے نام گورکی

پاتال

کردار

میخائل ایوانووچ کوستی لیوف،عمر 54 برس،سرائے کا مالک۔

واسی لیسا کارپوونا،اس کی بیوی،عمر 26 برس۔

نتاشا،اس کی بہن،عمر 20 برس۔

ابرام میدویدیف،ان کا چچا،پولیس کا آدمی،عمر 50 برس۔واسکا پیپل،عمر 28 برس۔

اندرئی میترچ کلیش،عمر 40 برس،مستری۔

آننا،اس کی بیوی،عمر 30 برس۔

ناستیا،گلگلے بیچنے والی عورت،عمر کوئی 40 برس۔

بوبنوف،ٹوپی ساز،عمر 45 برس۔

نواب،عمر 33 برس۔

ساتن}ہم عمر: کوئی 40 برس۔

ایکٹر}

لوکا،یاتری،عمر 60 برس۔

الیوشکا،موچی،عمر 20 برس۔

کریوائے زوب} گودی کے مزدور۔

تاتار}

چند بے ننگ و نام لوگ۔

پہلا ایکٹ

ایک تہہ خانہ جو کھوہ سے ملتا جلتا ہے۔پتھروں نیچی محرابی چھت دھویں سے سیاہ ہوگئی ہے اور جگہ جگہ سے پلاستر اتر گیا ہے۔دائیں طرف اوپر ایک چوکور روزن روشنی چھن کر نیچے آرہی ہے۔دائیں طرف

کونے میں ایک اوٹ ڈال کر پیپل کے لئے کمرہ سا بن گیا ہے۔اس کے دروازے کے پاس بوبنوف کا تختہ پڑا ہوا ہے۔ بائیں کونے میں بڑا سا روسی چولھا ہے۔ بائیں طرف پتھر کی دیوار میں باورچی خانے کا دروازہ ہے جس میں کواشنیا،نواب اور ناستیار ہتے ہیں۔ چولھے اور اس دروازے کے درمیان دیوار سے لگی ہوئی ایک چوڑی چار پائی ہے جس پر میلے کچیلے کپڑوں کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ساری دیواروں کے ساتھ تختے بچھے ہوئے ہیں۔اسٹیج کے آگے بائیں دیوار کے نزدیک لکڑی کا ایک کندہ پڑا ہوا ہے جس میں ایک شکنجہ اور نہائی جڑے ہوئے ہیں۔نہائی کے سامنے اسی قسم کے نیچے کندے پر کلیش بیٹھا ہے اور ایک پرانے تالے میں کنجی ڈال اور نکال رہا ہے۔اس کے گرد فرش پر مختلف کنجیوں کے دو بڑے گچھے،ایک چکنا سماور، ایک ھتواڑ اور تیتیاں بکھری ہوئی ہیں۔تہہ خانے کے بیچوں بیچ ایک بڑی میز، دو بنچ اور ایک اسٹول پڑے ہوئی ہیں۔ یہ ساری چیزیں میلی اور بے رنگ ہیں۔کواشنیا میز پر رکھے ہوئے سماور کی دیکھ بھال کر رہی ہے۔نواب کالی روٹی کا ایک ٹکڑا چبا رہا ہے۔ ناستیا میز پر کہنیاں ٹکائے بیٹھی ہے اور ایک پھٹی پرانی کتاب پر جھکی ہوئی ہے۔ پردے والے بستر سے آننا کے کھانسنے کی آواز آ رہی ہے۔ بوبنوف اپنے تختے پر بیٹھا ہے اور اس کے آگے گھٹنوں کے درمیان ٹوپیوں کا سانچہ لگا ہوا ہے۔اس کے ہاتھ میں ایک پرانی پتلون کے چیتھڑے ہیں۔وہ ٹوپی کی کتر بیونت اور ناپ تول میں محو ہے۔اس کے پاس چیتھڑے،موم جامے اور ٹوپی کے چھجے بنانے کے لئے گتے کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ساتن ابھی ابھی جاگا ہے اپنے تختے پر پڑا پڑا اینڈ اور بڑبڑا رہا ہے۔ ایکٹر کھانس رہا ہے اور چولھے☆ کے اوپر کروٹیں لے رہا ہے۔وہ تماشائیوں کی نظر سے اوجھل ہے۔

موسم بہار کا آغاز ہے اور صبح کا وقت۔

نواب: اچھا پھر آگے؟

کواشنیا: میں نے کہا،نہیں میری جان نہیں۔ ذرا دور ہی رہنا۔ہاں میں نے کہا میں یہ کھیل پہلے ہی کھیل چکی ہوں۔

☆ روسی چولھا کچھ اس طرح بنایا جاتا ہے کہ اس کے اوپر باضابطہ سونے کی جگہ نکل آتی ہے۔ (مترجم)

اوراب۔اوہ،اگر تم قارون کا خزانہ بھی ڈال دو میرے قدموں میں تو میں پھنسنے کی نہیں۔ میں پھر اوکھل میں

سر نہیں دوں گی ہاں کہے دیتی ہوں!

بوبنوف (ساتن سے): اور تو وہاں پڑا پڑا کیا غرار رہا ہے؟

(ساتن غراتا ہے۔)

کواشنیا: میں؟ میں نے کہا سنو میں ہوں اپنی مالکن آپ۔ میں اور جا کر اپنا نام کسی اور کے پاسپورٹ میں ٹنکوا دوں؟ میں اور کسی مرد کی لونڈی بن جاؤں؟ نہیں، یہ نہیں ہونے کا! امریکہ کا شاہزادہ بھی آئے اٹھ کر تو اس کے گلے کا ہار بنے میری جوتی۔ ہاں!

کلیس: جھوٹ!

کواشنیا: کیا کہا؟

کلیش: جھوٹ! تو ابرام کی ہو جائے گی...

نواب (ناستیا کے ہاتھ سے کتاب جھپٹ لیتا ہے اور زور سے اس کا نام پڑھتا ہے): ''طوفان عشق!'' (قہقہہ لگاتا ہے۔)

ناستیا (ہاتھ بڑھاتی ہے): دو... لاؤ دے دو! لاؤ... بیوقوفی نہ کرو!

(نواب اس کو دیکھتا ہے اور کتاب کو ہوا میں ہلا کر ناستیا کو جلاتا ہے۔)

کواشینا (کلیش سے): تو بجار ہے بجار! ہاں ہاں بجار! کہتا ہے جھوٹ! تیری مجال مجھے جھوٹا بتائے؟ مجھے؟

نواب (ناستیا کے سر پر کتاب مارتے ہوئے): ناستیا.. تو بیوقوف ہے!

ناستیا (کتاب چھینتے ہوئے): لاؤ کتاب دو مجھے!

کلیش: واہ کیا شاندار بیگم ہے! پر دیکھ لینا بیاہ تو اسی ابرام سے کرے گی! ہاں... تو اسی کی باٹ دیکھ رہی ہے!...

کواشنیا: ہاں بے شک! اور کیوں نہیں؟ اور تو؟... اپنی عورت کو جلا جلا کر، کوٹ کوٹ کر موت کے دروازے پہنچا دیا...

کلیش: ارے چپ ڈھڈو! تیرے باپ کو اس سے کیا...

کواشنیا: اوھو! سچی بات تو کڑوی لگتی ہے نا!

نواب: لو چھڑ گیا راگ! ناستکا... تو کہاں؟

ناستیا (سر اٹھائے بنا): آں؟... بھاگ جاؤ!

آنا (پردے کے پیچھے سے جھانکتے ہوئے): سورج نکلا نہیں اور مچھلی بکنے لگی... خدا کے لئے۔ مت چیخو... شور مت مچاؤ!

کلیش: پھر بھنبھنانے لگی!

آنا: روز روز کی لعنت! مجھے مرنے تو دو چین سے!

بوبنوف: شور سے ڈر کر موت بھاگ تو نہیں جائے گی...

کواشنیا (آنا کے پاس جاتی ہے): میری پیاری... سچ کہنا، اس غنڈے کو کس طرح جھیل گئیں تم؟

آنا: چھوڑ دو مجھے... چلی جاؤ...

کواشنیا: ہونہہ! لو یہ رہی ایک شہید! آج چھاتی کا درد کچھ کم ہے نا؟

نواب: کواشنیا! بازار جانے کا وقت ہو گیا...

کواشنیا: چلتے ہیں، ابھی! (آنا سے) کھاؤ گی گلگلے۔ گرما گرم ہیں؟

آنا: نہیں... شکریہ! شکریہ! میں کھا کر کیا کروں گی؟

کواشنیا: چکھ کر تو دیکھو۔ اتنے اچھے اور گرما گرم۔ کھاؤ تو بلغم ڈھیلا ہوگا۔ لو یہاں قاب میں چھوڑے جاتی ہوں۔ جب جی چاہے کھا لینا۔ چلو نواب صاحب! (کلیش سے) اے! بھوت! (باورچی خانے میں چلی جاتی ہے۔)

آنا (کھانستے ہوئے): اوئی اللہ!

نواب (آہستہ سے ناستیا کے سر پر چپت جماتا ہے): چھوڑ اسے بیوقوف لڑکی!

ناستیا (بڑبڑاتے ہوئے): بھاگ جاؤ!... میں تمہارا کیا بگاڑ رہی ہوں!

(نواب کواشنیا کے پیچھے پیچھے سیٹی بجاتے ہوئے نکل جاتا ہے۔)

ساتن (تختے پر اٹھتے ہوئے): رات کس نے کی تھی میری ٹھکائی؟

بوبنوف: اس سے تمہارے لئے کیا فرق پڑتا ہے؟

ساتن: ہاں مانتا ہوں نہیں پڑتا... اچھا لیکن انہوں نے مجھے پیٹا کیوں؟

بوبنوف: تاش کھیلے تھے؟

ساتن: کھیلا تھا۔

بوبنوف: بس اسی لئے پیٹا...

ساتن: سالے بدمعاش!

ایکٹر (چولھے کے اوپر سے سر نکالتے ہوئے): دیکھنا ایک دن وہ تجھے پیٹ پیٹ کر دوسری دنیا کی ہوا کھلا دیں گے...

ساتن: تو گدھا ہے!

ایکٹر: کیوں؟

ساتن: اس لئے کہ۔ ایک آدمی دوبار قتل نہیں کیا جاسکتا۔

ایکٹر (رک کر): سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر کیوں نہیں؟

کلیش (ایکٹر سے): تم چولھے سے اترو، گھر کی صفائی کرو۔ اینڈ کیا رہے ہو؟

ایکٹر: اس سے تمہیں مطلب...

کلیش: ابھی واسی لیسا آتی ہے! وہ تمہیں سمجھاتی ہے مطلب وطلب!

ایکٹر: واسی لیسا جائے جہنم میں! آج صفائی کی باری ہے نواب کی! نواب صاحب!

نواب (باورچی خانے سے نکلتا ہے): میرے پاس صفائی کی کا وقت نہیں... میں تو کواشنیا کے ساتھ بازار جارہا ہوں...

ایکٹر: میری بلا سے... چاہے تم جیل چلے جاؤ، مجھے مطلب نہیں۔ میں تو اتنا جانتا ہوں، صفائی کی باری تمہاری ہے! میں دوسروں کی باری میں کام نہیں کروں گا!

نواب: تمہاری ایسی کی تیسی! ناستیا جھاڑو دے دے گی... اے تو ''طوفان عشق'' کی بچی! اٹھ جاگ! (اس کے ہاتھ سے کتاب چھین لیتا ہے۔)

ناستیا (اٹھتی ہے): کیا چاہئے تمہیں؟ لاؤ کتاب دو! شیطان کہیں کے! بنتے ہو بڑے نواب صاحب...

نواب (کتاب دیتے ہوئے): ناستیا! میری طرف سے ذرا جھاڑو دے دینا! ٹھیک ہے نا؟

ناستیا (باورچی خانے میں جاتی ہے): ہاں کیوں نہیں، ضرور لیپ کر دوں گی جھاڑو!...

ناستیا (باورچی خانے کے دروزے پر۔نواب سے): چلو، آؤ بھی! تمہارے بنا جیسے کام پڑا ہی تو رہے گا!... ایکٹر! تم ہی مہربانی کرونا! کوئی جان تو نکل نہیں جائے گی تمہاری!

ایکٹر: ہونہہ! جب دیکھو میں... میری سمجھ میں نہیں آتا آخر میں ہی...

نواب (باورچی خانے سے کندھوں پر ایک بہنگی اٹھائے ہوئے نکلتا ہے۔بہنگی سے دو ٹوکریاں لٹک رہی ہیں۔ٹوکریوں میں مٹکے ہیں اور ان پر چیتھڑے پڑے ہوئے ہیں): پتہ نہیں اتنا بھاری کیوں ہے...

ساتن: لو اور پیدا ہو نواب کے گھر؟...

کواشنیا (ایکٹر سے): جھاڑو اٹھاؤ اور چالو ہو جاؤ! (گلیارے کا رخ اختیار کرتی ہے اور نواب آگے آگے چلتا ہے۔)

ایکٹر (چولھے پر سے کودتا ہے): گرد و غبار میں سانس لینا میرے لئے بڑا برا ہے۔(غرور سے) میرے پورے جسم میں شراب کا زہر بس گیا ہے...(تختے پر بیٹھتے ہوئے سوچ میں ڈوب جاتا ہے۔)

ساتن: جسم نہیں... ٹسم...

آننا: اندرئی میترچ...

کواشینا (ایکٹر سے): جھاڑو اٹھاؤ اور چالو ہو جاؤ! (گلیارے کا رخ اختیار کرتی ہے اور نواب آگے آگے چلتا ہے۔)

ایکٹر (چولھے پر سے کودتا ہے): گرد و غبار میں سانس لینا میرے لئے بڑا برا ہے۔(غرور سے) میرے پورے جسم میں شراب کا زہر بس گیا ہے...(تختے پر بیٹھتے ہوئے سوچ میں ڈوب جاتا ہے۔)

ساتن: جسم نہیں... ٹسم...

آننا: اندرئی میترچ...

کلیش: تمہیں کیا چاہئے؟

آننا: کواشینا نے میرے لئے کچھ گلگلے رکھ چھوڑے ہیں... اٹھا لو، کھا لو۔

کلیش (اس کے پاس آتا ہے): اور تم۔تم نہیں کھاؤ گی؟

آننا: جی نہیں چاہتا... میں کھا کر کیا کروں گی؟... تم... کام دھندا کرتے ہو... تمہیں کھانا چاہئے...

کلیش: ڈرتی ہو؟ مت ڈرو... کون جانے...

آننا: جاؤ کھالو! میرا جی بگڑ رہا ہے۔ جانتی ہوں ٹالے نہ ٹلنے والی آ ہی گئی... کوئی دم کی بات ہے۔

کلیش (وہاں سے ہٹے ہوئے): کوئی بات نہیں... کون جانے اٹھ کھڑی ہو... کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ (باورچی خانے میں جاتا ہے۔)

ایکٹر (زور سے، یکا یک جیسے نیند سے چونک گیا ہو): کل ہسپتال میں ڈاکٹر نے کہا: تمہارے جسم میں شراب کا زہر بس گیا ہے۔

ساتن (مسکراتے ہوئے): ٹسم میں...

ایکٹر (ہٹ دھرمی سے): ٹسم میں نہیں۔ جسم میں۔

ساتن: سیکامبری!

ایکٹر (اس کی طرف ہاتھ ہلاتے ہوئے): گدھا پن! پر میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ اگر آدمی کے جسم میں زہر پھیل چکا ہے تو جھاڑو دینا اور گرد پھانکنا اس کے لئے بہت برا ہے۔

ساتن: مائکروبیوٹکس!... ہا؟

بوبنوف: تم اوٹ پٹانگ کیا بک رہے ہو؟

ساتن: لفظ لفظ! ایک لفظ اور ہے ٹرانسین ڈپٹل۔

بوبنوف: اس کے معنی؟

ساتن: نہ جانے کیا... بھول گیا...

بوبنوف: تو پھر بکتے کیوں ہو؟

ساتن: یونہی دل لگی۔ بھائی میرے، لوگ لفظ بولتے رہتے ہیں۔ سنتے سنتے میرے کان پک گئے ہیں۔ میں اپنے تمام لفظوں سے اکتا گیا ہوں! میں یہ سارے لفظ ہزار بار سن چکا ہوں!

ایکٹر: ''ہیملٹ'' میں ہے نا وہ ''لفظ، لفظ، لفظ!'' واہ کیا شاندار ڈرامہ ہے! اس میں میں نے گورکن کا پارٹ کیا تھا۔

کلیش (باورچی خانے سے آتا ہے): اور ابھی تم جھاڑو اٹھاؤ گے اور اپنا پارٹ ادا کرتے نظر آؤ

گے نا؟

ایکٹر: دیکھو تمہیں اپنے کام سے کام! (چھاتی ٹھونکتے ہوئے) ''اوفیلیا! اے حور دعایں مانگتے وقت گناہوں کو یاد کر!''

(اسٹیج سے کچھ دور دھیمی آوازیں، چیخ پکار، پولیس کی سیٹیوں کی ملی جلی آوازیں ابھرتی ہیں۔ کلیش بیٹھ کر کام کرتا ہے۔ اس کے ریتی چلانے سے گونج دار آواز پیدا ہوتی ہے۔)

ساتن: مجھے ایسے لفظ پسند ہیں، جو کچھ اوٹ پٹانگ سے ہوں، جن کے الٹے سیدھے کا اور چھور نہ ملے۔ جب میں نوجوان تھا اور ایک ٹیلی گراف آفس میں کام کرتا تھا تو کتاب کا کیڑا بنا رہتا تھا۔

بوبنوف: اچھا تو تم ٹیلی گراف اپریٹر بھی رہ چکے ہو؟

ساتن: تھا تو سہی... (ہنستا ہے) دنیا میں بڑی اچھی اچھی کتابیں ہیں اور ان میں بڑے عجیب عجیب، انوکھے لفظ ملتے ہیں۔ جانتے ہو کسی زمانے میں میں بڑا پڑھا لکھا آدمی تھا۔

بوبنوف: سن چکا ہوں، سو بار سن چکا ہوں۔ تھے تو کیا ہوا؟ کبھی جو تھے اور آج جو ہو اس میں بڑا فرق ہے۔ مجھے ہی لے لو۔ ایک وہ دن تھے جب میں سمور تیار کرتا تھا۔ میرا اپنا دھندا تھا۔ سمور رنگتے رنگتے میرے ہاتھ پیلے ہو گئے تھے۔ ہمیشہ رنگ میں ڈوبے ہوئے یہاں یہاں تک۔ کہنیوں تک رنگ میں ڈوبے ہوئے۔ میں سمجھتا تھا مرتے دم تک ان کا رنگ یہی رہے گا۔ سوچتا تھا مروں گا تو قبر میں یہ پیلے ہاتھ ساتھ لے جاؤں گا اور اب دیکھو۔ یہ بے رنگ میلے ہاتھ۔ ہونہہ!

ساتن: اس سے کیا ہوتا ہے؟

بوبنوف: کچھ بھی نہیں۔ بس یونہی۔

ساتن: پھر اس لمبی لن ترانی کا تک؟

بوبنوف: کوئی تک نہیں۔ بس یونہی جی میں آ گئی۔ معلوم یہ ہوا کہ باہر سے چاہے تم کتنا ہی رنگ چڑھاؤ، سب اڑ جاتا ہے۔ سب جاتا رہتا ہے۔ ہوں!

ساتن: اف میرا تو جوڑ جوڑ ٹوٹ رہا ہے!

ایکٹر (اپنے گھٹنوں کو بازوؤں میں سمیٹ کر): تعلیم کچھ بھی نہیں۔ اصل چیز جوہر ہے، ہنر ہے۔ میں ایک ایکٹر کو جانتا تھا... وہ اپنا پارٹ ٹٹول ٹٹول کر پڑھتا تھا، لیکن جب وہ پارٹ کرتا تھا تو تماشائیوں کی

تالیوں اور واہ واہ سے چھتیں اڑ جاتی تھیں۔

ساتن: بوبنوف، لاؤ پانچ کوپک ادھار دے دو!

بوبنوف: میری گرہ میں بس دو پڑے ہیں۔

ایکٹر: میں کہتا ہوں ہیرو ہونے کے لئے بس جوہر چاہئے جوہر۔ جوہر اور ہنر کیا ہے۔ اپنے اوپر، اپنے بل بوتے پر بھروسہ!

ساتن: لاؤ میری ہتھیلی پر پانچ کوپک رکھ دو اور میں مان لوں گا تم افلاطون ہو، سورما ہو، مگر مچھ ہو، کوتوال ہو! کلیش، لاؤ مجھے پانچ کوپک دے دو!

کلیش: تم جاؤ جہنم میں! تمہارے جیسے بہتیرے مارے پھرتے ہیں۔

ساتن: جناب گالی گلوج کی سہی نہیں۔ کیا میں نہیں جانتا تمہاری گرہ میں ایک پھرٹی کوڑی بھی نہیں؟

آننا: اندرئی میترج... سانس نہیں لیا جاتا... اف کیسی گھٹن ہے...

کلیش: کیا چاہتی ہو تم، کیا کروں میں؟

بوبنوف: گلیارے کا دروازہ کھول دوں ا۔

کلیش: ہاں ضرور۔ تم بیٹھے ہو مزے میں اپنے بستر پر اور میں ہوں یہاں زمین پر۔ آؤ جگہ بدل لیں۔ پھر دروازہ چوپٹ کھول دینا۔ ٹھنڈ سے پہلے ہی میرا سینہ جکڑا ہوا ہے۔

بوبنوف (سکون سے): میں نہیں کہہ رہا ہوں دروازہ کھولنے کو۔ تمہاری بیوی کہہ رہی ہے۔

کلیش (بیزاری سے): کہنے کو تو آدمی ہزاروں باتیں کہتا رہتا ہے۔

ساتن: اف میرا سر گھنگھنا رہا ہے! لوگ ایک دوسرے کی کھوپڑی کیوں پھوڑتے رہتے ہیں؟

بوبنوف: کھوپڑی ہی کیوں؟ سر سے پیر تک بوٹیاں نوچتے رہتے ہیں! (اٹھتا ہے) میں باہر جا رہا ہوں۔ کچھ تاگا خرید لاؤں۔ جانے کیا بات ہے، آج مالک مکان اور اس کی بیوی کے درشن نہیں ہوئے اب تک؟... جیسے سانپ سونگھ گیا ہو! (چلا جاتا ہے۔)

(آننا کھانستی ہے۔ ساتن سر کے نیچے ہاتھ رکھے بے حس وحرکت پڑا رہتا ہے۔)

ایکٹر (رنجیدہ چاروں طرف دیکھتا ہے اور آننا کے پاس جاتا ہے): جی برا ہو رہا ہے؟

آننا: دم گھٹ رہا ہے۔

ایکٹر: چاہو تو میں تمہیں گلیارے میں پہنچا دوں۔ آؤ، اٹھو۔ (اٹھنے میں آننا کو سہارا دیتا ہے، اس کے کندھوں پر گدڑیاں ڈالتا ہے اور اس کو باہر گلیارے میں لے جاتا ہے) یہ بات۔ سنبھال کے۔ میں خود ہی روگی ہوں... وہ شراب کا زہر...

کوستی لیوف (دروازے پر): سیر کو جا رہے ہو؟ کیا خوب جوڑی ہے، بھیڑ اور بھیڑیا ایک ساتھ!...

ایکٹر: ہٹ جاؤ راستے سے! سوجھتا نہیں ہم بیمار ہیں!

کوستی لیوف: اوہ ضرور ضرور! (ناک سے گرجا گھر کی ایک دھن گنگناتا ہے، شک بھری نظر سے ادھر ادھر گھورتا ہے اور یوں کان کھڑے کرتا ہے جیسے پیپل کے کمرے سے کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔ کلیش شرارتاً زور زور سے کنجیوں پر ریتی چلا کر شور مچانے لگتا ہے اور سر جھکائے جھکائے مالک مکان کی حرکتوں کا جائزہ لیتا ہے) بخار نکال رہے ہو؟

کلیش: کیا مطلب؟

کوستی لیوف: میں کہتا ہوں ریت ریت کر بخار نکال رہے ہو؟ (رکتا ہے) ہونہہ! ہاں، میں کیا پوچھنا چاہتا تھا؟ (جلدی جلدی دھیمی آواز میں) کیا میری بیوی نظر آئی ہے ادھر؟

کلیش: دیکھا نہیں۔

کوستی لیوف (چپکے سے پیپل کے کمرے کی طرف کھسکتا ہے): تم مہینے میں دو روبل دیتے ہو اور جگہ دیکھو کتنی گھیر رکھی ہے؟ ایک بستر اور اوپر سے بیٹھنے کی جگہ سو الگ۔ خدا کی قسم اتنی جگہ تو پانچ روبل میں بھی نہ ملے! مجھے تم سے پچاس کوپک اور لینا چاہئے۔

کلیش: گلے میں پھندا ڈال دو اور گھونٹ کر مار ڈالو! قبر میں پیر لٹکائے بیٹھے ہو اور سوچ رہے ہو پچاس کوپک اور کیسے مار لیں!

کوستی لیوف: میں بھلا کسی کا گلا کیوں گھونٹتا؟ اس سے فائدہ کس کو ہوگا؟ جیو جیو۔ خدا تمہاری بگڑی بنائے۔ پر میں تم سے وہ پچاس کوپک وصول کر کے رہوں گا! میں اپنے چراغ کے لئے کچھ تیل خریدوں گا! میں اپنے چراغ کے لئے کچھ تیل خریدوں گا اور سے عیسیٰ مسیح کی مقدس تصویر کے سامنے جلاؤں گا اور اپنے اور تمہارے دونوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کروں گا۔ جانتے ہو، تم اپنے گناہوں کے بارے میں کبھی نہیں سوچتے؟ اف اندرئی، تم کیسے قصائی ہو؟ تمہارا ہی ظلم تمہاری بیوی کو گھن کی طرح کھا گیا۔ کوئی بھی تم سے

محبت نہیں کرتا، کوئی تمہاری عزت نہیں کرتا... تمہارا کام بھی کیسا ہے، شور مچا مچا کر تم لوگوں کا جینا دوبھر کئے دیتے ہو...

(ساتن دھاڑتا ہے۔)

کوستی لیوف (چونک جاتا ہے): خدا کی پناہ۔ بھلے آدمی...

ایکٹر (اندر آتا ہے): میں نے اس کو وہاں باہر لٹا دیا ہے۔ اسے ڈھکا ڈھکا دیا ہے۔

کوستی لیوف: بھائی تمہارا دل نہیں ہیرا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اس نیکی کا پھل تمہیں ملے گا۔

ایکٹر: کب؟

کوستی لیوف: دوسری دنیا میں، بھائی۔ وہاں تمہاری ایک ایک حرکت کا حساب ہوتا ہے، چھوٹی چھوٹی بات کا حساب...

ایکٹر: کون جانے تم میری نیکی کا پھل یہیں دھر دو، یہیں کھڑے کھڑے۔

کوستی لیوف: وہ کیسے؟

ایکٹر: وہ ایسے کہ میری طرف جو تمہارا حساب نکلتا ہے۔ نا اس میں سے آدھا گول کر دو۔

کوستی لیوف: ہی ہی! ہاں تمہیں تو بس مذاق کی سوجھتی ہے! گویا دل کی نیکی پیسوں میں تل سکتی ہے! نیکی سب سے بڑی رحمت ہے۔ مگر ادھار ادھار ہے۔ ادھار کا مطلب ہی ہوتا ہے کہ ضرور ضرور ادا کیا جائے۔ جہاں تک میرے جیسے بڈھے کے ساتھ نیکی برتنے کی بات ہے سو اس کے لئے تمہیں کوئی بدلہ نہیں مانگنا چاہئے!

ایکٹر: بڈھے تم بڑے پاجی ہو، بدمعاش!

(باورچی خانے کے اندر چلا جاتا ہے۔ کلیش اٹھتا ہے اور گلیارے میں چلا جاتا ہے۔)

کوستی لیوف (ساتن سے): لو مستری بھاگ گیا یہاں سے۔ ہی ہی! اس کو میں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔

ساتن: شیطان کے سوا اور تم بھاتے کسے ہو؟

کوستی لیوف (ہنسی کے انداز میں): آخر میں نے کیا بگاڑا ہے جو تم مجھے ایسی باتیں کہو! مجھے۔ جو تم سب کو اتنا چاہتا ہے! کیا میں نہیں جانتا کہ تم میرے بھائی ہو، میرے بیچارے، غریب اور زمانے کے

ستائے ہوئے بھائی؟ (اچانک تیزی سے) ارے... ہاں...واسکا۔ کیا وہ گھر پر ہے؟

ساتن: جاؤ جا کر دیکھ لونا۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔

کوستی لیوف (جاتا ہے اور دروازے پر دستک دیتا ہے): واسیا!

(باورچی خانے کے دروازے پر ایکٹر نظر آتا ہے۔ وہ کچھ چبا رہا ہے۔)

پیپل: کون؟

کوستی لیوف: میں۔ میں ہوں واسیا۔

پیپل: کیا چاہتے ہو؟

کوستی لیوف (ہٹتے ہوئے): دروازہ کھولو۔

ساتن (کوستی لیوف کو دیکھے بغیر): وہ دروازہ کھولے گا اور عورت وہیں ہے۔

(ایکٹر ناک پھڑکاتا ہے۔)

کوستی لیوف (بے چینی سے، دھیمی آواز میں) کیا؟ کون ہے یہاں؟ کیا کہا؟

ساتن: کیا تم مجھ سے کچھ کہہ رہے ہو؟

کوستی لیوف: ابھی تم نے کیا کہا؟

ساتن: کوئی خاص بات نہیں۔ میں اپنے آپ سے بات کر رہا تھا۔

کوستی لیوف: ذرا سنبھل کے میرے دوست! مذاق اچھی چیز ہے مگر کسی حد تک! (زور سے دستک دیتا ہے) واسیا!

کوستی لیوف: ذرا سنبھل کے میرے دوست! مذاق اچھی چیز ہے مگر کسی حد تک! (زور سے دستک دیتا ہے) واسیا!

پیپل (دروازے کھولتا): ہاں؟ کیا بات ہے۔ کیوں جان کھا رہے ہو؟

کوستی لیوف (کمرے میں جھانکتا ہے): میں... بات یہ ہے کہ... تم...

پیپل: تم روپیہ لائے؟

کوستی لیوف: مجھے تم سے کچھ کام ہے۔

پیپل: بتاؤ روپیہ لائے؟

کوستی لیوف: کیسا روپیہ؟ رکوتو ایک منٹ!

پیپل: گھڑی کے سات روبل۔ لاؤ کہاں ہے روپیہ؟

کوستی لیوف: کیسی گھڑی واسیا؟ خدا جانتا ہے تم...

پیپل: خبردار، خبردار! لوگوں نے دیکھا ہے۔ میں نے وہ گھڑی کل تمہارے ہاتھ دس روبل میں بیچی۔ تین روبل تو نقد چکا دئے تم۔ سات باقی رہ گئے۔ اب نکالو سیدھے ہاتھ سے وہ سات۔ منہ کھولے وہاں کیوں کھڑے ہو؟ ادھر ادھر لڑھکتے پھرتے ہو، لوگوں کو پریشان کرتے پھرتے ہو۔ یہ نہیں کہ اپنے دھندے سے مطلب رکھو اور راہ لو!

کوستی لیوف: ہش! گرم نہ ہو واسیا! وہ گھڑی... گھڑی ہے...

ساتن: چوری کا مال۔

کوستی لیوف (سختی سے): چوری کے مال کو تو میں ہاتھ بھی نہیں لگاتا! تمہاری مجال...

پیپل (اس کے کندھوں پر ہاتھ دھرتے ہوئے): تم میرے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو؟ تم چاہتے کیا ہو؟

کوستی لیوف: میں؟ تم چاہتے کیا ہو؟

کوستی لیوف: میں؟ کیوں کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ اگر تم نے ایسی ہی ٹھان رکھی ہے تو میں چلا۔

پیپل: بھاگو اور میرا روپیہ لا کر دو!

کوستی لیوف (جاتے ہوئے): واہ! کیسے کیسے اجڈ پڑے ہیں!

ایکٹر: واہ سچی کامیڈی!

ساتن: بہت اچھے۔ یہی بات تو اپن کو جچتی ہے۔

پیپل: وہ یہاں کیوں منڈلا رہا تھا؟

ساتن (ہنستا ہے): تم تاڑ نہیں سکتے؟ اپنی بیوی کو ڈھونڈ رہا تھا۔ تم اس کا ڈبہ گول کیوں نہیں کر دیتے، واسیا؟

پیپل: گویا میں اپنی زندگی ایسے سور کے لئے تباہ کرلوں؟

ساتن: ذرا سمجھ سے کام لو۔ پھر تم مزے میں واسی لیسا سے بیاہ کرلو گے۔ ٹھاٹ سے ہمارے مالک

بن جاؤ گے!

پیپل: ہاں بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے! میں ٹھہرا نیک دل آدمی۔ مجھے کانوں کان خبر نہ ہو گی اور تم میرا سارا مال اور ساتھ ہی مجھے بھٹیار خانے میں بیچ ڈالو گے! (ایک تختے پر بیٹھ جاتا ہے) بڈھا بھوت! مجھے جگا دیا! میں خواب دیکھ رہا تھا کہ مچھلی پکڑ رہا ہوں۔ میں نے ایک بڑی سی مچھلی پکڑ بھی لی تھی۔ اتنی بڑی مچھلی تو خواب کے سوا اور کہیں نہیں دیکھی۔ وہ دور پانی میں تڑپ رہی تھی اور میں ڈر رہا تھا کہ کہیں لگی نہ ٹوٹ جائے۔ اس لئے میں نے جلدی جلدی ایک جال تیار کر لیا اور سوچا، میری جان اب بچ کر کہاں جاؤ گی...

ساتن: ارے وہ مچھلی نہیں تھی۔ وہ تھی واسی لیسا۔

ایکٹر: واسی لیسا کو تو کب کا وہ پھانس چکا...

پیپل (غصے میں): تم سب جاؤ جہنم میں اور ساتھ ہی اس کو بھی لیتے جاؤ!

کلیش (گلیارے سے اندر آتا ہے): کیا کڑاکے کا پالا کٹ رہا ہے!

ایکٹر: تم آنا کو اندر کیوں نہ لے آئے؟ وہ وہاں ٹھٹھر کر رہ جائے گی!

کلیش: نتاشا اس کو اپنے باورچی خانے میں لے گئی۔

ایکٹر: دیکھنا بڈھا اسے دوڑا دے گا۔

کلیش (کام کیلئے بیٹھتے ہوئے): تو۔ نتاشا اسے واپس لے آئے گی۔

ساتن: واسیا! مجھے پانچ کوپک ادھار دے دے یار!

ایکٹر (ساتن سے): پانچ کوپک؟ واسیا! ہمیں بیس کوپک ادھار دے دو!

پیپل: جلدی سے بیس کوپک دے کر اپنا پیچھا چھڑاؤں ورنہ پورا روبل مانگ بیٹھیں گے۔ لو یہ رہے۔

ساتن۔ جبرالٹر! چور ہی سب سے بھلے مانس ہیں دنیا میں!

کلیش (خفگی سے): وہ کام نہیں کرتے۔ بنا محنت کے پیسہ آسانی سے آتا ہے۔

ساتن: بہت سے لوگوں کو روپیہ آسانی سے ملتا ہے۔ لیکن وہ آسانی سے دیتے نہیں۔ کام؟ لاؤ، مجھے کام دلواؤ۔ ایسا کام کہ کرنے میں مزا آئے۔ شاید میں کام کر لوں۔ جب کام میں لطف آئے تو زندگی

جنت ہے۔ جب کام فرض بن جائے تو زندگی غلامی کا چھکڑا بن جاتی ہے۔ (ایکٹر سے) آؤ چلو۔ اے سار دانا پال آؤ چلیں!

ایکٹر: چلو۔ فن ٹو شو، چلیں! ایسی ڈبکی لگاؤں گا کہ چالیس ہزار شرابی ایک طرف اور میں ایک طرف!

(چلے جاتے ہیں۔)

پیپل (جماہی لیتے ہوئے): تمہاری جورو کا کیا حال ہے؟

کلیش: دیکھ لو۔ اب زیادہ دیر نہیں۔

(وقفہ۔)

پیپل: آخر تم رات دن جھن جھن ٹھن ٹھن کیوں کرتے رہتے ہو؟

کلیش: پھر اور کیا کروں؟

پیپل: کچھ نہیں۔

کلیش: پھر کھاؤں گا کیا؟

پیپل: ہیں لوگ جو کام نہیں کرتے مگر کھاتے ہیں پیتے ہیں۔

کلیش: کون، یہ جو یہاں رہتے ہیں؟ ان کو تم آدمی کہتے ہو؟ اٹھائی گیرے! پھٹیچر لوگ! زمین کے کیڑے! میں محنت مزدوری کرنے والا آدمی ہوں۔ ان کو دیکھ کر مجھے شرم آتی ہے۔ جب سے ہوش سنبھالا کام میں جتا ہوا ہوں۔ لیکن تم سمجھتے ہو میں یہیں سڑتا رہوں گا؟ نہیں، میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ چاہے ان کانٹوں سے نکلنے میں میری کھال ادھڑ کر رہ جائے۔ رینگ کر نکلوں گا یہاں سے پر نکلوں گا۔ ذرا دم لو... میری عورت کوئی دم کی مہمان ہے۔ میں یہاں چھ مہینے رہا ہوں۔ لگتا ہے چھ برس ہو گئے۔

پیپل: یہاں کوئی بھی تم سے ہیٹا نہیں۔ اس لئے بیکار تم یہ سب بکتے ہو۔

کلیش: ہیٹا نہیں! تم سب بے عزت ہو، بے ضمیر ہو!

پیپل (بے پروائی سے): کسے پڑی ہے۔ عزت کی، ضمیر کی؟ عزت اور ضمیر تم جوتوں کی جگہ اپنے پیروں میں تو نہیں پہن سکتے۔ عزت اور ضمیر صرف ان لوگوں کو چاہئے جن کے ہاتھ میں طاقت کی لگام ہے۔

بوبنوف (اندر آتا ہے): باپ رے باپ! میں ٹھٹھر گیا۔

پیپل: بوبنوف! کیا تمہارے ضمیر ہے؟

بوبنوف: کیا؟ ضمیر؟

پیپل: ہاں ضمیر۔

بوبنوف: کیوں مجھے ضمیر سے کیا لینا دینا؟ کیا میں کوئی رئیس ہوں؟

پیپل: یہی تو میں بھی کہتا ہوں۔ عزت اور ضمیر کی ضمیر کی ضرورت صرف دھنی لوگوں کو ہوتی ہے۔ لیکن یہاں کلیش بیٹھا ہم پر برس رہا ہے۔ کہتا ہے ہمارے ضمیر ہی نہیں...

بوبنوف: کیوں۔ کیا اسے ضمیر بھی ادھار چاہئے؟

پیپل: کیوں۔ کیا اسے ضمیر بھی ادھار چاہئے؟

پیپل: ارے نہیں۔ اللہ کا دیا اس کے پاس اپنا ہی بہت ہے۔

بوبنوف: تو بیچ رہا ہوتا؟ پر یہاں اس مال کا گاہک کوئی نہیں۔ اگر پرانا گتا ہوتا تو شاید میں خرید لیتا... اور وہ بھی اگر وہ ادھار بیچتا تو...

پیپل (نصیحت کے انداز میں): اندرئی تم بیوقوف ہو۔ جب بات ضمیر کی ہو تو ساتن کی باتیں سنو، نواب کی باتیں بھی۔ تمہارا بھلا ہوگا...

کلیش: وہ بھلا مجھے کیا پڑھائیں گے...

پیپل: وہ بھلے ہی شرابی ہوں پر ان کی کھوپڑیوں میں تم سے زیادہ بھیجا ہے۔

بوبنوف: ایسے آدمی جو شرابی بھی ہوں اور عقل مند بھی، بھئی ان کی دونوں مٹھیوں میں لڈو ہیں...

پیپل: ساتن کا کہنا ہے ہر آدمی دوسروں سے ضمیر کا مطالبہ کرتا ہے اور خود اس کے بغیر ہی کام چلاتا ہے۔ اور یہی ہے سچائی۔

(نتاشا اندر آتی ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے لوکا آتا ہے۔ لوکا کے ہاتھ میں ڈنڈا ہے اور پیٹھ پر تھیلا۔ اس کی پیٹی سے ایک کیتلی لٹک رہی ہے۔)

لوکا: ایمان والے بھلے لوگوں کی خدمت میں۔ سلام!

پیپل (مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے): ارے نتاشا!

بوبنوف (لوکا سے): ہم بھی ایمان والے تھے۔ یہ پارسال سے پہلے کی بات ہے!

نتاشا: ایک کرایہ دار۔

لوکا: میرے لئے ایک ہی بات ہے۔ لچے بدمعاش بھی میرے سر آنکھوں پر۔ میں تو اتنا جانتا ہوں۔ مکھیاں سبھی ایک سی ہوتی ہیں۔ سبھی کالی، سبھی اڑنے والی۔ ہاں بیٹی پیاری، میری جگہ کہاں ہے؟

نتاشا (باورچی خانے کے دروازے کی طرف اشارہ کرتی ہے): وہاں بابا وہاں...

لوکا: شکریہ بیٹی، شکریہ۔ وہاں تو وہاں... بوڑھے کا کیا۔ جہاں آسرا مل گیا وہیں گھر ہو گیا۔ من چنگا تو کٹھوت جل گنگا۔

پیپل: نتاشا، یہ عجیب وغریب بڈھا کہاں سے پکڑ لائیں تم؟

نتاشا: وہ تم سے اچھا ہی ہے... اندرئی! تمہاری بیوی وہاں باورچی خانے میں بیٹھی ہے۔ آ کر لے جانا اسے تھوڑی دیر میں۔

کلیش۔ اچھا اچھا... آتا ہوں...

نتاشا: اب ذرا اس سے اچھا سلوک کرنا۔ دیکھتے نہیں اب وہ چند گھڑی کی مہمان ہے۔

کلیش: جانتا ہوں۔

نتاشا: جانو کم اور بوجھو زیادہ۔ تم جانو۔ موت کتنی بھیانک چیز ہے!

پیپل: لو میں رہا یہاں۔ میں نہیں ڈرتا...

نتاشا: ہاں کیوں نہیں! آخر بڑے سورما جو ٹھہرے!

بوبنوف (سیٹی بجاتے ہوئے): کیا سڑا ہوا تاگا دے دیا...

پیپل: سچ میں نہیں ڈرتا! کہو اسی آن مر کر دکھا دوں! لو وہ چاقو اتار دو میرے دل میں۔ مر جاؤں گا اور منہ سے اف نہ نکالوں گا! میں تو الٹا خوش ہوں گا۔ مرا تو اس کومل پاک ہاتھ سے مرا۔

نتاشا (باہر جاتے ہوئے): کیا تم سمجھتے ہو میں تمہارے باتوں میں آ جاؤں گی؟

بوبنوف (آواز کو کھینچتے ہوئے): کیا سڑا ہوا تاگا دے دیا۔

نتاشا (گلیارے کے دروازے سے): اپنی بیوی کو نہ بھولنا، اندرئی...

کلیش: بہت اچھا...

پیپل: یہ ہے لڑکی سو میں ایک!

بوبنوف: لڑکی بری نہیں...

پیپل: وہ مجھ سے کیوں بدکی رہتی ہے! ہمیشہ مجھ سے کتراتی ہے... یہاں رہی تو لٹ جائے گی۔

بوبنوف: اگر لیٹ گی تو تمہارے ہاتھوں لیٹ گی۔

پیپل: تم یہ کیوں کہتے ہو؟ میں... میں تو اس پر ترس کھاتا ہوں۔

بوبنوف: ہاں جیسے بھیڑیا میمنے پر ترس کھاتا ہے۔

پیپل: جھوٹ بکتے ہو! مجھے اس پر بڑا افسوس ہوتا ہے! میں جانتا ہوں یہاں اس کی زندگی بڑی کٹھن ہے...

کلیش: ٹھہر جاؤ واسی لیسا نے اس سے چونچ لڑاتے دیکھ لیا تو مزا آجائے گا۔

بوبنوف: واسی لیسا؟ ہاں، وہ اپنا مال یونہی مفت میں ہاتھ سے جانے نہ دے گی... عورت... خونخوار ہے!...

پیپل (تختے پر لیٹتے ہوئے): جاؤ دونوں بھاڑ میں... بڑے آئے کہیں کے نجومی!

کلیش: دیکھ لینا۔ ذرا رک جاؤ!

لوکا (باورچی خانے میں گاتا ہے): رات اندھیری... منزل دور...

کلیش (گلیارے میں جاتے ہوئے): یہ کاہے کو بھونکا جا رہا ہے۔ لو ایک اور آن مرا!

پیپل: اف زندگی کاٹنے کو دوڑتی ہے!... میرا دم کیوں گھٹتا ہے اس طرح؟ جی رہا ہوں، مزے میں جی رہا ہوں... سب ٹھیک ہے! اور اچانک۔ لگتا ہے پالا مار گیا۔ زندگی ایک بوجھ ہے، ایک تھکن...

بوبنوف: تھکن؟.. اوں اوں...

پیپل: بہت بڑی!

لوکا (گاتا ہے): رات اندھیری... منزل دور...

پیپل: اے بڈھے!

لوکا (دروازے سے جھانکتا ہے): ہاں کہو؟

پیپل: تم ہو۔ گاؤ مت۔

لوکا: تو مطلب یہ کہ میرا گانا اچھا نہیں؟

پیپل: جب لوگ اچھا گاتے ہیں تو اچھا لگتا ہے...

لوکا: تو مطلب یہ کہ میرا گانا اچھا نہیں؟

پیپل: بالکل۔

لوکا: ذرا دیکھنا! اور میں اس بھرے میں تھا کہ اچھا گا تا ہوں... ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے: آدمی اپنے آپ سوچتا ہے۔ میں اچھا کر رہا ہوں! اور لوگ سمجھتے ہیں۔ یہ تو برا ہے۔

پیپل (ہنستا ہے): بالکل ٹھیک!

بوبنوف: ابھی تو جی اوبا جا رہا تھا زندگی سے، اور اب خود ہی قہہ قہہ قہہ!

پیپل: اس سے تمہیں کیا، بوڑھے ٹری!

لوکا: کس کا جی اوب گیا۔ ایں؟

پیپل: میرا اور کس کا...

(نواب اندر آتا ہے۔)

لوکا: لو اور سنو! اور وہاں باورچی خانے میں ایک لڑکی بیٹھی ہے۔ کتاب پڑھتی جاتی ہے اور روتی جاتی ہے! سچ! آنکھوں سے جھڑی لگی ہوئی ہے... میں اس سے کہتا ہوں ''میری پیاری بچی یہ کیا؟'' اور وہ کہتی ہے...''ہائے بیچارا!'' میں پوچھتا ہوں ''کون بیچارا؟'' اور وہ کہتی ہے ''یہاں کتاب میں!'' اب بتاؤ آدمی ایسی چیزوں پر اپنا وقت کیوں برباد کرے؟ ہاں اس کا جی بھی اچاٹ ہو گیا ہوگا... تمہاری طرح...

نواب: وہ تو الو کی پٹھی ہے!

پیپل: نواب صاحب! چائے پی؟

نواب: پی، تو پھر!

پیپل: چلو ایک ادھا پلاتا ہوں، پیو گے؟

نواب: ضرور پیوں گا، تو پھر؟

پیپل: جھک جاؤ اپنے چاروں ہاتھ پیر پر اور بھونکو!

نواب: بیوقوف! تم ہو کیا۔ کوئی مال دار سوداگر؟ یا پی رکھی ہے؟

پیپل: میں کہتا ہوں، بھونکو اور میرا دل بہلاؤ۔ تم ہو بڑے نواب زادے...تمہارا بھی ایک زمانہ تھا...جب تم ہمارے جیسے لوگوں کو آدمی نہیں سمجھتے تھے...اور سب...

نواب: اچھا، پھر!

پیپل: اور اب میں تم سے کہہ رہا ہوں اپنے چاروں ہاتھ پاؤں پر جھکو اور بھونکو...اور تم بھونکو گے... بھونکو گے سنا تم نے؟

نواب: سن رہا ہوں۔ بیوقوف۔ اور میں ابھی بھونکتا ہوں۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارا دل اس سے کیسے خوش ہوگا جب کہ میرا حال تم سے بھی برتر ہو گیا ہے؟ جب میں تم سے بڑا تھا اس وقت تم مجھ سے نہ کہتے کہ جھکو ہاتھ پاؤں پر اور بھونکو۔

بوبنوف: بالکل سچ۔

لوکا: اچھی کہی۔

بوبنوف: جو تھا سو تھا۔ مرغی چل بسی! بس پر رہ گئے ہیں! یہاں کوئی کسی کا مالک نہیں...سارا رنگ اڑ گیا، اب صرف آدمی باقی رہ گیا ہے...ننگا آدمی۔

لوکا: گویا سب برابر ہیں، ایک جیسے۔ بھلے آدمی کیا تم سچ مچ کبھی نواب تھے؟

نواب: بتاؤ اسے کیا کہتے ہیں! تم کون ہو، بھوت؟

لوکا (ہنستا ہے): میں نے راجہ دیکھا ہے۔ میں نے رئیس دیکھے ہیں۔ پر میں نے اس پہلے نواب نہیں دیکھا اور وہ بھی بگڑا نواب۔

پیپل (ہنستا ہے): نواب صاحب! کیا بے تکا پن ہے!

نواب: واسیا، تم بچے نہیں رہے، عقل سے کام لو۔

لوکا: پیارے، میرے اچھے بھلے لوگو! جب میں تمہیں دیکھتا ہوں، میرے بھائیو! کیسے جیتے ہو تم... چ چ چ!

بوبنوف: اٹھے تو ہائے، سوئے تو وائے، صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے۔ عمر یونہی تمام ہوتی ہے۔

نواب: ایک زمانہ تھا جب اچھی طرح جیتے تھے۔ مجھے یاد ہے...آنکھ کھلی اور بستر میں پڑے پڑے قہوہ پیا...قہوہ بھی کیسا، ملائی میں گھلا ہوا۔

لوکا: اور ہم سب انسان ہیں، انسان! چاہے ہم کتنی ہی دون کی لیں، چاہے کتنا ہی سبز باغ دکھائیں، ہم رہیں گے وہی جو پیدا ہوئے ہیں۔ انسان پیدا ہوئے، مریں گے! مجھے لگتا ہے آدمی زیادہ عقل مند بنتا جارہا ہے۔ نئے جادو جگا جگا رہا ہے۔ انسان کا حال جتنا پتلا ہوتا ہے اتنا ہی اچھی زندگی کے لئے تڑپتا ہے۔ انسان! جتنا دباؤ اتنا ہی ابھرتا ہے!

نواب: بڑے میاں، تم ہو کون؟ تم ٹپکے کہاں سے؟

لوکا: میں

نواب: یاتری ہو؟

لوکا: ہم سب اس دھرتی پر یاتری ہیں... کہتے ہیں یہ دھرتی خود ہی ایک یاتری ہے۔

نواب (سختی سے): یہ تو خیر ٹھیک ہے، پر تم بتاؤ پاسپورٹ ہے تمہارے پاس؟

لوکا (رک کر): اور تم کون ہو پوچھنے والے۔ جاسوس؟

پیپل (خوش ہو کر): جیو بڑے میاں جیو! کہو نواب صاحب، اب کے اچھے گھر نیوتا دیا تھا تم نے۔ آ گئے نا دن تارے نظر؟

بوبنوف: ہاں بڈھے نے طبیعت صاف کر دی نواب صاحب کی!

نواب (بوکھلا کر): ارے اس میں کیا ہے بڑے میاں؟ میں تو... تم جانو... دل لگی کر رہا تھا! اپنے پاس کون سے کاغذ ہیں۔

بوبنوف: جھوٹا!

نواب: ہاں ہاں، میرے پاس کاغذ تو ہے، پر کس کام کا۔

لوکا: یہ سب کاغذ ایک ہی جیسے ہیں۔ کوئی کام نہیں۔

پیپل: نواب صاحب، چڑھا آئیں۔

نواب: مجھے کوئی اعتراض نہیں! اچھا خدا حافظ بڑے میاں۔ تم بڑے شیطان ہو، ہاں بڑے شیطان!

لوکا: تم جانو ہر رنگ کے پنچھی ہوتے ہیں...

پیپل (گلیارے کے دروازے سے): آنا ہو تو آؤ! (نکل جاتا ہے۔ نواب اس کے پیچھے بھاگتا

ہے۔)

لوکا: کیا وہ واقعی کبھی نواب تھا؟

نوبنوف: کون جانے؟ یہ سچ ہے کہ ہے بڑے گھرانے کا۔ اب بھی یکا یک کچھ ایسی بات کر بیٹھتا ہے جو چغلی کھاتی ہے کہ ہے یہ بڑے گھرانے کا۔ تم جانو عادت۔ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔

لوکا: ہاں بڑے گھر میں پیدا ہونا ویسا ہی ہے جیسے آدمی کو چیچک نکل آئے۔ چیچک چلی جاتی ہے، نشان چھوڑ جاتی ہے...

بوبنوف: ویسے وہ ٹھیک ٹھاک ہے... کبھی کبھی بھونکتے لگتا ہے جیسے ابھی تمہارے پاسپورٹ کا ٹنٹھا کھڑا کر دیا۔

الیوشکا (ہلکی سی چڑھائے ہوئے اندر آتا ہے، اس کے ہاتھ میں اکارڈئین ہے اور وہ سیٹی بجا رہا ہے): اے اس گھر کے رہنے والو!

بوبنوف: کیا چلا رہا ہے تو؟

الیوشکا: معاف کرو، مجھے معاف کرو۔ میں جنم کا آدمی تمیز دار ہوں۔

بوبنوف: لگتا ہے پھر کہیں سے گلچھرے اڑا کے آ رہے ہو؟

الیوشکا: ہاں بڑے گلچھرے اڑا کر آ رہا ہوں نا! وہ پولیس والا میدیا کن ہے نا۔ اس نے مجھے تھانے سے دھکے دے کر نکال دی اور کہنے لگا ''خبردار جو پھر کبھی تیری صورت دکھائی دی اس سڑک پر! ٹانگیں توڑ دوں گا!'' تم جانو میں ٹھہرا آدمی اپنے ڈھب کا پکا۔ میرا مالک مجھ پر غراتا ہے۔ لیکن مالک ہے کیا؟ ہش! ہش! یونہی ذرا بدگمانی ہو گئی! مالک تو شرابی ہے میرا اور میں ٹھہرا میں۔ بھلا کب کسی کو خاطر میں لاتا ہوں۔ میں کچھ بھی نہیں چاہتا! لاؤ پچاس کوپک اور میں تمہارا ہو جاؤں گا! مجھے کچھ بھی نہیں چاہئے! (باورچی خانے سے ناستیا آتی ہے) لاکھ دو، کروڑ دو۔ میں یوں ٹھوکر پہ اڑا دوں! اور کیا میں ایسا گیا گزرا ہوں کہ کوئی مجھے بتائے، یہ کرو وہ کرو، اور میں چپ سن لوں اور وہ بھی ایک شرابی سے؟ تمہاری جان کی قسم۔ نہیں!

(دروازے میں کھڑی ناستیا الیوشا کو دیکھتی ہے اور سر دھنتی ہے۔)

لوکا (نرمی سے): ارے چھوکرے، تو کس الجھن میں پڑ گیا ہے!

بوبنوف: سڑی ہے سڑی!

الیوشکا (فرش پر گر جاتا ہے): لو، لو، کھا جاؤ مجھے! میں کچھ نہیں چاہتا! میں تنگ آ گیا ہوں! ذرا بتاؤ، ثابت کرو، کون ہے یہاں مجھ سے بہتر! میں دوسروں سے کس بات میں کم ہوں؟ لومیدیا کن کہتا ہے، سڑک پر دیکھ لیا تو ٹانگیں توڑ دوں گا! پر دیکھ لینا۔ میں باہر جاؤں گا اور بیچ سڑک پر لوٹ لگاؤں گا۔ لو میں یہاں پڑا ہوں، آؤ مجھے کچل دو! مجھے کچھ نہیں چاہئے، کچھ نہیں!

ناستیا: بیچارا! یہ اٹھتی جوانی اور ابھی سے ماتھے ڈھیلے!

الیوشکا (اس کو دیکھتا ہے اور گھٹنوں کے بل کھڑا ہو جاتا ہے): ہا بیگم صاحبہ! شکریہ! نوازش! معاف کرو۔ پی کر بہک گیا ہوں!

ناستیا (زور سے سرگوشی کے لہجے میں): واسی لیسا!

واسی لیسا (تیزی سے دروازہ کھولتی ہے اور الیوشکا سے کہتی ہے): پھر یہاں مونڈی کاٹے؟

الیوشکا: سلام بیگم صاحبہ! مہربانی کر کے...

واسی لیسا: کتے کے پلے، میں نے کیا کہا تھا، خبردار جو منہ جلے تو یہاں آیا اور تو بے عزت پھر آن مرا...

الیوشکا: واسی لیسا کارپوونا! لو میں تمہاری خاطر جنازے کی ایک دھن چھیڑتا ہوں، کیوں ٹھیک ہے نا؟

واسی لیسا (کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے): نکل جا یہاں سے مونڈی کاٹے!

الیوشکا (دروازے کا رخ اختیار کرتے ہوئے): ٹھہرو ایک منٹ! جنازے کی دھن! ابھی ابھی سیکھی ہے! آہا کیا نرالی چیز ہے! ایک منٹ! دیکھو دیکھو اس کی سہی نہیں!

واسی لیسا: ابھی بتاتی ہوں تجھے! ابھی پورے محلے کو للکارتی ہوں تیرے پیچھے، حرامی پلے! بالشت بھر کا چھوکرا اور میرے خلاف بھونکتا پھرتا ہے جانے کیا کیا سارے زمانے میں!..

الیوشکا (باہر بھاگتے ہوئے): باپ رے لو میں نو دو گیارہ ہوا جاتا ہوں۔

واسی لیسا (بوبنوف سے): سنا تم نے خبردار جو تم نے اس کو پھر یہاں گھسنے دیا؟

بوبنوف: میں تمہارا پہردار کتا نہیں ہوں۔

واسی لیسا: مجھے کیا، چاہے تم جس کھیت کی مولی ہو۔ نہ بھولو مانگے کے ٹکڑوں پر پل رہے ہو۔ نہ

جانے میرا کتنا ادھار کھائے بیٹھے ہو؟

بوبنوف (بڑے اطمینان سے): میں نے حساب نہیں لگایا ہے۔

واسی لیسا: اچھا تو میں حساب بتائے دیتی ہوں!

الیوشکا (دروازہ کھولتا ہے اور چیختا ہے): واسی لیسا کارپوونا! تمہاری دھونس میں آئے میری بلا! تم مجھ پر دھونس نہیں جما سکتیں! (پھر بھاگ جاتا ہے۔)

(لوکا ہنستا ہے۔)

واسیلیسا: تم کون ہو جی؟

لوکا: میں ہوں ایک جہاں گشت! یاتری!

واسی لیسا: رات کاٹو گے یا یہیں ٹھہرو گے؟

لوکا: ذرا میں ابھی دیکھوں گا بھالوں گا۔

واسی لیسا: اور پاسپورٹ؟

لوکا: اگر تم چاہو تو...

واسی لیسا: لاؤ مجھے دو پاسپورٹ!

لوکا: میں... ہاں... میں خود تمہارے گھر آ کر دوں گا۔

واسی لیسا: یاتری؟ ہونہہ! اٹھائی گیرا دکھتا ہے!

لوکا (ٹھنڈی سانس لے کر): تم کوئی نیک بی بی نہیں ہو!

(واسی لیسا پیپل کے کمرے کے دروازے پر جاتی ہے۔)

الیوشکا (باورچی خانے کے دروازے سے سر نکالتا ہے اور دبی زبان سے پوچھتا ہے): گئی، دفان ہوئی؟

واسی لیسا (اس کی طرف مڑتے ہوئے): تو اب تک یہیں مر رہا ہے؟

(الیوشکا زور سے سیٹی بجاتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔ ناستیا اور لوکا ہنستے ہیں۔)

بوبنوف (واسی لیسا سے): وہ یہاں نہیں ہے۔

واسی لیسا: کون؟

بوبنوف: واسیا۔

واسی لیسا: کیا میں نے پوچھا تم سے وہ کہاں ہے؟

بوبنوف: تم ادھر ادھر سونگتی جو پھر رہی ہو۔

واسی لیسا: میں یہ دیکھ رہی ہوں، یہاں سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے نا۔ سمجھے؟ آج جھاڑو کیوں نہیں دی گئی؟ کتنی بار میں نے تم سے کہا اس جگہ کو صاف ستھرا رکھو۔

بوبنوف: صفائی کی باری آج ایکٹر کی ہے۔

واسی لیسا: میری جوتی سے کسی کی باری ہے، کس کی باری نہیں ہے! صفائی کا داروغہ آیا اور مجھ پر جرمانہ ہوا تو میں تم سب کو دھکے دے کر نکال کروں گی!

بوبنوف (اطمینان سے) پھر کھاؤ گی کہاں سے؟

واسی لیسا: ہاں کہے دیتی ہوں، خبردار جو ایک تنکا بھی زمین پر چھوڑا ہو تو لوگوں نے! (باورچی خانے کی طرف جاتے ہے اور ناستیا سے کہتی ہے) تو یہاں کھڑی، بیل جیسی سوجی سوجی آنکھیں لئے، کیا دیکھ رہی ہے ٹکر ٹکر؟ یوں کھڑی ہے جیسے پتھر کی مورت۔ جھاڑو دے یہاں! نتاشا کو تو نہیں دیکھا؟ وہ یہاں آئی تھی؟

ناستیا: میں نہیں جانتی۔ میں نے نہیں دیکھا۔

واسی لیسا: بوبنوف! میری بہین یہاں آئی تھی؟

بوبنوف (لوکا کی طرف اشارہ کرتا ہے): وہی تو لائی ہے بابا کو۔

واسی لیسا: اور وہ... کیا وہ گھر ہی پر تھا؟

بوبنوف: واسیا؟ ہاں تھا تو۔ لیکن نتاشا نے کلیش کے سوا کسی سے بات نہ کی۔

واسی لیسا: میں یہ نہیں پوچھتی کس سے بات کی کس سے نہیں کی! جہاں جاؤ ہر طرف گند ہی گند ہے۔ سور بھرے ہوئے ہیں! صفائی کراؤ ابھی۔ سنا کچھ؟

(جلدی سے باہر جاتی ہے۔)

بوبنوف: کوئی بتائے، کیا دنیا میں اس سے بڑھ کر چڑیل دیکھی ہے کبھی؟

لوکا: ہاں وہ باتوں میں آنے والی نہیں!

ناستیا: یہاں کی زندگی ہی ایسی ہے۔ جو بھی یہاں رہے گا لت پت ہو جائے گا کیچڑ میں! کسی کا بھی پلو باندھ دو اس کے شوہر جیسے آدمی سے اور دیکھ لو...

بوبنوف: کوئی ایسا کس کے بھی نہیں بندھا ہے اس کا پلو...

لوکا: کیا وہ ہمیشہ اسی طرح گرجتی برستی رہتی ہے؟

بوبنوف: ہمیشہ۔ وہ آئی تھی اپنے یار سے ملنے اور وہ یہاں تھا نہیں۔

لوکا: ہاں تب تو جھنجھلانے کی بات ہی تھی۔ (ٹھنڈی سانس لیتا ہے) ہے، ہے! بھانت بھانت کے لوگ ہیں جو دنیا پر سکہ چلانے کی کوشش کرتے ہیں... اور ایک دوسرے کو خوفناک دھمکیاں دیا کرتے ہیں۔ اور پھر بھی دنیا میں نہ چین ہے اور نہ صفائی۔

بوبنوف: ہوں، چاہتے تو ہیں صفائی ستھرائی، سکھ چین۔ پر بدھی کہاں! ہاں زمین پر جھاڑو تو دینی ہی پڑے گی۔ ناستیا! جھاڑو کیوں نہیں دے دیتی؟

ناستیا: بھلا میں کیوں دوں جھاڑو؟ کوئی میں تمہاری لونڈی ہوں؟ (ایک لمحے کو رکتی ہے) آج میں پیوں گی... پی کر باولی ہو جاؤں گی، دیکھنا آج!

بوبنوف: البتہ یہ ہوئی ایک بات!

لوکا: میری بٹیا، ذرا سنوں تو، پی کر باولی کیوں بننا چاہتی ہو؟ ابھی کی تو بات ہے تو آنسو بہا رہی تھیں اور اب کہتی ہو پی کر باولی بن جاؤں گی؟

ناستیا (للکارتی ہوئے): ہاں پیوں گی... اور پھر روؤں گی... اور بس!

بوبنوف: ہاں یہ تو خیر معمولی بات ہے۔

لوکا: لیکن اس کا کارن کیا ہے؟ ایک پھڑیا بھی نکلتی ہے تو اس کا کارن ہوتا ہے۔

(ناستیا چپ چاپ سر ہلاتی ہے۔)

لوکا: ہے ہے ہے! کیسے کیسے لوگ! آخر تمہارا کیا ہونے والا ہے؟ لاؤ میں جھاڑو دے دیتا ہوں۔ جھاڑو کہاں ہے؟

بوبنوف: گلیارے میں دروازے کے پیچھے۔

(لوکا گلیارے میں چلا جاتا ہے۔)

میدویدیف (بوبنوف کے پاس آتا ہے): سو تو ٹھیک ہے۔ میری عمل داری ایسی بڑی نہیں ہے... پر بڑی عمل داری سے بڑھی ہوئی ہے۔ ابھی ابھی... ڈیوٹی چھوڑنے سے پہلے... وہ جو موچی کا بچہ ہے نا الیوشکا... اس کو پکڑ کر تھانے پر لے جانا پڑا۔ جانتے ہو کیا کر رہا تھا؟ بیچوں بیچ سڑک پر یوں لیٹ گیا اور اکارڈئین بجا بجا کر چیخنے لگا "مجھے کچھ نہیں چاہئے!" اور لو بھری سڑک، گھوڑے دوڑ رہے ہیں، گاڑیاں بھاگ رہی ہیں۔ کم بخت کسی گاڑی یا گھوڑے کی ٹاپوں کے نیچے آ گیا ہوتا۔ بڑا سر پھرا ہے لونڈا۔ مگر اب کے الو کی دم کو میں نے ٹھکانے لگا دیا ہے۔ لوگوں سے چھیڑ اور ہنگامہ کرنے میں سور کو بڑا مزا آتا ہے۔

بوبنوف: آج رات کو جماؤ گے سرانگھی کی بازی؟

میدویدیف: اچھا اچھا۔ ہونہہ... واسیا کا کیا حال ہے؟

بوبنوف: کوئی خاص بات نہیں۔ وہی رنگ ہے جو تھا۔

میدویدیف: مطلب یہ کہ مزے میں ہے، زوروں پر ہے؟

بوبنوف: کیوں نہیں؟ آخر وہ مزے میں اور زوروں پر کیوں نہ ہو؟

میدویدیف (مشکوک): کیوں نہ ہو؟ (لوکا گلیارے میں جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک بالٹی ہے) ہوں ہوں!... کچھ افواہیں پھیل رہی ہیں... واسیا کے قصے... تم نے کچھ نہیں سنا؟

بوبنوف: میں تو نت نئی باتیں سنتا رہتا ہوں...

میدویدیف: واسیا اور واسی لیسا کے بارے میں... شاید تم نے دیکھا سنا ہو؟

بوبنوف: کیا دیکھا سنا ہو؟

میدویدیف: بس... یونہی کچھ... شاید تم جانتے ہو... جھوٹ بول رہے ہو؟ سبھی جانتے ہیں... (سختی سے) ہاں اب بنو مت!

بوبنوف: بھلا میں جھوٹ کیوں بولتا؟

میدویدیف: اچھا اچھا! گنجے کتے! لوگ کہتے پھر رہے ہیں: واسیا اور واسی لیسا... تم جانو۔ لیکن مجھے کیا؟ میں اس کا باپ تھوڑا ہی ہوں۔ میں چچا ہوں... لوگ مجھ پر کیوں ہنستے ہیں؟... (کواشنیا آتی ہے) لوگ کیا سے کیا ہو گئے ہیں... جس کو دیکھو کسی نہ کسی پر ہنس رہا ہے۔ اوہ، تم؟ لوٹ آئیں؟

کواشنیا: اوہ میرے حاکم! بوبنوف! آج پھر یہ بازار میں لاسے جیسا چپک گیا مجھ سے! کہنے لگا بس

مجھ سے بیاہ کرلو نہیں تو مر جاؤں گا!

بوبنوف: پھر جھٹ منگنی پٹ بیاہ! گرہ میں مال اور کمر میں بل ہو تو پھر جھگڑا کاہے کا!...

میدویدیف: میں؟ ہو ہو ہو!

کواشنیا: ارے تم؟ بڑے رنگیے سیار ہو! میرے جلے پر نمک نہ چھڑک بھائی! بیاہ کر کے دیکھ لیا ور بس! بیاہ نہ کیا جلتی کڑاھی میں جا پڑے۔ یہ وہ لڈو ہے کھائے پچھتائے، نہ کھائے پچھتائے۔

میدویدیف: چھوڑو بھی۔ سارے مرد ایک جیسے تھوڑے ہی ہوتے ہیں!

کواشنیا: پر میں تو وہی ہوں! اللہ میاں! اس کی کروٹ کروٹ آگ دھکتی رکھیو!... جب میرے کلیجے کی ٹھنڈک میرا میاں اللہ کو پیارا ہوا تو میں وہیں کی وہیں خوشی میں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی: بیٹھی بیٹھی سوچتی رہی، کیا سچ میں اتنی قسمت والی ہوں؟

میدویدیف: اگر میاں بے وجہ مارتا پیٹتا تھا تو تمہیں پولیس میں رپٹ لکھوانا چاہئے تھا۔

کواشنیا: میں خدا کی خدائی میں پورے آٹھ برس رپٹ لکھوائی رہی، گڑگڑاتی رہی! پر وہی ہوا جو ہونا تھا!

میدویدیف: آج کل بیوی کو مارنے پیٹنے کی ممانعت ہے۔ اب بڑی سختی ہوگئی ہے۔ امن امان! بے وجہ کسی کو نہ پیٹو! ہاں صرف امن وامان کی خاطر پیٹنے کی اجازت ہے۔

لوکا (آننا کو سہارا دیتے ہوئے آتا ہے): اوہ تم!.. لو ہم آگئے! تمہاری یہ حالت اور تم اکیلی ڈھن مناتی پھرو! ٹانگوں میں سکت تو ہے نہیں؟ تمہاری جگہ کونسی ہے؟

آننا (جگہ دکھاتی ہے): بابا، بڑا احسان ہے!

کواشنیا: لو دیکھ لو۔ وہ رہی سہاگن! ذرا ایک نظر ڈالو!

لوکا: بیچاری لڑکی بالکل سوکھ کر کانٹا ہوگئی ہے! میں نے اس کو کراہتے سنا۔ دیوار کے سہارے گلیارے میں راستہ ٹٹول رہی تھی۔ اس کو اکیلے نہیں جانے دینا چاہئے۔

کواشنیا: حضور، غلطی ہوئی، معاف کیجئے۔ لگتا ہے، رانی کی لونڈی آج چھٹی پر ہے۔

لوکا: ذرا دیکھنا تم نے میری بات دل لگی میں اڑا دی! آخر آدمی آدمی سے ایسا سلوک کیسے کر سکتا ہے! آدمی جیسا بھی ہو آدمی ہے۔ ہر آدمی کی اپنی قیمت ہوتی ہے۔

میدویدیف: اس پر نظر رکھنی چاہئے۔ کون جانے کب چڑیا اڑ جائے؟ پھر بڑی مصیبت آئے گی۔ اس کو اپنی آنکھ سے اوجھل نہ ہونے دو!

لوکا: بالکل ٹھیک تھانیدار صاحب!

میدویدیف: ہاں، لیکن...خیر...ابھی تک میں تھانیدار نہیں بنا ہوں...

لوکا: لو اور لو! ذرا کوئی دیکھے۔ دیکھنے میں تو سورما...

(گلیارے میں شور اور ہنگامہ۔ گھٹی گھٹی چیخ سنائی دیتی ہے۔)

میدویدیف: پھر جھگڑا؟

بوبنوف: لگتا ہے۔

کواشینا: میں بھاگ کر دیکھتی ہوں۔

میدویدیف: مجھے بھی جانا پڑے گا۔ فرض کا برا ہو! میری سمجھ میں نہیں آتا۔ لوگ لڑیں تو لڑیں۔ ہم بیچ بچاؤ کیوں کریں۔ جی بھر کر لڑنے دو۔ پھر آپ ہی ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ وہ پیٹ بھر کے ایک دوسرے کا خون پی لیں۔ ان کو یاد رہے گا۔ اور پھر بھڑنے کی باری آئے گی تو سوچ سمجھ کر اوکھل میں سر دیں گے۔

بوبنوف (اپنے تختے پر سے کودتے ہوئے): تم اپنے حاکم سے یہ سب کہہ دیکھو نا۔

کوستی لیوف (دروازہ بھڑ سے کھولتا ہے اور چلاتا ہے): ابرام! جلدی آؤ! واسی لیسا نتاشا پر پل پڑی ہے۔ وہ اس کی جان لے لے گی! جلدی جلدی!

(کواشینا، میدویدیف اور بوبنوف دوڑ کر گلیارے میں جاتے ہیں۔ لوکا سر دھنتا ہے اور ان کو جاتے ہوئے دیکھتا رہتا ہے۔)

آنا: یا میرے اللہ! بیچاری نتاشا!

لوکا: کون لڑ رہا ہے؟

آنا: مالک مکان کے ہاں کی عورتیں۔ دونوں بہنیں ہیں۔

لوکا (آنا کے پاس جاتا ہے): کاھیکو لڑ رہی ہیں یہ؟

آنا: کوئی خاص بات نہیں۔ پیٹ بھر کے کھاتے ہیں، خون گرم ہے اور بس۔

لوکا: تمہارا نام کیا ہے؟

آننا: آننا۔ تمہیں دیکھتی ہوں... اور لگتا ہے دیکھتی رہوں... تم بالکل میرے ابا جیسے ہو... ویسے ہی نرم دل۔

لوکا: میں نے بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اسی چیز نے مجھے اتنا نرم بنا دیا ہے، پگھلا دیا ہے۔ (اس کے منہ سے جھنجھناتا ہوا قہقہہ بلند ہوتا ہے۔)

پردہ

دوسرا ایکٹ

وہی منظر

شام۔ ساتن، نواب، کریوائے زوب اور تاتار چولھے کے نزدیک تختے پر بیٹھے ہوئے تاش کھیل رہے ہیں۔ بوبنوف اپنے تختے پر میدویدیف کے ساتھ سرابگھی کھیل رہا ہے۔ لوکا آننا کے بستر کے پاس بیٹھا ہے۔ وہاں دو چراغ جل رہے ہیں۔ ایک چراغ اس دیوار سے لٹک رہا ہے جہاں لوگ تاش کھیل رہے ہیں اور دوسرا بوبنوف کے تختے پر۔

تاتار: ایک بازی اور کھیلتا ہوں۔ بس آخری بازی...

بوبنوف: زوب (کوئی گیت گاؤ!) (گاتا ہے۔)

ہر صبح نکلتا ہے سورج پر تو بھی...

کریوائے زوب (سر میں سر ملاتا ہے):

پر تو بھی میری کال کوٹھری

رہتی ہے اندھیاری

رہتی ہے اندھیاری

تاتار (ساتن سے): تاش پھینٹو۔ اچھی پھینٹو۔ میں خوب جانتا ہوں تم کس طرح کھیلتے ہو۔

بوبنوف اور کریوائے زوب (ایک ساتھ):

دن رات گھومتا پہرہ اھا اھا مری کھڑکی کے آگے

آننا: لڑائی جھگڑے... گالیاں، ہتک، ذلت... اور کچھ نہیں... میں نے بس یہی دیکھا ہے... بس اتنا ہی جانا ہے۔

لوکا: آہ میری اچھی بچی، ہلکان نہ ہو!

میدویدیف: کیا چال چل رہے ہو، خبردار، خبردار،

بوبنوف: ہونہہ... اچھا اچھا...

تاتار (ساتن کو گھونسہ دکھاتا ہے): میاں تم پتے کیوں چھپا رہے ہو؟ میں سب دیکھ رہا ہوں! تم پر لعنت ہو...

کریوائے زوب: اماں چھوڑو بھی احسن! بہرحال یہ تو ہماری آنکھ میں دھول جھونکیں گے پر جھونکیں گے! بوبنوف، پھر تان اڑاؤ...

آننا: مجھے کبھی جی بھر کے کھانا نصیب نہ ہوا... ایک ایک ٹکڑا روٹی کا گنتی رہی... ہمیشہ ڈر سے کانپتی رہی... ہمیشہ جی ہولتا رہا کہ کہیں دوسرے سے زیادہ تو نہیں کھا گئی... چیتھڑے کے سوا اور کچھ کبھی پہننے کو نہ ملا۔ ایسی زندگی کس کام کی؟ نہ خوشی نہ آرام...

لوکا: ایہہ، بچی تو تھک گئی؟ پروا نہ کرو۔

ایکٹر (کریوائے زوب سے): چلو... غلام چلو... کم بخت!

نواب: اور ہمارے پاس بادشاہ ہے۔

کلیش: وہ ہمیشہ بازی لے جاتے ہیں

ساتن: جی اپنا چلن یہی ہے۔

میدویدیف: لو یہ رہی بیگم!

بوبنوف: میری بھی! اچھا اب آؤ؟

آننا: اور اب میں مر رہی ہوں۔

کلیش: دیکھا؟ دیکھا؟ احسن پھینک دو پتے! میں کہتا ہوں مت کھیلو!

ایکٹر: کیا اس کی کھوپڑی میں بھیجا نہیں ہے؟

نواب: اندرئی، منہ سنبھال کے ورنہ دیکھنا، میں سیدھا جہنم کا رستہ دکھاؤں گا!

تاتار: ایک بار اور چلو۔ اندھے کے آگے رو، اپنے دیدے کھو! لو میں بھی...

لوکا: نہیں نہیں، کچھ نہ ہوگا! چین سے سو جاؤ! سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا! وہاں تم تم کو آرام ملے گا، چین ملے گا!... بس تھوڑی دیر اور صبر کر لو!... سبھی کو صبر کرنا پڑتا ہے، میری جان... ہر آدمی اپنے اپنے ڈھنگ سے زندگی کا بوجھ اٹھاتا ہے... (اٹھتا ہے اور جلدی سے باورچی خانے میں چلا جاتا ہے۔)

بوبنوف (گاتا ہے):

بیکار تمہارے پہرے...

کریوائے زوب:

میں نہیں بھاگنے والا...

(سر میں سر ملاتے ہوئے۔)

آزادی مجھ کو پیاری اہاہا

پر زنجیروں سے پالا میں نہیں بھاگنے والا

تاتار (چیختا ہے): او! آستین میں سرکا رہے ہو پتہ!

نواب (بوکھلاتے ہوئے): اور نہیں تو کیا۔ تمہاری ناک میں سرکاؤں؟

ایکٹر (سمجھانے کے انداز میں): احسن تم کو دھوکا ہوا! یہاں کوئی بھی، کبھی بھی...

تاتار: میں نے دیکھا ان آنکھوں سے! دھوکے باز! میں نہیں کھیلتا!

ساتن (پتے اکٹھا کرتا ہے): اچھا تو بھاگ جاؤ احسن... تم خوب جانتے ہو، ہم ٹھگ ہیں، اچکے ہیں... پھر ہمارے ساتھ کھیلنا کیوں شروع کیا؟

نواب: جان نکلی پڑ رہی ہے، بیس ہی کوپک تو ہارا ہے۔ اور آسمان سر پر یوں اٹھا لیا گویا گرہ سے تین روبل نکل گئے ہوں۔ اور بنتا ہے بڑا کہیں کا تاتار!

تاتار (گرم ہوتے ہوئے): کھیلنا ہے تو ایمان داری سے کھیلو!

ساتن: کیوں کھیلیں ایمان داری سے؟

تاتار: کیوں؟ مطلب؟

ساتن مطلب یہ کہ۔آخر کیوں؟

تاتار: کیا تم نہیں جانتے؟

ساتن: اوں ہوں۔نہیں جانتا۔اور تم۔جانتے ہو؟

تاتار غصے میں تھوکتا ہےاور سب اس پر ہنستے ہیں۔)

کریوائے زوب (نیکی اور نرمی سے): تم پگلے ہواحسن۔دیکھتے نہیں اگر یہ ایمان داری سے جینے لگیں تو تین ہی دن میں بھوک سے ان کا بیڑا پار ہو جائے۔

تاتار: مجھے مطلب، آدمی کو ایمان داری سے جینا چاہئے!

کریوائے زوب: وہی طوطے کی رٹ! آؤ بوبنوف! چلیں، چائے پئیں!

یہ لوھے کی زنجیریں، یہ لوھے کے دروازے...

بوبنوف:

یہ انتھک پہرے دار

کریوائے زوب: چلو آؤ احسن! (گاتے ہوئے باہر نکل جاتا ہے۔) میں ان کو توڑ نہیں سکتا، میں ان کو کھول نہیں سکتا...

(تاتار نواب کو گھونسہ دکھاتا ہےاور پھر اپنے دوست کے پیچھے پیچھے چلا جاتا ہے۔)

ساتن (ہنستا ہے اور نواب سے کہتا ہے): ایک بار پھر جہاں پناہ تم رنگے ہاتھوں پکڑے گئے۔ ہونہہ۔پڑھے لکھے صاحب بہادر بنتے ہواور اتنا سا گر نہیں آتا کہ پتہ کیسے سرکا لیں آستین میں!

نواب (ہاتھ پھیلاتے ہوئے): خدا جانے سالہ پتہ کیسے...

ایکٹر: ہنر نہیں ہے اور کیا۔اپنے اوپر بھورسہ نہیں۔بھروسہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ہار اور کچھ بھی نہیں۔

میدویدیف: میرے پاس ایک بیگم ہے لیکن تمہارے پاس دو...

بوبنوف: ایک بیگم کیا کم ہے میاں، ہاں اگر اس کی کھوپڑی میں بھس نہ بھرا ہو! تمہاری چال ہے۔

کلیش: ابرام ایوانو وچ، تم ہار گئے!

میدویدیف: تمہیں مطلب؟ سمجھے۔چپ رہو!

ساتن: جیتی بازی۔ترپن کو پک!

ایکٹر: تین کوپک تو میرے ہوئے۔لیکن تین کوپک سے میں کیا کروں گا؟

لوکا (باورچی خانے سے آتا ہے): اچھا تو تم نے تاتار کی حجامت بنادی۔اب تو ذرا گلا تر کرنے ضرور جاؤ گے نا؟

نواب: آؤ چلو ہمارے ساتھ۔

ساتن: میں دیکھنا چاہتا ہوں،تم پی کر کیا رنگ دکھاتے ہو۔

لوکا: وہی جو بناپڑے رہتا ہے۔

ایکٹر: آؤ بابا... میں تمہیں کچھ سناؤں...

لوکا: کیا سناؤ گے۔

ایکٹر: شاعری۔

لوکا: شاعری؟ مجھے شاعری سے کیا لینا دینا؟

ایکٹر: مزا آتا ہے اس میں۔سن کر دل دکھی بھی ہوتا ہے۔

ساتن: اچھا شاعر صاحب،آپ آرہے ہیں یا نہیں؟

(نواب کے ساتھ باہر چلا جاتا ہے۔)

ایکٹر: آرہا ہوں۔میں جالوں گا! سنو بابا سنو۔یہ ایک نظم کا ٹکڑا ہے۔آخ...لو شروع کے بول ہی یاد نہیں آتے۔اف کچھ یاد نہیں آتا۔(پیشانی ملتا ہے۔)

بوبنوف: لو یہ چلی تمہاری بیگم! تمہاری چال!

میدویدیف: مجھے اس کو وہاں نہیں چلنا تھا۔لعنت ہو!

ایکٹر: بابا پہلے جب میرے جسم میں شراب کا بس نہیں پھیلا تھا، میری یاد بڑی تیز تھی...لیکن اب؟...اور اب سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔جب میرے منہ سے یہ بول نکلتے تھے تو چھتیں اڑ جاتی تھیں... کیسی طوفانی تالیاں بجتی تھیں! اور تم نہیں جانتے دوست تالیوں کا مطلب کیا ہوتا ہے! تالیاں وودکا ہیں وودکا! میں اسٹیج پر باہر آتا اور یوں کھڑا ہو جاتا...(پوز دیتا ہے) میں یوں کھڑا ہو جاتا اور...(چپ) ایک لفظ یاد نہیں آتا...ایک لفظ نہیں۔اور یہ میری دل پسند چیز تھی۔یہ تو بہت ہی بری بات ہوئی۔ہے نا بابا بری بات؟

لوکا: ہے تو سہی۔ ایک بار کوئی چیز دل کو بھا جائے تو پھر اس میں آدمی کی روح بس جاتی ہے۔

ایکٹر: بابا، میں تو اپنی روح تک پی گیا۔ میں تو برباد ہو چکا۔ اور کیوں؟ اس لئے کہ مجھے اپنے اوپر بھروسہ نہ تھا۔ میرا کام تمام ہوا۔

لوکا: یہ کوئی بات نہیں۔ تمہیں بس علاج کی ضرورت ہے۔ سنا نہیں تم نے، ان دنوں لوگ شرابیوں کا علاج کرنے لگے ہیں؟ وہ مفت علاج کر دیتے ہیں۔ لوگوں نے شفاخانہ سا کھول رکھا ہے۔ وہاں مفت علاج کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ شرابی بھی انسان ہوتا ہے۔ اور جب ان کو معلوم ہوتا ہے کہ شرابی اس بیماری سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ اس لئے تم وہاں جا کر دیکھو۔ جاؤ قسمت آزمائی کر لو۔

ایکٹر (فکرمند انداز میں): کہاں؟ یہ جگہ ہے کہاں؟

لوکا: یہ کسی شہر میں ہے۔ کیا نام ہے اس کا بھلا سا؟ اوٹ پٹانگ سا نام ہے۔ ذرا ٹھہرو... ڈرومت، مجھے نام یاد آجائے گا۔ اس بیچ میں تم تیاری شروع کر دو۔ وودکا سے جان چھڑا لو۔ اپنے اوپر قابو رکھو اور ڈٹے رہو۔ تم اچھے ہو جاؤ گے۔ پھر سے اپنی زندگی شروع کرو۔ ہو گی نا یہ اچھی بات؟ پھر سے۔ بس ہمت کر کے کمر کس لو۔ اور ڈٹ جاؤ!

ایکٹر (مسکراتا ہے): پھر سے۔ پھر شروع سے۔ ہاں بات تو دل کو لگتی ہے۔ پھر سے؟ (ہنستا ہے) بے شک! میں یہ کر سکتا ہوں! کیوں میں یہ کر سکتا ہوں نا؟

لوکا: بے شک کر سکتے ہو۔ آدمی پتا مار کے جو کام بھی چاہے کر سکتا ہے۔

ایکٹر (جیسے اچانک جاگ گیا ہو): بڑے میاں تمہاری چول کچھ کھسکی ہوئی ہے، ہے نا؟ اچھا ابھی خدا حافظ! (سیٹی بجاتا ہے) خدا حافظ بڑے میاں۔ (باہر چلا جاتا ہے۔)

آنا: بابا۔

لوکا: کیا ہے بیٹی؟

آنا: مجھ سے باتیں کرو۔

لوکا (پاس جاتا ہے): بہت اچھا۔ آؤ ہم اچھی اچھی باتیں کریں...

(کلیش ان کو دیکھتا ہے، اور خاموشی سے اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے اور اپنے ہاتھ کچھ اس طرح

ہلاتا ہے جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو۔)

لوکا: کیا بات ہے بھائی

کلیش (دھیمی آواز میں): کچھ نہیں۔

(وہ آہستہ آہستہ گلیارے کے دروازے کی طرف جاتا ہے۔ایک آدھ پل دروازے کے پاس کچھ دھبدے کے عالم میں کھڑا رہتا ہے اور یکا یک باہر چلا جاتا ہے۔)

لوکا (کلیش کو جاتے ہوئے دیکھتا ہے): تمہارا میاں بڑا دکھی ہے۔

آننا: میں اب اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی۔

لوکا: کیا وہ تم کو بہت مارتا تھا؟

آننا: اف مت پوچھو۔اسی کے ہاتھوں میری یہ درگت ہوئی ہے۔

بوبنوف: میری بیوی کا ایک عاشق تھا۔کم بخت سرانگبھی کھیلنے میں بڑا دھرت تھا۔

میدویدیف: ہونہہ!

آننا: بابا... کچھ کہو، کچھ کہو... میرا جی بہت برا ہو رہا ہے...

لوکا: کوئی بات نہیں۔میری بینا، مرنے سے پہلے ایسا ہی لگتا ہے۔میری بیٹی، ابھی سب ٹھیک ہوا جاتا ہے۔بس تم امید کا چراغ جلائے رہو۔اب یوں ہوگا... اب موت آئے گی اور تم کو اپنی گود میں چھپالے گی... سمجھیں، اب تمہاری آنکھ بند ہو جائے گی۔اور ہر طرف سکھ چین کی کی بنسری بجیگی۔اب کسی چیز کا ڈر نہ ہوگا۔ہاں کسی چیز کا ڈر نہیں۔بس مزے میں سکھ چین سے لیٹی رہوگی۔موت سکھ اور چین کا پیغام لاتی ہے۔موت آتی ہے اور ہم سب کے دل پر چھایا رکھتی ہے۔یہی تو بات ہے جو لوگ کہتے ہیں: ایک بار آنکھ بند ہوئی تو پھر چین ہی چین ہے۔میری بچی، یہ سچ ہے کیونکہ آدمی اس دنیا میں اور کہاں سکھ چین کی امید کر سکتا ہے۔

(پیپل اندر آتا ہے۔اس نے چڑھا رکھی ہے۔بال بکھرے ہوئے اور تیور چڑھے ہوئے ہیں۔وہ دروازے کے قریب ایک تختے پر دھنس جاتا ہے اور خاموش اور بے حس وحرکت بیٹھا رہتا ہے۔)

آننا: لیکن بتاؤ۔کیا اس دنیا میں بھی ہمیں ستایا جائے گا، ہم پر اسی طرح بپتا پڑے گی؟

لوکا: وہاں کچھ بھی نہ ہوگا۔کچھ بھی نہیں۔تم میری بات مانو۔وہاں سکون ہوگا، سکھ ہوگا، چین ہوگا۔

اور کچھ بھی نہیں۔ فرشتے تم کو خدا کے دربار میں لے جائیں گے اور کہنے گے: اے رحیم وکریم، دیکھ تیری وفادار اور نیک بندی آنّا حاضر ہوئی ہے۔

میدویدیف (سختی سے): بھلا تم کو کیسے معلوم ہو گیا کہ وہاں وہ کیا کہیں گے؟ خوب ہے تو بھی میرا یار!

(میدویدیف کی آواز سن کر پیپل سر اٹھاتا ہے اور سنتا ہے۔)

لوکا: تھانیدار صاحب، جب میں کہہ رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جانتا ہوں...

میدویدیف (نرم پڑتے ہوئے): ہونہہ۔ شاید ممکن ہے۔ تم جانو اور تمہارا کام۔ لیکن اب تک میرے تھانیدار بننے کی نوبت نہیں آئی ہے۔ ابھی نہیں۔

بوبنوف: یوں مارتے ہیں، ایک ہی ہاتھ میں دو...

میدویدیف: شیطان۔ مجھے امید ہے کہ تم...

لوکا: اور پروردگار اپنی مہربان اور رحمت بھری آنکھوں سے تم کو دیکھ گا اور کہے گا: بے شک میں آنّا کو جانتا ہوں! اور وہ کہے گا: جاؤ ہمارے آنّا کو سیدھے جنت میں لے جاؤ! ذرا اس کو آرام کر لینے دو۔ جانتا ہوں کتنی کٹھن رہی ہے اس کی زندگی، وہ تھک کر کتنا نڈھال ہو چکی ہے۔ اب اس کو سکھ چین سے جینے دو۔

آنّا (ہانپتے ہوئے): اوہ... بابا... میرے پیارے بابا... اے کاش ایسا ہی ہو! اگر... مجھے سکھ چین مل جائے... کاش مجھ سے دکھ درد کا احساس ہی چھن جائے!

لوکا: ہاں تم اب کچھ بھی محسوس نہیں کرو گی، میری بچی۔ کچھ بھی نہیں۔ میری بات مانو۔ اب تو کو خوش خوش مرنا چاہئے، کسی ڈر اور دھڑکے کی ضرورت نہیں۔ میں سچ کہتا ہوں موت ہمارے لئے، اپنے بچوں کے لئے مہربان ماں کی طرح ہے۔

آنّا: لیکن... کون جانے... میں اچھی ہی ہو جاؤں...؟

لوکا (طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ): کاھیکو میری بچی؟ پھر پتا سہنے کو؟

آنّا: تھوڑا سا... بس تھوڑا سا اور جی لوں... تھوڑا سا۔ جب تم کہتے ہو وہاں کوئی دکھ نہ ہوگا... تو پھر میں یہاں دکھ سہار لوں گی... میں...

لوکا: وہاں کچھ بھی نہ ہوگا، کچھ بھی نہیں... بس... پیپل (اٹھتے ہوئے): ٹھیک کہتے ہو۔ پر ہو سکتا ہے

تم... غلط کہتے ہو۔

آننا (چونک کر): میرے اللہ!

لوکا: کیوں کیا بات ہے میرے گبرو جوان؟

میدویدیف: کون چیخ رہا ہے؟

پیپل (اس کے پاس جاتا ہے): میں! کہو کیا کہتے ہو؟

میدویدیف: چیخو مت، کہتا ہوں، چیخو مت۔ آدمی کو امن چین سے رہنا چاہئے۔

پیپل: کاٹھ کا الو! ان کا چچا بنتا ہے! ہو ہو ہو!

لوکا (پیپل سے، دبی آواز میں): چیخنا بند کرو، سنتے ہو؟ یہ عورت مر رہی ہے۔ دیکھو اس کے ہونٹوں پر کب کی موت کی زردی چھا چکی۔ اس کو چین سے مرنے دو۔

پیپل: اچھا بابا۔ تمہاری عزت کرتا ہوں، تم خوب آدمی ہو بابا۔ کس صفائی سے کتنی خوبصورتی سے جھوٹ بولتے ہو۔ تمہاری ہوائی باتیں دل موہ لیتی ہیں۔ اڑاؤ، اپنے جھوٹ کی تان اڑاؤ۔ سب ٹھیک ہے۔ اس دنیا میں اچھی اچھی باتیں کب ملتی ہیں سننے کو۔

بوبنوف: کیا سچ مچ مر رہی ہے؟

لوکا: لگتا تو ہے...

بوبنوف: چلو اب اس کی کھانسی سے چھٹکارا مل جائے گا۔ بڑی خوفناک تھی اس کی کھانسی۔ چلو دو اور صاف!

میدویدیف: ہش! خدا سمجھے تجھ سے!

پیپل: ابرام!

میدویدیف: کس نے تم کو اجازت دی کہ تم مجھے ابرام کہہ کر پکارو!

پیپل: ابرام کیا نتاشا بیمار ہے؟

میدویدیف: اس سے تمہیں مطلب؟

پیپل: صاف صاف بتاؤ! کیا واسی لیسا نے اس کو بہت مارا ہے؟

میدویدیف: اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں۔ یہ گھر کا معاملہ ہے۔ تم کون ہوتے ہو دوسروں کے

پھٹے میں پیر اڑانے والے؟

پیپل: میں جو کوئی بھی ہوں۔ لیکن اگر میں چاہوں تو تم نتاشا کی ایک جھلک نہیں دیکھ سکتے۔

میدویدیف (کھیل چھوڑتے ہوئے): کیا؟ کیا کہا؟ کس کے بارے میں بک رہا ہے؟ وہ میری بھتیجی ہے۔ چوٹے کہیں کے!

پیپل: ہوسکتا ہے میں چور ہوں۔ لیکن تم نے مجھ ابھی پکڑا نہیں ہے!

میدویدیف: ٹھہر جاؤ! میں تم کو رنگے ہاتھوں پکڑوں گا۔ ٹھیک ہے۔ اور بہت جلد!

پیپل: پکڑ کر دیکھو مجھے۔ ادھر میں پکڑا گیا اور ادھر تمہارے اس چھوٹے سے گھونسلے پر بجلی گری۔ کیا تم سمجھتے ہو میں عدالت میں اپنے منہ میں گھنگھنیاں بھر بیٹھ جاؤں گا؟ بھیڑیا تو اپنے جبڑے کھولے گا۔ وہ مجھ سے پوچھیں گے: کس نے تم کو چوری کرنا سکھایا، کس نے تم کو بتایا کہ یہاں سیندھ مارو؟ میشکا کوستی لیوف اور اس کی بیوی نے! کس نے تمہارا چوری کا مال ٹھکانے لگایا؟ میشکا کوستی لیوف اور اس کی بیوی نے!

میدویدیف: تم جھوٹے ہو۔ کوئی تمہاری بات پر کان نہیں دھرے گا!

پیپل: وہ اس پر کان دھرینگے کیوں نکہ یہ سچ ہے! اور میں تمہیں بھی اس میں لپیٹوں گا... ہا ہا! بدمعاشو میں تم سب کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا! دیکھ لینا ہوں!

میدویدیف (ڈر کر): جھوٹے! جھوٹے کہیں کے! میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے؟ جو تم مجھ پر باولے کتے کی طرح ٹوٹ پڑا ہے!

پیپل: تم نے میرے ساتھ بھلائی بھی کیا کی ہے؟

لوکا: ہونہہ!

میدویدیف (لوکا سے): تم نے ٹرٹر کیوں مچا رکھی ہے؟ تمہیں کیا؟ آخر یہ گھر کی بات ہے۔

بوبنوف (لوکا سے): اس جھگڑے سے دور ہی رہو۔ یہ پھانسی کا پھندا ہماری گردنوں کے لئے تھوڑے ہی ہے۔

لوکا (عاجزی سے): ہاں۔ میں تو صرف اتنا کہتا ہوں اگر تم نے اپنے پڑوسی کا بھلا نہیں کیا ہے تو برا ضرور کیا ہوگا۔

میدویدیف (بات سمجھے بغیر): واہ! ہم یہاں ایک دوسرے کو جانتے ہیں... لیکن تم کون ہوتے ہو؟ (غصے میں ناک پھڑکاتا ہے اور جلدی جلدی باہر نکل جاتا ہے۔)

لوکا: لگتا ہے حضور عالی خفا ہو گئے۔ چ چ چ! بھائیو، مجھے تو دکھتا ہے کہ تمہارا قصہ بڑا الجھا ہوا ہے، معاملہ بے ڈھب ہے!

پیپل: وہ بھاگ کر گیا ہے واسی لیسا کے کان بھرنے۔

بوبنوف: واسیا تم نرے گدھے ہو۔ ہیکڑی دکھاتے پھرتے ہو! خبردار رہنا! جب آدمی جنگل میں سانپ کی چھتریاں چننے جائے اور دلیری دکھائے تو ایک بات ہوئی۔ پر یہاں خم ٹھونکنے کا کیا تک! دیکھنا ایک ہی وار میں گردن ناپ لیں گے تمہاری۔

پیپل: اوہ نہیں، وہ ایسا نہیں کر سکتے! کوئی مائی کا لال نہیں جو نہتا آئے اور یاروسلاول کے جوان پر ہاتھ ڈال دے! اگر وہ لڑنا چاہتے ہیں تو میں لڑ کر بھی دکھا دوں گا!

لوکا: کیا یہ اچھا نہ ہو گا کہ اب تم یہاں سے چپکے سے وفو چکر ہو جاؤ۔ کیوں لڑکے؟

پیپل: کہاں جاؤں میں؟ بتاؤ۔

لوکا: کیوں... سائبیریا ہی لے لو۔

پیپل: نہیں بخشو! بھیا میں تو اس وقت تک سائبیریا نہیں جانے کا جب تک کہ سرکار اپنے خرچ سے میرا ٹکٹ نہ کٹائے!

لوکا: میری سنو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ وہاں تمہیں زندگی کا ٹھیک راستہ مل جائے گا۔ وہاں تمہارے لوگوں کی ضرورت ہے۔

پیپل: میرا راستہ طے ہے۔ میرے باپ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ جیل میں کاٹ دیا اور مجھ سے کہا کہ بیٹے تم بھی اسی ڈگر پر چلو۔ ابھی میں چھوٹا ہی تھا کہ مجھے لوگ چور یا چور کا بیٹا کہہ کر پکارنے لگے۔

لوکا: سائبیریا بڑی اچھی جگہ ہے۔ ایک سنہرا دیس! اگر آدمی تگڑا ہو اور اس کی کھوپڑی میں عقل ہو تو اس وہاں مزا آ جائے گا۔

پیپل: بڑے میاں، آخر تم ایسی بے پر کی کیوں اڑایا کرتے ہو؟

لوکا: ایں؟

پیپل: بہرے ہو گیا؟ میں کہتا ہوں آخر من گھڑت کیوں ہانکتے رہتے ہو؟

لوکا: کیا جھوٹ کہا میں نے؟

پیپل تمہاری ہر بات جھوٹ ہوتی ہے۔تمہارے خیال میں تو ہر چیز اچھی ہے۔ یہ جگہ اچھی ہے، وہ جگہ اچھی ہے۔ جھوٹ کا پل۔ آخر تم سبز بات کیوں دکھاتے رہتے ہو؟

لوکا: تم میری بات مانو اور وہاں جا کر اپنی آنکھ سے دیکھو۔ پھر تم بڈھے کا احسان مانو گے! آخر تم یہاں کیوں چپکے رہو؟ آخر تمہیں سچ کا ٹوہ لگانے کی کیا پڑی ہے؟ کہیں سچ کی تلوار تمہاری ہی گردن پر نہ آگرے۔

پیپل: میرے لئے ایک ہی بات ہے۔تلوار تلوار ہے۔ سچ کی ہو یا جھوٹ کی!

لوکا: بیوقوف لڑکے! اپنے ہاتھوں اپنا گلا گھونٹنا کوئی عقل مندی نہیں ہے!

بوبنوف: آخر تم بک کیا رہے ہو؟ واسیا، کیا سچ مچ ،تم سچ کی تلاش میں ہو؟ کس لئے؟ تم خود اپنے بارے میں تو سچ جانتے ہونا! اور دوسرے بھی جانتے ہیں!

پیپل: تم اپنی ٹرٹر بند کرو۔اس کو کہنے دو۔سنو بڑے میاں۔ بتاؤ کیا خدا ہے؟

(لوکا مسکراتا ہے مگر بولتا کچھ نہیں۔)

بوبنوف: لوگ جیتے ہیں جیسے دریا میں لکڑی کی چپٹیاں بہتی ہیں...لکڑی کی کندوں سے گھر بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور لکڑی کی چپٹیاں دریا میں...

پیپل: بتاؤ خدا ہے؟ بتاؤ!

لوکا (چپکے سے): پوجو تو بھگوان ،نہیں تو پتھر۔جس چیز پر یقین کرو۔ وہ ہے، جس چیز پر یقین نہ کرو نہیں ہے۔

(خاموش حیرت کے ساتھ پیپل بڈھے کو گھورتا ہے۔)

بوبنوف: میں تو چائے پینے جا رہا ہوں۔کوئی چلتا ہے میرے ساتھ؟

لوکا (پیپل سے): تم اس طرح کیا گھور رہے ہو؟

پیپل: کچھ بھی نہیں۔سنو، تمہارا مطلب ہے کہ... بوبنوف: تو پھر میں اکیلا ہی چلا...

بوبنوف: تو پھر میں اکیلا ہی چلا...

(دروازے تک جاتا ہے اور واسی لیسا سے مڈبھیڑ ہو جاتی ہے۔)

پیپل: گویا تمہارا مطلب یہ ہے کہ تم...

واسی لیسا (بوبنوف سے): کیا ناستیا ہے یہاں؟

بوبنوف: نہیں۔ (باہر چلا جاتا ہے۔)

پیپل: اوہ... لو وہ رہی!

واسی لیسا (آننا کے پاس جاتی ہے): کیا اب تک جی رہی ہے؟

لوکا: اس کو نہ چھیڑو۔

واسی لیسا: تم کیا کر رہے ہو یہاں؟

لوکا: اگر چاہو تو میں ابھی دفان ہو سکتا ہوں۔

واسی لیسا (پیپل کے کمرے کے دروازے پر جاتی ہے): واسیا، ایک بات ہے۔ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔

(لوکا گلیارے کے دروازے کی طرف جاتا ہے۔ دروازہ کھولتا ہے اور بھڑ سے بند کر دیتا ہے۔ پھر وہ بڑی احتیاط سے ایک تختے پر سے ہوتا ہوا چولھے پر چڑھ جاتا ہے۔)

واسی لیسا (پیپل کے کمرے سے): واسیا، یہاں آؤ نا!

پیپل: نہیں میرا جی نہیں چاہتا۔

واسی لیسا: بات کیا ہے؟ اتنے جلے بھنے کیوں ہو؟

پیپل: میں اوب چکا ہوں۔ میں ان سب جھمیلوں سے اکتا چکا ہوں۔

واسی لیسا: مجھ سے بھی؟

پیپل: ہاں تم سے بھی۔

(واسی لیسا اپنی شال کو جسم پر کس کے کھینچتی ہے اور دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیتی ہے۔ وہ آننا کے بستر کے پاس جاتی ہے اور پردہ کھول کر جھانکتی ہے اور پھر پیپل کے پاس آ جاتی ہے۔)

پیپل: اچھا بتاؤ تمہارے جی میں کیا ہے؟

واسی لیسا: کہنے کو کیا رکھا ہے؟ میں تم کو اپنے آپ سے محبت کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ میں اپنا دامن

پھیلانا نہیں جانتی۔ تمہارا احسان مانتی ہوں کہ تم نے مجھے سچ بتادیا۔

پیپل: کیسا سچ؟

واسی لیسا: کہ تمہارا جی مجھ سے اوب گیا ہے۔ اور کون جانے یہ سچ نہ ہو؟

(پیپل اس کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہے۔)

واسی لیسا: (اس کے پاس جاتی ہے): کیا دیکھ رہے ہو؟ پہنچانتے نہیں؟

پیپل: ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے): تو بڑی جادوگرنی ہے، واسی لیسا۔ (واسی لیسا اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتی ہے لیکن وہ جھٹک کر الگ کر دیتا ہے) لیکن تم میرا من کبھی نہ جیت سکیں۔ میں تمہارے ساتھ رہا۔ سب کچھ سہی۔ لیکن میرا دل تمہارا نہ ہوا۔

واسی لیسا (آہستہ سے): تو یہ بات ہے! اچھا...

پیپل: ہاں، اور بات کرنے کو کیا رکھا ہے۔ میں اور تم بات کیا کریں۔ کچھ بھی نہیں۔ بھاگ جاؤ میرے پاس سے!

واسی لیسا: کیا تم کسی اور پر ریجھ گئے ہو؟

پیپل: اس سے تمہیں مطلب؟ اگر میرا دل کسی پر آ گیا ہے تو آنے دو۔ میں تم سے مدد تو نہیں مانگ رہا ہوں نا۔

واسی لیسا (معنی خیز انداز میں): بہت بری بات ہے۔ کون جانے میں تمہارا ہاتھ بٹا سکوں اور تم اس کو اپنا سکو۔

پیپل (مشکوک): کس کو؟

واسی لیسا: تم جانتے ہو۔ بنتے کیوں ہو؟ واسیا میں کھری کھری منہ پر کہتی ہوں (آواز مدھم کرتے ہوئے) میں نہیں چھپاؤں گی... تم نے میرا دل توڑا ہے۔ لگتا ہے جیسے تم نے مجھے کوڑے سے پیٹا ہے... اور قصور؟ قصور کچھ بھی نہیں۔ تم دم بھرتے تھے میری محبت کا... اور پھر اچانک...

پیپل: اچانک نہیں۔ بہت دن سے یہی حال ہے۔ عورت تیرے سینے میں دل نہیں ہے۔ عورت کے سینے میں دل ہونا چاہئے۔ ہم مرد درندے ہیں، تم عورتوں کو چاہئے کہ... تم کو چاہئے کہ ہمیں سدھاؤ۔ تم نے کبھی مجھے کچھ سکھایا؟

واسی لیسا: جو بیت گئی سو بیت گئی۔ میں جانتی ہوں آدمی خود اپنے من میں آزاد نہیں۔ اب تمہارے دل میں چاہت نہیں رہی... چلو ٹھیک ہے! ایسا ہے تو پھر ایسا ہی سہی۔

پیپل: تو ہمارے درمیان سب کچھ ختم ہو گیا نا؟ اور ہم چپکے سے الگ ہوئے، ہے نا، تماشے بنا؟ یہ بڑی اچھی بات ہے۔

واسی لیسا: اوہ، نہیں! ایک منٹ ٹھہرو! یہ مت بھولو... میں تمہارے ساتھ رہتی تھی... اور یہ آس لگائے بیٹھی تھی کہ تم میری گردن سے یہ جوا اتار پھینکنے میں میرا ہاتھ بٹاؤ گے۔ تمہارا بڑا آسرا تھا کہ... تم مجھے اپنے میاں سے، اپنے چچا سے... اس زندگی سے چھٹکارا دلاؤ گے... اور ممکن ہے کہ تم سے نہیں... بلکہ اس آس سے، اپنی اس دھن سے مجھے محبت تھی... سمجھے؟ میں تو انتظار کر رہی تھی کہ تم مجھے یہاں سے کھینچ کر نکال لے جاؤ گے!...

پیپل: تم کیل نہیں ہو اور میں چمٹا نہیں ہوں۔ میں خود سوچتا تھا کہ تم جیسی چتر عورت... ہاں تم بڑی چتر ہو... میں سوچتا تھا تم بڑی چالاک...

واسی لیسا (اس کی طرف جھکتے ہوئے): واسیا! آؤ ہم ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔

پیپل: وہ کیسے؟

واسی لیسا (شدت سے، دبی ہوئی آواز میں): میری بہن... جانتی ہوں تم اسکو دل دے بیٹھے ہو۔

پیپل: اس لئے تم اس کی مرمت کرتی رہتی ہو؟ خبردار رہنا واسی لیسا! کہے دیتا اس پر ہاتھ نہ اٹھانا!

واسی لیسا: رکو تو۔ بھڑکتے کیوں ہو۔ ہم سارا معاملہ چپکے سے طے کر سکتے ہیں، باولا نے کی ضرورت نہیں۔ کیوں۔ کیا خیال ہے، تم... تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو نا؟ میں تم کو کچھ روپیہ بھی دوں گی... کوئی تین سو روبل۔ اگر زیادہ ہاتھ لگ گیا تو وہ بھی تمہارا!

پیپل (ہٹتے ہوئے): کیا؟ کس چیز کے تین سو؟

واسی لیسا: مجھے اپنے میاں سے جان چھڑانے میں مدد کرو۔ میرے گلے سے یہ پھندا نکال دو۔

پیپل (آہستہ سے سیٹی بجاتا ہے): تو یہ بات ہے! اوھو! بڑی چتر ہو! میں تمہارا قبر میں، عاشق قید خانے میں، اور تمہاری پانچوں انگلیاں گھی میں...

واسی لیسا: واسیا! کیوں قید میں کیوں؟ تم اپنے ہاتھ سے یہ کیوں کرو... کسی اور سے یہ کام کراؤ... اور

اگر تم خود ہی اسے نبٹا لو تو معلوم کسے ہوگا؟ نتاشا۔ ذرا سوچو... تمہاری مٹھی میں روپیہ ہوگا... تم مزے میں جا سکتے ہو... میں زندگی بھر کو آزاد ہو جاؤں گی... رہی میری بہن کی بات۔ سو وہ مجھ سے دور چلی جائے اسی میں اس کی خیر ہے۔ اس کو ہر وقت دیکھ کر میرا دل کڑھتا ہے۔ تمہاری وجہ سے اس کو دیکھ کر میرا کلیجہ کباب ہو جاتا ہے۔ میں اپنے آپ کو نہیں روک سکتی۔ میں اس کو کچوکے لگاتی ہوں، ستاتی ہوں۔ میں اس کو مارتی ہوں... میں اس کو اتنا پیٹتی ہوں، اتنا پیٹتی ہوں کہ اس کو دیکھ کر مجھے بھی رونا آ جاتا ہے... پھر بھی مٗیں اس کو مارتی ہوں اور میں اس کو پیٹتی رہوں گی۔

پیپل: ایک تو چوری، اس پر سینہ زوری...

واسی لیسا: نہیں میں نہیں اکڑتی۔ میں تو بس سچ کہتی ہوں۔ سوچ لو واسیا۔ اسی میرے میاں کی بدولت دو بار تم کو جیل میں سڑایا گیا... اسی کے چھچھور پن کے کارن۔ وہ جونک کی طرح میرا خون پیتا ہے... چار سال سیاسی طرح میرا خون پی رہا ہے۔ کس مرض کا علاج ہے یہ شوہر؟ اور اوپر سے نتاشا کو کچلتا رہتا ہے، اس کے ٹھونگ مارتا رہتا ہے، اس کو بھکارن کہہ کر پکارتا ہے۔ وہ ہر ایک کے لئے سانپ ہے۔

پیپل: تم بڑی چالاک ہو۔

واسی لیسا: یہ تو صاف ہے جیسے دن۔ اگر تم اب بھی میرا مطلب نہیں سمجھے تو ماننا پڑے گا نرے بدھو ہو۔

(کوستی لیوف چپکے سے اندر آتا ہے اور دبے پاؤں آگے بڑھتا ہے۔)

پیپل (واسی لیسا سے): دور ہو جاؤ!

واسی لیسا: سوچ لو! (اسے اپنا شوہر نظر آتا ہے) کیا چاہتے ہو تم؟ کیا تم مجھے بلانے آئے ہو؟

(پیپل چونک جاتا ہے اور آنکھیں پھاڑ کر کوستی لیوف کو دیکھتا ہے۔)

کوستی لیوف: میں ہوں، میں۔ تم دونوں... اکیلے؟ گپ شپ ہو رہی ہے؟ (یکا یک وہ پیر پٹک پٹک کر چیخنے لگتا ہے) واسی لیسا خدا کی لعنت ہو تجھ پر! بھکارن کہیں کی! (وہ خود اپنی چیخ سے اور دوسروں کی ٹھنڈی خاموشی سے ڈر جاتا ہے) یا خدا مجھے معاف کر! پھر مجھ سے گناہ کروا رہی ہے واسی لیسا! میں ہوں کہ دنیا جہان میں تجھے ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔ (آواز تیز کرتے ہوئے) کب کا تمہیں سو جانا چاہئے تھا! خدا کی لعنت۔ پھر عیسیٰ مسیح کے چراغ میں تیل ڈالنا بھول گئیں؟ سور کی بچی! بھکارن! (وہ تھرتھراتی ہوئی انگلی

سے اسے دھمکاتا ہے۔ واسی لیسا آہستہ آہستہ گلیارے کے دروازے پر جاتی ہے۔ اس کی آنکھیں پیپل پر جمی ہوئی ہیں۔)

پیپل (کوستی لیوف سے): یہاں سے نکل جاؤ! دور ہو جاؤ!

کوستی لیوف (چیختا ہے): اس جگہ کا مالک میں ہوں! چوٹے تو یہاں سے نکل جا!

پیپل (دبی آواز میں): نکل جاؤ میں کہتا ہوں۔

کوستی لیوف: تیری یہ مجال! میں مزہ چکھادوں گا! میں...

پیپل اس کا کالر پکڑتا ہے اور جھٹکے دیتا ہے۔ یکا یک چولھے پر سے کسی کے اٹھنے اور کروٹ لینے اور ساتھ ہی جماہی لینے کی آواز آتی ہے۔ پیپل کوستی لیوف کو چھوڑ دیتا ہے جو چیخ کر گلیارے میں بھاگتا ہے۔)

پیپل (اچھل کر چولھے کے پاس والے تختے پر چڑھ جاتا ہے): کون ہے؟ کون ہے چولھے پر؟

لوکا (سر نکالتا ہے): ایں؟

پیپل: تم!

لوکا (اطمینان سے): میں۔ میں ہوں میں۔ اے میرے پروردگار!

پیپل (گلیارے کا دروازہ بند کرتا ہے اور اس کی غائب کنڈی کو بیکار ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے): لعنت ہو! بڑے میاں نیچے اترو!

لوکا: ابھی۔ لو ابھی تیار...

پیپل (سختی سے): تم رینگ کر چولھے پر کیوں چڑھے؟

لوکا: اور کہاں چڑھتا میں رینگ کر؟

پیپل: تم باہر گلیارے میں چلے گئے تھے نا۔

لوکا: میرے جیسا بوڑھا آدمی اتنی ٹھنڈی جگہ میں کیسے ٹک سکتا تھا۔

پیپل: تم نے... تم نے کچھ سنا؟

لوکا: کیوں ضرور سنا۔ آخر کیوں نہ سنتا؟ کیا تم سمجھتے ہو میں بہرا ہوں؟ لڑکے تم قسمت کے دھنی ہو۔ تم بڑے نصیب والے ہو۔

پیپل (مشکوک): کیوں کیسی قسمت؟

لوکا: یہی کہ تمہاری قسمت سے میں چولھے پر چڑھ گیا تھا۔

پیپل: تم نے شور کیوں مچایا؟

لوکا: مجھے بری گرمی لگ رہی تھی۔ اور کیوں۔ اور تمہیں میرا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ میں نے سوچا یہ لونڈا تو آپے سے باہر ہوا جا رہا ہے۔ یہ تو اس بڈھے کا گلا دبا کر اس کا کام تمام کئے دیتا ہے۔

پیپل: بے شک میں مار ڈالتا۔ اف، میں کتنی نفرت کرتا ہوں...

لوکا: جانتا ہوں۔ بڑا آسان ہے۔ لوگ جانے کتنی بار ایسی ٹھوکریں کھا چکے ہیں۔

پیپل (مسکراتا ہے): کون جانے تم نے کبھی خود بھی ایسی ٹھوکر کھائی ہو؟

لوکا: سنو لڑکے میری سنو! اس عورت سے دور رہو! اس کو پاس پھٹکنے نہ دو! دور! دور! تمہاری مدد کے بنا ہی وہ اس آدمی سے چھٹکارا پالے گی، اور وہ یہ کام تم سے زیادہ خوبی سے کرلے گی۔ اس کی بات نہ سنو، اس ڈائن کی بات! مجھے دیکھو۔ دیکھو میری چندیا کیسی صاف ہوگئی ہے؟ اور یہ کس کا کمال ہے؟ عورتوں کا! میں نے اتنی عورتیں دیکھی ہیں اس زندگی میں کہ اتنے تو بال بھی نہیں میرے سر میں۔ پر یہ تمہاری واسی لیسا تو ان سب ڈائنوں کے کان کتر گئی۔

پیپل: میں نہیں جانتا۔ کیا کروں... کیا کہوں... شکریہ... یا تم بھی...

لوکا: کچھ نہ کہو۔ یاد رکھو میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے بہتر بات کوئی تم سے نہ کہے گا۔ میری سنو... اپنے دل کی رانی کا ہاتھ پکڑو... اور چل دو... چلتے ہو جاؤ! یہاں سے نکل جاؤ! دور جتنی دور جا سکو چلے جاؤ!

پیپل (بگڑے تیور سے): آدمیکو پہچاننا مشکل ہے... کون بھلا ہے، کون برا... کوئی نہیں جان سکا۔

لوکا: اس میں جاننے کو کیا رکھا ہے؟ آدمی ہمیشہ ایک ہی جیسا نہیں رہتا۔ اس کا دار و مدار دل پر ہے۔ آج دل اچھا ہے تو اچھا، کل دل برا ہے تو برا۔ لیکن اس لڑکی نے تمہارا دل مٹھی میں کرلیا ہے تو اس کو اپنے ساتھ لو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ اور نہیں تو اکیلے ہی چل دو۔ تم ابھی جوان ہو۔ بڑا وقت پڑا ہے ابھی۔ تمہیں عورت مل جائے گی۔

پیپل (اس کے شانوں کو پکڑتے ہوئے): مجھے سچ بتاؤ۔ تم یہ سب کیوں کہہ رہے ہو؟

لوکا: بس بس چھوڑو، مجھے جانے دو۔ میں ذرا آننا کو دیکھ لوں۔ اس کی سانس گلے میں اٹکی ہوئی

تھی۔(وہ آنا کے بستر کے پاس جاتا ہے، پردوں کو سرکاتا ہے، جھانک کر دیکھتا ہے، آنا کو چھوتا ہے۔ پیپل فکرمندی اور گھبراہٹ کے ساتھ اس کو دیکھتا ہے) رحم کر پروردگار! اپنی بندی آنا کی روح کو جنت میں جگہ دے۔

پیپل (آہستہ سے): مرگئی؟ (وہ پاس نہیں پھٹکتا اور دور ہی سے گردن اٹھا کر بستر کی طرف دیکھتا ہے۔)

لوکا (آہستہ سے): چلو چھٹی ہوئی، اس کا دکھ ختم ہوا، اس کا میاں کہاں ہے؟

پیپل: ہوگا کہیں بھٹیار خانے میں پڑا۔

لوکا: اس کو خبر دینی چاہئے۔

پیپل (لرزتے ہوئے): میں تو لاشوں سے نفرت کرتا ہوں۔

لوکا (دروازے کی طرف جاتے ہوئے): بھلا ان میں محبت کرنے کو رکھا بھی کیا ہے؟ آدمی کو زندوں سے محبت کرنی چاہئے۔ زندوں سے۔

پیپل: میں بھی چلتا ہوں تمہارے ساتھ۔

لوکا: ڈرتے ہو؟

پیپل: مجھے نفرت ہے...

(وہ جلدی سے نکل جاتے ہیں۔ اسٹیج خالی اور خاموش رہتا ہے۔ گلیارے کے دروازے سے گھٹی گھٹی بے معنی آوازیں آتی ہیں۔ آخر ایکٹر اندر آتا ہے۔)

ایکٹر (دروازہ نہیں بند کرتا، لیکن دھلیز پر چوکھٹ کے سہارے کھڑا رہتا ہے اور زور سے پکارتا ہے): بابا! کہاں ہو تم؟

لو یاد آ گیا! یاد آ گیا! سنو! (وہ دو قدم لڑکھڑاتے ہوئے بڑھتا ہے، پوز دیتا ہے اور لحن سے پڑھتا ہے۔)

اگر وہ راستے دکھائی نہیں دیتے جو مقدس سچائی تک لے جاتے ہیں تو مبارک ہیں وہ دماغ جو لوگوں کو سنہرے خواب دکھاتے ہیں

(ایکٹر کے پیچھے نتاشا۔ دروازے پر دکھائی دیتی ہے۔)

ایکٹر: بابا!

اگر کل سورج نہ نکلے اپنے کرنوں سے دھرتی کو روشن کرنا بھول جائے تو کل کسی دیوانے کا جواب اس دھرتی کو جگمگا دیگا

نتاشا (ہنستی ہے): بھوت! پھر پی کر دھت ہو گیا!

ایکٹر (اس کی طرف مڑتے ہوئے): اچھا تو ہو۔ بابا کہاں ہے؟ ہمارا پیارا بابا؟ لگتا ہے یہاں کوئی بھی نہیں۔ اچھا خدا حافظ نتاشا! خدا حافظ!

نتاشا (اندر آتی ہے): سلام کلام کچھ نہیں سیدھے خدا حافظ؟

ایکٹر (اس کا راستہ روکتے ہوئے): میں... جا رہا ہوں۔ بہار آئے گی اور میں نہ ہوں گا۔

نتاشا: مجھے جانے دو۔ کہاں جا رہے ہو تم؟

ایکٹر: ایک شہر کی تلاش میں۔ میں اپنا علاج کراؤں گا۔ تم بھی جاؤ یہاں سے، اوفیلیا جاؤ تم خانقاہ میں جاؤ... کہتے ہیں اس شہر میں شراب کے زہر میں بسے ہوئے جسم کے علاج کا شفا خانہ ہے... شرابیوں کا شفا خانہ۔ لاجواب جگہ ہے۔ ہر چیز مرمر کی... فرش تک مرمر کا۔ جھل مل، جھل مل، چم چم، چم چم! صاف ستھرا۔ کھانے کو من بھر۔ اور سب مفت۔ مرمر کا فرش۔ ذرا سوچو! میں وہاں جاؤں گا اور اچھا ہو جاؤں گا اور پھر... دیکھنا، میرا نیا جنم ہونے والا ہے... جیسا کہ بادشاہ نے کہا ہے... کنگ لیر نے... میرا اسٹیج کا نام ہے سویرچ کوف زاوالرشکی۔ نتاشا، مگر کوئی اس نام کو نہیں جانتا۔ کوئی بھی نہیں۔ لو یہ رہا میں بے نام۔ کیا تم جانتی ہو آدمی نام کھو بیٹھے تو اس کے دل پر کیا گزرتی ہے؟ کتوں کے بھی نام ہوتے ہیں...

(نتاشا احتیاط سے ایکٹر کے پاس سے گزرتے ہوئے آننا کے بستر کے پاس چلی جاتی ہے اور پردے میں سے جھانکتی ہے۔)

ایکٹر: نام نہیں تو انسان نہیں۔

نتاشا: دیکھو! ہائے! وہ تو مردہ پڑی ہے!

ایکٹر (سر ہلاتے ہوئے): نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔

نتاشا (پیچھے ہٹتے ہوئے): ہاں مردہ پڑی ہے، دیکھ لو!

بوبنوف (دروازے سے): کیا دیکھ لو؟

نتاشا: آننا... چل بسی۔

بوبنوف: چلو آخر کھانسی سے چھٹکارا مل گیا۔ (آننا کے بستر کے پاس جاتا ہے، پردوں میں سے جھانکتا ہے اور اپنے تختے پر جا بیٹھتا ہے) کلیش کو خبر کرنی چاہیئے۔ آخر یہ اس کا معاملہ ہے۔

ایکٹر: میں جاتا ہوں۔ میں کہوں گا... اس کا نام مٹ گیا جہاں سے! (باہر نکل جاتا ہے۔)

نتاشا (کمرے کے درمیان): اور میں بھی... ایک دن... اسی طرح... کسی تہہ خانے میں، کالی کوٹھری میں... کچلی ہوئی...

بوبنوف (اپنے تختے پر کچھ پرانے چیتھڑے بکھیرتے ہوئے): کیا؟ کیا بڑبڑا رہی ہو؟

نتاشا: بے خیال میں دل کی بات منہ پر آ گئی...

بوبنوف: واسیا کی راہ دیکھ رہی ہو؟ ہوشیار رہنا! واسیا کے کارن ماری جاؤ گی۔

نتاشا: کیا اس سے کوئی فرق پڑتا ہے کہ کس کے کارن ماری جاؤں گی؟ چلو وہی سہی۔ وہ بہتوں سے اچھا ہے۔

بوبنوف (لیٹتے ہوئے): تم جانو اور تمہارا کام۔

نتاشا: یہ بڑا اچھا ہے کہ وہ جی جان سے گزر گئی... لیکن افسوس۔ آدمی زندہ کاہیکو رہتا ہے؟

بوبنوف: ہم سب کا ایک ہی حال ہے: پیدا ہوئے، زندہ رہے اور مر گئے۔ میں بھی مروں گا اور تم بھی۔ پھر کسی کے مرنے پر آنسو کیوں بہاؤ؟

(لوکا، تاتار، کریوائے زوب اور کلیش اندر آتے ہیں۔ کلیش سب کے پیچھے ہے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہے اور بالکل دوہرا ہو گیا ہے۔)

نتاشا: ہش! آننا...

کریوائے زوب: ہم کو معلوم ہے۔ اللہ اس کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

تاتار (کلیش سے): اس کو باہر لے جانا پڑے گا۔ ہاں گلیارے میں لے جانا پڑے گا۔ یہاں مردے نہیں رہ سکتے۔ یہاں زندہ انسان سوتے ہیں۔

کلیش آہستہ سے): اچھا ہم اس کو باہر نکال دیں گے۔

(وہ سب بستر کے پاس جاتے ہیں۔ کلیش دوسروں کے کندھوں کے اوپر سے جھانک کر اپنی بیوی

کی لاش دیکھتا ہے۔)

کریوائے زوب (تاتار سے): تم سمجھتے ہو بدبو آئے گی؟ سڑنے کو اس میں بچ ہی کیا رہا ہے۔ وہ زندہ تھی جب ہی وہ سوکھ چکی تھی۔

نتاشا۔ خدا کے لئے اس پر تو ترش کھاؤ! ایک آدھ اچھی بات تو نکالو منہ سے مرنے والے کے لئے لیکن تم بھلا یہ کیوں کرنے لگے!

لوکا: میری بیٹی ان کا برا نہ مانو! وہ مرے ہوئے پر غم کیسے کھا سکتے ہیں؟... جب کہ ہم زندوں پر ترس نہیں کھاتے؟ ہم تو اپنے آپ پر بھی ترس نہیں کھاتے... مردوں کو کون پوچھتا ہے!

بوبنوف (جماہی لیتے ہوئے): اچھی بات سے موت تو ڈر کر نہیں بھاگے گی۔ تم بیماری کو ٹال سکتے ہو باتوں سے، مگر موت کو نہیں۔

تاتار (ہٹتے ہوئے): پولیس کو بلاؤ۔

کریوائے زوب: ہاں ہاں، ہمیں یہ کرنا چاہئے کلیش! تم نے پولیس کو خبر کی؟

کلیش: نہیں۔ وہ مجھ سے اس کے کفن دفن کو کہیں گے اور میری گرہ میں بس چالیس کوپک پڑے ہیں۔

کریوائے زوب: تو پھر ادھار لے لو۔ ہم چندہ کر لیں... پانچ کوپک... یا جس سے جو بن پڑے۔ پر جلدی سے جاؤ اور پولیس کو خبر کرو۔ وہ سوچیں گے تم نے اس کو مار ڈالا یا کچھ اور۔

تختوں کے پاس جاتا ہے اور اب تاتار کے قریب لیٹنے ہی والا ہے۔)

نتاشا (بوبنوف کے پاس جاتے ہوئے): اب میں اس کو خواب میں دیکھوں گی۔ میں ہمیشہ مرے ہوؤں کو خواب میں دیکھتی ہوں۔ مجھے اکیلے گھر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ باہر گلیارے میں اندھیرا ہے۔

لوکا (اس کے پیچھے پیچھے باہر جاتا ہے): تمہیں تو زندوں سے ڈرنا چاہئے، باندھ لو میری بات گرہ سے۔

نتاشا۔ مجھے باہر تک پہنچا دو بابا۔

لوکا: آؤ چلو، چلو! میں چلتا ہوں تمہارے ساتھ۔ (وہ چلے جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر خاموشی۔)

کریوائے زوب: اوہو ہو! احسن! اب جلدی بہار آئے گی۔ آخر وہ دن آئیں گے جب ہمیں گرمی

ملے گی۔ گاوؤں میں کسانوں نے اپنے ہلوں کی مرمت شروع کردی ہے۔ جتائی کی تیاریاں ہورہی ہیں۔ ہونہہ! اور ہم... اف احسن؟ لوکم بخت مسلمان کب کا خراٹے لینے لگا۔

بوبنوف: تاتار تو سونے میں بڑے حاتم ہیں۔

کلیش (بیچوں بیچ کھڑا ہے اور سامنے بجھی بجھی آنکھوں سے گھور رہا ہے): اب میں کیا کروں؟

کریوائے زوب: جاؤ، سو جاؤ اور کیا۔

کلیش (آہستہ سے): اور اس کا کیا ہوگا؟

(کوئی بھی جواب نہیں دیتا۔ ساتن اور ایکٹر اندر آتے ہیں۔)

ایکٹر (چیختا ہے): بابا! یہاں آؤ! میرے وفادار کینٹ!

ساتن: ہٹ جاؤ، میکلوخامکلائی کے لئے راستہ چھوڑو!

ایکٹر: ہاں یہ طے ہو گیا ہے، ہمیشہ ہمیشہ کو۔ بابا! بتاؤ وہ شہر کہاں ہے؟ تم ہو کہاں؟

ساتن: فاتا مورگانا! بڑھے نے تم کو سبز باغ دکھایا ہے۔ ایسی کسی چیز کا نام نشان نہیں اس دنیا میں۔ نہ ایسا شہر ہے۔ نہ ایسے لوگ ہیں۔ کچھ بھی نہیں۔

ایکٹر: یہ جھوٹ ہے!

تاتار (اپنے بستر پر سے اچھلتے ہوئے): مالک کہاں ہے؟ میں جاتا ہوں مالک کے پاس۔ میں سو نہیں سکتا۔ آخر پیسے کاھے کے دیتا ہوں؟ مردہ یہاں! شرابی یہاں!

(تیزی سے باہر جاتا ہے۔ ساتن سیٹی بجاتا ہے۔)

بوبنوف (نیند میں): دوستو اپنے اپنے بستر پر جاؤ۔ شور بند کرو۔ رات سونے کے لئے بنائی گئی ہے۔

ایکٹر: آہ! یہاں ایک لاش پڑی ہے! ''ہمارے مچھلیوں کے جال میں ایک لاش پھنس گئی ہے!'' بیرانژے کی شاعری!

ساتن (چیختا ہے): لاش کچھ نہیں سنتی! لاش کچھ محسوس نہیں کرتی! جتنے زور سے چاہو گلا پھاڑ کر چیخو! لاش کچھ نہیں سنتی!

(دروازے پر لوکا دکھائی دیتا ہے۔)

تیسرا ایکٹ

مکان کا پچھلا صحن جو کوڑے کرکٹ سے بھرا ہوا ہے۔ گھاس ہر طرف اگی ہوئی ہے۔ اسٹیج پر دور اینٹ کی اتنی بلند دیوار ہے کہ آسمان بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اس دیوار کے آگے جھاڑیاں اگی ہوئی ہیں۔ دائیں طرف لکڑی کے کندوں کی کالی دیوار ہے۔ شاید کسی گئوشالے یا اصطبل کی دیوار ہے۔ بائیں طرف کوستی لیوف کا مکان ہے جس کی تہہ خانے میں کرایہ دار رہتے ہیں۔ مکان پرانا اور خستہ حال ہے۔ جگہ جگہ سے پلاستر اتر رہا ہے۔ یہ مکان کچھ ترچھا نظر آتا ہے اور اس کا پچھلا کونا صحن کے درمیان تک پھیلا ہوا ہے۔ اس طرح اینٹ کی دیوار اور گھر کے درمیان ایک تنگ گلی سی بن گئی ہے۔ اس گھر میں دو کھڑکیاں ہیں۔ ایک کھڑکی تو تہہ خانے کی ہے۔ دوسری کھڑکی کوئی چھ فٹ اونچی ہے اور پچھلی دیوار سے زیادہ قریب۔ گھر کے قریب کوئی بارہ فٹ لمبا لکڑی کا کندہ پڑا ہوا ہے۔ اس کے پاس ہی برف پر چلنے والی گاڑی اوندھی پڑی ہے۔ دائیں طرف والی عمارت کے پاس لکڑیوں اور تختوں وغیرہ کا ایک ڈھیر ہے۔ دن دم توڑ رہا ہے اور ڈوبتے سورج کی سرخ روشنی اینٹ کی دیوار کو چمکا رہی ہے۔ بہار کی آمد آمد ہے۔ ابھی ابھی برف پگھل ہے اور جھاڑیوں کی کالی کالی شاخیں اب تک ننگی ہیں اور نئی کونپلوں سے محروم۔ نتاشا اور ناستیا لکڑی کے کندے پر بیٹھی ہوئی ہیں۔ لوکا اور نواب لکڑی برف پر چلنے والی گاڑی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کلیش دائیں طرف لکڑیوں کے انبار پر دراز ہے۔ بوبنوف کا چہرہ تہہ خانے کی کھڑکی سے جھانک رہا ہے۔

ناستیا (آنکھیں بند کر کے اپنی کہانی ایک خاص لے سے سناتی ہے اور ساتھ ہی سر کو آگے پیچھے ہلاتی جاتی ہے): ہاں تو رات ہوئی اور وعدے کے مطابق وہ باغ کے کنج میں آیا۔ اور میں ہوں کہ انتظار کر رہی ہوں، ایک جگہ بیت گیا۔ میں خوف اور غم سے کانپ رہی ہوں۔ اور وہ تھرتھرا رہا ہے اور اس کا رنگ بھی اڑ گیا ہے، بالکل فق اور اس کے ہاتھ میں ایک پستول ہے...

نتاشا (سورج مکھی کے بیج چباتے ہوئے): دیکھا؟ تو لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ طالب علم کچھ بھی کر گزرتے ہیں۔ ناستیا: اور وہ سہمی ہوئی آواز میں کہتا ہے: میری جان، میرے دل کی رانی...

بوبنوف: ہو ہو! کیا کہا میری جان، میرے دل کی رانی؟

نواب: چپ! بات نہیں بھاتی تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لو، مگر بیچ میں ٹپ ٹپ ٹپکو مت، اسے بے پر کی اڑانے دو۔ اچھا تو پھر؟

ناستیا: ہاں تو کہنے لگا: میری جان، میری رانی!... میرے ماں باپ کبھی بھی تم سے میرے شادی کرنے پر رضا مند نہ ہوں گے۔ وہ دھمکی دیتے ہیں اگر میں نے تم سے شادی کر لی تو زندگی بھر کو وہ مجھے عاق کر دیں گے۔ کہنے لگا۔ اس لئے ضروری ہو گیا ہے کہ میں اپنا کام تمام کر دوں۔ تم جانو اس کے ہاتھ میں یہ بڑا سا پستول تھا اور اس میں گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس نے کہا۔ اچھا خدا حافظ۔ میرے دل کی رانی، خدا حافظ! اب میں اپنا ارادہ نہیں بدل سکتا۔ میں تمہارے بغیر اب جی نہیں سکتا! میں نے کہا میرے دل کے راجہ! میرے فرہاد!

بوبنوف (تعجب سے): کیا؟ کیا کہا؟ فساد؟

نواب (بے تحاشا قہقہہ لگاتے ہوئے): تم بھول گئیں ناستیا! پچھلی بار تم نے گاستن کہا تھا!

ناستیا (اچھلتے ہوئے): چپ! شیطان چپ! اٹھائی گیرے، کتے کے پلے! جیسے تم محبت کو سمجھ ہی تو سکتے ہو... بندر جانے ادرک کا سوادا! لیکن میں جانتی ہوں سچی محبت کیا ہے!... (نواب سے) تو کس کھیت کی مولی ہے! تو جو پتہ نہیں بڑا پڑھا لکھا بنتا ہے! تو جو بڑا کبھی بستر پر پڑا پڑا قہوے کی چسکیاں لیا کرتا تھا!

لوکا: بس بس ایک منٹ! اب اس کو مت ٹوکنا۔ اس کو اپنی کہنے دو! باتوں میں کیا رکھا ہے، اصل چیز تو یہ دیکھنے کی ہے کہ ان باتوں کے پیچھے کیا ہے... ہاں اصل بات یہ ہے! میری بچی، تم اپنی کہے جاؤ۔ ان کی پروا نہ کرو۔

بوبنوف: وہ تو ہے کوا اور ہمارے سامنے چلتا ہے ہنس کی چال! ہاں آگے واقعہ سناؤ!

نواب: ہاں تو پھر؟

نتاشا: ان کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ وہ ہوتے کون ہیں؟ وہ جلتے ہیں کیونکہ ان کی اپنی جھولی میں کچھ نہیں، کیا سنائیں!

ناستیا (پھر بیٹھ جاتی ہے): میں نہیں سنانا چاہتی۔ اب آگے نہیں سناؤنگی۔ جب وہ میری باتوں پر یقین ہی نہیں کرتے، جب وہ میری باتوں پر ہنستے ہیں تو... (یکا یک چپ ہو جاتی ہے، ایک لمحہ خاموش رہتی ہے اور پھر آنکھیں بند کر کے زور زور سے جذباتی آواز میں ہاتھوں سے تال دیتے ہوئے کہانی شروع کر

دیتی ہے جیسے دور سے آتی ہوئی موسیقی کی دھن سن رہ ہو) اور میں نے اس سے کہا: میری زندگی کے سرور! میرے دل کے سورج! مجھ سے بھی اس دنیا میں تمہارے بغیر جیا نہ جائے گا کیونکہ میں جی جان سے تم پر مرتی ہوں اور جب تک میرے سینے میں دل دھڑکتا ہے دل سے تمہاری محبت کا نغمہ پھوٹتا رہے گا۔ لیکن اپنی زندگی کا چراغ گل نہ کرو۔ تمہارے ماں باپ کو اس چراغ کی بڑی ضرورت ہے۔ تم اکیلے ان کے دل کا سرور اور آنکھوں کا نور ہو۔ مجھے چھوڑ دو! میری جان، اس سے اچھا یہ ہے کہ میری زندگی تمہارے لئے گھل گھل کر ختم ہو جائے۔ میں بالکل اکیلی ہوں۔ میں ایسی ہوں کہ چپکے سے برباد ہو جاؤں گی۔ ایک ہی بات ہے۔ میری قیمت کیا ہے۔ اب میرے لئے کچھ بھی باقی نہ رہا... کچھ بھی نہیں، کچھ بھی نہیں...

(اپنے ہاتھوں میں منہ چھپا لیتی ہے اور خاموشی سے روتی ہے۔)

نتاشا (منہ پھیر لیتی ہے اور آہستہ سے بولتی ہے) روؤ مت۔ مت روؤ۔

(لوکا مسکراتا ہے اور ناستیا کا سر سہلاتا ہے۔)

بوبنوف (ہنستا ہے): شیطان کی خالہ! ایں؟

نواب (وہ بھی ہنستا ہے): کیا بابا، تم سمجھتے ہو یہ سچ ہے؟ یہ سب اس نے اس کتاب ''طوفان عشق'' سے اڑایا ہے۔ بکواس۔ خیر بکنے دو اسے!

نتاشا: تم کو مطلب؟ اپنی قینچی نہ چلاؤ۔ دیکھو، خود تمہارا کیا حال کر دیا ہے خدا نے۔

ناستیا (غصے میں بھوت): کھوکھلے انسان! خالی ڈھول! تمہارے سینے میں دل نہیں ہے! کہاں ہے تمہارا دل؟

لوکا (ناستیا کے ہاتھ تھامتا ہے): میری بچی ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ انکی پروا مت کرو۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ وہ ٹھیک نہیں کہتے۔ میں جانتا ہوں۔ جب تمہارے دل کو یقین ہے کہ تم نے سچی محبت کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے سچ مچ کی ہے۔ ہاں تم نے سچی محبت کا مزا چکھا ہے لیکن جنکے ساتھ تم رہتی ہو ان سے خفا نہیں ہونا چاہئے۔ کون جانے وہ جل کر ہنس رہے ہوں۔ کون جانے انہوں نے سچی محبت کا مزا کبھی چکھا ہی نہ ہو۔ کون جانے محبت انہیں بالکل نصیب ہی نہ ہوئی ہو۔ چلو چھوڑو!

ناستیا (اپنے ہاتھوں کو سینے پر دباتے ہوئے): میری بات پر یقین کرو بابا! میں قسم کھاتی ہوں میں نیس چ کہا ہے۔ میں نے کہا وہ ایک طالبعلم تھا... وہ ایک فرانسیسی نوجوان تھا۔ اس کا نام تھا گلشن۔ اس کی

داڑھی کالی تھی۔ وہ پٹینٹ کے جوتے پہنتا تھا۔ اگر میں میں جھوٹ کہتی ہوں تو اس آن مجھے موت آ جائے! ہائے وہ مجھ سے کتنی محبت کرتا تھا! وہ مجھ سے کتنی محبت کرتا تھا۔

لوکا: میں جانتا ہوں۔ میں تم پر یقین کرتا ہوں۔ کیا کہا تم نے پٹینٹ کے جوتے، ہے نا؟ ذرا سوچو! اور تم بھی اس سے محبت کرتی تھیں نا؟ (دونوں کونے میں غائب ہو جاتے ہیں۔)

نواب: بیوقوف چھوکری! اس کا دل سونے کا ہے لیکن میں نے اس سے زیادہ احمق چھوکری آج تک نہیں دیکھی۔

بوبنوف: آخر آدمی اس طرح جھوٹ کیوں ہانکنا چاہتا ہے؟ اور یوں قسما قسمی جیسے یہ کوئی عدالت ہو؟

نواب: تم بھی؟ اچھا پھر؟

نتاشا: میں خواب دیکھتی رہتی ہوں، دیکھتی رہتی ہوں۔ اور انتظار کرتی رہتی ہوں۔

نواب: کس کا؟

نتاشا (کھسیانی مسکراہٹ کے ساتھ): میں نہیں جانتی۔ میں بس سوچتی رہتی ہوں... کہ کل... کوئی آئے گا... کوئی نرالہ آدمی آئے گا۔ یا کوئی بات ہوگی... کوئی نرالہ بات! میں انتظار کرتی رہتی ہوں۔ ہمیشہ انتظار کرتی رہتی ہوں۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ... انتظار کروں بھی تو کاہے کا، ایں؟

(خاموشی)

نواب (ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ): انتظار کرنے کو کچھ بھی نہیں۔ مجھے لے لو۔ مجھے کسی چیز کا انتظار نہیں۔ سب کچھ ختم ہو چکا۔ لد چکا۔ پھر؟

نتاشا: کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کل اچانک میں مر جاؤں گی۔ اور پھر میرا دل بیٹھ جاتا ہے۔ مجھے ٹھنڈا پسینہ آ جاتا ہے۔ گرمیوں کا موسم ایسی باتیں سوچنے کے لئے بہت اچھا موسم ہے کیونکہ بادل گرجتے ہیں اور بجلیاں کڑکتی ہیں۔ بڑی آسانی سے کوئی بجلی گر سکتی ہے اور جلا کر راکھ کر سکتی ہے۔

نواب: تمہاری زندگی بڑی مصیبت کی ہے۔ ہ سب تمہاری اس بہن کی کارستانی ہے۔ تمہاری بہن چڑیل ہے چڑیل!

نتاشا: اور اچھی چکا چک زندگی کس کی ہے؟ سب کی زندگی بری ہے۔ کیا میں دیکھتی نہیں؟

کلیش (اب تک وہ بے نیازی سے خاموش پڑا تھا۔لیکن اس بات پر اچھل پڑتا ہے): جھوٹ ہے یہ! سکی زندگی بری نہیں ہے! اگر سب ہی کا یہ حال ہوتا تو اتنا برا نہ ہوتا۔تو آدمی اس کیا تنی پروا نہ کرتا۔

بوبنوف: کیا بچھو نے تجھے ڈنک مار دیا کہ تو ایک دم سے بھونکنے لگا!

(کلیش بڑبڑاتے ہوئے خاموش لیٹ جاتا ہے۔)

نواب چلوں اور ناستیا سے صلح صفائی کرلوں۔نہیں تو بوتل کے پیسے مار لے گی...

بوبنوف: ہوں! لوگ کتنی صفائی اور لگن سے جھوٹ بولتے ہیں۔ناستیا کی بات تو سمجھ میں آتی ہے۔ اس کو تو اپنے منہ پر رنگ تھوپنے کی عادت ہے۔وہ اپنی روح پر بھی رنگ کی تھپائی کرنا چاہتی ہے۔اپنی روح میں رنگ بھرنا چاہتی ہے۔لیکن لوگ جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟ اب اس لوکا کو لے لو کتنا بوڑھا ہے... او بے تحاشا بے وجہ جھوٹ بولتا ہے...اچھا بتاؤ، وہ کیوں جھوٹ بولتا ہے؟

نواب (مسکراتے ہوئے ہٹتا ہے): سب کا خون سفید ہے۔لیکن سب اپنی روح میں رنگ بھرنا چاہتے ہیں۔

لوکا (کونے سے نکلتے ہوئے): حضور عالی، آخر تم پر کیا مصیبت آئی تھی کہ اس لڑکی کو پریشان کر کے رکھ دیا؟ اس کو اپنے آنسوؤں کا لطف اٹھانے دو۔اگر آنسو بہانے سے اس کا جی ہلکا ہوتا ہے، اس کا جی خوش ہوتا ہے تو ہونے دو۔تمہارا تو کچھ نہیں بگاڑتی نا؟

نواب: اس کی کھوپڑی میں بھس بھرا ہوا ہے بڑے میاں! اس کی باتیں سنتے سنتے کان پک گئے ہیں۔آج راؤل کے گن گائے جا رہے ہیں، کل گلشن کی مالا جپی جا رہی ہے...اور قصہ وہی ہے، ایک! بہر حال۔میں چلوں اور اس سے صلح صفائی کرلوں ورنہ...(باہر جاتا ہے۔)

لوکا: یہ ٹھیک ہے۔ذرا اس سے اچھی طرح ڈھارس بندھانے کی باتیں کرنا۔آدمی سے اگر اچھا برتاؤ کرلو تو اس سے کبھی کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

نتاشا: بابا، تمہارا دل سونے کا ہے۔آخر تمہارا دل اتنا نرم کیوں ہے بابا؟

لوکا: نرم، کیا کہا؟ اگر تمہیں نرم نظر آتا ہے تو نرم ہے سہی۔(اینٹ کی دیوار کے پیچھے سے اکارڈئین کی دھنیں اور گیت سنائی دیتا ہے) کسی نہ کسی کو اپنا دل نرم کرنا ہی چاہئے اس دنیا میں۔لوگوں سے ہمدردی ہونی چاہئے۔عیسی مسیح ہر شخص سے محبت کرتے تھے اور انہوں نے ہم سب کو محبت کرنے کا سبق پڑھایا

ہے۔ سچ کہتا ہوں اگر وقت پر کسی آدمی پر ترس کھالو تو اسے تباہی سے بچا سکتے ہو۔ سنو، مثال سنو! بہت دن بیتے۔ اس وقت میں ایک بنگلے میں چوکیدار تھا۔ یہ بنگلہ شہر تومسک کے قریب ایک انجینیر کا تھا۔ جنگلوں کے بیچوں بیچ تھا بنگلہ۔ جاڑے کا موسم تھا... ہر طرف حسن پھٹ پڑا تھا... اور میں بنگلے میں اکیلا تھا۔ ایک دن... کانوں میں شور سنائی پڑتا ہے... لگتا ہے کوئی بنگلے کے اندر گھس رہا ہے۔

نتاشا: چور؟

لوکا: چور؟

لوکا: ہاں چور۔ اندر گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں اٹھتا ہوں اپنی بندوق اور نکلتا ہوں باہر۔ لو وہ سامنے ہی ہیں... دو چور کھڑکی کھولنے کے لئے ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔ اور اپنی دھن میں ایسے مگن کہ ان کو میری آہٹ بھی سنائی نہیں دیتی۔ میں چیختا ہوں ''اے بدمعاشو! بھاگ جاؤ یہاں سے!'' وہ اپنی کلہاڑی اٹھا کر میری طرف مڑتے ہیں۔ میں اپنے بندوق چھتیاتا ہوں اور چلا کر کہتا ہوں...''اگر ایک قدم بھی آگے بڑھے تو گولی سے اڑا دوں گا!'' دونوں گھٹنے ٹیک دیتے ہیں اور گڑگڑانے لگتے ہیں اے بابا ہمیں جانے دو۔ لیکن اس وقت کلہاڑی کی وجہ سے میرے تلوے کی آگ سر میں پہنچ چکی ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں: سور میں نے تم کو بھگایا مگر تم بھاگے نہیں... اور اب میں کہتا ہوں تم میں سے ایک جائے اور ان جھاڑیوں سے ایک چھڑی کاٹ کر لاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں: تم میں سے ایک جھکے اور دوسرا پیٹھ کی گرد جھاڑ دے چھڑی سے۔ اور دونوں نے ایک دوسرے کی خوب مرمت کی۔ اور جب یہ مرمت ختم ہوئی تو کہنے لگے: ''بابا، عیسی مسیح کے نام پر ہمیں کچھ کھانے کو دے دو۔ ہم بھوکے پیٹ ان دیہاتوں میں رینگ رہے ہیں۔'' لو یہ ہیں چور! (ہنستا ہے) لو یہ رہی تمہاری کلہاڑی! دونوں دل کے بڑے اچھے تھے! میں ان سے کہتا ہوں ''تم سیدھے کیوں نہ آئے میرے پاس! مجھ سے کہتے بابا کھانے کو دو!'' بولے ''ہم جھولی پھیلا پھیلا کر تھک چکے ہیں! بھیک مانگتے مانگتے گلے میں کانٹے پڑ گئے مگر نہ دینا تھی کسی نہ نے دی۔'' اس کے بعد دونوں جاڑے بھر میرے ساتھ رہے۔ ایک کا نام تھا استپان۔ وہ بندوق لیتا اور جنگل میں نکل جاتا۔ دوسرے کا نام تھا یاکوف۔ وہ ہمیشہ بیمار رہتا تھا۔ ہمیشہ کھانستا رہتا۔ ہم تینوں مل کر بنگلے کی چوکیدار کرتے۔ اور جب بہار کا موسم آیا: ''خدا حافظ بابا!'' اور چلے کیداری کرتے۔ اور بہار کا موسم آیا: ''خدا حافظ بابا!'' اور چلے گئے کہیں پچھّم کی طرف!

نتاشا: کیا وہ جیل سے بھاگے ہوئے قیدی تھے؟

لوکا: ہاں جیل سے بھاگے ہوئے تھے۔ بھاگے ہوئے۔ ج ہاں ان کو جلا وطن کیا گیا تھا وہاں سے رفو چکر ہو گئے تھے۔ اچھے نوجوان تھے! اگر میں ان پر ترس نہ کھاتا تو وہ مجھے مار ڈالتے یا اور کوئی کوئی بری برت کر بیٹھتے۔ عدالت میں مقدمہ چلتا، جیل تو یہ سکھانے سے رہی آدمی کو کہ کیا ٹھیک ہے اور کیا ٹھیک نہیں۔ لیکن آدمی آدمی کو سکھا سکتا ہے کہ کیا ٹھیک ہے... اور یہ بڑا آسان ہے۔

(خاموشی۔)

بوبنوف: ہونہہ! اب مجھے لو... مجھے جھوٹ بولنا نہیں آتا۔ جھوٹ کیوں بولوں؟ میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ سیدھے جاؤ اور منہ پر کھری کھری کہہ دو۔ ڈر کاھے کا؟

کلیش (پھرا چھلتا ہے جیسے ڈنک مار دیا ہو کسی چیز نے۔ چیختا ہے): سچ، کیسا سچ، کہا کا سچ؟ (وہ اپنے چیتھڑوں پر ہاتھ مارتا ہے) لوی ہ رہا تمہارا سچ! کام نہیں! طاقت نہیں! یہ ہے سچائی! کہیں پناہ نہیں! سر پر ایک چھپر کا سایہ نہیں! کتے کی موت مرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ لو یہ ہے تمہارا سچ، بڈھے شیطان! مجھے تمہارے سچ سے کیا کام؟ میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ مجھے سانس لینے کی جگہ مل جائے... میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ سانس لے سکوں اور زندہ رہ سکوں! میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے؟ تمہارے سچ کا میں کیا کروں، اچار ڈالوں؟ میں صرف زندہ رہنا چاہتا ہوں... لعنت ہو اس زندگی پر! لوگ مجھے زندہ بھی رہنے نہیں دیتے۔ لو یہ ہے سچ!

بوبنوف: ذرا دیکھنا اس کے دل پر کیسی چوٹ لگی!

لوکا: یا خدا! لیکن سنو میرے دوست۔ تم... کلیش (غصے میں کانپتے ہوئے): تم سب سچ کا راگ الاپ رہے ہو! اور تم بڑے میاں ہر شخص کے دل پر پھایا رکھنے کی کوشش کر رہے ہو! اور میں ہر شخص سے نفرت کرتا ہوں اور یہ ہے سچ! سچ پر خدا کی مار، خدا کی پھٹکار! سمجھتے ہو؟ وقت آ گیا ہے کہ تم اتنی سی بات سمجھ لو! تمہارا سچ جائے جہنم میں! (گھر کے کونے کے پیچھے بھاگ جاتا ہے اور پلٹ کر دیکھتا ہے۔)

لوکا: چ چ چ! یہ آدمی کتنا بدحواس ہو گیا ہے! کہا گیا وہ؟

نتاشا: اس دماغ چل گیا ہے۔

بوبنوف: بڑا مزا آیا۔ لگتا ہے ڈرامہ دیکھ رہا ہوں۔ تھوڑے تھوڑے دن پر یہ دورہ پڑتا ہے۔ اب

تک وہ اس زندگی کا عادی نہیں ہوا ہے۔

پیپل (گھر کے پیچھے سے دھیرے دھیرے آتا ہے): سلام دوستو! اچھا لوکا بابا کائیاں بڑے میاں، تم اب تک اپنی من گھڑت کہانیاں سنا رہے ہو؟

لوکا: ذرا دیکھتے وہ آدمی کس طرح چیخ کر بھاگا ہے یہاں سے!

پیپل: کون کلیش؟ کیوں اس کو کیا ہوا؟ ابھی میں نے اس کو یوں بھاگتے ہوئے دیکھا جیسے اس کے پیچھے کوئی جن جھپٹ رہا ہو۔

لوکا: کوئی بھی جس کے دل پر ایسی چوٹ پڑی ہو اسی طرح بھاگتا نظر آئے گا...

پیپل (بیٹھتے ہوئے): مجھے یہ آدمی ذرا نہیں بھاتا۔ بڑا مغرور ہے۔ اس کے دل میں زہر بھرا ہوا ہے۔ (کلیش کی نقل اتارتے ہوئے) ''میں... میں مزدور ہوں!'' جیسے سرخاب کے پر لگ گئے ہوں! جاؤ جاؤ کام کرنا چاہتے ہو تو کرو کام، لیکن اتنا اکڑفون کیوں دکھاؤ؟ اگر آدمی کی قیمت کا دارمدار اس پر ہے کہ وہ کتنا کام کرتا ہے تو گھوڑا ہر آدمی سے اچھا ہے۔ رات دن بوجھ کھینچتا رہتا ہے لیکن منہ سے اف نہیں کرتا! نتاشا! تمہارے لوگ گھر پر ہیں؟

نتاشا: وہ قبرستان گئے ہیں۔ اس کے بعد انکا ارادہ گرجا جانے کا تھا۔

پیپل: اسی لئے اس وقت تم کو اطمینان کی سانس لینے کا موقع ہاتھ آ گیا۔

لوکا (سوچتے ہوئے بوبنوف کی طرف مڑتا ہے): سچ۔ یہی کہا نا تم نے؟ سچائی ہمیشہ لوگوں کی بیماری کا علاج نہیں کرتی۔ تم ہمیشہ اپنے سچ سے لوگوں کے دل پر چھایا نہیں رکھ سکتے۔ ایک بار کا واقعہ سنو... ایک آدمی تھا، اس کو یقین تھا کہ ایک ایسی نگری ہے جہاں حق اور انصاف کا راج ہے۔

بوبنوف: کیا کہا؟

لوکا: ایک ایسی نگری جہاں حق اور انصاف کا راج ہے۔ وہ کہتا ''دنیا میں ایک ایسی نگری ضرور ہے جہاں حق اور انصاف کا راج ہو۔'' ہاں وہ یوں سوچتا: ''اس نگری میں ایک خاص قسم کے لوگ آباد ہوں، ایسے لوگ جو ایک دوسرے کا مان کریں، جو چھوٹی سے چھوٹی باتوں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ اس نگری میں ہر چیز شاندار ہو۔'' اور وہ حق اور انصاف کی نگری تلاش کرنے نکل کھڑا ہوا۔ وہ غریب آدمی تھا اور زندگی اس کی کٹھن تھی۔ بعض مرتبہ حالت اتنی بگڑ جاتی کہ لگتا کہ اب اس کے لئے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

اب اس کے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ چپ چاپ لیٹ رہے اور موت کی گود میں سو جائے۔ لیکن وہ ہمت نہیں ہارا۔ وہ مسکراتا اور کہتا ''کوئی بات نہیں۔ میں اس دکھ کو سہار لے جاؤں گا۔ میں کچھ اور انتظار کروں گا اور پھر اس زندگی کو خیر باد کہوں گا اور حق اور انصاف کی نگری میں چلا۔'' اس کی زندگی میں یہ ایک خیال خوشی کے چراغ روشن کرتا تھا۔ یہی ایک خیال۔ حق اور انصاف کی اس نگری پر اس کا یقین۔

پیپل: کیا وہ کبھی اس نگری میں پہنچا بھی؟

بوبنوف: کہاں؟ ہو ہو!

لوکا: ہاں یہ واقعہ سائبیریا کا ہے... ہاں تو پھر اس گاؤں میں جہاں وہ رہتا تھا ایک بڑا ودوان جلا وطن ہو کر آیا۔ اس کے پاس کتابیں تھیں، نقشے تھے اور وہ سب کچھ جو ایک ودوان کے پاس ہوتا ہے۔ اور جانتے ہو اس غریب آدمی نے اس ودوان سے کیا کہا۔ کہنے لگا... ''مجھ پر رحم کرو اور بتاؤ حق اور انصاف کی یہ نگری کہاں ہے اور وہاں تک پہنچنے کا کیا راستہ ہے؟'' فوراً اس ودوان نے اپنی کتابوں کے انبار میں سے ایک کتاب نکالی اور نقشہ کھولا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے اسے پسینہ آ گیا، مگر حق اور انصاف کی وہ نگری اسے نہ ملنا تھی، نہ ملی۔ ہر چیز اپنی جگہ پر ہے، سارے نگر ہیں نقشے میں مگر حق اور انصاف کی اس نگری کا کہیں پتہ نہیں!

(بوبنوف ہنستا ہے۔)

نتاشا: ہنسنا بند کرو۔ ہاں بابا پھر...

لوکا: لیکن اس آدمی کو یقین نہیں آتا، کہنے لگا ''کہیں نہ کہیں ضرور ہوگی یہ نگری۔ ذرا ٹھیک سے دیکھو۔ کیونکہ یہ نگری نہیں ملتی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہاری یہ ساری کتابیں اور نقشے کوڑی کام کے نہیں۔'' اس ودوان کو بھلا یہ سننے کی تاب کہاں۔ بولا ''میرے نقشے بہترین ہیں، لیکن دنیا میں حق اور انصاف کی نگری کا کوئی وجود نہیں۔'' اس پر اس غریب کو تاؤ آ گیا۔ وہ بولا ''یہ کیا تک ہے! لو میں نے پوری زندگی اسی آس میں کاٹ دی کہ اس قسم کی کوئی نگری ضرور ہوگی اور اب تمہارے نقشے کہتے ہیں ایسی نگری کا نام نشان نہیں۔ یہ ہے کھلا دھوکا! ذلیل کمینے، تو بدمعاش ہے، ودوان نہیں!'' ایک گھونسہ جڑ ہی تو دیا اس کی کنپٹی پر۔ پھر دوسرا گھونسہ!... (ایک لمحے کو رکتا ہے) اس کے بعد وہ گھر گیا اور گلے میں پھندا ڈال کر جھول گیا۔

(ہر شخص خاموش ہے۔ لوکا مسکراتے ہوئے پیپل اور نتاشا کو دیکھتا ہے۔)

پیپل (آہستہ سے): خدا سمجھے تم سے! بڑی پھیکی ہے تمہاری کہانی!

نتاشا: وہ دھوکا سہار نہ سکا۔ بوبنوف (خفگی سے): ایک اور من گھڑت کہانی۔

پیپل: ہونہہ... تو معلوم ہوا کہ حق اور انصاف کی نگری کا کوئی نام نشان نہیں ہے!

نتاشا: مجھے اس آدمی پر بڑا ترس آتا ہے۔

بوبنوف: یہ سب من گھڑت ہے۔ ہوہو! حق اور انصاف کی نگری! یہ سب اس کا خیالی پلاؤ ہے! ہو ہو! (کھڑکی سے ہٹ جاتا ہے۔)

لوکا (بوبنوف کی کھڑکی کی طرف سر ہلا کر اشارہ کرتا ہے): ہنستے ہو، چ چ چ! (رکتا ہے) اچھا دوستو، خوش رہو، جلد ہی میں اپنا راستہ ناپوں گا۔

پیپل: کہاں جا رہے ہو؟

لوکا: یوکرین۔ سنا ہے وہاں لوگوں نے ایک نیا مذہب شروع کیا ہے۔ ذرا میں اس کی ایک جھلک دیکھنا چاہتا ہوں۔ لوگ ہمیشہ کھوج میں رہتے ہیں۔ ہمیشہ کوئی بہتر چیز ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ اللہ ان کی مدد کرے۔

پیپل: کیا خیال ہے تمہارا... کیا کبھی ان کو وہ چیز مل جائے گی جو وہ ڈھونڈ رہے ہیں؟

لوکا: بے شک مل جائے گی۔ ڈھونڈنے والے کو تو خدا بھی مل جاتا ہے۔ آدمی تن من دھن سے کسی چیز کی تلاش میں نکل جاتا ہے تو اپنی منزل پر کبھی نہ کبھی پہنچ ہی جاتا ہے۔

نتاشا: ہاں دل کی دولت ملے جب نا! کوئی راستہ پائے جب نا!

لوکا: لوگ ڈھونڈ رہے ہیں راستہ! لیکن بیٹی ہمیں ان کی مدد کرنی چاہئے۔ ہمیں ان کی عزت کرنی چاہئے۔

نتاشا: میں کس طرح ان کا ہاتھ بٹا سکتی ہوں؟ مجھے تو خود سہارا چاہئے۔

پیپل (عزم کے ساتھ): میں تم سے پھر بات کرنا چاہتا ہوں نتاشا۔ میں پھر تم سے کہوں گا۔ یہاں پر بابا کے سامنے۔ بابا کو سب معلوم ہے۔ تم میرے ساتھ چلی چلو!

نتاشا: کہاں جائیں گے ہم؟ جیل؟

پیپل: میں کہہ چکا ہوں۔ میں چوری چھوڑ دوں گا۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں چوری چھوڑ دوں گا۔ ایک بار کہہ دیا تو کر کے دکھا دوں گا۔ میں لکھنا پڑھنا جانتا ہوں۔ میں کام کروں گا۔ بابا کہتا ہے۔ ہم

اپنی خوشی سے سائبیر یا چلے جائیں۔ کیوں چلیں نا؟ کیا تم سمجھتی ہو میں اس زندگی سے نفرت نہیں کرتا؟ اف نتاشا! میں سمجھتا ہوں... میں سب دیکھتا ہوں۔ میں یہ کہہ کر دل کو تسکین دے لیتا ہوں، وہ لوگ جو اپنے آپ کو ایمان دار کہتے ہیں، مجھ سے زیادہ چوری کرتے ہیں۔ لیکن اس سے بات نہیں بنتی۔ میں یہ نہیں چاہتا۔ مجھے کسی چیز کا پچھتاوا نہیں ہے اور نہ میں جانتا ہوں ضمیر کون سی چڑیا ہے۔ لیکن ایک چیز ہے جس پر میں یقین رکھتا ہوں: یہ کوئی جینے کا ڈھنگ نہیں۔ آدمی کو اچھی طرح جینا چاہئے۔ اس طرح جینا چاہئے کہ آدمی اپنی عزت آپ کر سکے۔

لوکا: یہ ہے گر کی بات، میرے لڑکے! خدا تمہاری مدد کرے! عیسیٰ مسیح کی رحمت ہو تم پر! یہی تو ہے گر کی بات: آدمی کو اپنی عزت آپ کرنی چاہئے۔

پیپل: میں بچپن ہی سے چور ہوں۔ مجھے ہمیشہ کہا گیا: لو یہ ہے واسیا چور۔ واسیا چور کا بیٹا۔ اچھا تو یہ سوچتے ہو تم؟ ایں؟ اچھا تو پھر میں چور بن کے دکھا دوں گا۔ چور! دیکھ لیا؟ کون جانے شاید میں انتقام لینے کو چور بن بیٹھا۔ ہو سکتا ہے آج میں چور اس وجہ سے ہوں کہ لوگوں کو مجھے چور کہنے کے سوا کسی اور نام سے پکارنے کا خیال نہ آیا۔ لیکن تم نتاشا کوئی اور نام دو تو؟ ہاں اگر تم؟...

نتاشا (غم زدہ): کچھ ایسا ہے کہ مجھے لوگوں کے کہے پر یقین ہی نہیں آتا۔ اور آج میں بہت پریشان ہوں۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ لگتا ہے جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ واسیا آج تم یہ تار نہ چھیڑتے تو اچھا تھا۔

پیپل: پھر کب؟ میں نے آج پہلی بار تم سے یہ سب نہیں کہا ہے۔

نتاشا: میں کیوں جاؤں تمہارے ساتھ؟ اور رہی تم سے محبت کی بات... سو میں کہہ نہیں سکتی کہ میرے دل میں کوئی تمہاری اتنی چاہت ہے۔ کبھی کبھی تم مجھے اچھے لگتے ہو اور پھر ایسا ہوتا ہے کہ میں تمہاری صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔ لگتا ہے میرے دل میں تمہاری محبت نہیں۔ جب آدمی کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کو اپنے محبوب میں کوئی داغ نظر نہیں آتا۔ لیکن مجھے تم میں داغ نظر آتا ہے۔

پیپل: ڈرو مت۔ میں تمہیں محبت کرنا سکھا دوں گا۔ تم ہاں کہہ دو اور بس۔ ایک برس سے زیادہ ہوا تم میری آنکھوں میں کھبی ہوئی ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اچھی اور ایمان دار لڑکی ہو... تم پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ میرا دل تیرا غلام ہو گیا ہے نتاشا!

(اوپر والی کھڑکی میں واسی لیس اپنی پوری سج دھج کے ساتھ نظر آتی ہے۔ وہ چپکے سے ان کی باتیں سنتی ہے۔ وہ کھڑکی کے چوکھٹے کے پیچھے کچھ کچھ چھپی رہتی ہے۔)

نتاشا۔ تمہارا دل میرا غلام ہو گیا ہے، ہے نا؟ اور میری بہن کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

پیپل: (بیقراری سے): اس کا کیا؟ اس کی جیسی کوڑیوں کے مول ماری پھرتی ہیں۔

لوکا: اس کے بارے میں نہ سوچو میری اچھی نتاشا۔ جب آدمی کو روٹی نہ ملے تو وہ گھاس کھائے گا ہی۔

پیپل (آزردگی سے): مجھ پر ترس کھاؤ۔ یہ زندگی کوئی پھولوں کی سیج نہیں۔ کتے کی زندگی ہے یہ۔ اس میں کوئی سکھ نہیں۔ جیسے آدمی دلدل میں پھنس گیا ہو، جدھر ہاتھ مارو ہاتھ دھنستا چلا جائے۔ دلدل جو ٹھہری۔ وہ بہن تمہاری... میں سمجھا تھا وہ کچھ اور ہوگی۔ اگر وہ روپیہ کی اتنی لالچی نہ ہوتی تو میں اس کی خاطر کیا نہ کرتا۔ کاش وہ صرف میری ہوتی! لیکن وہ کچھ اور چاہتی تھی... وہ روپیہ چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی نہ آگے ناتھ ہو، نہ پیچھے پگھا۔ من مانی کرتی۔ جیسے جی چاہتا کھل کھیلتی۔ وہ میری مدد نہ کر سکی۔ لیکن تم۔ سرو کے جوان درخت کی طرف ہو۔ جو لچکتا ہے ٹوٹتا نہیں۔

لوکا: میری بچی، میری مانو تو کہوں۔ بیاہ کر لو اس سے۔ یہ جوان برا نہیں۔ تم اس کو یاد دلاتی رہو کہ وہ اچھا ہے۔ اسے یہ بات بولنے مت دو۔ وہ تمہاری بات کا یقین کرے گا۔ تم یہ کہتے کبھی نہ تھکنا: ''تم ایک بھلے آدمی ہو، واسیا! یہ مت بھولو واسیا!'' ذرا سوچو میری بیٹی اور دوسرا راستہ کیا ہے تمہارے لئے؟ وہ جو ہے بہن تمہاری۔ بڑی چڑیل ہے، ڈائن ہے۔ اور اس کا میاں۔ اس کے لئے تو سڑا سے سڑا لفظ بھی کافی نہیں۔ بس یہ ہے تمہاری دنیا یہاں۔ بتاؤ اور دوسرا راستہ کیا ہے؟ اور یہ ہٹا کٹا تگڑا جوان ہے۔

نتاشا: میرے لئے اور کوئی راستہ نہیں۔ میں جانتی ہوں۔ میں سوچ چکی ہوں۔ صرف... ہاں مجھے کسی کا اعتبار نہیں آتا۔ لیکن کیا کروں... اور کوئی راستہ بھی نہیں۔

پیپل: ہاں راستہ ہے، ایک اور راستہ ہے۔ پر میں تم کو اس راستے پر چلنے نہیں دوں گا۔ میں تمہیں مار ڈالوں نگا مگر اس راستے پر چلنے نہ دوں گا۔

نتاشا (مسکراتے ہوئے): میں ابھی تمہاری بیوی نہیں بنی ہوں۔ لو تم ابھی سے مجھے مار ڈالنے کی سوچ رہے ہو۔

پیپل (اس کو گلے لگاتے ہوئے): بھول جاؤ نتاشا! یہی ہونا ہے، یہی ہونا چاہئے۔

نتاشا (گلے لگاتے ہوئے): ایک بات کہہ دوں واسیا... میں خدا کی قسم کھاتی ہوں۔ تم نے اگر مجھ پر ہاتھ اٹھایا یا اور کوئی ایسی ویسی بات کی تو جان لو... مجھے اپنی اتنی سی پروا نہیں۔ میں خود اپنی جان لے لوں گی یا...

پیپل: جو میں تم پر ہاتھ اٹھاؤں تو میرے ہاتھ کٹ جائیں!

لوکا: میری بیٹی پروا نہ کرو! جتنی تم کو اس کی ضرورت ہے، اس سے زیادہ اس کو تمہاری ضرورت ہے۔

واسی لیسا (کھڑکی میں سے): رشتہ طے ہو گیا نا! آج کے دن سے محبت، عزت اور وفا کا راگ چھڑ گیا نا!

نتاشا: لو وہ لوگ تم لوٹ آئے! یا اللہ! انہوں نے دیکھ لیا! آہ واسیا!

پیپل تم کو ڈر کاہے کا؟ اب کس کی مجال ہے جو تم کو آنکھ اٹھا کر دیکھ لے!

واسی لیسا: ڈرو مت نتاشا۔ وہ تمہاری پٹائی نہیں کرے گا۔ وہ نہ پیٹ سکتا ہے نہ پیار کر سکتا ہے۔ یہ میں خوب جانتی ہوں۔

لوکا (دبی آواز میں): اف یہ عورت! ناگن!

واسی لیسا: وہ تو بس باتیں بنانا اور سبز باغ دکھانا جانتا ہے۔

کوستی لیوف (آتا ہے): نتاشا تو یہاں کیوں مر رہی ہے؟ کاہل چڑیل! باتیں پھیلا رہی ہے؟ اپنے رشتہ داروں کا دکھڑا رو رہی ہے؟ اور اب تک سماور تک تیار نہیں کیا؟ میز تک نہیں لگائی؟

نتاشا (جاتے ہوئے): لیکن تم تو گرجا گھر جا رہے تھے۔

کوستی لیوف: ہم کہاں جا رہے تھے اس سے تمہیں مطلب! یاد رکھو، جو کچھ تم سے کہا جائے، جو حکم دیا جائے کیا کرو۔

پیپل: اپنی ٹرٹر بند کرو! اب وہ تمہاری لونڈی نہیں رہی! نتاشا مت جاؤ! کوئی کام نہ کرو ان کا!

نتاشا: حکم نہ چلاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ابھی تمہارا وقت نہیں آیا۔ (باہر چلی جاتی ہے۔)

پیپل (کوستی لیوف سے): اب اس سے ہاتھ دھو لو! بہت زیادہ تم اپنا سکہ چلا چکے اس پر۔ اب وہ

میری ہے!

کوستی لیوف: تمہاری؟ ارے واہ کب خریدا تم نے اس کو؟ کتنے دام کھرے کئے تم نے؟ ایں؟

(واسی لیسا ہنستی ہے۔)

لوکا: یہاں سے چلے جاؤ واسیا!

پیپل: ذرا سنبھال کے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہنستا بھول جاؤ اور گلا پھاڑ پھاڑ کر رونا شروع کر دو۔

واسی لیسا: اوئی میں ڈر ہی تو گئی! میرا تو کلیجہ منہ کو آیا جا رہا ہے!

لوکا: چلے جاؤ واسیا! دیکھتے نہیں وہ تمہیں بھڑکا رہی ہے، اکسا رہی ہے؟

پیپل: آہ... اف ہاں۔ وہ جھوٹ بکتی ہے۔ تو جھوٹ بکتی ہے! وہ نہیں ہوگا جو تو چاہتی ہے!

واسی لیسا: واسیا اور دیکھ لینا میں بھی وہ نہ ہونے دوں گی جو میں نہیں چاہتی!

پیپل (اس کو گھونسہ دکھاتے ہوئے): دیکھ لیں گے! (باہر نکل جاتا ہے۔)

واسی لیسا (کھڑکی سے غائب ہوتے ہوئے): دیکھ لینا بڑی دھوم دھام سے تمہاری برات آئے گی...

کوستی لیوف (لوکا کے پاس جاتے ہوئے): تو یہاں کیا جھک مار رہا ہے بڈھے؟

لوکا: کچھ بھی نہیں بڈھے۔

کوستی لیوف: لوگ کہتے ہیں تو ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہو؟

لوکا: کب کا چلا جانا چاہئے تھا۔

کوستی لیوف: کہا جا رہے ہو تم؟

لوکا: جہاں سینگ سمائے۔

کوستی لیوف: ہاں آوارہ جو ٹھہرے! ایک جگہ نچلے نہیں بیٹھ سکتے تم ایں؟

لوکا: کہاوت ہے۔ لڑھکتے ہوئے پتھر پر کائی نہیں جمتی۔

کوستی لیوف: پتھر تک یہ ٹھیک ہے۔ لیکن آدمی کو تو کسی ایک جگہ ٹک جانا چاہئے۔ آدمی آدمی ہے۔ تل چٹا نہیں... کہ ادھر ادھر رینگتا پھرے... آدمی کو چاہئے کہ کسی ایک جگہ اپنا گھر بسا لے اور دنیا میں اجنبی کی طرح مارا مارا نہ پھرے۔

لوکا: اور اگر کوئی ہر جگہ اپنا گھر بنا لے تو؟

کوستی لیوف: اس کا مطلب ہوا کہ وہ آوارہ ہے، نا کارہ ہے۔ آدمی کسی نہ کسی مرض کی دوا تو ہو۔ آدمی کو کام کرنا چاہئے۔

لوکا: خوب!

کوستی لیوف: ہاں آدمی کو کام کرنا چاہئے۔ یاتری ہے کیا؟ یاتری وہ ہے جو عجیب وغریب ہو۔ جو دوسروں کی طرح نہ ہو۔ ہاں اگر کوئی سچا یاتری ہو، کچھ سرد گرم دیکھا ہو...اگر اس نے دنیا دیکھی ہو اور کچھ سیکھا ہو...جس سے لوگوں کو کوئی مطلب نہیں تو پھر... ہاں اگر وہ سچ بھی کہتا ہے تو کیا ہوا، لوگ ہمیشہ سچ کب سننا چاہتے ہیں۔ اپنا سچ اپنے پاس رکھو! اگر کوئی سچا یاتری ہوگا تو اپنی زبان پر تالا ڈالے رہے گا یا اس طرح باتیں کرے گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ وہ کیا چاہئے، نہ کسی چیز میں ٹانگ اڑانی چاہئے اور نہ بیکار لوگوں کو پریشان کرنا چاہئے۔ اسے کوئی مطلب نہیں لوگ جیسے چاہیں رہیں۔ اس کا کام تو بس یہ ہے کہ پاک صاف زندگی گزارے۔ اس کو کسی پہاڑ کی کھوہ میں یا جنگل میں بسیرا کرنا چاہئے جہاں کسی کی نظر اس پر نہ پڑے۔ اس کو کوئی حق نہیں کہ لوگوں کے پھٹے میں پاؤں ڈالے اور ان کو بتاتا پھرے کہ کیا ٹھیک ہے اور کیا غلط۔ لیکن اس کو چاہئے کہ ہر شخص کے لئے دعا کرے...دنیا کے سارے گنہ گاروں کی مکتی کے لئے دعا کرے...تمہارے گناہوں کا اور میرے گناہوں کا کفارا ادا کرے۔ اسی لئے تو وہ اس سنسار کی موہ مایا کو تیاگ دیتا ہے... ہاں تاکہ وہ عبادت کر سکے، دعا کر سکے۔ (رکتا ہے) لیکن تم...تم کس قسم کے یاتری ہو؟ تمہارے پاس تو پاسپورٹ تک نہیں۔ شریف آدمی کے پاس کم از کم پاسپورٹ تو ہو۔ دنیا بھر کے شریف لوگوں کو پاس پاسپورٹ ہوتا ہے...

لوکا: کچھ لوگ لوگ ہیں اور کچھ انسان۔

کوستی لیوف: مجھ سے یہ چالاکی نہیں چلے گی! یہ ساری پہلیاں رکھو اپنی جیب میں۔ میں جانتا ہوں میں تم سے کم نہیں ہوں۔ یہ تم کیا بگھار رہے ہو لوگ اور انسان؟...

لوکا: اس میں کوئی پہیلی نہیں ہے۔ میں تو بس اتنی سی بات کہہ رہا ہوں کہ ایک زمین ہوتی ہے؛ زرخیز، دوسری بنجر۔ اور زرخیز زمین پر چاہے تم کچھ بھی بوؤ فصل ضرور آئے گی۔ اور بس!

کوستی لیوف: مطلب؟

لوکا: اپنے آپ کو ہی لے لو۔ اگر خود اللہ میاں بھی آسمان سے اتر کر آئیں اور کہیں: ''اے میخائل۔ تم انسان بنو!'' تو اس سے کیا فرق پڑ جائے گا۔ تم وہی رہو گے جو ہو۔

کوستی لیوف: ہوں!... سنتے ہو، میری بیوی کا چچا پولیس کا آدمی ہے۔ اگر میں...

کوستی لیوف: (آتی ہے): چائے تیار ہے میخائل ایوانووچ۔

کوستی لیوف (لوکا سے): دور ہو جاؤ یہاں سے۔ خبردار جو اس گھر میں پھر میں نے تم کو دیکھا!

واسی لیسا: بڈھے! خیریت اسی میں ہے کہ دفان ہو جاؤ یہاں سے۔ تمہاری زبان چپڑ چپڑ چلتی ہے۔ تم بھاگے ہوئے قیدی ہو یا جانے کون؟

کوستی لیوف: آج کے آج نکل جاؤ یہاں سے، نہیں تو میں...

لوکا: نہیں تو تم اپنے چچا کو پکارو گے مدد کے لئے؟ جاؤ جاؤ، پکار دیکھو۔ جاؤ اور کہو تم نے ایک بھاگے ہوئے قیدی کو پکڑ لیا ہے۔ شاید تمہارے چچا کو انعام مل جائے۔ یہی دو تین کوپک۔

بوبنوف (کھڑکی سے): کیا بیچ رہے ہو؟ تین کوپک میں کیا بیچ رہے ہو؟

لوکا: یہ لوگ دھمکا رہے ہیں کہ مجھے بیچ دیں گے۔

واسی لیسا (اپنے شوہر سے): چلو چلو۔

بوبنوف: تین کوپک میں؟ میں ذرا ہوشیار رہنا، بڑے میاں۔ دیکھنا کہیں یہ لوگ تم کو آدھے کوپک میں نہ بیچ دیں؟

کوستی لیوف (بوبنوف سے): بھوت، تو تم رینگ کر باہر آ لئے؟.. (بیوی کے ساتھ جاتا ہے۔)

واسی لیسا: اف یہ دنیا کتنے چوروں اور اچکوں سے بھری ہوئی ہے!

لوکا: کھاؤ پیو، اللہ تمہیں زیادہ دے!

واسی لیسا (مڑتے ہوئے): بند کرو اپنی زبان، بڈھے چنڈال!

(وہ اور اس کا شوہر دونوں مکان کے پیچھے غائب ہو جاتے ہیں۔)

لوکا: میں آج رات کو کوچ کو جاؤں گا۔

بوبنوف: بس یہ ٹھیک ہے۔ سب سے اچھا یہی ہے کہ آدمی وقت پر چلتا ہو جائے۔

لوکا: تم نے سولہ آنے ٹھیک کہا۔

بوبنوف: میں جانتا ہوں میں کیا کہہ رہا ہوں۔ میں نے تو اسی نسخے پر عمل کیا ہے۔اسی وجہ سے میں جیل جاتے جاتے بال بال بچا۔

لوکا: اچھا؟

بوبنوف: ہاں میں جیل جاتے جاتے بچا۔لوسنو۔میری عورت کی آنکھ ایک کاریگر سے لڑ گئی...اچھا کاریگر تھا...کتے کی کھال کو ریچھ کی کھال بنا دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ بلی کو چھو دے تو کنگارو ہو جائے۔خوب آدمی تھا۔ ہاں اسی سے میری عورت کی آنکھ لڑ گئی۔اور دونوں ایسا شیر وشکر ہوئے کہ میں چوکس رہنے لگا کہ کہیں زہر نہ دے دیں یا کسی اور طرح میرا ٹکٹ نہ کٹا دیں۔کبھی کبھی میں اپنی بیوی کی ٹھکائی بھی کرتا۔اور پھر کاریگر میری مرمت کرتا۔کم بخت گینڈا تھا گینڈا۔ایک مرتبہ تو اس نے میری داڑھی ہی نوچ لی اور ایک پسلی توڑ دی۔ مجھے بھی تاؤ آجاتا۔ایک دن میں نے لوہے کا چھڑ دے مارا اپنی بیوی کے سر پر اور وہ اکھاڑہ جما، وہ اکھاڑہ جما کہ مت پوچھو۔میں نے دیکھا اس لئے میں نے طے کیا کہ وہ میرا کام تمام کرے اس سے پہلے میں ہی اس کو جہنم کا راستہ دکھا دوں۔ میں ن ے سب طے کر لیا۔لیکن میں نے وقت پر خود کو سنبھال لیا اور وہاں سے چلتا ہو گیا۔

لوکا: یہ بہت اچھا ہوا...چھوڑ وان کو، اب جی بھر کے کتوں کو ریچھ بناتے رہیں۔

بوبنوف: مگر دوکان تو بیوی کی تھی اور دیکھ لو میرا جو انجام ہوا۔ سچ بتاؤں... میں تو پوری دوکان کو شراب میں گھول کر پی جاتا۔اسی پینے کے ہاتھوں تو...دیکھو کیا درگت بن گئی...

لوکا: پینے کے ہاتھوں، ایں؟

بوبنوف: میں بلا کا شرابی ہوں۔ میں اپنی کھال چھوڑ کر سبھی کچھ پی جاتا ہوں۔اور میں کاہل بھی ہوں۔تم نہیں جانتے اف مجھے کام کرنے سے کتنی نفرت ہے!

(ساتن اور ایکٹر آتے ہیں۔وہ بحث کر رہے ہیں۔)

ساتن: بکواس، تم نہیں جاؤ گے۔تم اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہو۔ بڑے میں! تم اس کے کان کیسی واہی تباہی سے بھرتے رہے ہو؟

ایکٹر: جھوٹ بکتے ہو! بابا کہہ دو اس سے، وہ بکتا ہے! میں جا کر رم لوں گا۔ میں نے آج کام کیا۔ سڑک صاف کی۔اور میں نے ایک گھونٹ نہیں پی۔ ذرا سوچو!...دیکھو یہ رہے۔تیس کوپک اور میرا دماغ

ٹھیک ہے!

ساتن: بیوقوف! لاؤ ادھر بڑھاؤ پیسے! میں پی جاؤں گا یا تاش میں ہار جاؤں گا۔

ایکٹر: بس بس منہ دھو رکھو۔ اس سے میں ٹکٹ خریدوں گا۔

لوکا (ساتن سے): آخر تم اس کو سیدھے راستے سے کیوں بھٹکانا چاہتے ہو؟

ساتن: ''اے جادوگر، اے خدا کے چہیتے جادوگر، بتا میری پیشانی پر کیا لکھا ہے؟'' میں تو سب کچھ کھو چکا۔ بھائی! میرا سب کچھ لٹ چکا! بابا، پھر بھی دنیا امید پر جیتی ہے۔ اس دنیا میں مجھ سے بڑے بڑے مداری پڑے ہوئے ہیں۔

لوکا: کونستانتین، تم اچھے آدمی ہو، بڑے مست شاہ!

بوبنوف: ایکٹر! یہاں آؤ!

(ایکٹر کھڑکی تک جاتا ہے اور دوزانو بیٹھتے ہوئے دھیمی آواز میں بوبنوف سے بات کرتا ہے۔

ساتن: میں جوانی میں بڑا ازوردار تھا۔ وہ دن یاد کرتا ہوں تو کتنا مزا آتا ہے۔ میں بڑا رنگین مزاج نوجوان تھا۔ کیا اچھوتا ناچتا تھا، کیا پارٹ کرتا تھا اسٹیج پر، ہمیشہ لوگوں کو ہنساتا رہتا تھا۔ میں دل میں کھب جانے والا نوجوان تھا۔

لوکا: اچھا تو تمہاری گاڑی پٹری سے کیسے اتر گئی؟

ساتن: بڑے میاں ٹوہ لگانا اور دل کا بھید پانا خوب جانتے ہو۔ تم سب کچھ جاننا چاہتے ہو، سب کچھ، ہے نا؟ لیکن کیوں بھلا؟

لوکا: میں ذرا اسے قصے کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ لیکن جب میں تم کو دیکھتا ہوں تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ خوب آدمی ہو تم کونستانتین۔ تم بڑے ہوشیار ہو۔ اور پھر بھی...

ساتن: بابا یہ سارا گل جیل کا کھلایا ہوا ہے۔ میں نے چار برس اور سات مہینے جیل کاٹی ہے۔ اور جیل کاٹنے کے بعد بھلا منہ کون لگاتا۔

لوکا: اوھو! اور جیل کی ہوا کیوں کھائی

ساتن: ایک بدمعاش کا خون کیا تھا۔ میں نے غصے میں آکر کو مار ڈالا تھا۔ میں نے جیل میں تاش کھیلنا سیکھا... اور دوسرے گن بھی۔

لوکا: کیا تم نے کسی عورت کے کارن اس کا کام تمام کیا تھا؟

ساتن: ہاں اپنی بہن کی خاطر۔ چھوڑو بھی بس کرو! میں نہیں چاہتا کہ لوگ مجھ سے سوال کریں۔ ہاں یہ بہت پہلے کی بات ہے۔ بہت دن ہوئے۔ میری بہن مرگئی۔ نو برس ہو گئے۔ بڑی پیاری بہن تھی میری۔

لوکا: تم زندگی کا اتنا زیادہ غم نہیں پالتے۔ ذرا تم سنتے، ایک ہی آن پہلے کس طرح وہ مستری دھاڑتا ہوا بھاگا ہے یہاں سے! چ چ چ!

ساتن: کون، کلیش؟

لوکا: ہاں کلیش۔ چیخنے لگا ''کام نہیں! کچھ بھی نہیں!''

ساتن: ہوتے ہوتے عادی ہو جائے گا! اور میں کیا کام کروں؟

لوکا (آہستہ سر جھکائے ہوئے آہستہ آہستہ آتا ہے۔)

ساتن: کھورنڈوے! آخر تم سر کیوں جھکائے چلے آرہے ہو؟ کیا سوچ رہے ہو؟

کلیش: میں سوچ رہا ہوں کیا کروں اب۔ اوزار نہیں رہے۔ کفن دفن میں کام آ گئے۔

ساتن: میری صلاح سنو اور کچھ نہ کرو۔ اس دھرتی کا بوجھ بنے رہو!

کلیش: تمہارے لئے یہ سب کہنا ٹھیک ہے۔ لیکن مجھ میں شرم باقی ہے۔

ساتن: شرم باقی ہے۔ اس سے چھٹی پالو۔ تمہیں کتے کی زندگی گزارتے دیکھ کر لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ ذرا سوچو۔ تم کام کرنا بند کر دو۔ میں کام کرنا بند کر دوں، سینکڑوں ہزاروں کام کرنا بند کر دیں... سب کام کرنا بند کر دیں، سمجھے؟ ہم سب کام کرنا بند کر دیں۔ کوئی بھی ایک تنکا نہ ہلائے! پھر کیا ہوگا؟

کلیش: ہم سب بھوکوں مرجائیں گے!

لوکا (ساتن سے): تمہیں بھگوڑوں کے مت کے لوگوں سے جا ملنا چاہئے۔ لوگوں کا ایک گروہ ہے۔ ان کو بھگوڑے☆ کہتے ہیں۔

☆اس نام کا ایک مذہبی فرقہ۔ (مترجم)

ساتن: میں جانتا ہوں۔ بابا وہ اتنے بیوقوف نہیں۔

(کوستی لیوف کی کھڑکی سے نتاشا کی چیخ سنائی دیتی ہے ''بس! اوہ بس! میں نے کیا بگاڑا ہے؟'')

لوکا (بیقراری سے): نتاشا؟ کیا یہ نتاشا چلا رہی ہے؟

(کوستی لیوف کے گھر سے شور، برتنوں کے گرنے کی جھنکار، کوستی لیوف کی چیخ پکار سنائی دیتی ہے ''کتیا! رنڈی!'')

واسی لیسا: ٹھہر! ذرا رک جا! میں چھکاؤں گی مزا! لے اور لے! لے اور لے!

نتاشا: مار ڈالا، مار ڈال... ہائے یہ میری جان لے لیں گے!

ساتن (کھڑکی کی طرف چیختا ہے): اے لوگو سنتے ہو!

لوکا (ادھر ادھر دوڑتا ہے): واسیا! واسیا کو بلاؤ! یا خدا! بھلے لوگو! بھائیو!

ایکٹر (بھاگتا ہے): لو میں جاتا ہوں اور اسے بلاتا ہوں۔

بوبنوف: ہر وقت اس کو پیٹتے رہتے ہیں یہ لوگ!

ساتن: آؤ بڑے میاں۔ ہم گواہی دیں گے!

لوکا (ساتن کے پیچھے جاتا ہے): میں گواہ کس کام کا۔ میں گواہ بن کر کیا کروں گا۔ ہمیں واسیا کی ضرورت ہے، ہمیں فوراً واسیا کی ضرورت ہے۔

نتاشا: بہن! بہن! آ، آہ!

بوبنوف: اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس رہے ہیں۔ ذرا میں جاؤں، جا کر دیکھوں۔

(کوستی لیف کے فلیٹ میں شور اور ہنگامہ آہستہ آہستہ دب جاتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ کمرے سے گلیارے میں پہنچ گئے ہیں۔ بڈھے کی آواز سنائی دیتی ہے ''بس!'' دروازہ دھڑ سے بند ہوتا ہے اور ایک گرج کلہاڑی کی طرح اس شور اور ہنگامے کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ اسٹیج پر خاموشی ہے۔ جھٹپٹا چھا رہا ہے۔)

کلیش (بے نیازی کے عالم میں برف گاڑی پر بیٹھا ہوا ہے اور زور زور سے ہاتھ مل رہا ہے۔ وہ کچھ بڑبڑاتا ہے، شروع میں صاف سنائی نہیں دیتا اور پھر...): لیکن کیوں کر؟ آدمی کو جینا تو پڑتا ہے ہی ہے نا؟ (چیخ کر) ایک چھت تو ہو! مجھے اپنے سر پر ایک چھپر کی ضرورت ہے۔ میرا کوئی گھر نہیں! میرے پاس کچھ نہیں!... آدمی اکیلا ہے! بالکل اکیلا ہے! اور یہی مصیبت ہے! کوئی اس کی مدد نہیں کرتا!

(وہ آہستہ آہستہ باہر نکل جاتا ہے۔ وہ بالکل جھکا ہوا چلتا ہے۔ چند لمحے تک ایک بھیانک خاموشی

چھائی رہتی ہے۔ پھر اسٹیج کے باہر سے ایک مبہم سی بھنبھناہٹ اور شور سنائی دیتا ہے۔ یہ بھنبھناہٹ اور شور بڑھتا جاتا ہے اور قریب آتا جاتا ہے۔ اب الگ الگ آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

واسی لیسا: میں اس کی بہن ہوں! مجھے اس سے نبٹنے دو!

کوستی لیوف: تمہیں کوئی حق نہیں۔

واسی لیسا: مجرم...

ساتن: واسیا کو بلاؤ! جلدی کرو! اس کے دو ہاتھ دھر دو زوب!

(پولیس کی سیٹی سنائی دیتی ہے۔)

تاتار (دوڑتا ہے۔ اس کا دایاں ہاتھ گردن کی پٹی میں لٹک رہا ہے): یہ کیسا اندھیر ہے... دن دھاڑے قتل!

کریوائے زوب (میدویدیف اس کے پیچھے پیچھے آتا ہے): ہا! میں نے بھرپور جما دیا، یاد کرے گا!

میدویدیف: تم۔ تمہاری مجال کہ لڑتے پھرو؟

تاتار: اور تم؟ تمہارا فرض کیا ہے؟

میدویدیف (تاتار پر جھپٹتا ہے): بس! لاؤ میری سیٹی لاؤ!

کوستی لیوف (بھاگتا ہے): ابرام! پکڑلو اس کو! اس نے قتل کیا ہے...

(کونے کے پیچھے سے کواشنیا اور ناشنیا دونوں طرف سے پریشان حال نتاشا کو سہارا دیتے ہوئے آتی ہیں۔ ساتن الٹے پاؤں چلتا ہے اور واسی لیسا کو دھکیلتا ہے جو اپنی بہن پر جھپٹنے کی کوشش کر رہی ہے۔ الیوشکا اس کے گرد جن کی طرح اچھلتا کودتا ہے، اس کے کان میں سیٹی بجاتا ہے، چیختا ہے، چنگھاڑتا ہے۔ ان کے پیچھے پیچھے چیتھڑوں میں اٹے ہوئے لوگوں کا ایک ہجوم آتا ہے۔

ساتن (واسی لیس سے): چڑیل، چھنال، کیا کرنا چاہتی ہے تو؟

واسی لیسا: بھاگ جا تو جیل کے بھگوڑے! چاہے میری جان جائے میں اس کی تکا بوٹی کر کے رہوں گی!

کواشنیا (نتاشا کو دور ہٹاتی ہے): بس بس واسی لیسا! شرم کرو! تم تو بالکل خونخوار بھیڑئے کی طرح

ٹوٹی پڑ رہی ہو!

میدویدیف (ساتن کو پکڑتے ہوئے): لو یہ رہے! آخر پکڑے گئے نا!

ساتن: دو چار ہاتھ جڑ دو زوب! واسیا! واسیا!

(سب اینٹ کی دیوار اور مکان کے درمیان گلیارے کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔ نتاشا کو لے جاتے ہیں اور دائیں طرف لکڑی کے تختوں کے ڈھیر پر بٹھا دیتے ہیں۔)

پیپل (اچانک گلیارے سے چپ چاپ آتا ہے اور زور سے ہر شخص کو دھکے دیتے ہوئے آگے بڑھتا ہے): نتاشا کہاں ہے؟ تم...

کوستی لیوف (مکان کے پیچھے چھپتے ہوئے): ابرام! واسیا کو پکڑو! بھائیو آؤ واسیا کو پکڑ نا لینا، لینا پکڑنا! چور! اچکا!

پیپل: بڈھے رذیل...

(ایک زوردار ہاتھ بڈھے کو رسید کرتا ہے۔ وہ کچھ اس طرح چکرا کر گرتا ہے کہ مکان کے کونے کے پیچھے سے اس کے سر اور کندھوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ پیپل لپک کر نتاشا کے پاس جاتا ہے۔)

واسی لیسا: واسیا کو مارو لوگو! چور کو مارو لوگو!

میدویدیف (ساتن سے چیخ کر): اس سے دور ہی رہو! یہ گھریلو معاملہ ہے! یہ سب رشتہ دار تم ان کو کون سے ہوتے سوتے ہو!

پیپل: یہ کیا قصہ ہے؟ کیا بگاڑا ہے اس نے؟ کیا اس نے تمہارے پیٹ میں چاقو گھونپ دیا ہے؟

ناستیا: پورا سماوار اس پر گرا دیا۔

تاتار: کون جانے خود ہی الٹ گیا ہو۔ پہلے معلو تو ہو قصہ کیا ہے۔ ہمیں غلطی نہیں کرنی چاہئے

نتاشا (قریب قریب بیہوش ہوتے ہوئے): واسیا مجھے یہاں سے لے چلو۔ مجھے کہیں چھپا دو۔

واسی لیسا: ہائے میرے اللہ! ذرا دیکھو لوگو! میرا میاں مرا پڑا ہے! مار ڈالا!

(ہر شخص اس طرف گلیارے میں دوڑتا ہے جہاں کوستی لیوف پڑا ہے۔ بوبنوف ہجوم سے الگ ہوتا ہے اور واسیا پیپل کے پاس جاتا ہے۔)

بوبنوف (دھیمی آواز میں): واسیا! بڈھے کا کام تمام ہو گیا!

پیپل (اس کی طرف دیکھتا ہے جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا ہو): امبولنس کو بلواؤ۔ اس کو ہسپتال لے جانا پڑے گا۔ میں اس سے حساب چکا لوں گا!

(اسٹیج پر شور یکا یک ختم ہو جاتا ہے جیسے پانی کے سیلاب نے آگ بجھا دی ہو۔ دبی دبی آواز میں فقرے سنائی دیتے ہیں: ''سچ؟'' ''برا ہوا!'' ''ہونہہ! چلو یہاں سے بھاگ چلیں!'' ''لعنت! جہنم میں جائے!'' ''خبردار! پولیس کے آنے سے پہلے ہی کافور ہو جاؤ!'' بھیڑ چھٹنے لگتی ہے۔ بوبنوف اور تاتار چلے جاتے ہیں۔ ناستیا اور کواشنیا کوستی لیوف کی لاش کی طرف لپکتے ہیں۔)

واسی لیسا (زمین سے اٹھتی ہے اور فاتحانہ شان سے چلاتی ہے): مار ڈالا! یہ ہے خونی، اس نے میرے میاں کو مار ڈالا! یہ ہے واسیا کی کرنی! میں نے خود دیکھا! لوگو میں نے خود دیکھا! اچھا واسیا! پولیس!

پیپل (نتاشا کے پاس سے ہٹتے ہوئے): مجھے جانے دو۔ میرے راستے سے ہٹ جاؤ! (بڈھے کو ایک نظر دیکھتا ہے اور پھر واسی لیسا کی طرف مڑتا ہے) اب کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا نا؟ (لاش کو پیر سے چھوتا ہے) کتا مر گیا۔ تمہارے دل کی مراد بر آئی نا! ہونہہ! تمہیں بھی کیوں نہ ساتھ ہی چلتا کر دوں ایں؟ (اس پر جھپٹتا ہے۔ ساتن اور کریوائے زوب بیچ بچاؤ کر دیتے ہیں۔ واسی لیسا بھاگ کر گلیارے میں چلی جاتی ہے۔)

ساتن: ذرا سوچو تم کیا کر رہے ہو!

کریوائے زوب: اررر... کہاں بھاگتے ہو؟

واسی لیسا (پھر دکھائی دیتی ہے): اچھا اچھا میرے دوست واسیا! اب قسمت کا لکھا ٹالے نہیں ٹلے گا۔ پولیس۔ ابرام، سیٹی بجاؤ نا!

میدویدیف: شیطان میری سیٹی مار لے گیا۔

الیوشکا: یہ رہی سیٹی! (وہ سیٹی بجاتا ہے اور میدویدیف اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔)

ساتن (پیپل کو نتاشا کے پاس لے جاتا ہے): پریشان نہ ہو واسیا! وہ جھگڑے میں مارا گیا۔ یہ کوئی بات نہیں۔ تمہیں یہ سودا مہنگا نہیں پڑے گا!

واسی لیسا: واسیا کو پکڑو! اس نے مارا ہے میرے میاں کو! میں نے دیکھا اپنی آنکھ سے!

ساتن: میں خود ہی دو تین بار اس کی مرمت کر چکا ہوں۔ میں جانتا ہوں اس کو ختم کے لئے ایک

کرارا ہاتھ کافی تھا۔ میں گواہی دوں گا واسیا!

پیپل: مجھے صفائی کی ضرورت نہیں۔ میں واسی لیسا کو اس میں گھسیٹونگا۔ ہاں میں یہ کر کے رہوں گا! یا خدا مدد! وہ یہی چاہتی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا میرے میاں کو مار ڈالو۔ اس نے مجھ سے یہ کروایا۔

نتاشا (یکا یک چیخ کر): آہ!...اب میں سمجھی! تو یہ ہے سارا کھیل واسیا! اوہ بھلے لوگو یہ ان دونوں کا کیا ہوا ہے! یہ ان کی سازش تھی! بہت اچھا واسیا! اسی لئے تم نے آج رات مجھ سے بات کی تھی! اس کو سنانے کو؟ لوگو میری بہن اس کی رنڈی ہے! تم سب جانتے ہو! سب جانتے ہیں! ان کی ملی بھگت ہے۔ اس نے...میری بہن نے اس سے کہا کہ میرے میاں کو مار ڈالو! میں اور میاں ان کے راستے میں تھے! اسی لئے انہوں نے میری یہ گت بنائی!

پیپل: نتاشا! تم کیا کہہ رہی ہو!

ساتن: ہونہہ، لعنت ہو!

واسی لیسا: کلموئی! جھوٹ بک رہی ہے! وہ...وہ رہا! واسیا نے میرے میاں کو قتل کیا!

نتاشا: یہ دونوں کا کیا ہوا ہے! تم پر خدا کی مار! دونوں پر!

ساتن: یہ جال ہے۔ ہوشیار واسیا! تم کو پتہ بھی نہ چلے گا اور یہ تمہارے گلے میں پھنڈا ڈال دیں گے!

کریوائے زوب: مجھے تو سر پیر کا کچھ پتہ نہیں چلتا! اچھا تماشا ہے!

پیپل: نتاشا! کیا تم...کیا تم سچ مچ!...تم کیسے یہ سوچ سکتی ہو کہ میں...میں اس کے ساتھ...

ساتن: نتاشا ذرا سوچو تم کیا کہہ رہی ہو؟

واسی لیسا (گلیارے سے): حضور، میرے میاں کو مار ڈالا۔ واسیا پیپل نے مار ڈالا...اس چور نے...میں نے خود دیکھا داروغہ جی! سب نے دیکھا!

نتاشا (نیم مدہوشی کے عالم میں تڑپتی ہے): بھلے لوگو یہ کارستانی میری بہن اور واسیا پیپل کی ہے۔ میری سنو داروغہ جی! میری بہن نے اس کو پٹی پڑھائی کہ کیسے!...اس نے واسیا کو اکسایا۔ واسیا میری بہن کا یار ہے۔ وہ...وہ...خدا کی اس پر پھٹکار! دونوں کو لے جاؤ۔ ان کو جیل میں ڈال دو! اور مجھے بھی جیل میں ڈال دو! عیسیٰ مسیح کا واسطہ مجھے جیل میں ڈال دو!

چوتھا ایکٹ

وہی منظر جو پہلے ایکٹ میں تھا۔ وہاں اب وہ اوٹ نہیں ہے جس کی مدد سے پیپل کا کمرہ بنایا گیا تھا۔ اور اس جگہ پر اب نہائی نہیں دکھائی دیتی جہاں کلیش بیٹھا کرتا تھا۔ ایک کونے میں جہاں پیپل کا کمرہ تھا اب تا تار ایک تختے پر لیٹا ہوا کروٹیں بدل رہا ہے اور کراہ رہا ہے۔ کلیش ایک میز پر بیٹھا اکارڈئین کی مرمت کر رہا ہے اور باری باری سے اس کی بھاتی کو دبا رہا ہے۔ میز کے دوسرے سرے پر ساتن، نواب اور ناستیا بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے ایک بوتل وودکا، بیر کی تین بوتلیں اور کالی روٹی کا بڑا سا ٹکڑا رکھا ہوا ہے۔ ایکٹر چولھے کے اوپر کروٹیں بدل رہا ہے اور کھانس رہا ہے۔ رات۔ اسٹیج پر اس لالٹین کی روشنی پھیلی ہوئی ہے جو میز پر رکھی ہے۔ باہر تیز ہوا سائیں سائیں کر رہی ہے۔

کلیش: ہنگامے اور بھگدڑ میں بڈھا صاف نکل گیا۔

نواب: پولیس کے ہاتھوں سے یوں نکلا جیسے آگ سے دھواں۔

ساتن: ہاں جس طرح روشنی سے اندھیرا بھاگتا ہے۔

ناستیا: بھلا آدمی تھا۔ مگر تم... تم آدمی نہیں ہو۔ تم کوڑا ہو کوڑا!

نواب (پیتے ہوئے): میری لال پان کی بیگم، تمہاری صحت کا جام!

ساتن: عجیب بڈھا تھا۔ اور لونا ستیا اس پر لٹو ہو گئی۔

ناستیا: ہاں میں اس پر مرمٹی۔ یہ تو سچ ہے۔ اس کی نظر سب کچھ دیکھ لیتی تھی۔ وہ سب کچھ تاڑ لیتا تھا۔

ساتن (ہنستا ہے): وہ پوپلوں کے لئے دلیا تھا دلیا۔

نواب (ہنستا ہے): پھپھولوں کے لئے مرہم۔

کلیش: اس کے دل میں ترس تھا لیکن تم... لیکن تم نہیں جانتے ترس کس چڑیا کا نام ہے۔

ساتن: میرے ترس سے تمہارا کیا بھلا ہو جائے گا!

کلیش: میرا مطلب تم سے نہیں تھا۔ تم لوگوں پر ترس تو نہیں کھاتے لیکن ان کے گھاؤ پر نمک بھی

نہیں چھڑ کتے۔

تا تار (تختے پر بیٹھتے ہوئے اپنے زخمی بازو کو یوں ہلاتا ہے جیسے وہ کوئی بچہ ہو): بڈھا اچھا آدمی تھا... وہ دل کا راستہ جانتا تھا۔ جو دل کا راستہ جانتا ہے وہی اچھا، جو دل کے راستے سے بھٹکا... مارا گیا!

نواب: دل کا راستہ... یہ کیسا قانون ہے احسن؟

تا تار: بھانت بھانت کو قانون ہیں۔ تم جانتے ہو کیسا قانون۔

نواب: تو پھر!

تا تار: انسان کا دل دکھاؤ۔ یہ ہے قانون!

ساتن: اس کو کہتے ہیں: ''مجرموں اور بدمعاشوں کے لئے قوانین تعزیرات''...

نواب: اور پھر اس کو ''عدالت کی سزاؤں کا قانون'' بھی کہتے ہیں...

تا تار: قرآن قانون ہے۔ تمہارا قرآن بھی قانون ہے۔ ہر شخص کا دل قرآن ہونا چاہئے۔ ہاں!

کلیش (اکارڈئین بجا کر جانچتے ہوئے): بھنبھناتا ہے۔ لعنت ہو۔ تا تار جو کہتا ہے سو ٹھیک ہے۔ لوگوں کو قانون کے اندر رہنا چاہئے۔ بائبل کے قانون پر چلنا چاہئے۔

ساتن: پھر چلو نا، چلتے کیوں نہیں؟

نواب: ہاں ذرا چل کر دکھاؤ۔

تا تار: رسول نے قرآن دیا۔ رسول نے فرمایا: ''لو یہ ہے قانون۔ ہدایت کی مشعل ہے۔ اس کی روشنی میں چلو!'' پھر ایک وقت آتا ہے۔ قرآن کافی نہیں۔ نیا وقت نیا قانون۔ ہر نیا وقت اپنے لئے ایک نیا قانون تیار کر لیتا ہے۔

ساتن: ٹھیک کہتے ہو۔ اب ''قوانین تعزیرات'' کا وقت آ گیا ہے۔ ایک اچھے اور اٹل قانون کا وقت۔ ایسا اٹل قانون کہ ہزار توڑے نہ ٹوٹے، ہزار رگڑے نہ گھسے!

ناستیا (میز پر ایک گلاس پٹکتے ہوئے): ہاں آخر میں یہاں تم لوگوں کے ساتھ کیوں زندگی کاٹتی رہوں؟ میں یہاں سے چلی جاؤں گی... کہیں بھی... دنیا کے کنارے، اللہ میاں کے پچھواڑے!

نواب: ننگے پاؤں جاؤ گی میری ملکہ؟

ناستیا: ہاں ننگی جاؤں گی۔ چاروں ہاتھ پاؤں پر رینگتے ہوئے جاؤں گی۔

نواب: اوہ، دیکھنے کی چیز ہوگی... بڑھیا تماشا ہوگا! ذرا سوچو! چاروں ہاتھ پاؤں پر۔

ناستیا: ہاں میں رینگتے ہوئے جاؤں گی۔ میں چلی جاؤں گی۔ کسی طرح تم سے پیچھا تو چھوٹے۔ کاش تم جانتے مجھے ہر چیز سے کیسی گھن آتی ہے۔ ہر آدمی سے، ہر چیز سے!

ساتن: جاؤ تو اپنے ساتھ ایکٹر کو بھی لے لینا۔ وہ بھی اسی یاترا پر جانے کے لئے پر تول رہا ہے۔ اس پر الہام ہوا ہے کہ اللہ میاں کے پچھواڑے ایک ہسپتال کھلا ہے جس میں ٹسم کا علاج ہوتا ہے۔

ایکٹر (چولھے کے اوپر سے سر نکالتے ہوئے) ٹسم نہیں جسم بیوقوف!

ساتن: ٹسم کا ہسپتال، شراب کے زہر سے سڑے ہوئے ٹسم کا ہسپتال!

ایکٹر: اوہ، وہ جا رہا ہے۔ گھبراؤ مت۔ وہ جا رہا ہے! دیکھ لینا!

نواب: وہ کون حضور عالی؟

ایکٹر: مابدولت!

نواب: تیرا شکر ہے۔ کاٹھے کی دیوی... ہاں ڈرامے کی، ٹریجڈی کی دیوی کے پجاری۔ اس کا کیا نام ہے بھلا سا؟

ایکٹر: موزا! الو کی دم فاختہ! وہ دیوی نہیں... وہ تو موزا ہے۔

ساتن: لاہیزا، ہیرا، افرودیت، انتروپس خدا ہی بہتر جانتا ہے کون؟ نواب سارا گل اسی بڈھے کا کھلایا ہوا ہے۔ اسی نے ایکٹر کو بالکل باولا بنا دیا۔

نواب: بڈھا پاگل ہے۔

ایکٹر: جاہل! وحشی! میل۔ پو۔ مینا! وہ ضرور چلا جائے گا، یقین مانو! بدمعاشو تمہارے سینے میں دل نہیں ہے! برانژے کہتا ہے ''تاریک فکر کے مکینو۔'' دیکھنا اسے وہاں اپنی جگہ مل جائے گی جہاں ... جہاں...

نواب: جہاں حضور عالی جہاں کچھ بھی نہ ہو۔

ایکٹر: ہاں جہاں کچھ بھی نہ ہو... ''یہ گڑھا میرا مزار ہوگا۔ میں بے بس اور بے اسرا اسی میں موت کی نیند سو جاؤں گا!'' آخر تم لوگ جیتے کیوں ہو؟ ہاں کیوں؟

نواب: اے بقراط معظم! تم ہو کون، مہان اداکار کین یا راہ سے بھٹکے ہوئے راہی؟ چیخنا بند کرو!

ایکٹر: میں چیخوں گا، جتنا جی چاہے گا چیخوں گا!

ناستیا (میز سے اٹھاتی ہے اور ہاتھ جھٹکتی ہے): چیخو، اتنا چیخو کہ ان بہروں کے کانوں کے پردے پھٹ جائیں!

نواب: بیگم صاحبہ، کیا میں پوچھ سکتا ہوں اس میں کون سا نکتہ چھپا ہوا ہے؟

ساتن: اماں چھوڑو ان کو نواب میاں! گولی مارو! بھونکنے دو ان کو! چیختے چیختے ان کے پھیپھڑے پھٹ جائیں گے۔ یہ ہے گر کی بات! دوسروں کے پھٹے میں پاؤں نہ ڈالو۔ بڈھا ٹھیک ہی کہتا تھا۔ یہ سب اسی کے دم کا ظہورہ ہے۔ کم بخت نے تمام کرایہ داروں میں ایک کھلبلی مچادی۔

کلیش: اس نے سبز باغ دکھایا لیکن یہ تو بتایا ہی نہیں کہ وہاں تک پہنچنے کا راستہ کون سا ہے۔

نواب: بڈھا ٹھگ تھا ٹھگ۔

ناستیا: تم خود ہی ٹھگ ہو!

نواب: بیگم صاحبہ منہ میں لگام ڈالئے!

کلیش: رہی سچ کی بات سو... بڈھے کو سچ سے کچھ لینا دینا نہ تھا۔ وہ سچ کا بیری تھا اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ ذرا سوچو سچ میں رکھا بھی کیا ہے۔ آدمی سچ کا راگ الاپے۔ ویسے ہی زندگی اجیرن ہے۔ لو اس تاتاری کو دیکھ لو... بیٹھے بٹھائے کام پر ہاتھ کا قیمہ بن کر رہ گیا۔ اب ہاتھ کاٹنا پڑے گا۔ لو یہ ہے تمہارا سچ!

ساتن (میز پر گھونسہ مارتا ہے): چپ! تم ڈھوڈنگر ہو! بیوقوف ہو! اب بڈھے کی بات مت کرو! (کچھ سنبھلتے ہوئے) نواب تم سب سے گئے گزرے ہو۔ تم کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ تم جھوٹ بکتے ہو۔ بڈھا ٹھگ نہیں تھا۔ سچ ہے کیا؟ انسان! انسان ہی سچ ہے! اس کو یہ راز معلوم تھا۔ تم نہیں جانتے۔ تمہارے کندھوں پر سر نہیں ہیں، یہ اینٹ ہیں، پتھر ہیں! میں بڈھے کی بات سمجھتا ہوں۔ ہاں وہ جھوٹ بولتا تھا۔ خدا سمجھے تم سے! بہت سے لوگ اپنے بھائیوں پر ترس کھا کر جھوٹ بولتے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ میں نے کتابیں پڑھی ہیں۔ ان کتابوں میں بڑا خوبصورت جھوٹ ہوتا ہے۔ اس جھوٹ سے آدمی کے دل میں امنگ کی لہر اٹھتی ہے۔ روح میں ہلچل سی مچ جاتی ہے۔ جھوٹ دل پر پھایا رکھتا ہے۔ جھوٹ لوگوں کو سکھاتا ہے اپنے حال میں مگن رہو۔ جھوٹ ہی ایک مزدور کے ہاتھ کو کچل دینے کا بہانہ بنتا ہے۔ آدمی بھوکا مر رہا ہے اور لو جھوٹ نے بھوک کا الزام بھی اسی پر ڈال دیا۔ میں خوب جانتا ہوں جھوٹ کیا ہے! جھوٹ کی

ضرورت ان کو ہے جو بزدل ہیں یا جو دوسروں کے سہارے جیتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو جھوٹ سہارا دیتا ہے۔ کچھ لوگ جھوٹ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں۔لیکن ایک ایسا آدمی جو اپنا مالک آپ ہو...جو کسی کی دھونس میں نہ ہو، جو دوسروں کا خون نہ چوستا ہو۔ بتاؤ بھلا جھوٹ اس کے کس کام کا؟ جھوٹ تو دھوم ہے۔غلاموں اور آقاؤں کا! سچ دیوتا ہے آزاد انسان کا!

نواب: شاباش! بھئی خوب کہا! میں تمہاری ایک ایک بات مانتا ہوں۔ ارے تم تو...تم تو اچھے خاصے بھلے مانس کی طرح بات کرنے لگے...

ساتن: ہاں ہاں آخر ایک ٹھگ اور بدمعاش کبھی کبھی شریف زادوں کی طرح کیوں نہ بات کرے۔ آخر تمہارے یہ شریف زادے بھی تو اکثر ٹھگوں اور اچکوں کی طرح باتیں کرتے ہیں؟ بہت سی باتیں میں بھول چکا ہوں۔ پر ایک دو باتیں تو اب بھی گرہ میں بندھی ہوئی ہیں۔ بڈھا خوب آدمی تھا۔ بڑا آزاد مرد تھا۔اس کا مجھ پر وہی اثر ہوتا تھا جو تیزاب کا میلے سکے پر ہوتا ہے۔آؤ ہم اس کی صحت کا جام پیئیں! لاؤ میرا گلاس بھرو!

(ناستیا گلاس میں بیرانڈیلتی ہے اور ساتن کی طرف بڑھاتی ہے۔)

ساتن (ایک مختصر قہقہے کے ساتھ): بڈھا اپنے بل بوتے پر جیتا ہے...وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ایک بار میں نے اس سے پوچھا: ''بابا بتاؤ آخر لوگ جیتے کس لئے ہیں؟...'' (لوکا کی آواز اور انداز کی نقل اتارتا ہے) ''دوست، لوگ اس لئے جیتے ہیں کہ زندگی کو بہتر بنائیں۔ بڑھئیوں کو لے لو... سب کے سب کوڑا کباڑ ہیں۔ پھر ان کے بیچ ایک بڑھئی جنم لیتا ہے...ایک ایسا بڑھئی دنیا میں جس کا ثانی نہیں۔سب اس کے سامنے ماند پڑ جاتے ہیں... ہاں ہاں سب ماند پڑ جاتے ہیں اور کسی میں دم نہیں کہ اس کی گرد کو بھی پہنچ سکے۔ وہ جو کام کرتا ہے اس میں اپنی انوکھی شان پیدا کر دیتا ہے۔ وہ جس چیز کو چھو دیتا ہے وہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے۔ یہی حال دوسروں کا بھی ہے...سبھوں کا۔ لوہاروں، موچیوں، تمام دستکاروں کا، تمام کسانوں کا بلکہ سفید پوشوں کا بھی۔ سب اسی لئے جیتے ہیں کہ زندگی میں نئی آن بان، نیا دم خم پیدا کریں۔ ہر شخص سوچتا ہے کہ وہ اپنے لئے جیتا ہے۔لیکن اصل میں وہ زندگی کو سنوارنے اور نکھارنے کے لئے جیتا ہے۔ آدمی سو برس جیئے یا دو سو برس۔آدمی صرف زندگی کو نکھارنے اور سنوارنے کے لئے جیتا ہے!''

(ناستیا ساتن کو غور سے دیکھتی ہے۔ کلیش بھی اکارڈئین کی مرمت چھوڑ دیتا ہے اور سنتا ہے۔ نواب سر سینے پر جھکا لیتا ہے اور دھیرے دھیرے میز کو انگلیوں سے بجاتا ہے۔ ایکٹر چپکے سے چولھے سیایک تختے پر اترتا ہے۔)

ساتن: بڈھا کہتا ''میرے بھلے دوستو، ہر ایک، ہاں ایک ایک آدمی زندگی کو سنوارنے اور نکھارنے کے لئے جیتا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کی عزت کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ جاننا ہمارا کام نہیں کہ کون کیا ہے، کون کیوں پیدا ہوا ہے اور کون کیا کچھ کر سکتا ہے۔ ممکن ہے وہ ہمارے لئے ابر رحمت بنا کر بھیجا گیا ہو، ہمارا بڑا سہارا بنا کر بھیجا گیا ہو۔ خاص طور پر ہمیں بچوں کا آدر مان کرنا چاہئے۔ ہاں ننھوں منوں کا! ان ننھوں منوں کو آزادی چاہئے۔ ہمیں ان کے راستے میں نہیں آنا چاہئے۔ ہمیں ان کا خیال کرنا چاہئے!'' (آہستہ سے ہنستا ہے۔ وقفہ۔)

نواب (سوچتے ہوئے): زندگی کو نکھارنے کے لئے؟.. اس پر مجھے اپنا گھرانہ یاد آتا ہے... ایک پرانا گھرانہ جس کی جڑیں ایکا تیرینا اعظم کے زمانے میں گڑی ہوئی ہیں۔ رئیس اور نواب ایک سے ایک تلوار کے دھنی۔ یہ خاندان فرانس سے آیا تھا۔ اس خاندان نے زار کی خدمت کی اور دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا رہا، اوپر اٹھتا رہا۔ نکولائی اول کے زمانے میں میرے دادا گوستاف دیبل بڑے اونچے عہدے پر تھے۔ دولت کا انبار، سینکڑوں غلام، گھوڑے، خدمت گار...

ناستیا: جھوٹا! یہ سب بکواس ہے!

نواب (اچھلتے ہوئے): کیا آ آ؟ تو پھر؟!

ناستیا: یہ سب بکواس ہے!

نواب (چیختے ہوئے): ماسکو میں ایک شاندار محل! ایک محل سینٹ پیٹرسبرگ میں! گاڑیاں جن پر ہمارے خاندان کا خاص نشان بنا ہوا تھا!

(کلیش اکارڈئین اٹھا لیتا ہے اور ایک طرف کو ہٹ جاتا ہے اور وہاں سے پورے منظر کا جائزہ لیتا ہے۔)

ناستیا: شیخی!

نواب: چپ! میں کہتا ہوں درجنوں تو مصاحب تھے!

ناستیا (مزا لیتے ہوئے): مینڈک تو ٹراتا ہی ہے!

نواب: میں تجھے مار ڈالوں گا!

باسیتا (اب بھاگی کہ تب بھاگی): تمہارے پاس کبھی بھی گاڑی نہیں تھی!

ساتن: چلو چھوڑو بھی ناستیا! اس کو سڑی نہ بناؤ!

نواب: چڑیل ذرا رک جا! میرے دادا...

ناستیا: تمہارا کبھی کوئی دادا نہیں تھا! تمہارے پاس کبھی کچھ نہیں تھا!

(ساتن ہنستا ہے۔)

نواب (بنچ میں دھنس سا جاتا ہے، غصے سے بالکل نڈھال): ساتن... اس سے کہو... کہو اس کتیا سے... ارے کیا تم بھی ہنس رہے ہو؟ کیا تم کو بھی یقین نہیں آتا؟ (بے بسی سے چلاتا ہے اور میز پر گھونسہ مارتا ہے) یہ سب سچ ہے۔ خدا کی مار تم پر!

ناستیا (فاتحانہ شان سے): آہا! بھونک رہے ہو! دیکھا! جب کوئی بات پر اعتبار نہیں کرتا تو کیسا لگتا ہے؟

کلیش (میز پر واپسی آتے ہوئے): میں سمجھتا تھا جھگڑا ہو کر رہے گا۔

تاتار: اف بیوقوفو! یہ کتنی بری بات ہے!

نواب: میں... میں یہ نہیں سہہ سکتا کہ لوگ میرا مذاق اڑائیں! میرے پاس... میں یہ ثابت کر سکتا ہوں۔ شیطانو میرے پاس کاغذات ہیں!

ساتن: چھوڑ دو کاغذوں کو! اور تم اپنے دادا میاں کی گاڑیوں کو بھول جاؤ۔ اماں جو گاڑیاں لد گئیں سو لد گئیں۔ اب وہ تمہیں کہاں لے جائیں گے۔

نواب: اس کی مجال کہ!...

ناستیا (چڑاتے ہوئے): سنا؟ اس کی یہ مجال؟

ساتن: ہاں اس کی یہ مجال ہے۔ اچھا آخر وہ تم سے کس بات میں ہیٹی ہے؟ مان لیا کہ اس کے پاس کبھی گاڑیاں نہیں تھیں بلکہ دادا میاں بھی نہیں تھے، چلو اس کے ماں باپ بھی نہیں تھے۔ تو پھر؟

نواب: (کچھ سنبھلتے ہوئے): جہنم میں جاؤ! تم ہمیشہ ہر بات بڑے اطمینان سے جھیل لیتے ہو۔ لگتا

ہے میرا کوئی کردار نہیں ہے۔

ساتن: تم ایک کردار خرید ہو۔ بڑے کام کی چیز ہے۔ (رکتا ہے) ناستیا، کیا تم ہسپتال جاتی ہو؟ (رکتا ہے) ناستیا، کیا تم ہسپتال جاتی ہو؟

ناستیا: کاہیکو!

ساتن: نتاشا کو دیکھنے اور کاہیکو۔

ناستیا: ارے تم نے بڑی دیر کر دی۔ ہے نا؟ وہ کب کی ہسپتال سے نو دو گیارہ ہو چکی۔ ہسپتال سے نکلی اور غائب ہو گئی۔ جیسے گدھے کی سر سے سینگ۔

ساتن: اس کا مطلب یہ ہوا کہ... قصہ ختم!

کلیش: دیکھنا یہ ہے کون کس کو زیادہ زوردار چرکا دیتا ہے۔ واسیا واسی لیسا کو یا واسی واسیا کو۔

ناستیا: واسی لیسا دیکھ لینا کسی نہ کسی طرح صاف نکل آئے گی۔ وہ تو لومڑی ہے لومڑی۔ لیکن وہ لوگ واسیا کو ضرور سائبیریا کی ہوا کھلائیں گے۔

ساتن: اوہ نہیں۔ اس نے لڑائی جھگڑے میں خون کیا ہے۔ اس لئے صرف جیل ہوگی۔

ناستیا: یہ تو بہت برا ہوگا۔ قید بامشقت زیادہ اچھی چیز ہے۔ چاہئے تو یہ کہ تم سب کو وہیں کی ہوا کھلائیں۔ تم کو کوڑا کرکٹ کی طرح یہاں سے بہادیں۔ لے جا کر تمہیں کوڑے کے ڈھیر پر ڈال دیں۔

ساتن: (حیران): یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ کیا دماغ بالکل چل گیا ہے؟

نواب: ذرا ایک ہاتھ جڑ دوں اس کی کنپٹی پر! مجال تو دیکھو!

ناستیا: ذرا مار کر دیکھ لو۔ چھو دیکھو مجھے!

نواب: ہاں ٹھہرو۔ میں کر کے دکھا دوں گا!

ساتن: بس بند کرو! اس کو ہاتھ نہ لگاؤ! لوگوں کا دل نہیں دکھانا چاہئے۔ میں اس بڈھے کو اپنے دماغ سے نہیں نکال سکتا۔ (ہنستا ہے) لوگوں کو نہ ستاؤ! لیکن اگر لوگ مجھے ستائیں تو... اور اس طرح ستائیں کہ پھر میں پنپ نہ سکوں تو؟ ہاں تو پھر کیا ہو؟ کیا مجھ سے امید کی جاتی ہے کہ میں ایسے لوگوں کو معاف کر دوں؟ ہرگز نہیں! کسی کو نہیں!

نواب (ناستیا سے) یہ نہ بھول کہ تو میری برابری کی نہیں ہے! تو... تو اس زمین کا کیڑا ہے!

ناستیا: اوہ جونک! تو مجھ سے اسی طرح چپکا ہوا ہے جیسے سیب سے کیڑا۔

(لوگ قہقہہ لگاتے ہیں۔)

کلیش: بیوقوف۔ واہ کیا سیب ہے!

نواب: اس پر تو جی بھر کے غصہ بھی نہیں آتا۔ نری احمق ہے۔

ناستیا: ہنس رہے ہو تم؟ دے لو اپنے آپ کو دھوکا دے لو۔ تم جانتے ہو یہ ہنسی دل لگی نہیں ہے۔

ایکٹر (بگڑے تیور کے ساتھ): ہاں اور مزا چکھاؤ ان کو!

ناستیا: کاش میں مزا چکھا سکتی! اگر میرا بس چلے... تو میں... تو میں (ایک پیالہ اٹھاتی ہے اور اس کو فرش پر پٹک کر توڑ دیتی ہے) تو میں یہی حشر کروں تمہارا!

تاتار: آخر برتن کیوں توڑو؟ ایہہ!... بری عورت!

نواب (اٹھتے ہوئے): اب میں اسے ذرا تمیز سکھاؤں گا!

ناستیا (دروازے کی طرف بھاگتی ہے): تم جاؤ جہنم میں!

ساتن: بہت ہو گیا! تم ڈرا کس کو رہے ہو؟ یہ سب قصہ کیا ہے... کیوں ہے یہ ہنگامہ؟

ناستیا: بھیڑئے! اللہ کرے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر تمہارا دم نکلے۔ بھیڑئے!

ایکٹر (برہمی کے ساتھ: آمین!

تاتار: اوو!... بری عورت... روسی عورت۔ پگلی ہے۔ بہت سر چڑھ گئی ہے۔ تاتار عورت ایسی نہیں ہوتی۔ تاتار عورت جانتی ہے شروع کیا ہے۔

کلیش: اس کو ذرا مرمت کی ضرورت ہے۔

نواب: چھنال!

کلیش (اکارڈئین کے سر ٹھیک کرتے ہوئے): خوب! لیکن چھو کر اب صورت ہی نہیں دکھاتا۔ وہ بڑی تیزی سے جہنم کا راستہ لے رہا ہے۔

ساتن: لو... پیو!

کلیش: شکریہ۔ چلو سونے کا وقت ہو گیا۔

ساتن: اب تم ہمارے ڈھب پر آتے جا رہے ہو، ہے نا؟

کلیش (پیتا ہے اور کونے میں ایک تختے کی طرف چلا جاتا ہے): ہاں شاید! اب معلوم ہوا کہ انسان ہر جگہ مل جاتا ہے۔ شروع میں یہ نظر نہیں آتا۔ لیکن جب آدمی ذرا غور سے دیکھتا ہے... تو انسان ہی انسان ہیں بکھرے ہوئے چاروں طرف۔

(تاتار بستر پر جانماز بچھاتا ہے۔ گھٹنے ٹیک کر نماز پڑھنے لگتا ہے۔)

نواب (تاتار کی طرف اشارہ کرتا ہے اور ساتن سے بولتا ہے): ذرا دیکھنا۔

ساتن: اس کو چھوڑ دو۔ وہ اچھا آدمی ہے۔ اس کو تنگ نہ کرو۔ (ہنستا ہے) آخر میں آج اتنا نیک دل کیوں بن گیا ہوں؟

نواب: تم جب پی لیتے ہو تو ہمیشہ نیک دل بن جاتے ہو... اور تمہاری جولائی بھی بڑھ جاتی ہے۔

ساتن: جب میں پی لیتا ہوں تو مجھے ہری ہری سوجھتی ہے۔ وہ نماز پڑھ رہا ہے نا؟ خوب۔ جی چاہے آدمی ایمان رکھے، جی چاہے نہ رکھے۔ یہ سب اس کی مرضی پر ہے۔ یہ اس کا اپنا معاملہ ہے۔ آدمی جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے۔ وہ خود ہی قیمت ادا کرتا ہے۔ ایمان کی قیمت، بے ایمانی کی قیمت، محبت کی قیمت، عقل کی قیمت۔ آدمی اپنے ہر کرم کا پھل خود بھوگتا ہے اور اسی لئے وہ آزاد ہے۔ انسان۔ یہی ہے سچائی! انسان کیا ہے؟ تم نہیں، میں نہیں، وہ نہیں! اف نہیں! لیکن... تم، میں اور وہ، بڈھا، نپولین اور محمد۔ ہاں یہ اکٹھے ہو کر انسان بن جاتے ہیں۔ (وہ ہوا میں انسان کا نقشہ کھینچتا ہے) سمجھے؟ یہ ایک شاندار بات ہے! اس میں سارا آغاز ہے، سارا انجام۔ ساری چیزیں انسان کا انگ ہیں۔ سب کچھ انسان کے لئے ہے۔ صرف انسان زندہ رہتا ہے۔ باقی سب کچھ اس کے ہاتھوں اور دماغ کا کام ہے۔ انسان کتنا شاندار ہے! انسان... کتنا غرور ہے اس لفظ کی گونج میں! انسان کا مان ہونا چاہئے۔ اس پر ترس نہیں کھانا چاہئے۔ ترس تو ہتک ہے انسان کی۔ انسان کی عزت کرنی چاہئے! نواب آؤ انسان کے نام کا جام پئیں! (کھڑا ہو جاتا ہے) خود کو انسان محسوس کر کے کتنا اچھا لگتا ہے! یہ رہا میں۔ مجرم، خونی، جواری... سب کچھ! جب میں سڑک پر چلتا ہوں لوگ مجھے چور سمجھتے ہیں... وہ ایک طرف ہٹ جاتے ہیں اور کنکھیوں سے مجھے دیکھتے ہیں! اکثر وہ مجھے بدمعاش کے نام سے، ٹھگ کے نام سے پکارتے ہیں! کہتے ہیں کام کرو! کام؟ کاہے کو کروں کام؟ اپنا پیٹ بھرنے کو؟ (ہنستا ہے) ہمیشہ مجھے ایسے آدمیوں سے نفرت رہی ہے جو ہائے پیٹ ہائے پیٹ کرتے رہتے ہیں۔ نواب، پیٹ ہی سب کچھ نہیں ہے۔ سچ کہتا ہوں پیٹ ہی سب کچھ نہیں

ہے۔انسان اس سے اونچا ہے۔انسان پیٹ سے اونچا ہے!

نواب (سر دھنتے ہوئے): بڑا اچھا ہے...تم اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے ہو۔اس سے تمہارے دل میں گرمی آئے گی۔رہا میں۔میں یہ نہیں کر سکتا۔میں یہ گر نہیں جانتا۔(چاروں طرف نظریں دوڑاتا ہے او رزیر لب بولتا ہے) بعض مرتبہ میں ڈر جاتا ہوں۔سمجھے؟ جاتا ہوں۔میں سوچتا رہتا ہوں۔اب اس کے بعد کیا ہوگا؟

ساتن (ٹہلتا ہے): بکواس! آدمی کو کس چیز سے ڈرنا چاہیئے؟

نواب: جب سے میں نے ہوش سنبھالا میرے دماغ میں ہمیشہ دھندسی چھائی رہی۔میں کبھی بھی کچھ نہیں سمجھ سکا۔مجھے کچھ بے تکا سا لگتا ہے۔ہاں مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں زندگی بھر لباس بدلتا رہا ہوں۔کیوں؟ یہ سمجھ میں نہیں آتا۔پہلے تو میں ایک طالبعلم تھا...شرفا کے لڑکوں کے کالج کی وردی پہنتا تھا۔انہوں نے مجھے کیا پڑھایا؟ یاد نہیں۔شادی کر لی۔ایک ڈریس سوٹ پہنا، پھر ایک ڈریسنگ گاؤں۔لیکن میں نے جو بیوی چنی بری نکلی۔میں نے اس سے شادی کیوں کی؟ یاد نہیں۔میں نے اپنا سارا روپیہ لٹا دیا... پرھ سرمئی جیکٹ اور پھیکے رنگ کی پتلونیں پہننے لگا۔میں نے سب کچھ کس طرح کھو دیا؟ یاد نہیں۔میں نے ایک سرکاری دفتر میں کام کیا۔پھر وہی وردی۔ایک ٹوپی جس پر بلا لگا ہوا تھا۔کچھ سرکاری روپیہ مار لیا۔مجھے مجرموں کا لباس پہنا دیا گیا۔اس کے بعد میں نے یہ چیتھڑے زیب تن کر لئے۔اور بس۔جیسے میں نے کوئی خواب دیکھا ہو۔ہے نا؟ ہے نا یہ سب کچھ عجیب سی بات!

ساتن: کچھ ایسی زیادہ عجیب بھی نہیں۔یہ بات عجیب کم اور احمقانہ زیادہ ہے۔

نواب: ہاں یہ ٹھیک ہے۔میں بھی سوچتا ہوں کہ یہ احمقانہ بات ہے۔آخر اس دنیا میں میرے جنم لینے کا مقصد کیا تھا۔

ساتن (ہلکی ہنسی کے ساتھ): ضرور ضرور۔"انسان زندگی کو نکھارنے کے لئے سنوانے کے لئے پیدا ہوتا ہے!" (سر ہلاتا ہے) اچھا کہا ہے!

نواب: ذرا دیکھنا اس ناستیا کی بچی کو۔آخر وہ رفو چکر کہاں ہو گئی؟ ذرا جا کر میں دیکھوں تو سہی۔آخر وہ...(باہر جاتا ہے۔خاموشی)

ایکٹر: اے تاتار (رک کر) احسن!

(تاتار سر گھماتا ہے۔)

ایکٹر: میرے لئے بھی دعا کرو۔

تاتار: کیا؟

ایکٹر (آہستہ سے): دعا کرو میرے لئے!

تاتار (کچھ رک کر): خود ہی کرلو۔

ایکٹر (تیزی سے چولھے کی چھت سے کودتا ہے۔ میز تک جاتا ہے۔ تھرتھراتے ہوئے ہاتھ سے گلاس میں ووڈکا انڈیلتا ہے۔ غٹ غٹ پی جاتا ہے۔ اور لپکتا ہوا گلیارے کی طرف نکل جاتا ہے): اچھا تو میں چل دیا!

ساتن: اے... سنو، اے سکامبری! کہاں چل دئے؟

(سیٹی بجاتا ہے۔ بوبنوف اور میدویدیف آتے ہیں۔ میدویدیف عورتوں کی روئی بنڈی پہنے ہوئے ہے۔ دونوں کچھ کچھ نشے میں ہیں۔ بوبنوف کے ایک ہاتھ میں بسکٹوں کا ہار ہے۔ اور دوسرے میں کئی بھنی ہوئی مچھلیاں۔ اس کی بغل میں ووڈکا کی ایک بوتل دبی ہوئی ہے اور دوسری اس کے کوٹ کی جیب سے جھانک رہی ہے۔)

میدویدیف: اونٹ کیا ہے، جیسے خچر۔ فرق اتنا ہے کہ اس کے کان نہیں ہوتے۔

بوبنوف: تم خود بھی خچر سے کیا کم ہو۔

میدویدیف: اونٹ کے بالکل کان ہوتے ہی نہیں۔ وہ اپنی ناک سے سنتا ہے۔

بوبنوف (ساتن سے): اچھا تو دوست تم یہاں ہو! میں نے تمام بھٹیار خانوں میں تم کو چھان مارا۔ لو یہ بوتل لو۔ اماں دیکھنا میرے دونوں ہاتھ بالکل پھنسے ہوئے ہیں! لو یہ بوتل لو۔ اماں دیکھنا میرے دونوں ہاتھ بالکل پھنسے ہوئے ہیں!

ساتن: یہ بسکٹ میز پر رکھ دو اور تمہارا ایک ہاتھ خالی ہو جائے گا۔

بوبنوف: بالکل ٹھیک۔ ذرا دیکھو اسے، چوکیدار۔ بڑا کائیاں ہے۔ ہے نا؟

میدویدیف: سارے ٹھگ ایسے ہی کائیاں ہوتے ہیں۔ میں جانتا ہوں! اگر وہ ایسے نہ ہوں تو پھر ان کا کام ہی نہ چلے۔ بھلا آدمی بیوقوف ہو تو جب بھی بھلا لیکن برے آدمی کو تو کائیاں بننا ہی پڑتا ہے۔

ہاں اس اونٹ کا کیا ہوا۔تم سب غلط کہتے ہو۔ یہ بار برداری کا جانور ہے۔نہ سینگ ہیں نہ دانت...

بوبنوف: اور سب کہاں ہیں؟ آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سب کے سب یہاں سے لاپتہ؟ اے نکلو باہر، کہاں چھپے ہو؟ ذرا دیکھنا کتنی زوردار دعوت کرتا ہوں آج! ارے اس کونے میں کون چھپا ہوا ہے؟

ساتن: ارے اور بڈھے کوے۔ آخر اور کتنے دن تو اپنی آخری کوڑی دارو میں گھول کر پیئے گا؟

بوبنوف: زیادہ دن نہیں۔ اب کے میں نے جو پونجی جمع کی بہت زیادہ نہیں تھی۔ زوب! زوب کہاں ہے۔

کلیش (میز کے پاس آتے ہوئے): وہ جا چکا۔

بوبنوف: ارے! اے کتے، اے! ہررر! فو! فو! بھونکومت! بڑبڑاؤمت! پیومٹی کے شیر پیو! وہاں یوں سر جھکا کر مت کھڑے ہو! آج میں دعوت کر رہا ہوں! اوہ دعوت کرنے میں مجھے کتنا مزا آتا ہے! اگر میں مال دار ہوتا تو میں تو ایک بھٹیار خانہ کھلوا دیتا اور مفت دارو پلواتا لوگوں کو۔ خدا کی قسم! سچ کہتا ہوں مفت اور باجے گاجے، دھوم دھڑکے کے ساتھ! آؤ تم سب آجاؤ! کھاؤ، پیو اور سنگیت کی جنت میں کھو جاؤ! پیسے نہیں ہیں؟ اوہ یہاں ہے۔ خیراتی بھٹیار خانہ! اور رہے تم ساتن تو میں.. تو میں تو تم کو اس کے علاوہ اپنی آدمی پونجی بھی دے دیتا! ہاں میں یہی کرتا!

ساتن: نہیں ساری پونجی دے دو اور اسی آن دے دو!

بوبنوف: اپنے سب کچھ دے دوں؟ اسی آن دے دوں؟ ہا! لو یہ لو...ایک روبل...بیس کوپک... پانچ کوپک...دو کوپک...بس چھٹی ہوئی!

ساتن: بس کافی ہے۔ میرے پاس تمہاری پونجی زیادہ حفاظت سے رہے گی، میں جوا کھیلوں گا۔

میدویدیف: میں گواہ ہوں کہ یہ پیسہ حفاظت سے رکھنے کے لئے دیا گیا تھا۔ کتنا پیسہ؟

بوبنوف: تم؟ تم اونٹ ہو۔ ہمیں گواہوں کی ضرورت نہیں۔

الیوشکا (ننگے پاؤں اندر آتا ہے): دوستو! میرے پیر بھیگ گئے!

بوبنوف: چل یہاں آ اور اب اپنا گلا تر کر! اسی کی تجھے ضرورت ہے۔ میرے نوجوان، تیرا گانا بجانا سب ٹھیک ہے۔ پر تو پیتا۔ یہ اچھا نہیں۔ میرے بھائی اس سے روگ لگتا ہے۔ پینے کی عادت بری بلا ہے۔

الیوشکا: ہاں ہاں تم ہی مثال ہو۔تم صرف اس وقت آدمی نظر آتے ہو جب تم پیے ہوئے ہو۔ کلیش! کیا میرا اکارڈئین تیار ہے؟ (گاتا ہےاور ناچتا ہے)

تھی میری بھی دل کی رانی دل کی رانی کالی کلوٹی میں نے دی اس پر جان اوراس نے لگائی ٹھوکر مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔میں ٹھٹھر رہا ہوں!

میدویدیف: ہوں!...کیا میں پوچھ سکتا ہوں تیرے دل کی رانی کون ہے؟

بوبنوف: اس کا پیچھا چھوڑو! تم اپنے کام سے کام رکھو۔تم اس وقت پولیس کے آدمی نہیں ہو...نہ پولیس کے آدمی نہیں ہو...نہ پولیس کے آدمی ہواور نہ چچا!

الیوشکا:اس وقت تم چچی کے میاں ہواور بس۔

بوبنوف:تمہاری بھتیجیوں میں سےایک تو جیل میں ہےاور دوسری مر رہی ہے۔

میدویدیف (غرور سے): یہ جھوٹ ہے۔وہ مرنہیں رہی ہے۔وہ تو بس کہیں غائب ہوگئی ہے۔

(ساتن ہنستا ہے۔)

بوبنوف: اس سے فرق کیا پڑتا ہے؟ جب بھتیجیاں ہی جاتی رہیں تو تم چچا بھی باقی نہیں رہے۔

الیوشکا: سرکار عالی! نقارچی کا بکرا۔

جیب اس کی گرم میری جیب تو دیکھو دودھ سے خالی تھن دل میرا بادشاہ،اور میں ہوں ملنگ اور کیسی کڑاکے کی ٹھنڈک ہے یہاں!

(کریوائے زوب اندر آتا ہے۔باقی پورے ایکٹ میں دوسرے مرد اور عورتیں اندر آتے ہیں، کپڑے اتارتے ہوئے اپنے اپنے تختوں پر لیٹ جاتے ہیں اور بڑبڑاتے ہیں۔

کریوائے زوب: بوبنوف تم آخر بھاگ کیوں کھڑے ہوئے؟

بوبنوف: یہاں آؤ۔بیٹھ جاؤ۔آؤ ایک گیت ہو جائے۔میرا سب سے پیارا گیت،ایں؟

تاتار: رات سونا۔دن گانا!

ساتن: سب ٹھیک ہے احسن۔یہاں آجاؤ۔

تاتار: کیا مطلب؟ سب ٹھیک ہے؟ آسمان سر پر اٹھاتے ہواور کہتے ہو سب ٹھیک ہے۔جب تم گاتے ہو تو کان کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔

بوبنوف (اس کے پاس جاتے ہوئے): بازو کا کیا حال ہے احسن؟ کیا کاٹ دیا بازو؟

تاتار: کیوں؟ ذرا رک جاؤ۔ شاید کاٹیں ہی نہیں۔ بازو بازو ہے۔ زنگ لگا ہوا لوہا تھوڑے ہی ہے۔ جب وقت آجائے گا آسانی سے کٹ جائے گا۔

کریوائے زوب: تم تباہ ہو گئے احسن۔ ایک بازو کا آدمی کس کام کا۔ بھائی ہمارے جیسے لوگوں میں ہے کیا؟ ہمارے بازو اور کمر کی قیمت ہے۔ بازو نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ قصہ ختم۔ آؤ، پیو اور سب کچھ بھول جاؤ!

کواشنیا (اندر آتے ہوئے): کہو میرے پیارو! کیسا موسم ہو رہا ہے۔ ایسی ٹھنڈ اور کیچڑ! کیا میرا پولیس کا حاکم ہے یہاں؟ جمعدار!...

میدویدیف: یہ رہا میں!

کواشنیا: اچھا وہاں ہو۔ پھر تم نے میری بنڈی پار کر لی! جان پڑتا ہے تم نے دو چار گھونٹ مزے میں چڑھالی ہے ایں؟ اس کا مطلب؟

میدویدیف: وہ... آج... ذرا... بوبنوف کی سالگرہ ہے نا... اور پھر... اتنی ٹھنڈ ہے... اور کیچڑ...

کواشنیا: ذرا سنبھل کے! کیچڑ! یہ سب بندر پن نہیں چلیے گا! چلو سونے کا وقت ہوا!

میدویدیف (باورچی خانے میں جاتے ہوئے): ہاں ہاں سونا چاہئے... کب کا سونے کا وقت ہو چکا۔

ساتن: تم بڑی کسائی کرتی ہو، ایں؟

کواشنیا: بھیا یہی ایک راستہ ہے۔ ایسے مرکی کسائی نہ ہو تو کھانا نہیں ہضم ہوتا۔ جب میں نے اس کو اپنے پاس پھٹکنے دیا تو سوچا: چلو شاید اس سے میرا بھلا ہو جائے۔ فوجی آدمی ٹھہرا اور میں چاروں طرف تمہارے جیسے بدمعاشوں سے گھری ہوئی ہوں۔ بے سہارا، بے بس عورت! اور لو اس نے سیدھے پینا پلانا شروع کر دیا۔ میں بھلا ایسی بات کب سہہ سکتی ہوں!

ساتن: تم نے بڑا امریل ساتھی چنا۔

کواشنیا: اس سے اچھا کوئی ملا ہی نہیں۔ رہے تم سو تم بھلا کب رہ سکتے تھے میرے ساتھ۔ تمہارے تو پیر ہی زمین پر نہیں پڑتے۔ اور اگر تم تیار بھی ہو جاتے تو یہ گاڑی سات دن سے زیادہ نہ چلتی۔ اور تم یوں

چٹکیوں میں مجھے جوئے میں ہار جاتے۔ مجھے اور میرا ایک ایک ناخن!

ساتن (ہنستا ہے): ٹھیک کہتی ہے عورت۔ میں تو ضرور تمہیں بازی پر لگا دیتا۔

کواشنیا: یہ بات ہے! الیوشکا!

الیوشکا: یہ رہا میں!

کواشنیا: ارے موٹے مونڈی کاٹے تو میرے بارے میں کیا کیا باتیں بناتا پھرتا ہے؟

الیوشکا: سچی بات اور کیا۔ میں کہتا ہوں۔ واہ کیا عورت ہے، شاندار عورت ہے۔ دو من بھر چربی، ہڈیاں اور پٹھے لیکن دماغ ایک چھٹانک بھی نہیں!

کواشنیا: لو دیکھ لو اسے کہتے ہیں جھوٹ۔ میرے دماغ میں بھیجے کی کمی ہے۔ لیکن بتا تو نے یہ کیوں کہا کہ میں اپنے جمعدار کو پیٹتی ہوں؟

الیوشکا: میں نے سوچا کہ اس دن جب تم اس کو بال پکڑ کر کھینچتی ہوئی لے گئی تھیں نا، تو ذرا دھلائی بھی کی ہو گی۔

کواشنیا (ہنستی ہے): بیوقوف! تجھے تو چاہئے تھا کہ آنکھ بچا لے۔ بھرے بازار میں کیچڑ اچھالنے سے کیا ملے گا؟ اور پھر تو نے اس کا دل بھی دکھایا ہے۔ تیرے باتیں بنانے کی وجہ سے وہ پینے لگا ہے۔

الیوشکا: تم نے سنا نہیں پینے کو تو مرغی بھی پیتی ہے؟

(ساتن اور کلیش ہنستے ہیں۔)

کواشنیا: اوہ، خوب چلتی ہے۔ تیری قینچی! الیوشکا تو کس ڈھب کا جانور ہے؟

الیوشکا: دنیا کا سب سے اچھا آدمی، میں سارے دھندے کرتا ہوں اور جہاں سینگ سماتا ہے گھس جاتا ہوں۔

بوبنوف (تاتار کے تختے کے نزدیک): آ جاؤ! چاہے جو ہو ہم تمہیں سونے تو دیں گے نہیں۔ ہم رات بھر گائیں گے! زوب!

کریوائے زوب: گاؤں؟ ہاں کیوں؟

الیوشکا: اور میں بجاؤں گا۔

ساتن: اور ہم سنیں گے!

تاتار (مسکراتا ہے): اچھا شیطان بوبنوف! لاؤ، شراب ہوا۔ ہم پیئیں گے۔ ہم خوشیاں منائیں گے۔ اور ایک وقت آئے گا جب ہم مرجائیں گے۔

بوبنوف: ساتن اس کا گلاس بھرو! بیٹھو زوب! آدمی کو زیادہ کی ضرورت نہیں دوستو۔ میرے پیٹ میں دو گھونٹ شراب ہے اور دیکھ لو بادشاہ کی طرح مست ہوں! زوب، گیت چھیڑو! تم جانتے ہو میرا دل پسند گیت! میں گاؤں گا۔ اتنے زور زور سے گاؤں گا کہ آنکھیں ٹپک پڑیں گی!

کریوائے زوب (گاتا ہے):

ہر صبح نکلتا ہے سورج

بوبنوف (سر میں سر ملاتے ہوئے):

پر تو بھی میری کال کوٹھری رہتی ہے اندھیاری

(یکایک دروازہ دھڑ سے کھلتا ہے۔)

نواب (دروازے سے چیختا ہے): ارے لوگو! یہاں آؤ! جلدی آؤ! ایکٹر پھانسی کے پھندے میں لٹک رہا ہے! وہاں باہر میدان میں!

(خاموشی۔ سب نواب کی طرف دیکھتے ہیں۔ ناستیا اس کے پیچھے پیچھے آتی ہے اور پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ آہستہ آہستہ میز کی طرف بڑھتی ہے۔)

ساتن (آہستہ سے): چ! گدھا! ناس کر دیا گیت کا!

پردہ

بنگلے والے

کردار

باسوف سرگئی واسیلی وچ، وکیل، عمر لگ بھگ 40 برس۔

وروارا میخائلوونا، اس کی بیوی، 27 برس۔

کالیریا، باسوف کی بہن، 29 برس۔

ولاس، باسوف کا سالہ، 25 برس۔

سوسلوف پیوتر ایوانو وچ، انجنیر، 42 برس۔

یولیا فلیپو ونا، اس کی بیوی، 30 برس۔

دوداکوف کیریل ایکمووچ، ڈاکٹر، 40 برس۔

اولگا الکسئی ونا، اس کی بیوی، 35 برس۔

شالیموف یاکوف پیترووچ، ادیب، 40 برس۔

رومین پاول سرگئی وچ، 32 برس۔

ماریا لفوونا، ڈاکٹر، 37 برس۔

سونیا، اس کی بیٹی، 18 برس۔

دفوئے توچئے سیمیون سیمیونو وچ، سوسلوف کا چچا، 55 برس۔

زامیسلوف نکولائی پیترووچ، باسوف کا اسسٹنٹ، 28 برس۔

زیمین، طالب علم، 23 برس۔

پوستوبائکا، رات کا چوکیدار، 50 برس۔

کروپیلکن، چوکیدار۔

ساشا، باسوف کی خادمہ۔

عورت، جس کی ٹھوڑی اور گالوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے

مسٹر سیمیونوف

خاتون، زرد لباس میں

چارخانے کے سوٹ میں ایک جوان مرد

جوان خاتون نیلے لباس میں

جوان خاتون گلابی لباس میں　　　شوقیہ اداکار

ایک کیڈٹ

ایک مرد اونچی ٹوپی میں

پہلا ایکٹ

دیہات کا ایک بنگلہ جو باسوف خاندان نے گرمیوں کے لئے رکھا ہے۔ایک بہت بڑا کمرہ جو کھانے کے کمرے اور بیٹھک کے کام آتا ہے۔پچھلی دیوار میں تین دروازے ہیں۔ بائیں طرف کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور اس سے باسوف کے مطالعے کے کمرے کی جھلک نظر آتی ہے۔دائیں طرف کا دروازہ ورواراا میخائلو ونا کے کمرے کا ہے۔ درمیان والا دروازہ دالان کا ہے اور اس پر سیاہ پردہ پڑا ہوا ہے۔سیدھے ہاتھ والی دیوار کی ایک کھڑکی اور ایک کشادہ دروازہ برآمدے میں کھلتا ہے۔ بائیں طرف دو کھڑکیاں ہیں۔کمرے کے بیچوں بیچ ایک بڑی سی میز ہے اور ایک پیانو مطالعے کے کمرے کے دروازے کے مقابل رکھا ہے۔باقی سارا مطالعے کے کمرے کے دروازے کے مقابلے رکھا ہے۔باقی سارا فرنیچر (سوائے ایک چوڑے صوفے کے جس پر بھورا غلاف چڑھا ہوا ہے اور جو دالان کے دروازے کے پاس پڑا ہوا ہے) بید کا ہے۔شام کا وقت ہے۔باسوف مطالعے کے کمرے میں لکھنے کی میز پر بیٹھا ہوا ہے۔میز پر ایک لیمپ جل رہا ہے جس پر ہرا شیڈ پڑا ہوا ہے۔ہمیں اس کا ایک رخ نظر آرہا ہے۔وہ لکھتا جاتا ہے اور تھوڑی تھوڑی دیر پر گنگناتا جاتا ہے اور بڑے کمرے کی نیم تاریکی میں جھانک جھانک کر دیکھ لیتا ہے۔ورواراامیخائلوونا دبے پاؤں اپنے کمرے سے نکلتی ہے۔ ماچس کی ایک تیلی جلاتی ہے اور تیلی کو اپنے چہرے کے سامنے اٹھاتے ہوئے چاروں اور دیکھتی ہے۔ تیلی بجھ جاتی ہے۔ وہ دبے پاؤں اندھیرے میں کھڑکی کی طرف بڑھتی ہے اور ایک کرسی سے ٹکرا جاتی ہے۔

باسوف: کون؟

ورواراامیخائلوونا: میں۔

باسوف: اوہ...

ورواراامیخائلوونا: کیا تم لے گئے موم بتی؟

باسوف: نہیں۔

ورواراامیخائلوونا: گھنٹی بجا کر ذرا ساشا کو بلاؤ۔ باسوف: ولاس آ گیا؟

ورواراامیخائلوونا (برآمدے کے دروازے سے): معلوم نہیں...

باسوف: عجیب اوٹ پٹانگ بنگلہ ہے۔ بجلی کی گھنٹیاں تو ہر جگہ فٹ ہیں لیکن جہاں دیکھو دیواروں میں دراڑیں پڑی ہوئی ہیں اور فرش اکھڑ رہا ہے۔ (ایک ترنگ بھری دھن گنگناتے ہوئے) کیا تم اب تک یہیں ہو واریا؟

ورواراميخائلوونا: ہاں...

باسوف (اپنے کاغذ ایک طرف ہٹاتے ہوئے): تمہارے کمرے میں بھی ہوا ہے کیا؟

ورواراميخائلوونا: ہاں وہاں بھی آتی ہے۔

باسوف: میرا بھی یہی خیال تھا۔

(ساشا آتی ہے۔)

ورواراميخائلوونا: ساشا روشنی لے آؤ۔

باسوف: ساشا کیا ولاس آ گئے؟

ساشا: نہیں ابھی نہیں۔

(ساشا باہر جاتی ہے اور ایک لیمپ کے ساتھ واپس آتی ہے اور کرسی کی قریب میز پر لیمپ رکھ دیتی ہے۔ وہ راکھ دان کو صاف کرتی ہے اور بڑی میز کا میز پوش برابر کرتی ہے۔ ورواراميخائلوونا پردہ گراتی ہے اور شلف سے ایک کتاب اٹھا کر کرسی پر بیٹھ جاتی ہے۔)

باسوف (خوش دلی سے): پچھلے دنوں ولاس بڑا لاابالی ہو گیا ہے... اور کاہل بھی۔ سچ تو یہ ہے... اس کا رنگ بے ڈھب ہے...

ورواراميخائلوونا: چائے پیو گے؟

باسوف: نہیں میں ذرا سوسلوف کے گھر جا رہا ہوں۔

ورواراميخائلوونا: ساشا ذرا دوڑ جاؤ اوں گا الکسئی ونا کے پاس۔ کہنا یہیں آ جائیں اور میرے ساتھ ہی چائے پئیں۔

(ساشا باہر جاتی ہے۔)

باسوف (اپنے کاغذوں کو میز کے خانے میں بند کرتے ہوئے): چلو چھٹی ہوئی۔ (کمر سیدھی کرتے ہوئے مطالعے کے کمرے سے باہر نکلتا ہے) واریا مجھے امید ہے کہ تم میری طرف سے اس پر یہ

بات جتادوگی...مگر ذرا سنبھل کے۔

ورواراميخائلوونا: کیا جتادوں؟

باسوف: یہی کہ اسے... میرا مطلب ہے...اسے اپنے فرض کا ذرا احساس ہونا چاہئے۔

ورواراميخائلوونا: ہاں کہہ دوں گی۔لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ساشا کے سامنے تمہیں اس کے بارے میں اس طرح بات نہیں کرنی چاہئے۔

باسوف (کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے): ارے اس میں رکھا کیا ہے۔نوکروں سے کیا چھپانا۔ یہاں... کچھ سونا سونا خالی خالی سا دکھائی پڑتا ہے واریا۔کیوں نہ ان دیواروں پر کچھ لٹکا دو... چند فریم... تصویریں...ذرا اسے خوبصورت بنادو...اچھا تو میں چل دیا۔ذرا اپنا ہاتھ دینا میری بلبل۔آخر اتنی سردمہری کیوں؟ اتنی چپ چپ کیوں ہو؟ کیا بات ہے!

ورواراميخائلوونا: کیا تمہیں سوسلوف کے ہاں پہنچنے کی بڑی جلدی پڑی ہے؟

باسوف: ہاں۔مجھے بھاگنا چاہئے،صدیاں بیت گئیں کہ شطرنج کی ایک بازی نہیں جمی ہے اس کے ساتھ...اف تمہارا ہاتھ چومے ہوئے بھی تو زمانہ ہوگیا۔کتنی عجیب بات ہے۔حیرت ہے آخر ایسا کیوں؟

ورواراميخائلوونا (مسکراہٹ کو چھپاتے ہوئے): اس لئے ہم اس وقت تک کے لئے اپنی بحث اٹھا رکھیں گے جب تک تمہاری مصروفیت کم نہ ہو جائے۔میرا خیال ہے اس کی اتنی اہمیت بھی نہیں ہے۔

باسوف (خوشامدانہ انداز میں): ہاں مجھے یقین ہے اس کی اہمیت نہیں۔اہم بات ہو ہی نہیں سکتی...میری سمجھ میں نہیں آتا میرے منہ سے یہ نکل کیسے گیا۔تم ایک لاجواب بیوی ہو...ہوشیار، باوفا اور سب کچھ...۔اگر تمہارے دل میں میری طرف سے کوئی میل ہوتی تو تم مجھ سے ضرور کہہ دیتیں، ہے نا؟ آخر تمہاری آنکھیں کیوں چمک رہی ہیں؟ کیا تمہارا جی خراب ہے؟

ورواراميخائلوونا: نہیں میرا جی ٹھیک ہے۔

باسوف: جانتی ہو میری جان، بات یہ ہے کہ تمہیں کچھ نہ کچھ مصروفیت چاہئے، واریا۔تم بہت زیادہ پڑھتی رہتی ہو...ہمیشہ پڑھتی رہتی ہو...اور تم جانتی ہو ہر چیز کی زیادتی رنگ لاتی ہے۔یہ نہ بھولو۔

ورواراميخائلوونا: ہاں سوسلوف کے گھر لال پری کو شیشے میں اتارتے وقت یہ کہاوت نہ بھول جانا۔

باسوف (ہنستا ہے): کیسی چوٹ کی ہے تم نے! سنو، خدا لگتی کہوں، چٹپٹی کتابیں شراب سے زیادہ

مضر ہیں۔ یہ افیون ہیں افیون۔ اور وہ حضرات جو یہ کتابیں لکھتے ہیں سب کے سب اعصابی مریض ہیں۔ (جماہی لیتا ہے) بہت جلد ہمارے ہاں ایک ادیب آنے والا ہے... بچوں کی زبان میں ''سچ مچ کا'' ادیب۔ میں سوچتا ہوں اب وہ کیسا لگتا ہوگا۔ بڑا لئے دئے رہتا ہوگا۔ اس قسم کے سارے لوگ جو ذرا لوگوں کی نظر میں چمک جاتے ہیں پھدک کر ساتویں طبق پر پہنچ جاتے ہیں۔ کوئی نارمل نہیں رہتا۔ کالیریا ہی کو لے لو۔ وہ بھی نارمل نہیں۔ حالانکہ اس کو مشکل سے ادیب کہا جا سکتا ہے۔ وہ سالیموف سے مل کر خوش ہوگی۔ کیوں اگر وہ شالیموف سے شادی کر لے تو کیسا رہے؟ لیکن اس کی عمر بہت زیادہ ہو چکی۔ جب دیکھو جب بڑبڑاتی رہتی ہے۔ لگتا ہے جیسے اس کے دانتوں میں لاعلاج درد ہے اور پھر دیکھنے میں کوئی ایسی حسینہ بھی نہیں۔

وروارامیخائلوونا: سرگئی تم ہمیشہ بدلگامی پر اتر آتے ہو!

باسوف: اچھا؟ خیر اس وقت کوئی حرج نہیں۔ ہم اکیلے ہی تو ہیں، شاید مجھے بکنے کا بڑا شوق ہے... (پردے کے پیچھے سے کسی کی روکھی کھانسی سنائی دیتی ہے) کون ہے؟

سوسلوف (دکھائی نہیں دیتا): میں۔

باسوف (اس سے ملنے کے لئے بڑھتا ہے): میں بس ابھی ابھی تمہاری طرف آنے والا تھا۔

سوسلوف (ورواراميخائلوونا کے آگے جھکتے ہوئے): چلو آؤ۔ میں اسی لئے آیا ہوں کہ تم کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ کیا تم آج شہر گئے تھے؟

باسوف: نہیں تو۔ کیوں؟

سوسلوف (کسیلی مسکراہٹ کے ساتھ): لوگوں کا کہنا ہے کہ تمہارے اسسٹنٹ نے کل رات کلب میں دو ہزار روبل کی بازی مار لی۔

باسوف: اوھو!

سوسلوف: ایک سوداگر کی حجامت بنادی، بالکل صفاچٹ۔ بیچارا نشے میں دھت تھا۔

ورواراميخائلوونا: تم ہمیشہ اسی طرح باتیں کرتے ہو۔

سوسلوف: کس طرح؟

ورواراميخائلوونا: تم ہمیشہ یہ ضرور جتا دیتے ہو کہ بازی ہارنے والا نشے میں تھا۔

سوسلوف (مختصر ہنسی کے ساتھ): نہیں میں تو نہیں جتاتا۔

باسوف: ارے اس میں رکھا کیا ہے؟ اس نے یہ تو کہا نہیں کہ زامیسلوف نے پہلے تو اپنے شکار کو پلا پلا کر نشے میں دھت کر دی اور پھر اس کا روپیہ لے کر چمپت ہو گیا۔ ہاں اگر وہ ایسی ویسی کوئی بات کہتا تو برا ہوتا۔ آؤ، چلو پیوتر۔ واریا جب ولاس آئے... لو وہ... آ ہی گیا!

ولاس (ایک پھٹے پرانے تھیلے کے ساتھ اندر آتا ہے): اے میرے آقائے نام دار کیا تمہیں میری یاد ستا رہی تھی؟ واقعی یہ سن کر خوشی ہوئی۔ (سوسلوف سے مسخرے پن کے ساتھ دھمکی کے لہجے میں) آپ کو ایک صاحب ڈھونڈ رہے ہیں۔ کوئی نو وارد ہیں۔ وہ گھر گھر جا کر زور زور سے پوچھتے پھرتے ہیں... تمہارا دولت خانہ کہاں ہے... (اپنی بہن کے پاس جاتا ہے) کہو واریا کیا حال ہے؟

وروارامیکائلوونا: اچھا ہے۔ تمہارے کیا حال چال ہیں؟

سوسلوف: مصیبت! میرے چچا صاحب آن ٹپکے ہوں گے!

باسوف: اچھا تو پھر تم جاؤ، میں نہیں جاتا۔

سوسلوف: اوہ تم بھی خوب ہو! کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا جی ایک ایسے چچا کے ساتھ اکیلے خوب لگے گا جن سے ٹھیک سے میری جان پہچان بھی نہیں؟ دس برس ہو گئے ہیں ان سے نہیں ملا ہوں۔

باسوف (ولاس سے): ایک منٹ رک جاؤ ولاس۔ (ولاس کو اپنے مطالعے کے کمرے میں لے جاتا ہے۔)

سوسلوف (سگریٹ سلگاتے ہوئے): وروارامیخائلوونا کیا تم ہمارے ہاں نہیں چلو گی؟

وروارامیخائلوونا: نہیں... کیا تمہارے چچا غریب ہیں؟

سوسلوف: مال دار ہیں! بہت مال دار۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں صرف غریب رشتہ داروں سے جان چھڑاتا ہوں؟

وروارامیخائلوونا: معلوم نہیں...

سوسلوف (جلانے کے انداز میں کھانستے ہوئے): دیکھ لینا یہ تمہارا زامیسلوف سرگئی کو کسی نہ کسی دن مصیبت میں پھنسا کر رہے گا۔ وہ چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ کیا تم ایسا نہیں سمجھتیں؟

وروارامیخائلوونا (سکون سے): میں اس کے بارے میں آپ سے بات چیت کرنا نہیں چاہتی۔

سوسلوف: اچھا اچھا۔ تو ہم یہ بات یہیں چھوڑتے ہیں۔ (وقفہ) ہاں کھری کھری کہنے کا تمہارا یہ انداز مجھے تو کچھ بناوٹی معلوم ہوتا ہے۔ ہوشیار۔ منہ پر کھری کھری کہنے والے کا رول بڑا کٹھن رول ہے۔ اس کے لئے بڑے بوتے، بڑی عقل کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ تم میری اس بات کا برا نہ مانو گی؟

وروارا میخائلوونا: بالکل نہیں۔

سوسلوف: کیا تم اس نکتے پر مجھ سے بحث نہیں کر سکتیں؟ یا تم دل ہی دل میں مجھ سے اتفاق کرتی ہو؟

وروارا میخائلوونا (بڑی سادگی سے): میں بحث کرنا نہیں جانتی۔ مجھے تو ٹھیک سے اپنی بات کہنے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا۔

سوسلوف (خفگی سے): خفا نہ ہو۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ ایسے دل گردے والے لوگ بھی ہیں جو ہمیشہ اپنے اصلی رنگ میں دنیا کے سامنے آتے ہوں۔

ساشا (اندر آتے ہوئے): اولگا الکسئی ونانے کہا کہ وہ ابھی آتی ہیں۔ چائے بناؤں؟

وروارا میخائلوونا: ہاں، مہربانی سے۔

ساشا: نکولائی پیتروو وچ آ رہے ہیں۔ (باہر نکل جاتی ہے۔)

سوسلوف (مطالعے کے کمرے کے دروازے پر جاتے ہوئے): جلدی کرو سرگئی۔ میں جا رہا ہوں۔

باسوف: میں ابھی آیا۔ بس ایک منٹ۔

زامیسلوف (اندر آتا ہے): آداب عرض ہے وروارا میخائلوونا۔ آداب عرض ہے پیوتر ایوانو وچ۔

سوسلوف (کھانستے ہوئے): آداب عرض۔ ہونا تم مست مولا نوجوان!

زامیسلوف: ہاں جس کا دل خالی ہے، دماغ خالی ہے، جیب خالی ہے!

سوسلوف (طنز اور سختی سے): دل اور دماغ کی بات تو ٹھیک ہے مگر رہی جیب۔ سو لوگ کہتے ہیں رات تم نے کلب میں کسی کا صفایا کر دیا۔

زامیسلوف (نرمی سے): ''صفایا'' چوروں کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ ہاں میں کچھ روپیہ ضرور جیتا۔

ورواراميخائلوونا: تمہاری خبر ہمیشہ بڑی سنسنی خیز ہوتی ہے۔ بڑے لوگوں کی خبر ہمیشہ ایسی ہی ہوتی ہے۔

زامیسلوف: ہاں جب میں لوگوں کو اپنے بارے میں باتیں بناتے ہوئے دیکھتا ہوں تو سوچنے لگتا ہوں میں بھی کوئی بڑا آدمی ہوں۔ رہی روپے کی بات سو بدقسمتی سے۔ صرف بیالیس روبل تھے۔

(سوسلوف کھانستے ہوتے بائیں کھڑکی تک جاتا ہے اور باہر جھانکنے لگتا ہے۔)

باسوف (اندر آتا ہے): بس؟ اور میں ابھی سے شمپین کے خواب دیکھ رہا تھا! کیا تمہیں کچھ کہنا ہے؟ میں ذرا جلدی میں ہوں۔

زامیسلوف: جارہے ہیں جناب؟ اچھا تو پھر بعد میں... کوئی فوری بات نہیں ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے ورواراميخائلوونا کہ آپ ڈرامہ دیکھنے نہ جاسکیں۔ یولیا فلیپوونا کی اداکاری لاجواب تھی! شاندار!

ورواراميخائلوونا: اس کی اداکاری دیکھ کر جی خوش ہوجاتا ہے۔

زامیسلوف (جوش اور جذبات کے ساتھ): میں کہتا ہوں وہ تو پیدائشی ایکٹرس ہے۔ اگر جھوٹ ہو تو میرا سر قلم۔

سوسلوف (مختصر ہنسی کے ساتھ): اگر تم اپنا سر کھو بیٹھے تو بڑا برا ہوگا۔ بالکل بغیر سر کے گھومنا پھرنا بڑی غیر شریفانہ حرکت ہوگی۔ آؤ چلو سرگئی۔ خدا حافظ ورواراميخائلوونا۔ خدا حافظ...(زامیسلوف کی طرف قدرے تناؤ کے ساتھ جھکتے ہوئے۔)

باسوف (مطالعے کے کمرے میں جھانکتے ہوئے جہاں ولاس کاغذوں کو الٹ پلٹ کررہا ہے): تو مجھے امید ہے ولاس صبح نو بجے تک تم یہ سب نقل کرلوگے؟

ولاس: ہاں ہاں ضرور... خدا کرے رات بھر تمہیں نیند نہ آئے میرے آقائے نامدار!

(سوسلوف اور باسوف باہر جاتے ہیں۔)

زامیسلوف: مجھے بھی چل دینا چاہئے۔ آپ کا ہاتھ، ورواراميخائلوونا۔

ورواراميخائلوونا: ٹھہرو، ہمارے ساتھ چائے پی لو۔

زامیسلوف: اگر آپ اجازت دیں تو میں پھر بعد میں آجاؤں۔ اس وقت مجھے جانا ہے۔ (جلدی سے چلا جاتا ہے۔)

ولاس (مطالعے کے کمرے سے باہر آتے ہوئے): کیاواریااس گھر میں کبھی چائے بھی ملے گی؟

ورواراميخائلوونا:گھنٹی بجاؤ ساشا کو بلاؤ۔(اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے) آخرتم اتنے پیلے پیلے سے کیوں ہورہے ہو؟

ولاس (اس کا ہاتھ اپنے گال پرتھپتھپاتے ہوئے): تھک گیا ہوں۔دس سے تین تک میں عدالت میں رہا، تین سے سات تک بھانت بھانت کے کاموں سے شہر کی خاک چھانتا رہا۔ساشا! مجھے تو کھانے کی مہلت بھی نہیں ملی۔

ورواراميخائلوونا:کلرکی...ولاس یقینی تم اس سے بہتر دھندا بھی کر سکتے ہو۔

ولاس (مسخرے پن سے): اوہ، میں جانتا ہوں۔آدمی کو بلندیوں کی طرف پرواز کرنا چاہئے۔یہ سب معلوم ہے لیکن واریا! میں مثالوں سے اپنی بات سمجھانے کا شوقین ہوں۔اب چمنی صاف کرنے والے کوہی لے لو۔چمنی صاف کرنے والا دوسروں سے زیادہ اوپر اٹھتا ہے لیکن کیا وہ خود اپنے آپ سے اوپر اٹھ پاتا ہے؟

ورواراميخائلوونا: بیوقوف نہ بنو! تم آخر کوئی اور دھندا کیوں نہیں ڈھونڈتے، کوئی اور بھلا سا کام، زیادہ رکھ رکھاؤ والا؟

ولاس (مسخرے پن اور جھلاہٹ کے ساتھ): بھولی ہوتم! لو میں کتنا ہی ناچیز سہی، لیکن ذاتی ملکیت کے مقدس نظام کی حفاظت کرنے والی مشین کا ایک اہم پرزہ ہوں۔اورتم کہتی ہو یہ بیکار کا دھندا ہے!تمہارے دماغ میں کیسی اوٹ پٹانگ باتیں سمائی ہوئی ہیں؟

ورواراميخائلوونا:تم میری بات مذاق میں اڑانا چاہتے ہوایں؟

(ساشااندرآتی ہے۔)

ولاس (ساشاسے): اے میری رانی بیگم، مجھ پرترس کھاؤ اور مجھے کچھ کھلاؤ پلاؤ۔

ساشا: ابھی۔آپ گوشت کا سموسہ کھائیں گے؟

ولاس: گوشت کا سموسہ یا مچھلی کا سموسہ اور جو کچھ ہاتھ لگے۔لیکن جلدی کرو۔

(ساشاباہر جاتی ہے۔ولاس بہن کی کمر میں ہاتھ ڈالتا ہے اور دونوں ٹہلتے ہیں۔)

ولاس: اچھا،تم اپنی کہو!

ورورارا میخائلوونا: ولاس جانے کیوں میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ کبھی کبھی بے وجہ لگتا ہے جیسے میں جیل میں بند ہوں۔ ہر چیز اجنبی، بیرن اور بے ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ کسی کو کسی چیز کی ضرورت نہی۔ کوئی سنجیدگی سے نہیں جیتا۔ تم اپنے آپ کو ہی لے لو۔ تم ہو کہ ہمیشہ ہنسوڑ پن کرتے رہتے ہو ہر کسی پر، ہر چیز پر پھبتی کستے رہتے ہو!

ولاس (مسخرے کا پوز اختیار کرتے ہوئے):

میں ت ومقتول گل ونرگس وشہلا ہی سہی

پھر بھی خاک رہ صاحب نظراں ہوں اے دوست

یہ ہے میری شاعری۔ اور سچ کہتا ہوں کالیریا کے فن پاروں سے تو لاکھ درجہ بہتر ہے۔ میں تو کو پوری نظم نہیں سناؤں گا۔ میلوں لمبی نظم ہے۔ تو تم چاہتی ہو کہ میں سنجیدہ بن جاؤں؟ ایک لومڑی کی دمکٹی تو اس نے کہا سبکی کٹ جائے!

(ساشا چائے کی چیزوں کے ساتھ اندر آتی ہے۔ وہاں سب چیزوں کو جلدی جلدی میز پر رکھ دیتی ہے۔ رات کے چوکیدار کا بگل سنائی دیتا ہے۔)

ورورارا میخائلوونا: بس بس ولاس۔ تمہیں یوں بک بک نہیں کرنی چاہیے۔

ولاس: کسی نے خوب کہا ہے ''سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے'' لیکن تم بڑی سنگ دل بہن ہو! سارا سارا دن میں ذلیل بکواس کی نقل کرتا رہتا ہوں، جھک مارتا رہتا ہوں۔ سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی۔ ظاہر ہے اس کے بعد شام آتی ہے تو میں چل نکلتا ہوں، جی بہلاتا ہوں۔

ورورارا میخائلوونا: اور میں یہاں سے بھاگ جانا چاہتی ہوں۔ میں کسی ایسی جگہ جانا چاہتی ہوں جہاں سیدھے سادے بھرپور لوگ ہوں، جن کے بات چیت کرنے کے ڈھنگ اور ہوں اور جو کوئی بڑا کا کرتے ہوں، ایسے کام جن کی زیادہ قدر و قیمت ہو۔ سمجھتے ہو میں کیا کہہ رہی ہوں۔

ولاس (سوچتے ہوئے): شاید... واریا لیکن تم کہیں جاؤ گی نہیں!

ورورارا میخائلوونا: شاید میں چلی جاؤں۔ (رکتی ہے۔ ساشا سماور لئے ہوئے آتی ہے) کل شالیموف ہمارے ہاں آ رہے ہیں۔

ولاس (جماہی لیتے ہوئے): مجھے نہیں معلوم کہ پچھلے دنوں انہوں نے کیا لکھے ہے۔ ان کی چیزیں

بوجھل، کھوکھلی اور بے جان ہوتی ہیں۔

ورورا میخائلوونا: میں نے ان کو اپنے اسکول کی پارٹی میں دیکھا تھا۔ جب میں لڑکی تھی۔ مجھے یاد ہے وہ کتنے تیکھے پن سے قدم جما جما کر اسٹیج پر آئے تھے۔ میری آنکھوں میں اس وقت بھی انکے موٹے موٹے باغی بال لہرا رہے ہیں۔ ان کے چہرے سے کتنی جرأت، کتنی بے باکی ٹپکتی تھی۔ ایک ایسے آدمی کا چہرہ جو یہ جانتا ہے کہ اسے کس چیز سے محبت ہے اور کس چیز سے نفرت... ایک ایسا انسان جو اپنی قوت جانتا ہے۔ دیکھ کر دل میں ایک ہلچل سی مچ گئی تھی۔ مجھے یاد ہے کس طرح اپنے بالوں کو بار بار پیچھے جھٹک دیتے تھے اور ان کی امنگ اور حوصلے سے چمکتی ہوئی آنکھیں۔ یہ تو چھ، نہیں ساتھ... نہیں آٹھ برس پہلے کی بات ہے۔

ولاس: تمہارا دل بیقرار ہے کہ تم ان کو پھر ایک بار اسی نظر سے دیکھو جس نظر سے اسکول کی لڑکی اپنے نئے استاد کو دیکھتی ہے۔ ہوشیار رہنا میری بہن! کہا جاتا ہے ادیب عورتوں سے کھیلنے کا گر خوب جانتے ہیں!

ورورا میخائلوونا: کتنی خوفناک بات کہتے ہو تم ولاس یہ بڑی بازاری بات ہے۔

ولاس (سادگی اور خلوص سے): خفا نہ ہو!

ورورا میخائلوونا: تم نہیں سمجھتے۔ میں ان کے آنے کی راہ دیکھ رہی ہوں جیسے بہار کے آنے کا انتظار ہو۔ میں اس طرح اب زیادہ دن نہیں کاٹ سکتی۔

ولاس: سمجھتا ہوں، سمجھتا ہوں! خود مجھے یہ زندگی ایک آنکھ نہیں بھاتی... مجھے شرم آتی ہے اس زندگی پر... میں شرمندہ ہوں اور دکھی... اور آگے بھی کوئی روشنی نہیں دکھائی دیتی...

ورورا میخائلوونا: یہی تو مصیبت ہے۔ لیکن پھر تم کیوں ہمیشہ...

ولاس: ہاں کیوں ہمیشہ خود کو الو بناتا رہتا ہوں۔ میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ لوگوں پر میرے دل کا حال کھل جائے۔

(کالیریا اندر آتی ہے۔)

کالیریا: کیسی شاندار رات ہے! اور تم دونوں یہاں گھٹے پڑے ہو! یہاں تو دھوئیں کی بو بسی ہوئی ہے۔

ولاس (موڈ بدلتے ہوئے): آداب عرض ہے خوابوں کی پجارن!

کالیریا: سوچ میں ڈوبے ہوئے خاموش جنگل ہیں۔ کومل چاند زمین پر اپنی مسکراہٹ بکھیر رہا ہے اور ہر طرف گرم گرم سے گہرے سائے پھیلے ہوئے ہیں۔ رات ہمیشہ دن سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔

ولاس (اس کی نقل اتارتے ہوئے): آو، ہاں! جس طرح بوڑھی عورتیں جوان لڑکیوں سے زیادہ چہکتی دمکتی، زیادہ چونچال نظر آتی ہیں، جس طرح کیکڑا گوریا سے زیادہ تیز اڑتا ہے۔

کالیریا (میز پر بیٹھتے ہوئے): ہاں بندر جانے ادرک کا سواد! واریا ذرا میرے لئے ایک پیالی چائے نکال دو۔ کوئی آیا نہیں؟

ولاس (ہنسوڑ پن سے): ''کوئی'' یہاں آ کیسے سکتا تھا جب کہ اس نام کے جانور کا کوئی وجود ہی نہیں۔

کالیریا: چھوڑو، مجھے تنگ نہ کرو۔

(ولاس جھکتا ہے، مطالعے کے کمرے میں جاتا ہے اور لکھنے کی میز پر رکھے ہوئے کاغذوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگتا ہے۔ دور سے چوکیدار کے بگل کی آواز سنائی دیتی ہے۔)

وروارا میخائلوونا: یولیا فلیپوونا یہاں تھیں اور تم کو پوچھ رہی تھیں۔

کالیریا: مجھے؟ شاید اپنے ڈرامے کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں گی۔

وروارا میخائلوونا: کیا تم جنگل میں تھیں؟

کالیریا: ہاں۔ میں رومین سے ملی۔ اس نے تمہارا ذکر کیا۔

وروارا میخائلوونا: کیا کہا اس نے؟

کالیریا: بوجھو؟

(وقفہ۔ ولاس آہستہ آہستہ ناک سے گاتا ہے۔)

وروارا میخائلوونا (ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے): مجھے بہت افسوس ہے۔

کالیریا: اس کی خاطر؟

وروارا میخائلوونا: ایک بار اس نے کہا تھا عورت کے عشق میں گرفتار ہونا مرد کی بڑی افسوسناک مجبوری ہے۔

کالیریا: پہلے تمہارا برتاؤ اس کے ساتھ کچھ دوسرا تھا۔ وروارا میخائلوونا: کیا تم اس کا الزام دھر رہی ہو مجھ پر؟ کالیریا: اوہ نہیں واریا۔ بالکل نہیں!

ورواراميخائلوونا: شروع میں تو میں نے اس کے دل پر چھا یا رکھنا چاہا۔ یہ سچ ہے کہ میں نے اس کو اپنا بہت سارا وقت دیا۔ پھر میں نے بھانپ لیا کیا گل کھلنے والا ہے... اور تب وہ چلا گیا۔

کالیریا: کیا تم نے اس سے کھل کر بات کی تھی؟

ورواراميخائلوونا: نہیں۔ نہ اس نے ایک لفظ منہ سے نکالا اور نہ میں نے...

(وقفہ)

کالیریا: اس کی محبت ذرا شبنمی قسم کی ہوگی۔ ایسی محبت جس کا اظہار خوبصورت الفاظ میں کیا جاتا ہے مگر جس میں کوئی راحت نہیں ہوتی۔ عورت ایسی محبت کو ٹھکراتی ہے جو اس کے لئے مسرت لے کر نہ آئے۔ اچھا تمہیں ایسا نہیں لگتا کہ وہ کبڑا ہے؟

ورواراميخائلوونا (تعجب کے ساتھ): اوہ نہیں! کیا سچ؟ ضرور تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔

کالیریا: اس میں، اس کی روح میں کوئی بے ہنگم پن ضرور ہے۔ جب کبھی مجھے کسی آدمی میں کوئی ایسی ویسی بات نظر آتی ہے۔ تو مجھے اس کا جسم بھی بے ڈھنگا نظر آتا ہے۔

ولاس (کچھ کاغذات ہاتھ پر پٹکتا ہوا مطالعے کے کمرے سے نکلتا ہے اور بہت ہی بے چین نظر آتا ہے): میرے مالک کی بیگم صاحبہ، اس کباڑ کو جانچنے اور اس جانچ پڑتال کی بنیاد پر اپنا فیصلہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اپنی تمام تر کوشش اور خواہش کے باوجود یہ ناخوش گوار فرض مقررہ وقت کے اندر پورا کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔

ورواراميخائلوونا: اچھا تھوڑی دیر بعد میں تمہارا ہاتھ بٹا دوں گی۔ آؤ چائے پیئیں۔

ولاس: بہن! پیاری اور سچی بہن! کالیریا واسیلی ونا، اس سے پہلے کہ ہم تم سے جدا ہو جائیں، اس وقت کو غنیمت جانو اور میری اور میری بہن کی محبت سے سبق لو۔

کالیریا: مجھے تو لگتا ہے کہ تم واقعی کبڑے ہو!

ولاس: کس طرح، بتاؤ!

کالیریا: تمہاری روح کبڑی ہے!

ولاس: چلو، اس سے میرے جسم میں تو کوئی عیب نہیں پیدا ہوتا؟

کالیریا: کھرا پن کبھ سے کم تھوڑا ہی ہے۔ بیوقوف لوگ لنگڑے کی طرح ہیں۔

ولاس (نقل اتارتے ہوئے): اور لنگڑے تمہارے قول کی طرح ہیں۔

کالیریا: فحش قسم کے لوگ مجھے ہمیشہ چیچک رو نظر آتے ہیں اور ان کے بال ہمیشہ سنہرے ہوتے ہیں۔

ولاس: کالے بالوں والے لڑکے ذرا جلدی شادی کر لیتے ہیں اور مابعد الطبیعیات کے تمام عالم اندھے اور بہرے ہوتے ہیں۔ ہاں واقعی حیرت کا مقام ہے کہ وہ گونگے نہیں ہوتے!

کالیریا: سپاٹ رہی تمہاری تقریر! میرا خیال ہے کہ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ مابعد الطبیعیات ہے کس چڑیا کا نام۔

ولاس: میں جانتا ہوں۔ تمبا کو اور مابعد الطبیعیات تو ایجاد ہی ان لوگوں کی تفریح کے لئے ہوئی ہے جو بے پر کی اڑاتے ہیں۔ میں تمبا کو نہیں پیتا۔ اس لئے میں نہیں جانتا کہ تمبا کو کا کیا برا اثر پڑتا ہے۔ لیکن میں نے مابعد الطبیعیات کا مزا چکھا ہے اور جانتا ہوں کہ اس کے چکھنے سے سر پر چکرا تا ہے اور متلی ہوتی ہے۔

وروارا میخائلوونا: بس بہت ہو گیا۔ کیوں

ولاس: ہاں بہت ہو گیا۔ میں تو اب کھانا کھاؤں گا۔ یہ بات کہیں زیادہ سمجھداری کی ہے۔

کالیریا: اور میں چلوں چل کر پیانو بجاؤں۔ کہیں زیادہ دلچسپ! وار یا کتنا دم گھٹتا ہے یہاں!

وروارا میخائلوونا: برآمدے کا دروازہ کھولتی ہوں۔ لو یہ اولگا آ رہی ہے۔

(وقفہ۔ ولاس چاہے پیتا ہے۔ کالیریا پیانو کے پاس بیٹھ جاتی ہے۔ چوکیدار کی سیٹی کی بہت مدہم آواز سنائی دیتی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ مدہم آواز جوابی سیٹی کی سنائی دیتی ہے۔ کالیریا پیانو کی پتیوں پر ہولے ہولے انگلیاں دوڑاتی ہے۔ اولگا الکسئی ونا پردہ ہٹاتی ہے اور کمرے میں بڑی ڈری ہوئی چڑیا کی طرح داخل ہوتی ہے۔)

اولگا الکسئی ونا (سر سے شال اتارتے ہوئے): لو یہ رہی میں! میں تو سمجھتی تھی کہ میں بالکل نکل نہ سکوں گی۔ (وروارا میخائلوونا کو پیار کرتی ہے) سلام کالیریا واسیلی ونا۔ بجاؤ، بجائے جاؤ۔ ہاتھ ملانا

ضروری نہیں، ہے نا؟ ہلو ولاس۔

ولاس: سلام اولگا الکسئی ونا۔

وروارامیخائلوونا: بیٹھ جاؤ۔ نکالوں چائے؟ اتنی دیر کیوں کر دی بھلا؟

اولگا الکسئی ونا (گھبراتے ہوئے): ایک ذرا رک جاؤ۔ باہر کس غضب کا اندھیرا ہے۔ اوئی میری ماں، مجھے تو لگا کہ جنگل میں کوئی چھپا ہوا ہے۔ چوکیدار سیٹی بجاتے رہے۔ سیٹی کی آواز سے تو میرا خون جم جاتا ہے۔ آخر یہ لوگ سیٹی کیوں بجاتے ہیں۔؟

ولاس: واقعی بڑی حیرت کی بات ہے۔ جب اداکاری نہیں جچتی تو تماشائی سیٹی بجاتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں؟

اولگا الکسئی ونا: میں ذرا پہلے آنا چاہتی تھی مگر نادیا ٹھنکنے لگی۔ شاید اس کا جی اچھا نہیں... کیا میں نے تم کو بتایا نہیں کہ والکا بیمار پڑ گیا۔ اس کو بخار ہو گیا۔ اور سونیا کو نہلانا پڑا۔ میشا کھانا کھا کر جو جنگل بھاگا تو اب لوٹا ہے۔ کپڑے چیتھڑے چیتھڑے، میلا کچیلا اور بھوکا۔ میرے میاں بھی شہر سے لوٹے تو مزاج کا پارہ چڑھا ہوا... منہ ہی منہ میں بھنبھنا رہے ہیں اور پھوٹتے ایک لفظ رہے ہیں اور پھوٹتے ایک لفظ نہیں۔ میرا انڈیل دیا اور بوتل پھٹ سے رہ گئی۔

وروارامیخائلوونا (مسکراتی ہے): بیچاری دکھیا! تم تو بالکل ہلکان ہو گئی ہوں گی۔

ولاس: اوہ۔ مارفا! مارفا!: بڑے دکھ دئے ہیں تو نے! کوئی اس لئے مرا جا رہا ہے کہ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا جا رہا ہے۔ کوئی اس لئے ہائے وائے کر رہا ہے کہ اس کا پوچھنے والا کوئی نہیں... یہ بڑے پتے کی بات ہے!

کالیریا: بڑی بھونڈی اور بری بات ہے یہ۔ ''ہاتھوں ہاتھ''... اوف! اوف!

اوف!

ولاس: معاف کرنا۔ یہ زبان میری ایجاد نہیں ہے!

اولگا الکسئی ونا (کچھ برا مانتے ہوئے) میرے خیال میں تمہیں میں بڑی اوٹ پٹانگ نظر آتی ہوں... اکتاہٹ ہوتی ہوگی۔ میں سمجھتی ہوں۔ لیکن کیا کیا جائے؟ ہر آدمی اسی چیز کی بات کرتا ہے جو اس کے من میں ہوتی ہے۔ بچے! خیال آتے ہیں میری سینے میں گونجنے لگتا ہے۔ بچے بچے! یہ بچے بڑی

آزمائش ہیں واریا۔ کاش تم جانتیں کس طرح جان اجیرن ہو جاتی ہے!

ورواراؔ میخائلوونا: معاف کرو۔ تم کچھ ضرورت سے زیادہ ہی نمک مرچ لگا دیتی ہو۔

اولگا الکسئی ونا (بپھر کر): نہیں میں نمک ضرورت سے زیادہ ہی نمک مرچ لگا دیتی ہو۔ تم کیا جانو۔ ماں کے سینے پر جو سل دھری رہتی ہے اس کا مزاتم کیا جانو۔ ایک نہ ایک دن میرے بچے آئیں گے اور مجھ سے پوچھیں گے زندگی کا ٹھیک راستہ کیا ہے۔ میں نہیں جانتی ان کو میں کیا جواب دوں گی؟

ولاس: پہلے ہی سے جان کیوں ہلکان کرو؟ جانے وہ تم سے پوچھیں ہی نہیں۔ کون جانے زندگی کے بارے میں وہ خود ہی اپنے رائے بنالیں۔

اولگا الکسئی ونا: لیکن تم نہیں جانتیں! وہ ابھی سے سرکھا رہے ہیں۔ وہ ہر وقت سرکھاتے رہتے ہیں۔ ہر قسم کے دنیا جہان کے سوال... ایسے سوال جن کا جواب نہ تمہارے پاس ہے، نہ میرے پاس، نہ اور کسی کے پاس۔ عورت ہونا عذاب ہے عذاب!

ولاس (آہستگی اور سنجیدگی سے): ہاں انسان ہونا چاہئے۔

(مطالعے کے کمرے میں جاتا ہے، لکھنے کی میز کے
قریب کرسی پر بیٹھتا ہے اور کچھ لکھنے لگتا ہے۔)

ورواراؔ میخائلوونا: بس، ولاس، ختم کرو۔ (اٹھتی ہے اور ٹہلتی ہوئی برآمدے کے دروازے تک جاتی ہے۔)

کالیریا (کھوئی ہوئی): رات کے ماتھے پہ آزردہ ستاروں کا ہجوم... (وہ بھی اٹھتی ہے اور ورواراؔ میخائلوونا کے پس جا کھڑی ہوتی ہے۔

اولگا الکسئی ونا: اوف: میری جان، لگتا ہے کہ میری وجہ سے سب پر اوس پڑ گئی۔ جیسے رات کے وقت الو کی چیخ۔ اچھا اچھا، میں ایک لفظ اپنا دکھڑا نہیں دوں گی۔ واریا تم اٹھ کر چلی کیوں گئیں؟ یہاں آجاؤ نا ورنہ میں جانوں گی تم مجھ سے کترا رہی ہو۔

ورواراؔ میخائلوونا (تیز سے واپس آتی ہے): اولگا تم ایسی بات کیسے منہ سے نکال سکتی ہو؟ مجھے تم پر بڑا ترس آتا ہے، میرا دل کٹتا ہے تمہارے لئے۔

اولگا الکسئی ونا: مت ترس کھاؤ۔ کبھی کبھی اپنے آپ سے نفرت کرتی ہوں۔ اپنے آپ پر ترس کھاتی

ہوں۔ میرا مزاج کچھ بڈھی پالتو کتیا جیسا ہو گیا ہے۔ یہ پالتو کتیا بڑی کٹ کھنی ہوتی ہے۔ ہر شخص سے نفرت کرتی ہے اور ہر وقت اس تاک میں رہتی ہے کہ کوئی ملے اور اسے بھنبھوڑ ڈالے۔

کالیریا: سورج نکلتا ہے، سورج ڈوبتا ہے، لیکن انسان کے دل میں ہمیشہ دھندلکا چھایا رہتا ہے۔

اولگا الکسئی ونا: یہ کیا بات ہوئی؟

کالیریا: بس یونہی۔ میں اپنے آپ سے بات کر رہی تھی۔

ولاس (کاغذوں کی نقل کرتا جاتا ہے اور ناک سے مرثیے کی دھن گنگناتا ہے): گھر کا سکھ... گھر کا سکھ...

وروارامیخائلوونا: بس بس چپ ہو جاؤ ولاس!

ولاس: لو چپ ہو گیا...

اولگا الکسئی ونا: میں نے اس کا موڈ بگاڑ دیا...

کالیریا: جنگل سے کچھ لوگ نکلے۔ ذرا دیکھنا کتنا سہانا لگ رہا ہے۔ پاول سرگئی وچ کتنے مسخرے پن سے ہاتھ ہلا رہا ہے۔

وروارامیخائلوونا: اور کون کون ہے؟

کالیریا: ماریالفوونا... یولیا فلپیوونا، سونیا، زمیین اور زامیسلوف...

اولگا الکسئی ونا: (شال اوڑھتے ہوئے): اف میں کیسے بھدے کپڑوں میں ہوں! یہ لونڈیا یولیا فلپیوونا ہمیشہ ٹانگ لیتی رہتی ہے۔ وہ مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

وروارامیخائلوونا: ولاس، ذرا گھنٹی بجاؤ، ساشا کو بلاؤ۔

ولاس: یہ نہ بھولو یہ ساری چھوٹی چھوٹی باتیں میرے کام میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں!

اولگا الکسئی ونا: بڑی بیگم صاحبہ! وہ اپنے بچوں کی طرف ذرا دھیان نہیں دیتی۔ لیکن اسے کے بچوں کو نہ نزلہ ہوتا ہے نہ زکام۔

ماریالفوونا (برآمدے سے آتے ہوئے): تمہارے میاں نے تو کہا کہ تمہارا جی اچھا نہیں۔ قصہ کیا ہے؟

وروارامیخائلوونا: تم کو دیکھ کر جی خوش ہوا۔ لیکن بتا دوں مجھے تمہارے دوا دارو کی بالکل ضرورت

نہیں۔ میں بالکل بھلی چنگی ہوں۔

(باہر برآمدے سے شور اور ہنسی کی آواز آتی ہے۔)

ماریا لفوونا: ہاں چہرے سے کچھ تھکی تھکی سی لگ رہی ہو۔ (اولگا الکسئی ونا سے) تم یہاں؟ تم سے ملے ہوئے تو زمانہ ہو گیا۔

اولگا الکسئی ونا: گویا میرا کڑوا کسیلا ٹھرا سا منہ دیکھ کر کسی کا دل باغ باغ بھی ہو سکتا ہے!

ماریا لفوونا: اور مجھے کڑوا کسیلا ہی پسند ہو تو؟ کیسے ہیں تمہارے بچے؟

یولیا فلیپو ونا (برآمدے سے آتے ہوئے): ذرا دیکھو کیسی محفل کی محفل اٹھا لائی ہوں تمہارے ہاں۔ مگر ڈرنا مت۔ ہم بس ایک منٹ کو آئے ہیں۔ اولگا الکسئی ونا کہو کیسے مزاج ہیں آخر یہ مردوے اندر کیوں نہیں آتے؟ ورواراِ میخائلوونا پاول سرگئی وچ اور زامیسلوف باہر کھڑے ہیں۔ میں ان کو اندر بلا لوں؟

ورواراِ میخائلوونا: ضرور۔

یولیا فلیپو ونا: آؤ کالیریا واسیلی ونا۔

ماریا لفوونا (ولاس سے): تم تو اور بھی دبلے ہو گئے۔ کیا ماجرا ہے؟

ولاس: نہیں جانتا۔} سب ایک ساتھ

ساشا: اندر آتے ہوئے): کیا میں پھر سماور گرم کروں؟

ورواراِ میخائلوونا: ہاں اور جہاں تک جلدی ہو سکے۔

ماریا لفوونا (ولاس سے): آخر تم منہ کیوں بسور رہے ہو؟

اولگا الکسئی ونا: ہمیشہ سے یہی حلیہ ہے اس کا۔

ولاس: یہ تو میرا پیشہ ہے۔

ماریا لفوونا: ہمیشہ بڑے کائیاں بننے کی کوشش کرتے ہو اور بن نہیں پاتے۔ ایں؟ ہاں ورواراِ میخائلوونا وہ جو ہے نا تمہارا پاول سرگئی وچ دیکھ لینا اس پر اعصابی بیماری کا حملہ ہوگا ایک نہ ایک دن۔

ورواراِ میخائلوونا: اس کو تم میرا کیوں کہتی ہو؟

(رومین اندر آتا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے یولیا فلیپو ونا اور کالیریا آتی ہیں۔ ولاس کی تیوریاں چڑھی

ہوئی ہیں۔ وہ واپس مطالعے کے کمرے میں جاتا ہے اور دروازہ بند کر لیتا ہے۔ اولگا الکسئی ونا ماریا لفوونا کو ایک طرف کھینچ کر لے جاتی ہے اور اس کے کان میں کچھ کہتی ہے اور اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔)

رومین: معاف کرنا اتنی رات گئے دھاوا بول رہے ہیں ہم لوگ۔

وروارا میخائلوونا: مہمان ہمیشہ میرے سر آنکھوں پر۔

یولیا فلپپوونا: گاؤں میں رہنے میں سب سے اچھی بات یہ ہے کہ آدمی کو بیکار کے تکلف سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ ذرا ابھی تم ان کی لڑائی دیکھتے! ان دونوں کی۔ اس کی اور ماریا لفوونا کی!

رومین: میں اہم اور بحث طلب چیزوں کے بارے میں اطمینان اور سکون سے بات کر ہی نہیں سکتا۔

(ساشا سماوار اندر لاتی ہے۔ وروارا میخائلوونا، جو میز کے پاس کھڑی ہے، چائے کا سامان میز پر رکھتی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ ہدائت دیتی ہے۔ رومین پیانو کے پاس کھڑا ہے اور سوچتے ہوئے اس کے غور سے گھورتا ہے۔)

یولیا فلپپوونا: تم اتنے جذباتی ہو جاتے ہو کہ تمہاری باتوں کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ (وروارا میخائلوونا سے) تمہارے اور میرے میاں برانڈی لگا رہے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ آج دونوں چڑھا کر رنگ پر آ جائیں گے۔ میرے میاں کے ایک چچا نہ جانے کہاں سے آن ٹپکے ہیں۔ پتہ نہیں ان کا کچھ کاروبار ہے شاید گوشت کی آڑھت ہے یا ترکاریوں کا تیل تیار کرتے ہیں۔ جناب کے سر پر سفید گھنگھریالے بالوں کے جنگل کے جنگل اگے ہوئے ہیں۔ ہر وقت ہنسی مذاق کرتے رہتے ہیں۔ آدمی چونچال ہیں۔ لیکن ہے کہاں ہمارا بانکا نکولائی پیترووچ؟

زامیسلوف (برآمدے سے): یہاں، تمہاری کھڑکی تلے، میری حسین شیریں!

یولیا فلپپوونا: اندر آ جاؤ۔ وہاں کیا گپیں ہو رہی ہیں؟

زامیسلوف (اندر آتے ہوئے): میں جوانوں کو گمراہ کر رہا ہوں۔ سونیا اور زیمین مجھے بتانے کی کوشش کر رہے تھے کہ انسان کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ سماجی، اخلاقی اور اسی قسم کے مسئلوں کو حل کرتا رہے۔ لیکن میرا دعوی ہے کہ زندگی ایک آرٹ ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اپنے کانوں سے سننے کا

آرٹ!

یولیافلیپو ونا: بکواس!

زامیسلوف: یہ نظریہ میں نے اسی آن بنایا ہے لیکن اسے میرا عقیدہ سمجھ لیجئے۔ زندگی نام ہے ہر چیز میں لطف اور حسن تلاش کرنے کا۔ ہاں کھانے پینے میں بھی لطف اور حسن تلاش کرنے کا۔ یہ تو درندوں کی طرح لڑتے ہیں۔

یولیافلیپو ونا: اس کورو کو کالیریا واسیلی ونا۔

زامیسلوف: کالیریا واسیلی ونا! میں جانتا ہوں کہ تم ہر حسین چیز پر جان چھڑکتی ہو۔ پھر اس ناچیز نے کیا قصور کیا ہے؟ یہ ایک عجیب بے جوڑ اور بے تکی بات ہے!

کالیریا (مسکراتے ہوئے): واقعی تم بجلی ہو، کڑکتی چمکتی بجلی۔

زامیسلوف: اوہ! لیکن ہم یہ تھوڑے ہی کہہ رہے تھے۔ ہم تو یہ کہہ رہے تھے کہ یہ حسینہ اور میں...

یولیافلیپو ونا: بس بس، بہت ہو گیا۔ ہم یہاں آئے ہیں...

زامیسلوف (کالیریا کی طرف جھکتا ہے): آپ کی خدمت میں...

یولیافلیپو ونا: ہم یہ پوچھنے آئے ہیں...

زامیسلوف (اور زیادہ جھکتے ہوئے): آپ سے...

یولیافلیپو ونا: یہ آدمی مجھے پوچھنے نہ دے گا۔ چلو ہم تمہارے چھوٹے سے خوبصورت کمرے میں چلیں۔ میں تو اس کمرے پر جان دیتی ہوں۔

زامیسلوف: چلو چلیں۔ کم از کم وہاں کوئی ہمیں پریشان تو نہ کرے گا۔

کالیریا (ہنستے ہوئے): اچھا آؤ چلو۔

(وہ بچے دروازے کی طرف بڑھتے ہیں۔)

یولیافلیپو ونا: رک جاؤ رک جاؤ۔ بچا سے ملے گے تو معلوم ہوگا۔ جانتے ہو چچا کا نام ہے دفوئے توچئے!

زامیسلوف: دفوئے توچئے۔ یعنی میٹھے... واقعی؟

(ہنستے ہوئے پردوں کے پیچھے غائب ہو جاتے ہیں۔)

اولگاالکسئی ونا: وہ ہر وقت کیسی چہکتی دمکتی رہتی ہے۔ حالانکہ میں جانتی ہوں اس کی زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ وہ اور اس کا میاں...

وروارا میخائلوونا (روکھائی سے): میں سمجھتی ہوں اس سے ہمیں کوئی مطلب نہیں، اولگا۔

اولگاالکسئی ونا: کیا میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی جو نہیں کہنی چاہئے تھی؟

رومین: ان دنوں کتنی ناکام شادیاں ہوتی ہیں!

سونیا (دروازے سے جھانکتے ہوئے): ممی میں ذرا ٹہلنے جارہی ہوں۔

ماریالفوونا: لیکن تم تو ابھی ابھی ٹہل کے آئی ہو۔

سونیا: وہ تو میں جانتی ہوں۔ یہ گھر عورتوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور عورتیں بڑا بور کرتی ہیں۔

ماریالفوونا (مذاقاً): زبان کو لگام دے لڑکی! تیری ماں بھی عورت ہے۔

سونیا (دوڑتی ہوئی آتی ہے): تم؟ سچ؟ کب سے؟

اولگاالکسئی ونا: آخر کیا مطلب ہے اس کا؟

وروارا میخائلوونا: کم از کم تم کو سلام کلام تو کرنا چاہئے۔

ماریالفوونا: سونیا تیری حرکت پر میں شرم سے پانی پانی ہوئی جارہی ہوں!

سونیا (وروارا میخائلوونا سے): آج ہم پہلے ہی مل چکے ہیں نا؟ میں تو خوشی سے تم کو چومنے کو تیار ہوں۔ اگر کوئی چیز میرے دل کو بھائے تو میں بڑی دریا دل بن جاتی ہوں...اور اس میں بھلا جاتا بھی کیا ہے۔

ماریالفوونا: اپنی چپڑ چپڑ بند کرو اور راستہ لو۔

سونیا: تم میری ماں کے بارے میں کیا سوچتی ہو؟ یکا یک جی میں کیا آئی کہ اپنے آپ کو عورت کہنے لگیں۔ میں ان کو اٹھارہ برس سے جانتی ہوں اور آج پہلی بار ان کے منہ سے یہ سنا۔ عجیب بات ہے!

زیمین (جھانکتے ہوئے): تم آرہی ہو یا نہیں؟

سونیا: ذرا میرے غلام سے ملئے۔

وروارا میخائلوونا: تم اندر کیوں نہیں آتے؟

سونیا وہ شریفوں کی محفل میں آنے کے لائق نہیں۔

زیمین: کیونکہ اس نے میری جیکٹ کی آستین پھاڑ دی ہے...اتنی سی بات ہے۔

سونیا: اتنی سی بات! لگتا ہے اتنی وجہ کافی نہیں۔ جناب اور زیادہ چاہتے ہیں۔ اچھا تو یہی سہی۔ ممی میں آؤں گی، ایں ٹھیک ہے نا؟ دیکھیں ماکس امر محبت کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتی۔

زیمیں: تمہیں بڑا لمبا انتظار کھینچنا پڑے گا۔

سونیا: میاں! دیکھ لوں گی۔ خدا حافظ! کیا چاند اب تک چمک رہا ہے؟

زیمین: میں کوئی میاں نہیں! تم جانتی ہو اسپارتا میں.. تم مجھے دھکیلتی ہو... میں تو...

سونیا: تم ابھی مرد نہیں ہوئے ہو۔ چلو اسپارتا!

(تھوڑی دیر تک باہر سے ان کی بات چیت اور قہقہے کی آواز آتی رہتی ہے۔)

رومین: ماریا لفوونا، خوب لڑکی ہے تمہاری!

اولگا الکسئی ونا: میں بھی ایسی ہی تھی۔

وروارا میخائلوونا: مجھے تم دونوں کا انداز پسند ہے۔ سب لوگوں آ جائیں، چائے پئیں!

ماریا لفوونا: ہاں ہم اچھی سہیلیاں ہیں۔

اولگا الکسئی ونا: سہیلیاں... کیسے بنتی ہیں سہیلیاں؟

ماریا لفوونا: کیا؟

اولگا الکسئی ونا: بچوں سے دوستی کیسے کی جاتی ہے۔

ماریا لفوونا: بہت معمولی بات ہے۔ ان کے ساتھ کھلے دل سے پیش آؤ۔ ان سے سچائی کبھی نہ چھپاؤ، ان کو دھوکا مت دو۔

رومین (ہنستے ہوئے): ذرا خطرناک کھیل ہے یہ! سچائی کڑوی اور روکھی ہوتی ہے اور اس میں بے اعتباری کا زہر چھپا رہتا ہے۔ بچے کو اگر بچپن ہی میں سچائی کی بھیانک صورت دکھا دی جائے تو وہ تباہ ہو سکتا ہے۔

ماریا لفوونا: اور تمہیں تھوڑا تھوڑا کر کے زہر دینے کا طریقہ زیادہ پسند ہے؟ تاکہ تم یہ دیکھنے کی

تکلیف سے بچ جاؤ کہ تمہارے بچے کے دماغ کو کتنا صدمہ پہنچ رہا ہے۔

رومین (گرم ہوتے ہوئے گھبراہٹ کے ساتھ): لیکن میں نے یہ نہیں کہا۔ بس اتنی سی بات ہے کہ میں ان تمام حرکتوں کے خلاف ہوں... میں ان تمام احمقانہ اور بیکار حرکتوں کے خلاف ہوں جو زندگی سے اس کی شاعری چھین لیتی ہیں۔ یہ شاعری زندگی کے سخت اور بدنما خط وخال میں نرمی اور لچک پیدا کرتی ہے۔ زندگی کو سجانا اور سنوارنا چاہئے۔ اور ہمیں اس سے پرانا لباس اس وقت تک نہیں چھیننا چاہئے جب تک کہ نیا لباس تیار نہ ہو جائے۔

ماریالفوونا: معاف کرنا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تم کہہ کیا رہے ہو۔

رومین: میں انسان کے قریب کھانے کے حق کے بارےمیں عرض کر رہا ہوں۔ تم ہمیشہ زندگی کے گن گاتی ہو۔ زندگی ہے کیا؟ یہ لفظ ایک کیم شحیم بے ہنگم دیو کا ہیولا ابھارتا ہے میرے ذہن میں۔ اور یہ دیو ہمیشہ قربانی کا مطالبہ کرتا رہتا ہے۔ انسان کی قربانی کا۔ روزانہ یہ دیو انسانی دماغ اور جسم نگلتا رہتا ہے، اس کا خون چاٹتا رہتا ہے۔ (ورواراامیخائلوونا اس کی بات غور سے سنتی ہے اور یکا یک اس کے چہرے پر جذباتی ہیجان کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ کچھ جنبش کرتی ہے جیسے اس کو روکنا چاہتی ہو) کیوں؟ میں نہیں جانتا۔ لیکن میں اتنا جانتا ہوں۔ آدمی جتنا زیادہ زندہ رہتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ گندگی اور غلاظت دیکھتا ہے، ذلیل اور گھناؤنی غلاظت اور اس لئے اس کے دل میں حسن اور پاکیزگی کی تڑپ بڑھتی جاتی ہے۔ اسی لئے انسان اپنے اندر روشنی اور اندھیرے کی ٹکر ختم نہیں کر پاتا، وہ اپنی زندگی سے غلاظت اور برائی کو دور نہیں کر پاتا۔ کم ازکم اس کو ان چیزوں سے آنکھیں تو بند کر لینے دو جو اس کی روح کو کھائے جارہی ہیں۔ اس کو ان سب چیزوں سے منہ پھیر لینے دو جن سے اس کے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ انسان سکون چاہتا ہے، انسان بھولنا چاہتا ہے۔ وہ آرام اور چین سے رہنا چاہتا ہے۔ (ورواراامیخائلوونا سے اس کی آنکھیں چار ہوتی ہیں اور وہ اپنی بات ختم کر دیتا ہے۔)

ماریالفوونا (اطمینان سے): تمہارے ذہن میں جو ہستی ہے کیا وہ جذبے سے اس قدر خالی ہے؟ افسوس! کیا اسی لئے تم یہ سمجھتے ہو کہ اسے آرام اور چین کا حق ہے؟ یہ تو کوئی مزیدار بات نہ ہوئی!

رومین (ورواراامیخائلوونا سے): معاف کرنا میں جوش میں بہہ گیا۔ ظاہر ہے تمہیں میری بات بری لگی۔

ورواراميخائلوونا: نہیں تمہارے جوش میں برائی نہیں۔

رومین: تو پھر؟

ورواراميخائلوونا (اطمینان اور آہستگی سے): مجھے یاد ہے دو برس پہلے تم نے بالکل دوسری بات کہی تھی...وہ بات بھی اتنے ہی جوش اور اتنے ہی یقین کے ساتھ کہی تھی۔

رومین (بھڑ کتے ہوئے): لیکن آدمی بدلتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا خیال بھی۔

ماریالفوونا: ہاں اس کے خیالات سہمی ہوئی چمگادڑ کی طرح پھڑک کر کبھی ادھر بھٹکتے ہیں کبھی ادھر۔ یہ بہت ہی حقیر اور تاریک خیال!...

رومین (اسی طرح بھڑ کتے ہوئے): ہاں بھول بھلیوں ہی میں سہی مگر خیالات آگے تو بڑھتے رہتے ہیں۔لگتا ہے ماریالفوونا تم کو میرے خلوص پر شبہہ ہے؟

ماریالفوونا: اوہ نہیں۔ یہ تو میں دیکھ سکتی ہوں کہ تم بڑی ایمان داری سے چیخ چلا رہے ہو۔ ہسٹریا کے مریضوں کا مجھ پر بالکل اثر نہیں ہوتا۔لیکن میں اتنا یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ تم کسی چیز سے ڈر گئے ہو۔اسی وجہ سے تم چھپنا چاہتے ہو۔اور تم اکیلے نہیں ہو۔ یہ دنیا ہول کھائے ہوئے لوگوں سے بھری پڑی ہے۔

رومین: ہاں بھری پڑی ہے کیونکہ لوگوں کو زندگی کی بھیانک حقیقتوں کا زیادہ سے زیادہ صاف اور شدید احساس ہونے لگا ہے۔ زندگی جس کے مقدر پر پہلے ہی سے مہر لگ جاتی ہے۔ واحد اتفاق کی بات ہے انسانی وجود اور اس کا نہ کوئی مقصد ہے اور نہ معنی!

ماریالفوونا (سکون سے): اپنے وجود کے اس اتفاقیہ عنصر کو ذرا اوپر اٹھاؤ اور سماجی تقاضے کی سطح پر پہنچا دو اور تب زندگی میں معنویت پیدا ہو جائے گی۔

اولگا الکسئی ونا: جب لوگ ایک دوسرے پر جھپٹتے ہیں، ایک دوسرے پر الزام دھرتے ہیں تو میرا لہو خشک ہو جاتا ہے۔ مجھے لگتا ہے جیسے لوگ مجھے بھلا کہہ رہیں، مجھ پر انگلی اٹھا رہے ہیں۔ دنیا میں نیکی اور شرافت کا ایسا ٹوٹا پڑا ہے۔ اچھا اب میرے جانے کا وقت ہو گیا۔ میں یہاں آنا چاہتی ہوں واریا۔ یہاں ہمیشہ کچھ دلچسپ باتیں سننے کو ملتی ہیں۔ کچھ ایسی چیزیں، ہاں کیا کہوں؟ ہاں کچھ ایسی تین جن سے انسان کے دل کے تار تھرانے لگتے ہیں۔لیکن اب بہت دیر ہو گئی۔ مجھے جانا چاہئے۔

وروارا میخائلو ونا: میری اچھی اولگا، ابھی مت جاؤ۔ کیوں، اس طرح یکا یک منہ اٹھا کر کیوں چل دیں؟ گھر والوں کو تمہاری ضرورت ہوئی تو بلوا بھیجیں گے۔

اولگا الکسئی ونا: مجھے امید ہے وہ ضرور بلا بھیجیں گے۔ بہت اچھا۔ میں کچھ دیر اور ٹھہر جاتی ہوں۔

(جاتی ہے اور صوفے پر بیٹھ جاتی ہے۔ رومین برآمدے کے دروازے پر کھڑا اور گھبراتے ہوئے شیشے کو انگلیوں سے بجاتا ہے۔)

وروارا میخائلو ونا (فکر میں کھوئی ہوئی): ہماری زندگی کتنی عجیب ہے! ہم بکتے رہتے ہیں، بکتے رہتے ہیں اور کرتے کچھ نہیں۔ ہم بھانت بھانت کی رائیں قائم کر لیتے ہیں او ہم ان کو قبول کرنے یا ٹھکرانے میں ضرورت سے زیادہ سے زیادہ جلدی سے کام لیتے ہیں۔لیکن ہمارے دل میں سے خواہشیں نہیں ہیں...صاف شفاف، زوردار خواہشیں۔

رومین: کیا تمہاری مراد مجھ سے ہے؟

وروارا میخائلو ونا: ہر شخص سے۔ ہماری زندگی بوجھل، بناوٹی اور مکروہ ہے۔

یولیا فلیپو ونا (دوڑتی ہوئی اندر آتی ہے۔اس کے پیچھے پیچھے کالیریا آتی ہے): مجھے بچاؤ لوگو، بچاؤ!

کالیریا: لیکن سچ یہ فضول ہے...

یولیا فلیپو ونا: اس نے ایک نئی نظم لکھی ہے اور وعدہ کیا ہے۔ نئے بالک گھر کے لئے جو جلسہ ہو رہا ہے اس میں پڑھ کر سنائی گئی۔لیکن میں چاہتی ہوں ابھی پڑھ کر سنائے۔ کہو، کہو نا اس سے!

رومین: کیوں نہیں سناتیں کالیریا واسیلی ونا؟ میں تمہاری شاعری کا رسیا ہوں۔تمہاری شاعری سے میرے دل کو بڑا سکون ملتا ہے۔

ماریا لفوونا: میں بھی سننا چاہتی ہوں۔ اس بحثا بحثی سے ہمارے اندر بڑا کھرا پن اور بڑا تناؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ سناؤ پڑھ کر میری جان۔

وروارا میخائلو ونا: کوئی نئی چیز ہے کالیریا؟

کالیریا: ہاں، نثر کی چیز ہے۔ بڑی بوجھل۔

یولیافلیپوونا: پڑھو تو سہی۔ بڑی پیاری چیز ہے۔ کیوں نہیں پڑھتیں ایں؟ آؤ اور لوگوں کو بھی بلالیں۔

(باہر جاتی ہے اور کالیریا کو اپنے ساتھ کھینچ کر لے جاتی ہے۔)

ماریالفوونا: ولاس میخائلووچ کہاں ہے؟

وروارامیخائلوونا: مطالعہ کے کمرے میں۔ اس پر کام کا بھوت سوار ہے۔

ماریالفوونا: مجھے لگتا ہے کہیں آج شام میں نے اس کے ساتھ ضرورت سے زیادہ کھرا پن تو نہیں برتا ترس آتا ہے۔

وروارامیخائلوونا: ہے نا؟ کاش تم اس سے ذرا بھلا سلوک کرسکتیں۔ وہ اس کا مستحق ہے۔ بے شمار لوگوں نے اس پر اپنی نصیحتوں کی بارش کی ہے۔ لیکن کسی نے اس کو گلے نہیں لگایا۔

ماریالفوونا (مسکراتی ہے): ہم سب کا ایک ہی جیسا تجربہ ہے، ہے نا؟ یہی وجہ ہے کہ ہم اتنے کھرے اور کٹ کھنے ہیں، اسی وجہ سے ہم ایک دوسرے کے لئے پتھر بن گئے ہیں۔

وروارامیخائلوونا: وہ اپنے ابا کے ساتھ رہتا تھا۔ ابا ہمیشہ نشے میں دھت رہتے اور اس کی خوب خبر لیتے۔

ماریالفوونا: جا کر دیکھوں، ذرا بات چیت کروں۔

(مطالعے کے کمرے کے دروازے پر جاتی ہے، کھٹکھٹاتی ہے اور اندر چلی جاتی ہے۔)

رومین (وروارامیخائلوونا سے): لگتا ہے ماریالفوونا سے تمہاری گاڑھی چھن رہی ہے۔

وروارامیخائلوونا: ہاں مجھے وہ بھاتی ہے۔

اولگاالکسئی ونا (آہستہ سے): وہ اپنی رائیوں کے معاملے میں کتنی کٹر ہے! بالکل دوٹوک!

رومین: اس میں مذھبیوں جیسا کٹرپن اور سنگ دلی ہے۔ بالکل بے حس اور دوٹوک! آدمی کو یہ چیز کیسے بھاسکتی ہے میری سمجھ سے بالا ہے۔

دوداکوف (گلیارے سے آتے ہوئے): آداب عرض ہے۔ معاف کرنا بیچ میں آن ٹپکا۔ اچھا تو اولگا تم یہاں ہو؟ چل رہی ہو گھر؟

اولگاالکسئی ونا: اگر میری ضرورت ہو تو میں ابھی کھڑی کھڑی چل دوں۔ کیا تم ٹہلنے کے لئے

گئے تھے؟

وروارامیخائلوونا: ایک گلاس چائے کیوں نہ ہوجائے کیریل اکیمووچ؟

دوداکوف: نہیں، شکریہ۔ میں اتنی رات گئے چائے نہیں پیتا۔ پاول سرگئی وچ میں تم سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ کیا میں کل آسکتا ہوں؟

رومین: ہاں ہاں ضرور۔

دوداکوف: بگڑے چال چلن کے کم سن بچوں کے گھر کے بارے میں بات کرنی ہے۔ وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ مصیبت ڈھاتے رہتے ہیں! لگتا ہے کہ بچوں کی پٹائی ہوتی ہے وہاں...کل کے اخبار میں اس کے کارن میری اور تمہاری ایسی خبر لی گئی ہے کہ توبہ بھلی۔

رومین: سچی بات تو یہ ہے کہ میں وہاں بہت دنوں سے گیا ہی نہیں ہوں۔ یہاں سر کھجانے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔

دوداکوف: ہونہہ، ہم میں سے کسی کے پاس وقت نہیں۔ ہم ایک جگہ سے دوسری جگہ بھٹکتے پھرتے ہیں اور کبھی کسی منزل تک نہیں پہنچتے۔ بتاؤ اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ رہا میں سو میں تو تھک کر چور ہو گیا ہوں۔ میں تو سکون کی تلاش میں ذرا سا جنگل کی طرف نکل گیا تھا۔ جنگل کی ہوا کھانے سے مجھے کچھ سکون ہو جاتا ہے...ورنہ...میرے دل میں تو ایک کھلبلی سی مچی رہتی ہے...

وروارامیخائلوونا: تمہارا منہ اترا ہوا ہے۔

دوداکوف: اس میں تعجب کی کیا بات ہے! آج مجھے پھر ایک مصیبت جھیلنی پڑی۔ وہ جو ہے نا اپنا کاٹھ کا الو چیف۔ کم بخت نے شکائت کی کہ ہم کفائت شعاری سے کام نہیں لیتے۔ مریض بہت زیادہ کھانا کھاتے ہیں اور ہم ان کو بہت زیادہ کونین دیتے ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ کہ اس کو اس معاملے سے کوئی سروکار نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ لوگ نیچے نگر میں نالوں کی ذرا سی صفائی کرا دیتے تو ہمیں ایک ذرہ کونین کا خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ میں پھانکتا ہوں کونین؟ مجھے کونین سے گھن آتی ہے... بدتمیزی تو دیکھو!

اولگاالکسئی ونا: کیریل، اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر کیوں پریشان ہوتے ہو؟ میں تو سمجھتی ہوں کہ اب تک تمہیں کڑوے گھونٹوں کا عادی ہو جانا چاہئے تھا۔

دوداکوف: میری پوری زندگی ان ہی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور آخر ''عادی'' سے کیا مطلب ہے تمہارا؟ کس کا عادی؟ ان احمقوں کا عادی ہو جاؤں جو چاہے جانیں خاک نہیں مگر ٹانگیں ضرور اڑائیں گے دوسروں کے کاموں میں اور ان کو ہرگز اپنا کام کرنے نہ دیں گے؟ ہاں میں رفتہ رفتہ ان کا عادی بنتا جا رہا ہوں۔ جب چیف کہتا ہے تو ٹھیک ہے... مجھے اور زیادہ کفائت شعار ہونا چاہئے... چاہئے ایسا کرنے میں مجھے خود میرے کام کا پٹرا ہی کیوں نہ لگ جائے۔ میری اپنی پریکٹس تو ہے نہیں۔ اس لئے یہ کام نہیں چھوڑ سکتا۔

اولگا الکسئی ونا (لعنت ملامت کے انداز میں): کیوں کیریل، اس لئے نا کہ تمہارا کنبہ بہت بڑا ہے؟ میں تمہارے منہ سے یہ بات پہلے بھی سن چکی ہوں۔ لیکن ہاں یہاں دوہرانا ٹھیک نہیں۔ کتنی غلط ہے یہ بات! کتنی بے دردی ہے اس میں! (وہ شال سر پر ڈالتی ہے اور تیزی سے وروارا میخائلوونا کے کمرے کی طرف جاتی ہے۔)

وروارامیخائلوونا (اس کے پیچھے بھاگتی ہے): اولگا! کیا کہہ رہی ہو تم؟

اولگا الکسئی ونا (قریب قریب سسکتے ہوئے): مجھے جانے دو! میں یہ سب کچھ سن چکی ہوں...

(دونوں ورواراامیخائلوونا کے کمرے میں چلی جاتی ہیں۔)

دوداکوف: لو بیٹھے بٹھائے مصیبت گلے پڑ گئی! دور دور میرے دماغ میں اس کا خیال نہیں تھا۔ معاف کرنا پاول سرگئی وچ، مجھے بالکل خیال نہ تھا کہ بات کہاں سے کہاں پہنچ جائے گی۔ میں... میں بہت پریشان ہوں۔

(تیزی سے باہر نکل جاتا ہے، دروازے میں اس کی مڈبھیڑ کالیریا، یولیا فلیپوونا اور زامیسلوف سے ہوتی ہے۔)

یولیا فلیپوونا: ڈاکٹر نے ہمیں دھکیل کر گرا ہی دیا ہوتا۔ کیا ہوا اس کو؟

رومین: جگر کا فعل ٹھیک نہیں۔ (ورواراامیخائلوونا اندر آتی ہے) اولگا الکسئی ونا چلی گئی؟

ورواراامیخائلوونا: ہاں۔

یولیا فلیپوونا: مجھے اس ڈاکٹر پر ذرا اعتبار نہیں۔ مجھے تو وہ کچھ بیمار سا دکھتا ہے۔ وہ ہکلاتا ہے اور پتہ نہیں کس دنیا میں کھویا رہتا ہے... مزے میں چمچہ تو اپنی عینک کے خول میں ٹھونس دے گا اور چائے میں

نشتر سے شکر گھولنے لگے گا۔ وہ اپنی بدحواسی میں نسخے میں ابھی ایسی ہی غلطی کرسکتا ہے اور ہمیں زہر دے کر دوسری دنیا کی سیر کرا سکتا ہے۔

رومین: دیکھ لینا اس کا انجام برا ہوگا۔ وہ گولی مار کر خودکشی کرلے گا۔

وروارا میخائلوونا: تم یہ بات کتنے اطمینان سے کہہ رہے ہو!

رومین: ڈاکٹروں کی تان اکثر خودکشی پر ٹوٹتی ہے۔

وروارا میخائلوونا: ہمارے دل میں انسان سے زیادہ انسان کی باتیں ہلچل مچا دیتی ہیں۔

رومین (چونکتے ہوئے): وروارا میخائلوونا!

(کالیریا پیانو کے قریب بیٹھ جاتی ہے۔ زامیسلوف اس کے پاس بیٹھتا ہے۔)

زامیسلوف: ٹھیک ہے نا؟

کالیریا: کافی ہے۔

زامیسلوف: بھئی، سب لوگ خاموش!

(ماریا لفوونا اور ولاس ہشاش بشاش اندر آتے ہیں۔)

ولاس: تو اب ہمیں شاعری سننی ہے؟ کیوں؟

کالیریا (چڑ کر): اگر تمہارا جی چاہے تو سنو اور اتنا شور مچاؤ۔

ولاس: اے زندہ روحو دور ہو جاؤ!

ماریا لفوونا: ہاں ہم ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالیں گے!

کالیریا: بہت خوب۔ یہ شاعری نثر میں ہے۔ اس کی دھن تیار کرنی ہوگی۔

یولیا فلیپوونا: اچھا ساز کی سنگت میں پڑھی جائے گی! کتنا اچھا ہوگا! میں تو ہر انوکھی بات پر جان دیتی ہوں۔ میں تو بچے کی طرح ہوں جس کی باچھیں تصویر کے کارڈ اور موٹر دیکھتے ہی کھل جاتی ہیں...

ولاس (اس کے لہجے کی نقل کرتے ہوئے): بھونچال، گراموفون، زکام...

کالیریا (زور اور روکھے پن سے): تو میں شروع کروں؟ (ہر شخص جلدی سے بیٹھ جاتا ہے۔ کالیریا ایک دومنٹ پیانو کی پٹیوں پر انگلیاں دوڑاتی رہتی ہے) اس کا عنوان ہے ''ایدل ویس کا پھول''۔

''آسمان سے باتیں کرتی ہوئی آپس کی چوٹیاں جنم جنم سے برف کے کفن میں چھپی ہوئی ہیں

اوران کے اوپر اور ارد گرد ایک ٹھنڈے سکوت کو راج ہے اور یہ خاموشی فکر و دانش کی خاموشی ہے جو پرشکوہ بلندیوں سے ہوا کی لہروں میں بہتی ہوئی زمین پر اتر رہی ہے۔

پہاڑوں کی چوٹیوں پر بیکراں آسمانی وسعتیں سایہ فگن ہیں اور جھلملاتے ہوئے ستارے اپنی اداس روشنی برف پر بکھیر رہے ہیں۔

پہاڑوں کے دامن میں، زمین کی تنگ وادیوں میں، زندگی خوف سے لرز رہی ہے اور تیزی سے پھل پھول رہی ہے اور انسان۔ اس زمین کا پرورگار۔ دکھ درد کے بوجھ تلے دبا جا رہا ہے۔

دھرتی کی گپھاؤں سے قہقہے اور کراہیں تڑپتی ہوئی باہر نکل رہی ہیں، غصے بھری چیخیں ابھر رہی ہیں، محبت کا دھواں پیچ و تاب کھاتا ہوا اٹھ رہا ہے... ہاں دھرتی کی گپھاؤں سے زندگی کا تلخ اور ان گنت آوازوں کے ساتھ پھوٹتا ہوا سنگیت ابل رہا ہے۔ لیکن پہاڑوں کی چوٹیاں چپ ہیں، ستارے بے جان ہیں اور ان کے کان انسان کی آہ و کراہ کے لئے بہرے ہیں۔

آسمان سے باتیں کرتی ہوئی آپس کی چوٹیاں جنم جنم سے برف کے کفن میں چھپی ہوئی ہیں اور ان کے اوپر اور ارد گرد ٹھنڈے سکوت کا راج ہے اور یہ خوموشی، فکر و دانش کی خاموشی ہے جو پرشکوہ بلندیوں سے ہوا کی لہروں میں بہتی ہوئی زمین پر اتر رہی ہے۔

لیکن ایسا لگتا ہے جیسے دھرتی کی بپتا کا راز بتانے کے لئے، انسان کے دکھ درد کی کہانی سنانے کے لئے، چوٹیوں کے قدموں میں، خاموشی کی نگری میں ایک اداس پہاڑی پھول کھل اٹھا ہے۔ اور اس پھول کا نام ہے ایدل ویس...

آکاش کی بیکراں پہنائیوں میں بہت دور بلندیوں میں شاندار اور خاموش سورج تیر رہا ہے اور بے آواز چاند اپنی ٹھنڈی روشنی برسا رہا ہے اور ستارے ہکا بکا سے نیچے گھور رہے ہیں۔

اور ہر روز بلندیوں سے خاموشی کی ٹھنڈی چادریں اس اکیلے پھول ایدویس کو اپنی آغوش میں چھپا لینے کے لئے اترتی رہتی ہیں۔''

(وقفہ۔ سب اپنے اپنے خیال میں کھو جاتے ہیں دور سے چوکیدار کی سیٹی سنائی دیتی ہے۔ کالیریا پھٹی پھٹی آنکھوں سے خلا میں گھورتی ہوئی بیٹھی رہتی ہے۔)

یولیا فلیپو ونا (نرمی سے): کتنی پیاری چیز ہے! کتنی غم انگیز... پاک...

زامیسلوف: سنو تم یہ چیز ایک خاص لباس میں سناؤ۔ ڈھیلے ڈھالے سفید لباس میں، جیسے ایدل ویس کا سفید پھول۔ ذرا تصور کرو؟ بڑا پر اثر ہے!

ولاس (پیانو کے پاس جاتے ہوئے): مجھے بھی یہ چیز پسند آئی۔ سچ۔ (گھبرا کر ہنستے ہوئے) بہت خوب! شاندار جیسے چلچلاتے دن میں ٹھنڈا شربت!

کالیریا: بھاگ جاؤ!

ولاس: میں سچ کہہ رہا ہوں۔ آنکھ بھوؤں نہ چڑھاؤ۔

ساشا (اندر آتے ہوئے): شالیموف صاحب تشریف لائے ہیں۔

(کمرے میں ایک ہلچل سی مچ جاتی ہے۔ وروارا میخائلوونا دروازے کی طرف بڑھتی ہے مگر شالیموف پر نظر پڑتے ہی رک جاتی ہے۔ شالیموف گنجا ہے۔)

شالیموف: مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی...

وروارا میخائلوونا (دھیرے سے رکتے ہوئے): اندر آیئے... آیئے۔ سرگئی... آیا ہی چاہتے ہیں...

پردہ

دوسرا ایکٹ

باسوف کے مکان کے سامنے ایک لان۔ یہ لان صنوبر، سرو اور برچ کے درختوں سے گھرا ہوا ہے۔ برآمدے میں پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اسٹیج کے بائیں طرف آگے کو صنوبر کے دو درخت ہیں اور ان کے سائے میں ایک گول میز اور تین کرسیاں رکھی ہیں۔ اسٹیج کے دائیں طرف آگے کو درختوں کے ایک جھنڈ میں ایک چوڑی بنچ رکھی ہے۔ درختوں کے پیچھے ایک سڑک جنگلوں کی طرف جاتی ہے۔ دائیں طرف پیچھے ایک سڑک جنگلوں کی طرف جاتی ہے۔ دائیں طرف پیچھے ایک کھلا اسٹیج ہے جس کے سامنے چند بنچیں رکھی نظر آتی ہے۔ ایک راستہ اس کو سوسلوف کے گھر سے ملاتا ہے۔ شام کا وقت ہے۔ سورج ڈوب رہا ہے۔ کالیریا کے پیانو بجانے کی آواز آتی ہے۔ پوستوبائکا آہستہ آہستہ اور بڑی محنت سے اسٹیج کے سامنے بنچیں رکھ رہا ہے۔ کروپیلکن شانے پر بندوق لٹکائے صنوبر کے پاس کھڑا ہے۔

کروپیلکن: امسال کس نے لیا ہے وہ بنگلہ؟

پوستوبائکا (کھرے، بھاری لہجے میں): کوئی انجینر ہے۔ اس کا نام ہے سوسلوف۔

کروپیلکن: نئے لوگ ہیں ایں؟

پوستوبائکا: کیا کہا تم نے؟

کروپیلکن: میں نے کہا نئے لوگ! میرا مطلب ہے پارسال والے لوگ نہیں ہیں...

پوستوبائکا (پائپ نکالتے ہوئے): وہی ہیں۔ سب ایک ہی جیسے ہیں۔

کروپیلکن (ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے): اوہ، میں جانتا ہوں۔ سب کا دماغ ساتویں آسمان پر ہوتا ہے۔

پوستوبائکا: یہ بنگلے والے سبھی ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ پچھلے پانچ برس میں مین نے اتنے بابولوگ دیکھے ہی کہ گن بھی نہیں سکتے... جیسے برستی برسات میں چہ بچے میں بلبلے... ابھرے اور پھٹ سے ٹوٹ گئے، ابھرے اور پھٹ سے ٹوٹ گئے۔

(کچھ نوجوان اکارڈئین، چھتارے وغیرہ سے لیس ہنستے ہوئے مکان کے پچھواڑے سے نکلتے ہیں اور جنگل کی طرف جاتے ہوئے راستے پر غائب ہوجاتے ہیں۔)

کروپیلکن: سنا؟ گانا بجانا۔ کیا یہ لوگ کوئی تماشا بھی کریں گے؟

پوستوبائکا: کیوں نہیں؟ وہ بھوکوں تھوڑے ہی مر رہے ہیں۔

کروپیلکن: میں نے ان کا تماشا نہیں دیکھا۔ بڑا مزا آتا ہوگا۔ تم نے دیکھا ہے کیا؟

پوستوبائکا: بھیا ان آنکھوں نے کیا نہیں دیکھا۔

(اسٹیج کے دائیں طرف سے دفوئے توچئے کا زوردار قہقہہ سنائی دیتا ہے۔)

کروپیلکن: کیسا ہوتا ہے تماشا؟

پوستوبائکا: کوئی خاص بات نہیں ہوتی۔ ٹھاٹ سے کپڑے پہن لیتے ہیں۔ اور پھر جو جی میں آتا ہے بکنے لگتے ہیں۔ پھر چیختے ہیں اور لپکتے ہیں، لگتا ہے جیسے بڑا تیر ہی تو ماریں گے... ایسا لگتا ہے جیسے ان کے دماغ چل گئے ہیں۔ ایک دوسرے کو جل دیتے ہیں۔ ایک آدمی اپنے آپ کو ایمان دار اور کھرا بتاتا ہے، دوسرا دماغ والا اور پھر تیسرا آتا ہے۔ کچلا ہوا اور مردہ۔ جو جی چاہے بن جاؤ۔ خوشی کا سودا ہے۔

(بائیں طرف اسٹیج پر کوئی اپنے کتے کو پکارتے ہے ''بایاں! یہاں آ، ادھر!'' پوستو بائکا ہتھوڑے سے بنچ میں کیل ٹھونکتا ہے۔)

کروپیلکن: ذرا سوچو! ہونہہ! اور کیا یہ لوگ گاتے بھی ہیں؟

پوستو بائکا: ہاں کوئی ایسا گاتے بھی نہیں۔ کبھی کبھی انجنیر کی جوروزور باندھتی ہے۔ کیا زٹیل آواز پائی ہے۔

کروپیلکن: لووہ ادھر ہی آ رہے ہیں۔

پوستونائکا: آتے ہیں تو آئیں۔

(دفوئے توچیۓ دائیں طرف سے آتا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے سوسلوف آتا ہے۔)

دفوئے توچیۓ (خوشگوار لہجے میں): بھلا تم کون ہوتے ہو ہنسنے والے مجھ پر؟ میاں ابھی چالیس کے نہیں ہوئے اور سر دیکھو چٹیل میدان۔ اور لو یہاں دیکھو۔ ساٹھ کا ہو مگر دیکھ لو ہرا بھرا سر۔ بال سفید ہیں تو کیا ہوا۔ خیال رہے! ہاہا!

(پوستو بائکا آہستہ آہستہ، بھونڈے پن سے بنچ سے الجھتا رہتا ہے۔ کروپیلکن اسٹیج سے کھسک جاتا ہے۔)

سوسلوف: لیجئے یہ تو اور بھی اچھا ہے آپ کے لئے۔ ہاں تو اب اپنی بات کہئے۔

دفوئے توچیۓ: آؤ بیٹھ جائیں۔ ہاں تو ٹھیک اس وقت جرمنوں نے اپنی صورت دکھائی۔ میری فیکٹری پرانی ہے، دقیانوسی اور اس میں بیکار کی مشینوں کا کباڑ بھرا ہوا ہے۔ ان کی مشینیں نئی ہیں۔ صاف بات ہے ان کا تیار کیا ہوا سامان ہماری فیکٹری کے سامان زیادہ اچھا اور سستا تھا۔ میں نے تاڑ لیا کہ اپنی لٹیا ڈوبنے والی ہے۔ ان جرمنوں سے کوئی مقابلہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے میں نے بیچنے کی ٹھان لی۔ (سوچنے لگتا ہے۔)

سوسلوف: کیا آپ نے سب کچھ بیچ دیا؟

دفوئے توچیۓ: سب کچھ، چہر کا گھر چھوڑ دیا، باقی سب کچھ۔ بہت بڑا اور پرانا مکان... اور اب میرے کرنے کو کچھ نہیں رہ گیا ہے۔ بس بیٹھا رہوں اور اپنے روپے گنتا رہوں۔ ہونہہ! کہاوت ہے حماقت میں سٹھیائے ہوئے بڈھے کا جواب نہیں۔ جیسے ہی میں نے سب کچھ بیچ ڈالا، مجھے لگا کہ سب کچھ ڈوب گیا

ہے۔ میں اکتا گیا ہوں... سمجھ میں نہیں آتا اپنا کیا حال کروں۔ یہ ہاتھ۔ دیکھو میرے ہاتھ... کیسے بے ہنگم لگتے ہیں۔ پہلے میں نے پھوٹی آنکھ سے بھی نہیں دیکھا تھا۔ اور اب یہ ہاتھ لٹکتے رہتے ہیں، مجھ سے الجھتے رہتے ہیں۔ (ہنستا ہے۔ وقفہ۔ ورورارا میخائلوونا نکل کے برآمدے میں آتی ہے اور اپنے خیال میں گم ٹہلتی ہے۔ اس کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہیں) دیکھنا باسوف کی بیوی۔ کیا عورت ہے، ہیرا ہے ہیرا! کاش میری عمر دس برس کم ہوتی!

سوسلوف: لیکن آپ کا بیاہ تو ہو چکا ہے نا؟

دفوئے توچیئے: کبھی ہوا تھا۔ ایک بار نہیں کئی بار۔ چند تو مر کھپ گئیں اور چند مجھے دغا دے گئیں۔ میرے بچے بھی تھے۔ دو لڑکیاں۔ دونوں مر گئیں۔ ایک بیٹا بھی تھا۔ وہ پانی میں ڈوب کر بچھڑ گیا۔ عورتوں کے معاملے میں میں بڑا قسمت کا دھنی نکلا۔ میں نے ساری شادیاں یہیں، روس میں کیں۔ روس میں تو عورت کو پھانس لینا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے! تم بڑے بودے شوہر ہو۔ جب کبھی میں یہاں کاروبار کرنے آتا، میں کسی حسین عورت کی گھات میں رہتا، کبھی ادھر جھانکتا، کبھی ادھر۔ کوئی چوکھی عورت نظر آ گئی... اس کا شوہر ٹھہرا فدوی قسم کا آدمی، پھٹی پرانی ٹوپی... پھر کیا ہے... تم جانو ایسی پری کو شیشے میں اتارنے میں کیا دیر لگتی ہے! ہاہا! (ولاس برآمدے میں نکل کر آتا ہے اور اپنی بہن کو دیکھتا ہے) لیکن یہ سب بھولی بسری باتیں ہیں۔ اب کچھ بھی نہیں، کوئی بھی نہیں میرے پاس۔

سوسلوف: آپ کا کیا ارادہ ہے؟

دفوئے توچیئے: میں کچھ نہیں جانتا۔ شاید تم کچھ صلاح دے سکو مجھے؟ مجھ پر تمہارے مچھلی کے سوربے کا کوئی رعب نہیں پڑا اور نہ تمہارے پورک کا رنگ جما۔ بھلا بتاؤ گرمیوں میں پورک کون کھاتا ہے؟

ولاس: واریا، کون سا خیال ستا رہا ہے تمہارے دل کو؟

ورورارا میخائلوونا: اوہ کچھ بھی نہیں۔ میری ہستی کتنی افسوس ناک ہے، ہے نا؟

ولاس (اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیتا ہے): میں کوئی ایسی بات کہنا چاہتا ہوں جس سے تمہارے دل پر پھاہا پڑے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں۔

ورورارا میخائلوونا: مجھے چھوڑ دو، مجھے اکیلی چھوڑ دو۔

دفوئے توچیئے: ولاس ادھر ہی آ رہا ہے۔

سوسلوف: مسخرا۔

دفوئے توچیئے: بڑا زندہ دل نوجوان ہے۔ لیکن بیکار معلوم ہوتا ہے۔

ولاس (قریب آتے ہوئے): کون ہے بیکار؟

دفوئے توچیئے: ارے وہ... میرا بھتیجا اور کون۔ ہاہا! لیکن تم بھی کاروبار کے زیادہ شوقین نہیں دکھتے۔

ولاس: اتنی جلدی یہ بے تکلفی معاف۔ لیکن مجھے لگتا ہے ''کاروبار'' سے آپ کی مراد ہے اپنے بھائی انسانوں کا خون چوسنا، ہے نا؟ ہاں اس معنی میں تو افسوس ہے کہ میں ''کاروبار'' کا کوئی شوق نہیں رکھتا۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔

دفوئے توچیئے: ہاہا! اس میں پریشانی کی بات نہیں! بڑا وقت پڑا ہے ابھی۔ جوانی میں کاروباری ہونا بڑا مشکل کام ہے۔ تمہارا ضمیر ابھی پکا نہیں ہے اور ابھی تمہاری کھوپڑی میں مغز کے بجائے ہو جاؤ گے تو اپنے کھیر بھری ہوئی ہے۔ لیکن جب بڑے ہو جاؤ گے تو اپنے پڑوسیوں کا لہو پی کر جینا تمہیں بڑا آسان معلوم ہوگا۔ ہاہا! موٹا ہونے کا بہترین نسخہ ہے یہ!

ولاس: معلوم ہوتا ہے آپ نے اس میدان میں کافی تجربہ حاصل کیا ہے۔ میں آپ کی اس بات پر پورا یقین کرتا ہوں۔ (جھکتا ہے اور باہر چلا جاتا ہے۔)

دفوئے توچیئے: ہاہا! مجھے چپت لگا کر اسے کتنا مزا آیا! اچھا لڑکا ہے! اپنے آپ کو ہیرو سمجھتا ہے۔ اور ٹھیک ہے۔ اگر اس کا جی خوش ہو تو کیا حرج ہے۔ (سر جھکاتا ہے اور خاموش بیٹھا رہتا ہے۔)

کالیریا (برآمدے میں نکلتے ہوئے): وہ تمہیں بدلا ہوا نظر آیا۔ اس پر اب تک جی کڑھا رہی ہو؟

وروارا میخائلوونا (آہستہ سے): ہاں۔

کالیریا: اب تمہارے آگے کون سی منزل ہے؟

وروارا میخائلوونا (فکر میں ڈوبی ہوئی): معلوم نہیں۔

(کالیریا کندھے جھٹکتی ہے اور برآمدے سے اترتی ہے۔ بائیں طرف جاتی ہے اور مکان کے پیچھے غائب ہو جاتی ہے۔)

دفوئے توچیئے: ہونہہ! اچھا تو بتاؤ پیوتر کیا صلاح ہے تمہاری؟ میں کروں تو کیا کروں؟

سوسلوف: اس فیصلہ چٹ پٹ تو ہو نہیں سکتا۔ ہمیں اس پر سوچنا ہوگا۔

دفوئے توچیئے: سوچنا ہوگا؟ واہ! کیا کہا؟

سوسلوف: کچھ بھی نہیں۔

دفوئے توچیئے: مجھے یقین ہے تم کبھی کوئی بات نہیں کہہ سکو گے۔ لو ادھر ادیب اور وکیل صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ (شالیموف اور باسوف دائیں طرف کے جنگل سے نکلتے ہیں۔ وہ سوسلوف اور دفوئے توچیئے کی طرف سر جھکا کر سلام کلام کرتے ہیں اور صنوبروں کے سائے میں چلے جاتے ہیں اور وہاں میز پر بیٹھ جاتے ہیں۔ باسوف کے شانے پر تولیہ دھرا ہوا ہے) ٹہلنے چل دئے؟

باسوف: ہم اشنان کر کے آ رہے ہیں۔

دفوئے توچیئے: پانی ٹھنڈا تھا کیا؟

باسوف: نہیں بہت زیادہ ٹھنڈا تو نہیں تھا۔

دفوئے توچیئے: چلوں میں بھی ڈبکی لگا آؤں۔ چلو پیوتر۔ ہوسکتا ہے میں ڈوب جاؤں اور تم کو میرا روپیہ ذرا جلدی ہاتھ آ جائے۔

سوسلوف: میں ابھی نہیں جا سکتا۔ میں ان لوگوں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

دفوئے توچیئے: اچھا تو میں چلا۔

(اٹھتا ہے اور دائیں طرف جنگل میں چلا جاتا ہے۔ سوسلوف اس کو دیکھتا رہتا ہے۔ پھر ہنستے ہوئے اٹھتا ہے اور باسوف کے پاس جاتا ہے۔)

باسوف: واریا، ذرا ایک بوتل بیئر بھجوا دو۔ نہیں تین۔ ہاں کیسی چھن رہی ہے چچا سے؟

(ورواراامیخائلوونا اندر چلی جاتی ہے۔)

سوسلوف: کچھ اکتاہٹ سی ہو رہی ہے۔

باسوف: بڈھوں سے ہمیشہ جی الجھتا ہے۔

سوسلوف: وہ پینترے باندھ رہے ہیں کہ میں ان کو اپنے پاس رہنے کی دعوت دے دوں۔

باسوف: اچھا یہ بات ہے... اور تمہارا کیا خیال ہے؟

سوسلوف: میں کہہ نہیں سکتا۔ مجھے تو لگتا ہے چچا اپنی سی کر کے رہیں گے۔

(ساشا بیئر لاتی ہے۔)

باسوف: یا کوف تم خاموش کیوں ہو؟

شالیموف: میں کچھ پریشان ہوں۔ ہاں کیا نام بتایا تھا تم نے اس لڑاکو شریمتی کا؟

باسوف: ماریالفوونا۔ پیوتر، کاش تم کھانے پر ذرا دیکھتے۔ کیا گھمسان کا رن پڑا ہے۔

سوسلوف: پھر وہی ماریالفوونا؟

شالیموف: وہ بڑی خونخوار بلی ہے۔ اتنا تو میں ضرور کہوں گا۔

(ورواراامیخائلوونا پھر برآمدے میں آتی ہے۔)

سوسلوف: یہ عورت مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

شالیموف: میں دل کا ہمیشہ سے نرم ہوں۔ لیکن میں یہ مانتا ہوں میں بڑی مشکل سے خود کو روک سکا ورنہ میں اس کی ہتک کر دیتا۔

باسوف (ہنستا ہے): لیکن اس نے تو کر دی نا تمہاری ہتک۔

شالیموف (سوسلوف سے): ذرا تم خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو۔ میں ہوں ایک ادیب جو دنیا بھر کے جذباتی تجربوں سے گزرتا ہے اور آخر میں جس کو یہی تجربے تھکا کر گرا دیتے ہیں۔ میں یہاں آتا ہوں کہ آرام کروں گا، بالکل سکون کی زندگی گزاروں گا اور پریشان خیالوں کو یکجا کروں گا اور لو یکا یک ایک عورت مجھے پر جھپٹتی ہے اور میرے دل کو ٹٹو لنے لگتی ہے۔ تم کس چیز پر یقین رکھتے ہو؟ تمہاری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ تم فلاں چیز کے بارے میں کیوں نہیں لکھتے؟ تم فلاں چیز کے بارے میں کیوں لکھتے ہو؟ اس سوال پر تمہارا خیال بڑا دھندلا ہے، فلاں چیز کے بارے میں تمہارا تصور غلط ہے، فلاں چیز کے بارے میں تمہاری ذہنیت بڑی گھناؤنی ہے۔ خدا کی پناہ! بیگم صاحبہ آپ خود ہی قلم اٹھائے اور ستھرے اور حسین ادب کا دریا بہا دیجئے نا! دنیا کی سب سے بے بہا کتاب لکھ ماریئے لیکن خدا کے لئے مجھے سکون سے جینے دیجئے۔

باسوف: بیچارے ادیب کی بدنصیبی! جب لوگ دریائے والگا پر سفر کرتے ہیں تو وہ مچھلی ضرور کھاتے ہیں اور جب لوگوں کی مڈبھیڑ کسی ادیب سے ہو جاتی ہے تو اسے اپنی دماغ کی جولانی ضرور

دکھاتے ہیں۔ بھیا ہنستے کھیلتے سب جھیل جاؤ۔

شالیموف: اس میں نہ دماغ کی جولانی ہے نہ سلیقہ۔ کیا وہ اکثر تمہارے گھر آتی ہے؟

باسوف: نہیں، لیکن کافی۔ میں زیادہ لفٹ نہیں دیتا۔ وہ مجھے ضرورت سے زیادہ کٹر اور کھری معلوم ہوتی ہے۔ بالکل اپی تلوار۔ میری بیوی سے اس کی خوب گاڑھی چھنتی ہے۔ میری بیوی کو بھی بگاڑتی رہتی ہے... (برآمدے کی طرف دیکھتا ہے اور اسے وروارا میخائلوونا نظر آتی ہے) واریا تم یہاں ہو؟

وروارا میخائلوونا: تم دیکھ ہی رہی ہو؟

(زامیسلوف اور یولیا فلیپوونا سوسلوف کے گھر کی طرف سے آتے ہیں۔ دونوں ہنس رہے ہیں۔ شالیوں باسوف کی بوکھلاہٹ بھانپ لیتا ہے اور دھیرے سے ہنستا ہے۔)

زامیسلوف: وروارا میخائلوونا ہم ایک پکنک کی کھچڑی پکا رہے ہیں۔ ہمارا ارادہ ہے کشتی کی سیر ہو۔

یولیا فلیپوونا: ہلو، ڈارلنگ!

وروارا میخائلوونا: آؤ، اندر آؤ۔

(وہ اندر جاتے ہیں۔ سوسلوف اٹھتا ہے اور ان کے پیچھے پیچھے جاتا ہے۔)

زامیسلوف: کیا کالیریا واسیلی ونا گھر پر ہیں؟

شالیموف (ہنستا ہے): تم کچھ اپنی بیوی سے ڈرے ہوئے معلوم ہوتے ہو، ہے نا سرگئی؟

باسوف (ٹھنڈی سانس لیتا ہے): بکواس۔ وہ بہت ہی اچھی بیوی ہے!

شالیموف (ہلکے سے ہنستا ہے): لیکن تم یہ بات اتنی کڑواہٹ سے کیوں کہہ رہے ہو؟

باسوف (دھیمی آواز سے سوسلوف کی طرف سر ہلاتے ہوئے): وہ جلتا ہے۔ وہ میرے اسسٹنٹ سے ڈرتا ہے۔ تم نے دیکھا نہیں۔ اس کی بیوی۔ اس کی بیوی ہے بڑی من موہنی۔

(پیچھے کی طرف سونیا اور زیمین گزرتے ہیں۔)

شالیموف: واقعی؟ تو مجھے تو اور زیادہ آنکھ کھول کر دیکھنا چاہئے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تمہاری ماریا لفوونا سے مل کر مجھ پر ایسی اوس پڑی ہے کہ اب عورتوں سے ملنے کو جی ہی نہیں چاہتا۔

باسوف: اوہ، مگر اس کی بات اور ہے۔ وہ۔ تم خود ہی دیکھ لوگے۔ (وقفہ) یا کوف تم نے ایک

زمانے سے کوئی نئی چیز نہیں لکھی۔ کوئی بڑی چیز لکھ رہے ہو؟

شالیموف (چڑ چڑے پن سے): جاننا ہی چاہتے ہو تو لو سنو۔ میں نے لکھنا بالکل بند کر دیا ہے۔ ایسے زمانے میں کون لکھ سکتا ہے؟ نہ جانے کیا کچھ ہو رہا ہے۔ ایسے زمانے میں کون لکھ سکتا ہے؟ نہ جانے کیا کچھ ہو رہا ہے۔ نہ اور کا پتہ چلے نہ چھور کا۔ لوگوں کا دماغ کیا ہے چوچوں کا مربہ، کوئی بات صاف نہیں۔ لوگ بالکل الجھے ہوئے ہیں، پھسلے چلے جا رہے ہیں، کسی طرح گرفت میں نہیں آتے!

باسوف: تو پھر یہی لکھو۔ یہی لکھو کہ تمہیں اور کا پتہ چلتا ہے نہ چھور کا۔ ادیب میں اصلی چیز ایمان داری اور خلوص ہے۔

شالیموف: شکریہ۔ ایمان داری، واقعی۔ یہ ایمان داری کی بات نہیں۔ اگر میں ایمان دار ہوں تو میرے لئے ایک ہی راستہ ہے۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر م کلے کی کھیتی شروع کر دوں۔ جیسا کہ دیوکلیتیان نے کیا۔

(مکان کے پیچھے سے بھکاریوں کے بھیک مانگنے کی مترنم آواز آتی ہے ''روٹی کا ایک ٹکڑا دے دو بابا، خدا کے نام پر دے دو بابا، اپنے مرے مردے کے نام پر دے دو بابا۔'' پوستو بائکا آتا ہے اور ان کو دوڑا کا بھگاتا ہے۔)

پیٹ بھرنا ہے تو پھر لکھے بنا کام نہیں چل سکتا۔ لیکن کس کے لئے؟ میں نہیں جانتا... ادیب کے دماغ میں اپنے پڑھنے والوں کا تصور بہت صاف ہونا چاہئے۔ پڑھنے والا ہے کون؟ وہ ہے کیسا؟ پانچ برس پہلے مجھے یقین تھا کہ میں اپنے پڑھنے والے کو جانتا ہوں، وہ کون ہے اور مجھ سے کیا مانگتا ہے۔ لیکن یکایک وہ میری نظر سے اوجھل ہو گیا۔ سچ کہتا ہوں وہ میری نظر سے اوجھل ہو گیا۔ تم سوچ سکتے ہو۔ ان الفاظ میں کتنی ڈرامایت ہے؟ کہتے ہیں اب ایک نئے ڈھب کے پڑھنے والے نے جنم لیا ہے۔ شاید ٹھیک ہو۔ لیکن میں اس کو نہیں جانتا۔ وہ ہے کون؟

باسوف: تمہاری بات میری سمجھ میں پوری طرح نہیں آتی۔ تمہارا مطلب کیا ہے۔ پڑھنے والا نظر سے اوجھل ہو گیا؟ میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ اور ملک بھر کے پڑھے لکھے سوچنے سمجھنے والے لوگ کیا ہوئے؟ ہم ہیں تمہارے پڑھنے والے، ہیں یا نہیں؟ ہم تمہاری نظروں سے کیوں کر اوجھل ہو سکتے ہیں؟

شالیموف (سوچتے ہوئے): اور ہاں... یہ پڑھے لکھے، عالم فاضل لوگ۔ میں ان کا ذکر نہیں کر رہا ہوں۔ میں دوسرے پڑھنے والے کا۔ میں نئے پڑھنے والے کا ذکر کر رہا ہوں۔

باسوف (سر دھنتے ہوئے): میری سمجھ میں خاک کچھ نہیں آیا۔

شالیموف: میں بھی نہیں سمجھتا۔ لیکن میرا دل جانتا ہے۔ جب کبھی میں سڑک پر چلتا ہوں مجھے نئے ڈھب کے لوگ نظر آتے ہیں۔ ان کے چہروں میں ایک انوکھی بات ہے۔ ان کی آنکھوں میں ایک نرالی جوت ہے۔ میں ان کو دیکھتا ہوں اور دل ہی دل میں سوچتا ہوں۔ یہ لوگ میری چیزیں نہیں پڑھیں گے۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اس سے ان کو کوئی دلچسپی نہیں۔ امسال جاڑے میں میں نے ایک جلسے میں اپنی ایک چیز پڑھی۔ میں نے ان کو وہاں بھی دیکھا۔ وہ مجھے گھورتے رہے۔ وہ مجھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ ٹکٹکی باندھے، ٹٹولتی ہوئی، کریدتی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہے۔ لیکن میں نے جان لیا وہ میرے ڈھب کے لوگ نہیں ہیں۔ میں ان کو نہیں بھاتا۔ ان کو میری اتنی ہی ضرورت ہے جتنی لاطینی کی۔ میں انہیں پٹا ہوا گھسا ہوا سکہ دکھائی دیتا ہوں۔ کون ہیں یہ لوگ؟ وہ کس کو پسند کرتے ہیں؟ وہ چاہتے کیا ہیں؟

باسوف: ہونہہ! عجیب بات ہے! لیکن کیا یہ محض تمہارا دماغی خلفشار نہیں ہے؟ کچھ دن یہاں رہو گے اور ذرا ڈٹ کر آرام کرو گے تو تمہارا ہیجان دور ہو جائے گا اور تمہیں اپنا پڑھنے والا مل جائے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ آدمی چیزوں کو ٹھنڈے دل سے دیکھے۔ میں تو بھئی اسی طرح دیکھتا ہوں چیزوں کو۔ چلو اندر چلیں۔ لیکن میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، یاکوف۔ ذرا آپے میں آؤ، مور بنو، پر پھیلاؤ اور ناچ دکھاؤ۔

شالیموف (ذرا رک کر): یعنی تمہارا مطلب ہے، میں بجلی کھینچنے والا تار بن جاؤں، گرے تو بجلی مجھ پر گرے۔ ایں؟ عجیب بے تکے آدمی ہو۔ اچھا اچھا۔ اگر تم یہ چاہتے ہو تو پھر یہی سہی۔

باسوف: اب تم رائی کا پہاڑ نہ بناؤ۔ وہ بڑی اچھی بیوی ہے۔ لیکن لگتا ہے اس کے دل میں کوئی گرہ پڑی ہوئی ہے۔ آج کل کچھ سوچتی رہتی ہے۔ آج کل سبھی کسی نہ کسی ادھیڑ بن میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ دور ہی من کی موج کا ہے... عجیب عجیب گمبھیر باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ سو کی ایک یہ کہ کوئی نہ کوئی گڑ بڑ ضرور ہے۔ ہاں، کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟ میرا مطلب ہے... میں نے سنا تھا تم نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا۔

شالیموف: میں نے پھر شادی کی اور پھر الگ ہو گیا۔ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی ایسی عورت نہیں ملتی جو اچھی ساتھی بن سکے۔

باسوف: اف، ہاں، یہ بات سچی ہے۔ واقعی سچی ہے!

(وہ مکان کے اندر چلے جاتے ہیں۔ زرد لباس والی خاتون اور چار خانے کے سوٹ والا نوجوان جنگل سے نکلتے ہیں۔)

خاتون: کیا؟ لو یہاں تو اب تک کسی کا پتہ نہیں؟ اور ہم سے کہا جاتا ہے ٹھیک چھ بجے آجاؤ۔ کہو اب کیا کہتے ہو؟

نوجوان سنو صاف صاف کہہ دوں۔ میں ہمیشہ ہیرو کا پارٹ کرتا ہوں...

خاتون: حد ہو گئی! مجھے اسی کی امید تھی!

نوجوان: ہاں ہیرو کا پارٹ... اور لیجئے مجھے مسخرے کا پارٹ دیا جا رہا ہے۔ بولو یہ زیادتی ہے یا نہیں!

خاتون: وہ بہترین پارٹ خود ہڑپ کر جاتے ہیں۔

(دونوں دائیں طرف جنگل میں چلے جاتے ہیں۔ دوسری طرف سے سونیا اور زیمین آتے ہیں۔ پیچھے سوسلوف آہستہ آہستہ اپنے گھر کی طرف لوٹتا نظر آتا ہے۔)

زیمین (دھیمی آواز میں): میں اندر نہیں جاؤں گا سونیا۔ اچھا تو یہ طے رہا۔ کل میں جا رہا ہوں۔

سونیا (اس لہجے میں): طے... مگر ماکس، میں التجا کرتی ہوں ذرا ہوشیار رہنا!

زیمین (اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے): اور تم بھی۔

سونیا: اچھا خدا حافظ! اچھا تو اب ہم تین ہفتے سے پہلے نہیں مل سکیں گے، ہے نا؟

زیمین: ہاں، میری جان، خدا حافظ۔ میرے جانے کے بعد تم... (بات ادھوری چھوڑ دیتا ہے اور بوکھلا جاتا ہے۔)

سونیا: تم کیا... پوری بات کیوں نہیں کہتے؟

زیمیں: ارے کچھ نہیں۔ بس حماقت۔ خدا حافظ، سونیا۔

سونیا (اس کے ہاتھ پکڑے رہتی ہے): تم اپنی بات پوری کرو۔ ہاں تمہارے جانے کے بعد کیا؟

زیمین (آہستہ سے، سر جھکاتے ہوئے): کسی اور سے شادی مت کر لینا۔

سونیا: ماکس، تم نے ایسی بات کیسے منہ سے نکالی! تم نے ایسی بات کیوں کر سوچی! یہ حماقت ہے اور... بھیانک! تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی؟

زیمین: ہاں، لیکن... اچھا خفا نہ ہو۔ مجھے معاف کر دو۔ جانے کیوں دماغ میں کیسی کیسی وحشیانہ باتیں سر اٹھاتی رہتی ہیں۔ کہتے ہیں دل پر انسان کا زور نہیں...

سونیا (شدت سے): یہ بات غلط ہے! یہ جھوٹ ہے۔ اور تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے۔ لوگ ایسی باتیں اپنے کردار کی کمزوری چھپانے کو کہتے ہیں۔ لیکن مجھے ایسی باتوں پر یقین نہیں۔ جاؤ۔

زیمین (اس کا ہاتھ دباتے ہوئے): میں بہت خوش ہوں اور میں یہ بات یاد رکھوں گا سونیا۔ ہاں میں یاد رکھوں گا۔ خدا حافظ میری جان۔

(وہ تیز تیز مکان کے پیچھے جاتا ہے۔ سونیا اس کو دیکھتی رہتی ہے۔ برآمدے پر چڑھتی ہے اور اندر چلی جاتی ہے۔ دوداکوف، ولاس اور ماریا لفوونا دائیں طرف کے جنگل سے نکلتے ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے دفوئے توچئے آتا ہے۔ ماریا لفوونا بنچ پر بیٹھ جاتی ہے۔ دفوئے توچئے اس کے پہلے میں بیٹھتا ہے اور جماہیاں لیتا ہے۔)

دوداکوف: لوگ زندگی کو ہنسی کھیل کیوں کر بنا لیتے ہیں جب کہ زندگی اتنی کٹھن ہے۔

ولاس: کہہ نہیں سکتا ڈاکٹر۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا میرے ابا باورچی تھے اور ان کا دماغ بہت ہی تیز تھا۔ ان کی نظر دور تک پہنچتی تھی۔ وہ مجھے جی جان سے چاہتے تھے اور جہاں جاتے مجھے اپنے ساتھ لئے لئے پھرتے، گویا میں ان کا پائپ تھا۔ چند بار میں رفو چکر ہوا اور بھاگ کر اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا۔ لیکن ہر بار وہ لانڈری میں آن دھمکتے اور جو کوئی راستے میں آتا اس کی دھلائی کر کے رکھ دیتے، مجھے پھر پکڑتے اور اپنے ساتھ لے کر لوٹ جاتے۔ جس زمانے میں وہ ایک پادری کے یہاں کام کر رہے تھے، ایک دن بیٹھے بٹھائے جو شامت آئی تو مجھے پڑھانے لکھانے کی ٹھان لی۔ اس طرح میں مذہبی مدرسے میں پہنچا۔ لیکن چند ہی مہینے بعد وہ ایک انجنیر کے ہاں کام کرنے لگے اور مجھے ایک ٹکنیکل اسکول میں بھیج دیا گیا۔

ایک برس کے اندر اندر مجھے کھیتی باڑی کے اسکول میں جھونک دیا گیا کیونکہ اب ابا دیہی نظم ونسق کے حاکم کے گھر باورچی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ایک آرٹ اور ایک کامرس اسکول کی قسمت کا ستارہ جو چمکا تو میں ان کی چہار دیواری میں اسیر ہوگیا۔قصہ مختصر یہ کہ ستر برس کی عمر کو پہنچتے پہنچتے تعلیم کے نام سے مجھے ایسی چڑ ہوگئی کہ پھر میں کچھ بھی نہ سیکھ سکا۔سگریٹ پینا اور تاش کھیلنا بھی نہ سیکھ سکا...سگریٹ پینا اور تاش کھیلنا بھی نہ سیکھ سکا...ماریالفوونا تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟

ماریالفوونا (فکر میں ڈوبی ہوئی): بڑی تکلیف دہ کہانی ہے۔

ولاس: تکلیف دہ؟ لیکن یہ سب کچھ بیتے دنوں کی باتیں ہیں۔

پٹی بندھے ہوئے چہرے والی عورت: کیا کسی نے ہمارے ژینیا کو دیکھا ہے؟ وہ اس طرف تو نہیں آیا؟ چھوٹا سا لڑکا ہے تنکوں کی ٹوپی پہنے ہوئے...سنہرے بالوں والا...

ماریالفوونا: ہم نے اس کو نہیں دیکھا۔

عورت: شیطان ہے چھوٹا موٹا! روزوف کا بیٹا ہے۔کیا سچ مچ تم نے اس کو نہیں دیکھا...بھولا بھالا تیز سا لڑکا ہے...

ولاس: ہاں ہاں سچ مچ نہیں دیکھا...

(عورت بڑبڑاتی ہوئی جنگل میں بھاگ جاتی ہے۔)

دفوئے توچیئے: جانتے ہو ولاس...میں کچھ...

ولاس: کیا؟ نہیں جانتا۔

دفوئے توچیئے: تم مجھے اچھے لگتے ہو۔

ولاس: اچھا؟

دفوئے توچیئے: ہاں، واقعی!

ولاس: اسے میں آپ کا کمال سمجھتا ہوں۔

(دفوئے توچیئے قہقہے لگاتا ہے۔)

دوداکوف: ولاس تمہیں بڑے کڑے وقت کا مقابلہ کرنا پڑے گا!...

ولاس: کب؟

دوداکوف: ہمیشہ۔

دفوئے توچیئے: ہاں یہ سچ ہے کیونکہ وہ کھرا آدمی ہے، سیدھا، بالکل تیر... ہر شخص آزما کر دیکھنا چاہتا ہے۔ دیکھیں یہ تیر ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

ولاس: دیکھا جائے گا۔ لیکن ابھی اندر چلیں اور چل کر چائے پیئیں۔ کیوں؟ چائے اب تیار رکھی ہوگی۔

دوداکوف: بڑا اچھا خیال ہے۔

دفوچیئے: مجھے کوئی اعتراض نہیں... لیکن یہ بے موقع نہ ہوگا کیا؟

ولاس: نہیں نہیں، بالکل ٹھیک ہے... آیئے...

(ولاس دوڑتا ہوا مکان کے اندر جاتا ہے اور باقی لوگ اس کے پیچھے آہستہ آہستہ جاتے ہیں۔)

دفوئے توچیئے: اچھا لڑکا ہے۔

ماریالفوونا: ہاں لیکن بہروپیا ہے۔ مسخرا پن کرتا رہتا ہے۔

دفوئے توچیئے: خیر، سب ٹھیک ہے۔ یہ سب آنی جانی ہے۔ اس کا رویاں رویاں ایماندار ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو ایمانداری کو لباس کی طرح پہنتے ہیں۔ ایمانداری نہ ہوئی نکٹائی ہوئی۔ پھر گلا پھاڑ پھاڑ کر چلاتے پھریں گے ''لوگو میں ایماندار ہوں، ایماندار ہوں، ایماندار ہوں!'' لیکن جب کوئی لڑکی بار بار کہے کہ ''میں کنواری ہوں، میں کنواری ہوں!'' تو سمجھ لو اس پھل کو گلہری کتر چکی ہے! ہاہا! ماریالفوونا، معاف کرنا!

ماریالفوونا: آپ جیسے لوگوں سے اور امید بھی کیا ہوسکتی ہے؟

(وہ برآمدے میں جاتے ہیں اور پھر مکان کے اندر۔ سوسلوف باہر نکلتا ہے اور ان لوگوں سے مڈبھیڑ ہو جاتی ہے۔)

دفوئے توچیئے: پیوتر کہاں چل دئے؟

سوسلوف: بس یونہی ذرا سگریٹ پینے جا رہا ہوں۔

(وہ آہستہ سے اپنے مکان کی طرف چلا جاتا ہے۔ پٹی والی عورت بھاگتی ہوئی اس کی طرف

آتی ہے۔اونچی ٹوپی والا مرد جنگل سے نکلتا ہے، رکتا ہے اور کندھے جھٹکتا ہے۔)

عورت: میں ایک لڑکے کو ڈھونڈ رہی ہوں۔تم نے اس کو دیکھا تو نہیں؟ ژینیا ہے اس کا نام۔ جیکٹ پہنے ہوئے ہے۔

سوسلوف (آہستہ سے): نہیں میں نے نہیں دیکھا۔ بھاگ جا!

(عورت بھاگتی ہے۔)

اونچی ٹوپی والا مرد (سر تسلیم خم کرتے ہوئے): جناب معاف کیجیے گا! آپ میری تلاش میں تو نہیں ہیں؟

سوسلوف (حیرانی سے): میں کسی کو نہیں ڈھونڈتا۔ وہ عورت کسی بچے کو ڈھونڈ رہی تھی۔

اونچی ٹوپی والا مرد: دیکھئے بات یہ ہے کہ مجھے دعوت دی گئی تھی کہ میں آ کر ہیرو کا پارٹ ادا کروں۔

سوسلوف (ہٹتے ہوئے): اس سے مجھے کچھ سروکار نہیں۔

اونچی ٹوپی والا مرد (رنجیدہ ہو کر): سروکار پھر کسے ہے؟ اسٹیج منیجر کہاں ہے؟ میں دو گھنٹے سے انتظار میں منڈلاتا پھر رہا ہوں (دیکھتا ہے کہ سوسلوف تو جا چکا) الو کی دم فاختہ، چل دیا!

(کھلے اسٹیج تک جاتا ہے اور اس کے پیچھے غائب ہو جاتا ہے۔اولگا الکسئی ونا سوسلوف کے گھر کی طرف سے آتی ہے۔)

اولگا الکسئی ونا: پیوتر ایوانووچ، آداب عرض ہے۔

سوسلوف: آداب عرض ہے۔ بڑی گرمی ہے یہاں۔

اولگا الکسئی ونا: اچھا، تمہیں گرمی لگ رہی ہے؟ مجھے تو نہیں لگتی۔

سوسلوف (سگریٹ جلاتے ہوئے): گھٹن ہو رہی ہے۔لگتا ہے کہ یہاں پاگلوں نے ہمارے مکانوں پر حملہ بول دیا ہے۔ وہ ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہیں کوئی کھویا ہوا لڑکا ڈھونڈ رہا ہے تو کوئی اسٹیج منیجر کو۔

اولگا الکسئی ونا: میں جانتی ہوں۔تمہیں کڑے دن دیکھنے پڑ رہے ہوں گے۔تمہارے ہاتھ تھر تھرا رہے ہیں۔

سوسلوف (اس کے ساتھ ساتھ باسوف کے مکان کی طرف لوٹتا ہے): اس کی وجہ یہ ہے کہ کل رات میں نے بہت زیادہ پی اور سویا بہت کم۔

اولگاالکسئی ونا: آخر تم پیتے کیوں ہو؟

سوسلوف: انسان کو زندگی کا کچھ تو لطف اٹھانا چاہئے۔

اولگاالکسئی ونا: تم نے میرے میاں کو تو نہیں دیکھا؟

سوسلوف: وہ باسوف کے ہاں چائے پی رہی ہیں۔

ورواراامیخائلوونا (برآمدے میں نکلتے ہوئے): اندر آرہی ہو اولگا؟

اولگاالکسئی ونا: میں ذرا ٹہل رہی ہوں۔

ورواراامیخائلوونا: پیوترایوانووچ، تم ہمیں چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟

سوسلوف (ہلکے سے ہنستا ہے): میں زمین پر لوٹنا چاہتا تھا۔ میں ماریالفوونا اور آپ کے اس عالم وفاضل کی ہوائی لن ترانیوں سے اکتا چکا ہوں۔

ورواراامیخائلوونا: سچ؟ تمہیں لطف نہیں آتا؟ میں تو سننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی۔

سوسلوف (کندھے جھٹکتا ہے): بہت خوشی ہوئی۔ اچھا ابھی خدا حافظ (اپنے مکان کی طرف چل دیتا ہے۔)

اولگاالکسئی ونا (دھیمی آواز میں): آخر اس کا یہ حال کیوں ہو رہا ہے؟

ورواراامیخائلوونا جانے میری بلا۔ چلوگی اندر؟

اولگاالکسئی ونا: نہیں۔ آؤ یہیں بیٹھیں تھوڑی دیر۔ وہ تمہارے بغیر بھی محفل گرم رکھیں گے۔

ورواراامیخائلوونا: بہت مزے میں تمہارے دل میں پھر کوئی پریشانی، کوئی پھانس ہے۔ ہے نا؟

اولگاالکسئی ونا: کیسے پریشانی نہ ہو واریا؟ آج شام شہر سے لوٹ کر وہ پانچ منٹ گھر پر نہیں ٹکے۔ مانو نہ مانو۔ میرا دل تو اس پر خوش نہیں ہوسکتا...

ورواراامیخائلوونا: وہ یہاں ہیں۔

(آہستہ آہستہ ٹہلتے ہوئے فر کے درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف جاتی ہیں۔)

اولگاالکسئی ونا (جھلاکر): وہ مجھ سے اور میرے بچوں سے دامن بچاتا ہے۔ اف، میں جانتی

ہوں وہ بہت کام کرتا ہے اور اسے آرام کی ضرورت ہے۔ لیکن میں بھی تھکتی ہوں۔ کاش تم جانتیں میں کتنی تھکی ہوئی ہوں! میں اچھی طرح کام نہیں کر سکتی۔ میں سب کچھ غلط کرتی ہوں۔ اور یہ چیز مجھے اور بولا کر رکھ دیتی ہے۔ اس کو اس کا احساس ہونا چاہئے کہ میں نے اپنی جوانی، اپنا تن من سب اس کے لئے لٹا دیا۔

ورواراامیخائلوونا (نرمی سے): بیچاری اولگا! تمہیں دکھڑا رونے میں مزا آتا ہے، ہے نا؟

(مکان سے ہٹا بجتی کی بھنبھناہٹ سنائی دیتی ہے۔ آواز تیز ہوتی جاتی ہے۔)

اولگاالکسئی ونا: میں نہیں جانتی۔ شاید مجھے مزا آتا تھا۔ میں اس سے کہنا چاہتی ہوں لو میں چلی جاتی ہوں۔ اپنے بچوں کو سمیٹتی ہوں اور جاتی ہوں۔

ورواراامیخائلوونا: بالکل ٹھیک۔ تھوڑے دن کی علحدگی سے تم دونوں کا بھلا ہوگا۔ میں تمہیں روپیہ ادھار دے دوں گی۔

اولگاالکسئی ونا: ویسے ہی مجھ پر تمہارا نہ جانے کتنا قرض ہے!

ورواراامیخائلوونا: ارے اس میں رکھا کیا ہے۔ اس کے لئے جی نہ کڑھاؤ۔ آؤ بیٹھ جائیں۔

اولگاالکسئی ونا: مجھے اپنے آپ سے نفرت آتی ہے کہ میں تمہارے ایک قدم نہیں چل سکتی۔ مجھے نفرت ہے اپنے آپ سے! کیا سمجھتی ہو میرے لئے تم سے روپیہ لینا۔ تمہارے میاں کا روپیہ لینا اتنا آسان ہے؟ جب آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکتا کسی کا آسرا کرنا پڑتا ہے، سہارا لینا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی میں تم سے بھی چڑ جاتی ہوں۔ تمہارے اس سکون اور چین سے۔ اندر ہی اندر تمہیں کوئی بات ایک آنکھ نہ بھائے، مگر منہ سے پھوٹو گی تھوڑے ہی، جیسے تم زندہ نہ ہو، جیسے تم سے سارا احساس چھن چکا ہو۔

ورواراامیخائلوونا: لیکن میری پیاری اولگا، چپ نہ رہوں تو کروں کیا۔ میں کسی حال میں دکھڑا تو نہیں روؤں گی۔

اولگاالکسئی ونا: جو دیتے ہیں، لینے والے سے دل ہی دل میں ضرور نفرت کرتے ہیں۔ کتنا جی چاہتا ہے کہ میں دینے والی ہوتی۔

(رومین تیزی سے مکان کی طرف جاتا ہے۔)

ورواراامیخائلوونا: تاکہ لینے والے سے نفرت کر سکتیں، ایں؟

اولگا الکسئی ونا: ہاں، مجھے لوگ پھوٹی آنکھ نہیں بھاتے۔ ماریالفوونا مجھے ذرا اچھی نہیں لگتی۔ آخر وہ ہمیشہ دوسروں پر انگلی کیوں اٹھاتی رہتی ہے؟ رومین بھی مجھے ذرا نہیں بھاتا۔ سارا سارا وقت فلسفہ بگھارنے میں گنوا دیتا ہے اور کرتا دھرتا خاک کچھ نہیں۔ ہاں تمہارا میاں بھی مجھے نہیں جچتا۔ وہ تو موم کی ناک ہے اور تم سے کتنا ڈرتا ہے۔ کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے؟ اور تمہارا بھائی...وہ تو اس باتونی اور زبان دراز عورت ماریالفوونا کے قدموں پر جان و دل نثار کئے بیٹھا ہے۔

ورواراا میخائلوونا (حیرانی اور ملامت کے لہجے میں): اولگا! کیا کہہ رہی ہو تم؟ یہ بری بات ہے۔

اولگا الکسئی ونا: ہوسکتا ہے یہ بری بات ہو۔ لیکن ہے یہ سچ۔ اور شیخنی ماری کالیریا کو تو دیکھو۔ جب دیکھو حسن کا راگ الاپتی رہتی ہے۔ اور دل میں میاں کا ارمان لئے بیٹھی ہے۔ بس، اللہ اللہ خیر صلیٰ!

وروارار میخائلوونا (سرد مہری اور سختی سے): اولگا تمہیں اپنی دھن میں اس طرح نہیں بہہ جانا چاہئے۔ کہیں دلدل میں نہ پھنس جاؤ۔

اولگا الکسئی ونا (آہستہ سے، شدت اور کدورت بھرے لہجے میں): میری بلا سے۔ چاہے میرا حشر جو بھی ہو۔ اسی نگوڑی گھٹن بھری زندگی سے تو جان چھوٹے! میں زندگی کا مزا چکھنا چاہتی ہوں! مجھے بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اور کسی کو۔ میں اتنی بھولی نہیں ہوں کہ میں دیکھ ہی نہیں سکتی کہ کیا گل کھل رہے ہیں۔ میں جانتی ہوں...تم بھی...اف! تمہاری زندگی پھولوں کی سیج ہے۔ تمہارا میاں مالدار ہے۔ وہ اپنے کاروبار میں احتیاط نہیں برتتا۔ سب اس کے بارے میں یہی کہتے ہیں اور تم کو بھی معلوم ہے۔ ہاں تم نے کچھ نہ کچھ کر لیا ہے کہ گود ہری نہ ہو...

ورواراا میخائلوونا (آہستہ آہستہ اٹھتی ہے اور حیرانی سے اولگا کی طرف دیکھتی ہے): کیا مطلب ہے تمہارا؟

اولگا الکسئی ونا (بوکھلاتے ہوئے): کچھ نہیں۔ میں کہنا چاہتی تھی...میرا مطلب ہے، میرا میاں کہتا ہے، بہت سی عورتیں ہی جو بچے کچے کے جنجال سے بچنا چاہتی ہیں۔

ورواراا میخائلوونا: میں نہیں جانتی تمہارا مطلب کیا ہے۔ لیکن مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم مجھ پر کوئی بھیانک الزام رکھ رہی ہو۔ میں نہیں جاننا چاہتی وہ الزام کیا ہے۔

اولگا الکسئی ونا: اس طرح نہ کہو واریا۔ مجھے ان نظروں سے مت دیکھو۔ آخر یہ سچ ہی تو ہے نا۔ لوگ تمہارے میاں کے بارے میں بڑی بری باتیں کہتے ہیں۔

ورواراا میخائلوونا (چونکتے اور سوچتے ہوئے): میں تمہیں اپنی سگی بہن سمجھتی تھی... اگر میں یہ نہ جانتی کہ تم کتنی ناخوش ہو، اگر میں یہ بھول جاتی کہ ایک زمانے میں ہم بالکل دوسری زندگی کے سپنے دیکھا کرتے تھے... تو...

اولگا الکسئی ونا (دل سے): مجھے معاف کردو۔ خدا کے لئے معاف کردو۔ میں نفرت کے لائق ہوں۔

ورواراا میخائلوونا: ہم نے بھری پری اور سہانی زندگی کے سپنے دیکھے تھے۔ پھر ہم نے لٹے ہوئے خوابوں پر ایک ساتھ ہی آنسو بہائے۔ اولگا تم نے میرے دل میں کتنے زور سے چٹکی لی ہے۔ کیا تم یہی چاہتی تھیں؟ میرا دل دکھایا ہے تم نے۔

اولگا الکسئی ونا: واریا، ایسی بات نہ کہو۔

ورواراا میخائلوونا: میں جا رہی ہوں۔ (اولگا الکسئی اٹھتی ہے) نہیں، مت آؤ میرے ساتھ۔ میں نہیں چاہتی۔

اولگا الکسئی ونا: ہمیشہ کو واریا؟ ہمیشہ کو؟

ورواراا میخائلوونا: ٹھہرو۔ مگر میں نہیں سمجھ سکتی تم نے ایسی بات کیوں کہی۔

(دفوچئے برآمدے سے دوڑا ہوا آتا ہے اور ورواراا میخائلوونا کا بازو پکڑ لیتا ہے۔)

دفوئے توچئے: خاتون، میں تو بھاگ آیا! تمہارے گبرو جوان فلسفی مسٹر رومین نے جو میرے چھکے چھڑا دئے۔ علم اور فلسفہ میرے بس کا روگ نہیں۔ جواب دوں تو کیسے۔ اس نے اپنی لن ترانی کے سیلاب میں مجھے اس طرح بہا دیا جیسے شیرے کی دھار میں تل چٹا۔ اس لئے میں تو سر پر پاؤں رکھ کر نو دو گیارہ ہو گیا۔ جہنم میں جائے وہ! اس سے لاکھ درجہ بہتر میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم سے باتیں کروں۔ یہ بڈھا شیطان تو تمہیں دل دے بیٹھا ہے۔ لیکن اتنی کھوئی کھوئی سی کیوں ہو؟ (اولگا الکسئی ونا نظر آتی ہیا ور وہ گھبراتے ہوئے کھانستا ہے۔)

اولگا الکسئی ونا (عاجزی سے): کیا میں چلی جاؤں واریا؟

وروارا میخائلوونا (سختی سے): ہاں۔ (اولگا الکسئی ونا تیز تیز قدموں سے چلی جاتی ہے۔ وروارا میخائلوونا اس کو جاتے ہوئے دیکھتی رہتی ہے۔ پھر دفوئے توچئے کی طرف مڑتی ہے) کیا کہہ رہے تھے آپ؟ معاف کیجئے گا۔

دفوئے توچئے (دوستانہ سادگی سے): کیوں، یہاں تمہیں لگتا ہے جیسے مچھلی بنا پانی؟ ہے نا؟ تم اچھی ہستی ہو۔ یہ جگہ تمہارے کام کی نہیں۔ (ہنستا ہے۔)

وروارا میخائلوونا (اطمینان اور سکون سے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے): سیمیون سیمیونووچ آپ کو اس لہجے میں مجھ سے بات کرنے کا حق کس نے دیا؟

دفوئے توچئے: بس بس، بہت ہو گیا۔ میری عمر اور میرے تجربے نے دی ہے مجھے یہ حق۔

وروارا میخائلوونا: معاف کیجئے گا۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ عمر اور تجربے سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کے پھٹے میں...

دفوئے توچئے (نیک دلی سے): میں دوسرے کے پھٹے میں پاؤں نہیں ڈال رہا ہوں۔ میں صرف یہ دیکھتا ہوں کہ تم ان لوگوں کی طرح نہیں ہو۔ میں بھی ان کے ڈھب کا نہیں۔ میرا دل تم سے بات کرنے کو تڑپ رہا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے میں نے بڑی غلطی کی... میں معافی مانگتا ہوں...

وروارا میخائلوونا (ہنستے ہوئے): اور میں آپ سے مانگتی ہوں۔ میں ذرا سختی سے پیش آئی۔ لیکن آپ جانئے مجھے کسی سے اس قسم کی باسننے کی عادت نہیں۔

دفوئے توچئے۔ ہاں یہ تو ظاہر ہے کہ تم کو اس کی عادت نہیں ہے۔ ایسی جگہ میں عادت ہو بھی تو کیسے؟ آؤ ذرا ٹہلیں۔ کیوں چلتی ہو؟ آؤ اس بڈھے پر اتنا تو کرم کرو!

(سیمیونوف تیزی سے سائکل پر آتا ہے اور دفوئے توچئے کے قدموں پر گرنے سے بال بال بچتا ہے۔)

دفوئے توچئے (حیران): کہاں چڑھ آئے، بھئی؟ یہ ہے کیا؟

سیمیونوف (ہانپتے ہوئے): میں معافی چاہتا ہوں... کیا سب کچھ ختم ہو چکا؟

دفوئے توچئے: کیا ختم ہو چکا؟ کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟

سیمیونوف: افسوس! ٹائر پھٹ گیا اور آج مجھے دور یہرسلوں میں جانا تھا۔

دفوئے توچئے: اس سے مجھے مطلب؟

سیمیونوف: کیوں، کیا آپ اس میں حصہ نہیں لے رہے ہیں؟ معاف کیجئے گا۔ میں سمجھا کہ آپ میک اپ میں ہیں۔

دفوئے توچئے (ورواراامیخائلوونا سے): کیا بک رہا ہے؟

ورواراامیخائلوونا (سیمیونوف سے): کیا تم ریہرسل کے لئے آئے ہو؟

سیمیونوف: ہاں اور راستے میں...

ورواراامیخائلوونا: ابھی ریہرسل شروع نہیں ہوا ہے...

سیمیونوف (خوش ہوکر): اوہ، شکریہ۔ میں تو بالکل ناامید ہو گیا تھا! میں ہمیشہ وقت کی پابندی کرتا ہوں۔

دفوئے توچئے: کس چیز سے ناامید ہو گئے تھے؟

سیمیونوف (ادب سے): میرا مطلب ہے اگر لیٹ ہوتا تو ناامید ہو جاتا۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ (جھکتا ہے اور کھلے اسٹیج کی طرف جاتا ہے۔)

دفوئے توچئے: عجیب وغریب جانور ہے۔ اس نے تو ہماری ہڈیاں پسلیاں ہی برابر کر دی تھیں، وہ تو کہو! اس سے پہلے کہ کوئی اور لال بجھکڑ ہمارا کچومر نکال دے چلو، ورواراامیخائلوونا، ہم یہاں سے دفان ہو جائیں۔

ورواراامیخائلوونا (ذرا جھجکتے ہوئے): بہت اچھا۔ ذرا میں اپنا گلوبند لے لوں۔ بس ابھی آئی۔

(مکان کے اندر جاتی ہے۔ سیمیونوف دفوئے توچئے کے پاس آتا ہے۔)

سیمیونوف: اور لوگ بھی آ رہے ہیں۔ دو لڑکیاں اور ایک کیڈٹ۔

دفوئے توچئے: لو اور سنو۔ جی آپ نے تو دل نہال کر دیا۔

سیمیونوف: بس ایک منٹ اور۔ وہ لوگ آیا ہی چاہتے ہیں۔ کیڈٹ کو جانتے ہیں آپ۔ کون ہے وہ؟ سنا ہوگا آپ نے ایک لڑکی نے لوگی مار کر اپنا قصہ پاک کر لیا۔ یہ اسی لڑکی کا بھائی ہے۔

دفوئے توچئے: ذرا سوچو! لو اب اور سنو!

سیمیونوف: کیسی سنسنی پھیل گئی تھی، ہے نا؟ اتنی سی بچی اور گولی مار کر ٹھنڈی ہو جائے۔

دفوئے توچیۓ: ہاں اس سے بڑی سنسنی خیز بات اور کیا ہوسکتی ہے۔

سیمیونوف: سچ، میں واقعی یہ سمجھ بیٹھا کہ آپ میک اپ میں ہیں۔ یہ بال اور پھر آپ کو روئے مبارک۔

دفوئے توچیۓ: شکریہ، بہت بہت شکریہ، اب کانٹوں میں تو نہ گھسیٹو بھائی۔

سیمیونوف: نہیں نہیں میں منہ دیکھی نہیں کہہ رہا ہوں۔ یقین مانئے۔

دفوئے توچیۓ: ہاں مجھے یقین ہے لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے چہرے میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں؟...

سیمیونوف: نہیں جانتے آپ؟ کیوں۔ آدمی میک اپ میں اپنی اصلی شکل صورت سے بہتر دکھائی دیتا ہے۔ آپ سیٹنگ ماسٹر تو نہیں؟

(سوسلوف جنگل سے نکلتا ہے۔ پس منظر میں زرد لباس والی خاتون اور چار خانے کے سوٹ والا مرد دکھائی دیتا ہے۔)

دفوئے توچیۓ: نہیں میں ان صاحب کا چچا ہوں۔

زرد لباس والی خاتون: مسٹر سازانوف!

سیمیونوف: مجھے بلا رہی ہے۔ عجیب بات ہے۔ میرا نام اتنا سادہ اور معمولی ہے مگر کیا مجال ہے جو کسی کو یاد رہ جائے۔ خدا حافظ۔

(تیزی سے جھکتے ہوئے خاتون کی طرف جاتا ہے۔)

سوسلوف (قریب آتے ہوئے): آپ نے میری بیوی کو تو نہیں دیکھا؟ (دفوئے توچیۓ نفی میں سر ہلاتا ہے اور اطمینان کی سانس لیتا ہے) معلوم ہوتا ہے ایکٹر اکٹھے ہو رہے ہیں۔

دفوئے توچیۓ: یہ لونڈا تو بالکل گوند کی طرح چپک گیا۔ مجھے سیٹنگ ماسٹر اور نہ جانے کیا کیا کہہ کر رکھ دیا۔ کم بخت الو، الو کی دم فاختہ! لو وہاں پھر جھگڑا شروع ہو گیا۔

(مکان سے کالیریا، شالیموف، رومین اور وروارا میخائلوونا نکلتے ہیں۔ دفوئے توچیۓ ان کے پاس جاتا ہے اور غور سے باتیں سنتا ہے۔ سوسلوف بنچ پر بیٹھ جاتا ہے اور تیوری پر بل ڈال کر ان کو گھورتا ہے۔)

شالیموف (نڈھال): کیا گرم مزاج پایا ہے اس عورت نے۔ میرا تو جی چاہتا ہے بھاگ کر قطب شمالی میں پناہ لوں۔

رومین: مجھے جو چیز کھلتی ہے یہ ہے کہ کمبخت اپنے آگے کسی کی دال گلنے ہی نہیں دیتی۔ یہ ناروداری گناہ ہے۔ نہ جانے اس قسم کے لوگوں کے سر میں یہ سودا کیوں سما جاتا ہے کہ ہر شخص ان ہی کے کنویں کا مینڈک بن جائے؟

وروارا میخائلوونا (ان سب کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی ہے): ان لوگوں کے سامنے ثابت کرو کہ ان کے خوابوں اور تمناؤں سے زیادہ خوبصورت، زیادہ بڑی کون سی چیز ہے اس دنیا میں۔

کالیریا: سب کو پیٹ بھر کھانا ملنا چاہئے۔ یہ ہیں سارے خواب، ساری تمنائیں بھلا ان خوابوں اور تمناؤں میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں؟

وروارا میخائلوونا (جذبات میں): میں نہیں جانتی۔ لیکن مجھے اس سے زیادہ دل کو چھونے والی اور کوئی بات نظر نہیں آتی۔ (شالیموف اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے) میں ٹھیک ٹھیک اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر سکتی۔ لیکن میں دل ہی دل میں محسوس کرتی ہوں کہ ہمیں لوگوں میں، تمام لوگوں میں اپنی قدر و قیمت کا احساس جگانا چاہئے۔ تب ہم ایک دوسرے کی ہتک کرنا، ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنا بند کریں گے۔ ہم انسان کی عزت نہیں کرتے... اور اس سے دل بڑا خون ہوتا ہے، یہ بات بڑی افسوس ناک ہے۔

کالیریا: خدا کی پناہ! لیکن ماریا لفوونا کون ہوتی ہے ہمیں یہ سبق پڑھانے والی۔

وروارا میخائلوونا: کیوں، آخر تم سب پنجے جھاڑ کر کیوں پڑ گئے ہو اس کے پیچھے؟

رومین: یہ اس کا اپنا کیا دھرا ہے۔ وہ لوگوں کا دماغ چائے جاتی ہے۔ جب کبھی کوئی مجھ پر زندگی کا راز کھولنے کی کوشش کرتا ہے تو مجھے لگتا ہے کہ میں کسی شکنجے میں پھنس گیا ہوں اور اس کے دانت مجھے کچلے اور پیسے ڈال رہے ہیں۔

کالیریا: ایسے لوگوں کے ساتھ زندگی کاٹے نہیں کٹ سکتی۔

وروارا میخائلوونا: لیکن کالیریا، کیا ایسے لوگوں کے جھرمٹ میں زندگی کاٹنا ممکن ہے جو دکھڑا رونے کے سوا اور کچھ جانتے ہیں نہیں؟ ہمیں ایمانداری سے کام لینا چاہئے۔ کیا ایسے لوگوں کے درمیان رہنا ممکن ہے جو ہر وقت اپنا ہی راگ الاپتے رہتے ہیں اور فضا کو اپنی ہائے وائے سے بھر دیتے ہیں اور

زندگی کوسنوارنے اورنکھارنے کے لئے کچھ بھی نہیں کرتے؟ ہم کیا کرتے ہیں؟ ایں؟ آپ اور میں کرتے کیا ہیں؟

رومین: اور وہ؟ ماریالفوونا؟ اس کا سارا کارنامہ فضا کو مکدر کرنا ہے۔

کالیریا: اور ان دقیانوسی نظریوں کا راگ الاپنا جن کو بھول جانا ہی بہتر ہے زندہ مردوں کو اپنا خلیفہ کیوں بنانے لگے؟

(کھلے اسٹیج کے گرد شوقیہ اداکار جمع ہونے لگتے ہیں۔ پوستوبائکا اسٹیج پر کرسیاں وغیرہ ٹھیک کر رہا ہے۔)

دفوئے توچیئے: ورواراامیخائلووناان باتوں پر دل نہ کڑھاؤ۔ آؤ، ہم یہ قصہ ختم کریں۔ چلو تم میرے ساتھ ٹہلنے کا وعدہ کر چکی ہو۔

ورواراامیخائلوونا: ہاں یاد ہے۔ چلئے چلتی ہوں۔ کتنی کوفت کی بات ہے کہ دل کی بات کہنا چاہوں اور کہہ نہ سکوں! افسوس، دماغ ہے مگر زبان نہیں....

شالیموف: کون کہتا ہے تم گونگی ہو۔ کیا میں بھی چلوں تمہارے ساتھ؟

ورواراامیخائلوونا: ہاں اگر آپ چاہیں...

دفوئے توچیئے: آؤ ہم کنج میں ندی کنارے چلیں۔ ارے میری اچھی بانو...آخر تم اتنی گرم کیوں ہو رہی ہو؟

ورواراامیخائلوونا: مجھے ایسا لگتا ہے کہ کوئی بہت ہی افسوس ناک غلط فہمی ہوگئی ہے...

(وہ جنگل کے اندر چلے جاتے ہیں۔ سوسلوف ان کو جاتے ہوئے دیکھتا ہے اور ہلکے سے ہنستا ہے۔)

رومین (ان کو دیکھتے ہوئے): جب سے یہ شالیموف آیا ہے وہ کتنی دمک آٹھی ہے...کس طرح باتیں کرتی ہے! اور یہ شالیموف ہے کیا؟ وہ صاف دیکھ سکتی ہے کہ شالیموف کا قلم تھک چکا ہے۔ جب بڑی دھوم دھام سے اپنا خیال ظاہر کرتا ہے تو اس وقت وہ اپنے آپ سے جھوٹ بولتا ہے اور دوسروں کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے۔

کالیریا: وہ یہ خوب جانتی ہے۔ رات اس سے بات کرنے کے بعد واریا خوب پھوٹ پھوٹ

کر روئی جیسے کسی بالک کا دل ٹوٹ گیا ہو۔اس کے آنے سے پہلے اس کو یقین تھا کہ شالیموف مضبوط اور بہادر ہوگا۔اس کو امید تھی کہ شالیموف اس کی پھیکی اور بنجر زندگی میں کوئی انوکھی بات، کوئی نئی روشنی لے کر آئے گا۔

(مکان کے عقب سے زامیسلوف اور یولیافلیپو ونا آتے ہیں۔ وہ کچھ سرگوشی کرتا ہے اور وہ ہنس پڑتی ہے۔سوسلوف ان کو دیکھتا ہے۔)

رومین: آؤ ہم اندر چلیں۔کچھ بجا کر سناؤ۔میں اس وقت سنگیت کے موڈ میں ہوں۔

کالیریا: جیسی تمہاری مرضی۔ہاں واقعی آدمی پر اوس سی پڑ جاتی ہے جب چاروں طرف...

یولیافلیپو ونا: دیکھو! اداکار آ گئے! ریہرسل کا وقت چھ بجے طے ہوا تھا اور اب؟...

زامیسلوف: اب ساڑھے سات ہونے کو آئے۔ پہلے صرف تم دیر سے آیا کرتی تھیں۔اور اب سبھی... یہ ہے تمہارا کمال!

یولیافلیپو ونا: اچھا تو تم چل نکلے؟

زامیسلوف: میں ذرا تمہاری تعریف کرنا چاہ رہا تھا۔لیکن ذرا میں اندر بھاگ کر جاؤں اور اپنے آقا سے ایک منٹ کو مل آؤں۔ برا تو نہیں مانو گی؟

یولیافلیپو ونا: زیادہ دیر نہ لگانا!

(زامیسلوف مکان کے اندر جاتا ہے۔ یولیافلیپو ونا آپ ہی آپ گنگناتی ہے اور ٹہلتی ہوئی درختوں کے جھنڈ کی طرف جاتی ہے۔اسے اپنا شوہر نظر آتا ہے۔)

سوسلوف: کہاں تھیں تم؟

یولیافلیپو ونا: وہاں۔وہاں ادھر۔

(اسٹیج کے قریب زرد لباس والی عورت، نوجوان، سیمیونوف، کیڈٹ اور دو لڑکیاں کھڑی ہیں۔ پوستوبائکا کافی شور مچاتے ہوئے ایک میز رکھ رہا ہے۔ قہقہے، آوازیں: ''سنو، بھائی، سب لوگ سنو!'' ''ڈائرکٹر کہاں ہے؟'' ''مسٹر استیپانوف!'' ''وہ یہیں کہیں ہے۔میں نے اس کو دیکھا ہے!'' ''شہر جانے والی گاڑی نکل جائے گی۔'' ''معاف کرنا، مگر امیرا نام تو سیمیونوف ہے۔استیپانوف نہیں!'')

سوسلوف: پورے وقت اس کے ساتھ تھیں؟ اس...اس...کے ساتھ۔اور وہ بھی کھلم کھلا، دن

دھاڑے! یولیا ذرا سوچو تم کیا کر رہی ہو! ہر شخص مجھ پر ہنس رہا ہے!

یولیا فلیپو ونا: اچھا؟ کتنی بری بات ہے!

سوسلوف: بس بس بھر پایا۔ ہمیں اس پر کھل کر بات کرنی ہوگی۔ میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا...

یولیا فلیپو ونا: ہاں ہاں میں ایک ایسے آدمی کی بیوی بن کر نہیں رہنا چاہتی جس پر دنیا ہنستی ہے۔

سوسلوف: یولیا سنبھل کے! جانتی ہو میں کیا کرسکتا ہوں؟

یولیا فلیپو ونا: تم اجڈ بن سکتے ہو جیسے گاڑی بان۔ بس یہ میں جانتی ہوں۔

سوسلوف: چھنال۔ تری یہ مجال!

یولیا فلیپو ونا (اطمینان سے اور دھیمی آواز سے): ہم یہ ڈرامہ گھر پر کھیلیں گے۔ لوگ آرہے ہیں۔ جاؤ۔ ذرا آئینے میں تم اس وقت اپنا منہ تو دیکھتے!

(بیزاری سے کندھے جھٹکتی ہے۔ سوسلوف ایک قدم اس کی طرف بڑھتا ہے اور جلدی سے لوٹ جاتا ہے اور بڑبڑاتے جنگل غائب ہو جاتا ہے۔)

سوسلوف: دیکھ لینا ایک دن میں تو کو گولی سے اڑا دوں گا!...

یولیا فلیپو ونا (اس کو پکار کر): کیوں، آج تو گولی نہیں مارو گے نا؟ (گاتی ہے) ''سانجھ بھئی اور سائے چھائے...'' (اس کی آواز تھرتھراتی ہے) ''...رات نے لی اٹھ کر انگڑائی...''

(ایک لمحے کو وہ خلا میں گھورتی ہے اور آہستہ آہستہ سر جھکا دیتی ہے۔ ماریا لفوونا جوش سے بھری ہوئی مکان سے نکلتی ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے دوداکوف اور باسوف ہاتھوں میں بنسی لئے ہوئے آتے ہیں۔)

باسوف (ڈور ٹھیک کرتے ہوئے): تم کو لوگوں سے زیادہ نرمی کا، نیکی کا سلوک کرنا چاہئے۔ ہم سب تمہاری طرح انسان ہیں۔ کس نے بنسی کی ڈور الجھا کر رکھ دی... خدا سمجھے!

ماریا لفوونا: لیکن تم سمجھتے نہیں!

دوداکوف: ذرا اس کا خیال کرو کہ آدمی تھکا ہوا ہے۔

باسوف: میں کہتا ہوں تم غلطی پر ہو۔ تمہارے خیال میں آدمی ادیب بنا نہیں کہ وہ دیوتا بن

گیا۔ لیکن ہر ادیب دیوتا نہیں بن سکتا۔

ماریا لفوونا: ہمیں زندگی سے، لوگوں سے زیادہ سے زیادہ کا مطالبہ کرنا چاہئے۔

باسوف: میں یہ سمجھتا ہوں۔ لیکن اسی حد تک نا جتنا ممکن ہے! ہر چیز آہستہ آہستہ ابھرتی ہے۔ ارتقا! ہمیں یہ بات کبھی نہیں بھلانی چاہئے!

ماریا لفوونا: میں ناممکن مطالبہ نہیں کرتی۔ لیکن ہم ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں صرف ادیب ہی سچ کی آواز بلند کر سکتا ہے، ادیب ہی غیر جانبدار ہو کر لوگوں کی برائیوں اور اچھائیوں کو پرکھ سکتا ہے۔ صرف ادیب یہ کر سکتا ہے اور یہی ایک کام روسی ادیب کو کرنا چاہئے۔

باسوف: یہ بات سچ ہے مگر...

ماریا لفوونا (زینے سے اترتے ہوئے): لیکن مجھے یہ دکھائی نہیں دیتا کہ تمہارا دوست یہ فرض انجام دے رہا ہے۔ اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا آدرش کیا ہے؟ وہ کس چیز سے نفرت کرتا ہے؟ کس چیز سے محبت کرتا ہے؟ کس چیز کو وہ ٹھیک اور کس چیز کو غلط کہتا ہے؟ وہ دوست ہے یا دشمن؟ میں نہیں جانتی۔

(تیزی سے جاتی ہے اور مکان کے پیچھے غائب ہو جاتی ہے۔)

باسوف (اب تک گرہ سلجھانے میں لگا ہوا ہے): ماریا لفوونا، میں... تمہارے جوش اور امنگ کی عزت کرتا ہوں... چل دی؟ خدا جانے اس کے مزاج کا پارہ اتنا کیوں چڑھا رہتا ہے؟ اسکول کا طالبعلم بھی جانتا ہے کہ ادیب کو ایماندار ہونا چاہئے۔ اچھا، اس کو لوگوں کی بھلائی کا کام کرنا چاہئے، وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ بھی کہ سپاہی کو بہادر ہونا چاہئے، وکیل کو عقل مند۔ لیکن یہ ہٹ دھرم عورت ہے کہ اپنی باتیں کیل کی طرح لوگوں کے دماغ میں ٹھونکتی رہتی ہے۔ اچھا ڈاکٹر، چلو چلیں، دیکھیں، مچھلیاں کانٹا کھا بھی رہی ہیں یا نہیں۔ خدا سمجھے، آخر کس نے میری بنسی کو الجھا کر رکھ دیا؟

دودا کوف: ہونہہ۔ وہ بہت سی باتیں سوجھ کی کہتی ہے۔ اس کی زندگی مزے میں کٹتی ہے۔ اس کی اپنی پریکٹس ہے اور خرچ زیادہ نہیں۔

باسوف: یا کوف بھی بڑا اکائیاں ہے۔ دیکھا تم نے جب ماریا لفوونا نے اس کو آرے ہاتھوں لیا تو کس صفائی سے دوا خالی دے کر نکل گیا۔ (ہنستا ہے) جب مزے میں آتا ہے تو خوب باتیں کرتا ہے۔ ہاں وہ بڑی دل لبھانے والی باتیں کرتا ہے، لیکن جب سے اس کی پہلی بیوی کا انتقال ہوا۔ ہاں ویسے

شادی کو چھ ہی مہینے ہوئے تھے کہ اس نے اس کو چلتا کر دیا تھا...

دوداکوف: بھلے لوگ اس طرح نہیں کہتے۔ کہنا چاہئے وہ اور اس کی بیوی جدا ہو گئے۔

باسوف: اچھا چلو دونوں جدا ہو گئے۔ لیکن اب جو وہ چل بسی تو شالیموف نے اس کی جائداد پر دعوی کر دیا ہے۔ سودا برا نہیں ایں؟

دوداکوف: چ چ چ! بہت ہی برا! حد ہو گئی...

باسوف: اس کا یہ خیال نہیں۔ اچھا چلو ندی کی طرف چلیں۔

دوداکوف: جانتے ہو میں کیا سوچ رہا ہوں؟

باسوف: نہیں، کیا؟

دوداکوف (آہستہ آہستہ اور سوچتے ہوئے): کیا تمہیں اس پر حیرانی نہیں ہوتی۔ کیا تمہیں یہ بات عجیب نہیں معلوم ہوتی کہ ہم اب تک ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرتے؟

باسوف (رکتے ہوئے): کیا؟ کیا تم مذاق کر رہے ہو؟

دوداکوف: بالکل نہیں۔ آخر ہم بیکار لوگ ہیں۔ کیا تم ایسا نہیں سوچتے؟

باسوف (ٹہلتے ہوئے): نہیں میں ایسا نہیں سمجھتا۔ میں زندگی کے روشن پہلو کو دیکھتا ہوں۔ اگر تم برا نہ مانو تو عرض کروں کہ میں آخر ہوں ایک نارمل آدمی۔

دوداکوف: تم میری بات کو ہنسی میں اڑانے کی کوشش نہ کرو۔

باسوف: میں؟ سنو ڈاکٹر۔ مجھے لگتا ہے کہ کہیں تم... ہوں! میرا مطلب ہے کہ تمہیں خود تو کہیں علاج کی ضرورت نہیں! بھئی ابھی سے بتا دو ندی پر پہنچ کر مجھے دھکیلو گے تو نہیں پانی میں؟

دوداکوف (سنجیدگی سے، کندھے جھٹکتے ہوئے): کیوں میں ایسا کیوں کرتا؟

باسوف (دور ہٹتے ہوئے): میں کیا جانوں؟ تمہارا مزاج ہی کچھ عجیب ہو رہا ہے۔

دوداکوف (سختی سے): تم سے سنجیدگی سے بات کرنا بہت مشکل ہے۔

باسوف: کوشش بھی نہ کرنا۔ تم سنجیدہ بات چیت کا مطلب ہی نہ جانے کیا کیا اوٹ پٹانگ سمجھتے ہو۔ ہم تو کان پر ہاتھ دھرتے ہیں!

(باسوف اور دوداکوف باہر نکلتے ہیں۔ سونیا اور ولاس دائیں طرف سے آتے ہیں۔

زامیسلوف مکان سے نکلتا ہے اور دوڑتا ہوا اسٹیج کی طرف جاتا ہے جہاں بڑے جوش وخروش سے اس کا سواگت ہوتا ہے۔ اداکار اس کے چاروں طرف گھیرا ڈال دیتے ہیں اور وہ ان کو کچھ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔)

سونیا: مجھے یقین نہیں آتا کہ تم سچ مچ شاعر ہو۔

ولاس: یقین نہیں آتا؟ بہت بری بات ہے۔ میں نے بعض بہت اچھی چیزیں بھی لکھی ہیں۔ مثلاً:

میرے یار، بھیا ولاس
یہ سیب، یہ اناس
تجھ کو نہ آویں راس
منوا کاہے بھیو نراس

سونیا (ہنستی ہے): آخر تم اس خرافات پر اپنے وقت کا ناس کیوں کرتے ہو؟ آخر تم اور زیادہ سنجیدگی سے اپنے بارے میں کیوں نہیں سوچتے؟

ولاس (آہستہ سے پراسرار انداز میں): آہ، میری پیاری سونیا! میں نے یہ نسخہ آزما لیا ہے۔ اس کے ثبوت میں میری شاعری تک موجود ہے۔ (ناک سے گنگناتا ہے):

کام بڑا تو چھوٹا میں
چھوٹا کام تو بڑا میں

سونیا (سنجیدگی سے): تم آخر ایسے کیوں ہو؟ تم مسخرا بن کر تم جینا نہیں چاہتے نا! تم چاہتے کیا ہو؟

ولاس (دمک کر): خوش ہونا!

سونیا: اور تم خوش ہونے کے لئے کر کیا رہے ہو؟

ولاس (بجھتے ہوئے): کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔

ماریا لفوونا (جنگل سے): سونیا!

سونیا: یہاں ہوں میں! کیا ہے؟

ماریالفوونا: کچھ دوست آئے ہیں تم سے ملنے۔

سونیا: آئی! (ماریالفوونا جنگل والے راستے پر نمودار ہوتی ہے) لو اس مسخرے کو سنبھالو۔ یہ محض خرافات بکتا ہے اور ضرورت اس کی ہے کہ تم اس کی ذرا خبر لے لو! (بھاگتی ہے۔)

ولاس (انکسار سے): اچھا اب تم بھی چالو ہو جاؤ۔ اسٹیشن سے لے کر یہاں تک تمہاری چہیتی نے ایسی مرمت کی ہے کہ میں تو ادھ موا ہو گیا۔

ماریالفوونا (نرمی سے): ایسی باتیں نہیں کرتے۔ اس طرح تم خود کو اپنی اور دوسروں کی نظر میں گراتے ہو۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

ولاس (اس کا نگاہوں سے کتراتے ہوئے): تم کہتی ہو مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ ہر شخص یہاں اتنا گمبھیر بنا رہتا ہے... آخر یہ لوگ ہنستے کیوں نہیں؟ (یکا یک بہت ہی سادگی، خلوص اور زور کے ساتھ بولنے لگتا ہے) ماریالفوونا میں اب ان چیزوں سے اکتا چکا ہوں۔ ان میں سے کسی کے لئے میرے دل میں نہ محبت ہے نہ عزت۔ یہ لوگ مچھر سے بھی زیادہ حقیر اور چھوٹے ہیں۔ میں ان لوگوں سے سنجیدگی سے بات کر ہی نہیں سکتا۔ وہ چاہتے ہی کہ میں بھی مسخرا بن جاؤں لیکن میرا مسخرا پن ان کے مسخرے پن سے زیادہ صاف اور کھلا ہوا ہو! میرا سر نہ جانے کیسی کیسی خرافات سے بھرا ہوا ہے۔ میں چیخنا چاہتا ہوں۔ فریاد کرنا چاہتا ہوں۔ جہنم میں جائے یہ سب کچھ۔ اگر بات نہیں بنی تو میں جلد ہی پینا شروع کر دوں گا۔ میں جب ان کے ساتھ ہوں تو ان ہی کی طرح زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں۔ اور اسی لئے میں اتنا بھیانک مذاق بن گیا ہوں! ان کے گھٹیا پن کا زہر مجھے کھائے جا رہا ہے۔ لو وہ رہے... ذرا ان کی باتیں سنو؟ وہ اسی طرف آ رہے ہیں۔ کبھی کبھی تو میں ان کی صورت سے بھی بیزار ہو جاتا ہوں۔ چلو چلو! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں!

ماریالفوونا (اس کا بازو تھام لیتی ہے): کاش تم جان سکتے اس روپ میں تم کو دیکھ کر میرے دل کی کلی کس طرح کھل اٹھتی ہے۔

ولاس: شاید تمہیں یقین نہ آئے... بعض مرتبہ میرا دل کھولتا ہے اور جی چاہتا ہے کوئی بڑی، کوئی بھیانک بات کہہ دوں، کوئی ہتک کی بات...

(وہ جنگل میں چلے جاتے ہیں۔ شالیموف، یولیا فلیپو ونا اور وروارامیخائلوونا دائیں طرف سے

آتے ہیں۔)

شالیموف: پھر وہی گمبھیر باتیں؟ مجھے بخشو! میں گمبھیر باتوں سے اوب چکا ہوں... میں اب اس سے زیادہ فلسفہ ہضم نہیں کرسکتا۔ ذرا مجھے سانس لینے دو۔ ذرا مجھے سنبھلنے دو۔ میں صرف سیر کرنا اور عورتوں سے عشق لڑانا چاہتا ہوں۔

یولیافلیپو ونا: کیا عورتوں سے عشق لڑانے سے تمہارے اعصاب پر برا اثر نہیں پڑتا؟ عجیب بات ہے! آخر تم مجھ سے دل کا سودا کیوں نہیں کرتے؟

شالیموف: تمہاری اس پیش کش کو میں سنہرا موقع سمجھتا ہوں اور اس سنہرے موقع کا فائدہ اٹھا کر مجھے بڑی خوشی ہوگی۔

یولیافلیپو ونا: میں نے پیش کش نہیں کی ہے۔ میں نے تم سے صرف سوال کیا ہے۔

شالیموف: خدا کے لئے مجھے اجازت دو کہ تمہارے سوال کو رضامندی سمجھ لوں۔

یولیافلیپو ونا: بس، بس۔ میرے سوال کا جواب دو۔ اور سچ سچ جواب دو۔

شالیموف: میں یہ مانتا ہوں کہ عورت سے دوستی ممکن ہے۔ لیکن یہ دوستی زیادہ لمبی نہیں کھنچ سکتی۔ فطرت اپنا گل کھلا کے رہتی ہے۔

یولیافلیپو ونا: تمہارے خیال میں دوستی چاہت کا پہلا زینہ ہے؟

شالیموف: میں محبت کو بڑی گمبھیر چیز مانتا ہوں۔ جب میں عورت سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کو بلندیوں میں لے جانا چاہتا ہوں، میں اس پر اپنے احساسات اور جذبات کے پھول برسانا چاہتا ہوں۔

زامیسلوف (اسٹیج سے): یولیافلیپو ونا! یہاں آؤ!

یولیافلیپو ونا: آئی! باغباں صاحب سردست خدا حافظ! آپ کے باغ میں بڑی افراتفری مچی ہوئی ہے، ذرا کیاریاں تو دوست کر لیجئے۔ (اسٹیج کی طرف چلی جاتی ہے۔)

شالیموف: ہاں وہ تو ابھی ہوا جاتا ہے۔ کیسی خوش مزاج اور من موہنی گڑیا ہے یہ عورت! ورواراا میخائلوونا، ارے تمہاری نگاہیں اتنی بدلی بدلی، اتنی انجانی کیوں معلوم ہو رہی ہیں؟

ورواراا میخائلوونا: یہ مونچھیں آپ پر خوب پھبتی ہیں...

شالیموف (مسکراتے ہوئے): اچھا؟ شکریہ۔ لگتا ہے کہ تمہیں میرے لہجے سے صدمہ پہنچا ہے؟ تم بڑی ٹیڑھی ہو۔ لیکن یہ تو مانوگی نا کہ آدمی اس عورت سے کسی اور لہجے میں کیوں کر بات کر سکتا ہے۔

وروارا میخائلوونا: مجھے تو لگتا ہے کہ اب مجھے کسی چیز سے صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔

شالیموف: میں سمجھتا ہوں۔ تم مجھے اس روپ میں دیکھ کر حیران ہو۔ ہے نا؟ لیکن آدمی رومین جیسے سڑی کی طرح گلا پھاڑ پھاڑ کر اپنے خیال اور وچار کا پرچار کرنے سے رہا۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ لگتا ہے وہ تمہارا دوست ہے؟

وروارا میخائلوونا (نفی میں سر ہلاتے ہوئے): میرا کوئی دوست نہیں۔

شالیموف: میری آنکھوں میں اپنے دل کی دنیا کا بہت ہی اونچا مقام ہے۔ اسی لئے میں پہلی ہی ملاقات میں اپنا دل کھول کر کسی کے سامنے نہیں رکھتا۔ پیتھا گورا کے ماننے والے گنے چنے لوگوں ہی کو اپنے من کا راز بتاتے تھے۔

وروارا میخائلوونا: اور لیجئے یہ مونچھیں آپ کے چہرے پر فضول سی لگنے لگیں!

شالیموف: جہنم میں جائیں یہ مونچھیں! تم نے سنی نہیں کہاوت؟ جیسا دیس ویسا بھیس! یہ بڑی اچھی کہاوت ہے۔ خاص طور پر ایسے آدمی کے لئے جو تنہائی کے زہر کا ایک ایک قطرہ اپنے حلق میں ٹپکا چکا ہو۔ معلوم ہوتا ہے تم نے تنہائی کا جام پوری طرح نہیں پیا ہے۔ اور اسی لئے تم ایک ایسے آدمی کو نہیں سمجھ سکتیں جو... لیکن معاف کرنا... شاید تمہیں دیر ہو رہی ہے...

(جھکتا ہے اور ان تماشائیوں کے پاس بنچ پر جا کر بیٹھ جاتا ہے جو زامیسلوف کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ ہاتھ میں کتاب اٹھائے اسٹیج پر چل رہا ہے اور سیمیونوف کو بتا رہا ہے ایک خاص پارٹ کس طرح کرنا ہے۔ باسوف مچھلی کی لگی کے ساتھ مکان کی طرف آتا ہے۔)

باسوف: واریا! ذرا دیکھنا کتنا زوردار شکار ہوا ہے مچھلیوں کا۔ غضب ہے! ڈاکٹر جیسے پھوہڑ نے بھی چھوٹتے ہی مچھلی پکڑ لی۔ کیوں کیسا رہا! چچا نے تین پکڑ لیں۔ (ادھر ادھر دیکھتا ہے) سنو، ابھی جو میں آ رہا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ولاس ماریا لفوونا کے قدموں پر گرا ہوا ہے! کنج کے پاس! ذرا سوچو! دھڑا دھڑ ہاتھ کو بوسہ دے رہا تھا! میری جان، تم کو اس سے ذرا پوچھ گچھ کرنی چاہئے۔ بہر حال، ابھی وہ لڑکا ہے

اور وہ ٹھہری عورت ماں کے برابر!

وروارا میخائلوونا (آہستہ سے): سرگئی سنو، اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہ کہنا... کسی سے بھی! تم کچھ نہیں سمجھتے! تم کو غلط فہمی ہوئی ہے... میں تو ڈرتی ہوں۔ تم تمام ڈھنڈورا پیٹتے پھرو گے اور یہ بہت برا ہوگا... سمجھتے ہو!

باسوف: تم اتنی بدحواس کیوں ہوئی جا رہی ہو؟ اچھا اچھا میں کسی سے نہیں کہوں گا۔ کسی سے نہیں... بس! لیکن تم ہی بتاؤ ہے نا یہ بے تکی بات! یہ ماریا لفوونا...

ورواراا میخائلوونا: وعدہ کرو، زبان دو، اس کے بارے میں سب کچھ بھول جاؤ گے نا۔ بولو، وعدہ کرو!

باسوف: وعدہ کرتا ہوں۔ جہنم میں جائے سب۔ لیکن تم ذرا مجھے سمجھاؤ اس کا کیا تک ہے!

ورواراا میخائلوونا: میں نہیں سمجھا سکتی۔ لیکن تم جو کچھ سمجھ بیٹھے ہو، بات وہ نہیں ہے۔ یہ عشق بازی نہیں ہے۔

باسوف: ہونہہ! عشق بازی نہیں ہے؟ چ چ! تو پھر یہ کیا ہے واریا؟ بہت اچھا میں ایک لفظ نہیں کہوں گا۔ گھبراؤ مت! میں تو مچھلیاں پکڑوں گا۔ میں تو اندھا ہوں، میں تو بہرا ہوں۔ میں کچھ بھی نہیں جانتا بس! اف ہاں، ارے میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ یا کوف تو بڑا درندہ نکلا۔

ورواراا میخائلوونا (گھبرا کر): کیوں، کیا ہوا سرگئی؟ کوئی نئی بات؟

باسوف: تمہارے تو اوسان خطا ہوئے جا رہے ہیں واریا۔ یہ بالکل دوسری کہانی ہے۔

ورواراا میخائلوونا (بیزاری کے ساتھ، آہستہ سے): میں سننا نہیں چاہتی۔ سچ میں نہیں سننا چاہتی، سرگئی!

باسوف (جلد سے، حیران ہو کر): لیکن کوئی ایسی خاص بات نہیں، میری باولی بلبل! تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ اتنی سی بات تھی کہ وہ اپنی مرحوم بیوی کی جائداد پر چنگل گاڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ اپنی سالی سے جائداد چھینا چاہ رہا ہے۔

ورواراا میخائلوونا (دکھ اور بیزاری سے): ایسا نہ کہو! ہاں ایسا نہ کہو! کیا تم نہیں سمجھ سکتے؟ میں ایسی باتیں سننا نہیں چاہتی، سرگئی!

باسوف (برا مانتے ہوئے): واریا تمہیں اپنے دل اور دماغ کا علاج کرانا چاہئے۔ تم عجیب عجیب حرکتیں کرتی ہو۔ برا نہ ماننا، کبھی کبھی تم میری بے عزتی سے بھی نہیں چوکتیں... شرم کی بات ہے!

(وہ تیزی سے چلا جاتا ہے۔ ورواراميخائلوونا آہستہ آہستہ برآمدے کی طرف جاتی ہے۔ اسٹیج سے شور اور قہقہے سنائی دیتے ہیں۔)

زامیسلوف: چوکیدار! لالٹین کہاں ہے؟

یولیافلیپوونا: مسٹر سوموف، کیا میرا پارٹ تمہارے پاس ہے؟

سیمیونوف: اگر آپ برا نہ مانیں تو عرض کروں۔ میرا نام ہے سیمیونوف۔

یولیافلیپوونا: میں برا نہیں مانتی!

زامیسلوف: سب لوگ تیار! ہم اب شروع کر رہے ہیں!

پردہ

تیسرا ایکٹ

جنگل کے درمیان کھلی ہوئی جگہ۔ پس منظر میں درختوں کے سائے میں دری بچھی ہوئی ہے اور اس پر بوتلیں اور کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ دری کے چاروں طرف باسوف، دفوئے توچے، شالیموف، سوسلوف اور زامیسلوف بیٹھے ہوئے ہیں۔ دائیں طرف ذرا دور بڑا سا سماور رکھا ہے۔ پاس ہی سا شا برتن مانجھ رہی ہے اور پوستو بائکا لیٹا مزے میں پائپ پی رہا ہے۔ اس کے پاس ہی دو چپو، ایک ٹوکری اور ایک بالٹی رکھی ہے۔ اسٹیج پر آگے کو بائیں طرف سوکھی ہوئی گھاس پھوس کا ڈھیر ہے اور ایک ٹھنٹھ پڑا ہے۔ کالیریا، ورواراميخائلوونا اور یولیافلیپوونا گھاس پھوس پر بیٹھی ہیں۔ باسوف دھیمی آواز میں کچھ کہہ رہا ہے اور لوگ غور سے سن رہے ہیں۔ دائیں طرف اسٹیج کے باہر سے تھوڑی تھوڑی دیر پر سونیا کی آواز سنائی دیتی ہے۔ کسی ساز سے نغمہ پھوٹ رہا ہے۔ دن دم توڑ رہا ہے۔

یولیافلیپوونا: پکنک پھیکی رہی۔

کالیریا: ہاں پھیکی، بے جان جیسی ہماری زندگی ہے۔

ورواراميخائلوونا: معلوم ہوتا ہے وہ لوگ مزے کر رہے ہیں۔

یولیا فلیپو ونا: بہت پی لی اور اب فحش گندے لطیفے سنائے جا رہے ہوں گے اور کیا۔

(وقفہ۔ سونیا: ''ایسے نہیں ویسے... آہستہ آہستہ۔'' چھتارا بجتا ہے۔ دفوئے تو چیئے قہقہہ لگا تا ہے۔)

یولیا فلیپو ونا: میں نے بھی کافی پی ہے۔ لیکن اس سے دل میں ذرا گرمی نہیں آئی۔ اس کے برخلاف تیز شراب کا ایک جام بھی پی لوں تو میں اور بجھ جاتی ہوں اور مجھ پر اوس پڑ جاتی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی وحشیانہ حرکت کر بیٹھوں۔

کالیریا (فکر میں ڈوبی ہوئی): ہر چیز دھندلی دھندلی اور الجھی الجھی سی معلوم ہوتی ہیا ور میں ڈر جاتی ہوں۔

وروارا میخائلو ونا: کسی چیز سے؟

کالیریا: لوگوں سے۔ ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا... ان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

وروارا میخائلو ونا: یہ سچ ہے۔ ہاں ان پر بھرسہ نہیں کیا جا سکتا۔ میں تمہاری بات سمجھتی ہوں۔

(باسوف آرمینی لہجے میں ''لیکن میری جان کیوں؟ اس سے بہتر اور کیا بات ہو سکتی ہے!'' مرد زوروں سے قہقہہ لگاتے ہیں۔)

کالیریا: نہیں تم مجھ کو نہیں سمجھتیں اور میں تم کو نہیں سمجھتی۔ اور کوئی بھی کسی کو نہیں سمجھتا اور نہ کسی کو سمجھنے کی پڑی ہے۔ لوگ بے مقصد بھٹکتے رہتے ہیں۔ جس طرح شمالی سمندر میں برف کے تودے تیرتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے سے ٹکراتے رہتے ہیں...

(دفوئے تو چیئے اٹھتا ہے اور دائیں طرف چلا جاتا ہے۔)

یولیا فلیپو ونا (آہستہ آہستہ گاتی ہے):

سانجھ بھئی اور سائے چھائے
رات نے لی اٹھ کر انگڑائی...

(جب وروارا میخائلو ونا بولنا شروع کرتی ہے تو یولیا فلیپو ونا گانا بند کر دیتی ہے۔ اور اس کو غور سے دیکھتی ہے۔)

وروارا میخائلو ونا: زندگی ایک بازار ہے جہاں ہر شخص دھوکا دے رہا ہے، ٹھگ رہا ہے، ہر شخص

چاہتا ہے اپنی گرہ سے کم سے کم جانے دے اور دوسرے سے زیادہ سے زیادہ چھین لے۔

یولیا فلیپوونا:

سانجھ بھئی اور سائے چھائے

رات لے لی اٹھ کر انگڑائی...

کالیریا: وہ لوگ کیسے ہوں گے جن کو دیکھ کر اکتاہٹ اور بیزاری نہ ہوگی؟

وروارا میخائلوونا: ان کو چاہئے کہ اور زیادہ ایمانداری اور دلیری سے کام لیں۔

کالیریا: ان کی ڈگمگاہٹ دور ہونی چاہئے۔ کم از کم ان کو تھالی کے بینگن والا چلن چھوڑ دینا چاہئے۔

یولیا فلیپوونا: بس بس، فلسفہ نہ بگھارو! یہ کوئی ایسا سہانا راگ نہیں ہے۔ آؤ ہم گانا گایا تھا تم نے مجھے بڑا اچھا لگا۔

یولیا فلیپوونا: ہاں بڑا اچھا تھا۔ بڑا من موہنا اور پاک۔ میں ہر پیاری اور پاک چیز پر جان چھڑکتی ہوں۔ تمہیں میری بات پر یقین نہیں آتا؟ میں سچ مچ جان چھڑکتی ہوں... سہانے، دل کش منظر، سریلی اور پاک آواز... (ہنستی ہے۔)

کالیریا: میرے دل میں غصے کا دھواں اٹھ رہا ہے جس طرح خزاں میں بادل امڈتے ہیں۔ واریا، میرا دم گھٹ رہا ہے۔ میں کسی سے محبت نہیں کرتی اور نہ محبت کرنا چاہتی ہوں۔ میں مرتے دم تک ایک بے ہنگم کنواری بڑھیا رہوں گی۔

وروارا میخائلوونا: اچھی کالیریا، ایسی باتیں منہ سے نہیں نکالتے۔ یہ کتنی بری بات ہے۔

یولیا فلیپوونا: شادی بھی ایسا لڈو ہے کہ کھائے پچھتائے، نہ کھائے پچھتائے۔ میں ہوتی تمہاری جگہ تو رومین سے شادی کر لیتی۔ ہاں ذرا مزاج کا کڑوا کسیلا ہے لیکن... (سونیا: ''ٹھہرو! ہاں اب چلو ہو جاؤ۔ نہیں پہلے ایک ساز۔'' دو سازوں پر ایک دھن سنائی دیتی ہے۔)

کالیریا: وہ تو ربر کی گیند ہے۔

وروارا میخائلوونا: نہ جانے کیوں، ایک درد بھرے گیت کے بول یاد آ گئے۔ میری ماں کے ساتھ جو دھوبنیں کام کرتی تھیں، وہ یہ گیت گایا کرتی تھیں۔ میں اس وقت ننھی سی لڑکی تھی۔ جب میں

اسکول میں پڑھتی تھی۔ مجھے یاد ہے۔ جب میں گھر لوٹتی تو لانڈری بھاپ سے بھری ہوئی ہوتی۔ اور اس غضب کی گھٹن میں ادھی ننگی عورتیں دھیمی اور تھکی ہوئی آواز میں گاتیں:

میا میری، میا میری، نیر بہاؤں دن رین، میں دکھیاری بپتا ماری، نیر بہاؤں دن رین بچھڑے سب اپنے پرائے، جیا ترسے، انکھیاں ترسیں اپنا پرایا کوئی نہیں کڑھ کڑھ مروں، تڑپوں، نیر بہاؤں بچھڑے سب اپنے پرائے...

یہ گیت سن کر میرا دل بھر آتا تھا۔ (باسوف: ''ساشا ہمیں بیر اور شراب دے جاؤ!'') لیکن وہ دن اچھے تھے۔ یہ عورتیں مجھ سے محبت کرتی تھیں۔ شام کو جب کام ختم ہوتا سب ایک صاف میز کے گرد چائے پینے کے لئے اکٹھی ہو جاتیں۔ وہ مجھے بھی اپنے پاس بٹھا لیتیں۔

کالیریا: تم کیسی کیسی دل بجھانے والی باتیں کرتی ہو واریا۔ تم اور ماریا لفوونا دونوں۔

یولیا فلیپو ونا: میری پیاری بہنو، ہماری زندگی بری ہے، بڑی گھٹیا۔

وروارا میخائلوونا (سوچتے ہوئے): ہاں، گھٹیا...اور ہم نہیں جانتے اس کو سنوارا کیسے جائے۔ میری ماں مرتے دم تک کام کرتی رہی... ہائے کیسا سونے کا دل تھا اس کا...اف کتنی خوش مزاج تھی میری ماں! اس کو سبھی چاہتے تھے۔ اس نے مجھے پڑھانے لکھانے کو کیا کچھ جتن نہ کئے۔ جب میں نے اسکول کی پڑھائی ختم کی تو وہ پھولی نہ سمائی۔ اور یہ وہ وقت تھا جب وہ چلنے پھرنے سے مجبور ہو چکی تھی۔ گٹھیا نے اس کو کہیں کا نہ رکھا تھا۔ وہ چپ چاپ چل بسی۔ ماں نے مجھ سے چپکے سے کہا ''مت رو واریا، مت رو، کوچ کی گھڑی آ گئی۔ جتنا جینا تھا جی لی، جتنا کام کرنا تھا کر لیا۔ اور اب میری گھڑی آ گئی۔'' میری ماں کی زندگی کا کوئی تو مقصد تھا۔ اس کی زندگی میری زندگی سے اچھی تھی۔ مجھے ہمیشہ لگتا ہے میں کہیں بھٹک گئی ہوں۔ بالکل انجانے لوگوں میں! مجھے اس زندگی کے اور چھور کا پتہ نہیں چلتا۔ ان مہذب لوگوں کی زندگی میری سمجھ میں بالکل نہیں آتی۔ یہ زندگی کیا ہے جیسے ریت کی دیوار۔ جیسے دریا کی لہروں پر بہتی ہوئی برف کی تہہ۔ یہ برف سخت ہوتی ہے۔ اس میں چمک بھی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے اندر دنیا بھر کی غلاظت بھی جمی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ زندگی بھی گھناؤنی اور شرم ناک ہے۔ جب کبھی میں کوئی گمبھیر پڑھتی ہوں تو مجھے لگتا ہے سچائی کا سورج چمکیگا اور اس کی گرم کرنوں سے برف پگھلی گی اور غلاظت برف سے پھوٹ نکل گی اور دریا کی لہریں ساری گندگی بہالے جائیں گی۔

کالیریا (بیزاری سے): تم اپنے میاں سے پیچھا کیوں نہیں چھڑا لیتیں؟ وہ ہے لکیر کا فقیر۔ تمھیں اس کی بالکل ضرورت نہیں...

(وروارا میخائلووونا حیرانی سے کالیریا کی طرف دیکھتی ہے۔)

کالیریا (اصرار کرتے ہوئے): تمھیں اپنے میاں کو چھوڑ دینا چاہئے۔ یہاں سے چلی جاؤ اور تعلیم حاصل کرو یا کوئی پریمی ڈھونڈ لو۔ جو جی چاہے کرو مگر اس کو چھوڑ دو!

وروارا میخائلوونا (کوفت کے ساتھ اٹھتے ہوئے): کتنی بھونڈی بات ہے کالیریا!

کالیریا: آخر تم اس بندھی کیوں رہو؟ کیا تمھیں یہاں کی گندگی سے گھن نہیں آتی؟ تم تو لانڈری اور اسی قسم کی چیزوں پر جان دیتی ہو۔ تم تو کہیں بھی رہ سکتی ہو۔

یولیا فلیپوونا: واہ تم نے اپنے بھائی کے بارے میں ایسی پتے کی باتیں کہیں کہ سیدھے دل میں اتر گئیں۔

کالیریا (اطمینان سے): اگر کہو تو تمھارے میاں کے بارے میں بھی ایسی ہی دل لبھانے والی باتیں سنا دوں۔

یولیا فلیپوونا (ہنستی ہے): سناؤ، سناؤ۔ میں برا نہیں مانتی۔ میں تو خود ہی اس کو چٹپٹی باتیں سناتی ہوں اور وہ میری باتیں سن کر آپے میں نہیں رہتا۔ اور وہ بھی ادھار نہیں رکھتا، فوراً بدلہ اتار دیتا ہے۔ ابھی کل ہی کی بات ہے اس نے مجھے چھنال کہہ کر پکارا!

وروارا میخائلوونا: اور تم نے کیا کہا؟

یولیا فلیپوونا: کچھ بھی نہیں۔ میں ٹھیک ٹھیک تو نہیں جانتی کہ چھنال ہے کیا بلا۔ لیکن میں بھی آزما دیکھنا چاہتی ہے۔ میرے دل میں تو کریدسی ہوتی رہتی ہے۔ میرے دل میں تو ہمیشہ مردوں کے بارے میں ایک عجیب خلش رہتی ہے۔ (ورواراا میخائلوونا چند قدم ہٹ جاتی ہے) میری سب سے بڑی بد قسمتی میرا خوبصورت مکھڑا ہے۔ میں چھٹی ہی جماعت میں تھی کہ ماسٹر مجھے عجیب عجیب نظروں سے گھورنے لگے۔ شرم سے میرے گال لال ہو جاتے اور کان کی لویں جل اٹھتیں! ان کو میرا انداز بڑا بھاتا۔ وہ مسکراتے اور دعوت میں آئے ہوئے پیٹوؤں کی طرح اپنے ہونٹ چاٹے۔

کالیریا (لرزتے ہوئے): اف کتنی بیہودہ بات ہے!

یولیافلیپوونا: ہے نا؟ پھرمیری بیاہی سہیلیوں نے مجھے سبق دیا۔لیکن مجھ پر سب سے زیادہ احسان میرے میاں کا ہے۔اسی آدمی نے میرے دل میں زہر بھرا۔اسی آدمی نے مجھ میں مردوں کی خلش پیدا کی۔(ہنستی ہے۔شالیموف اٹھتا ہےاورعورتوں کے پاس آتا ہے)اوراس کے بدلے میں میں اس کی زندگی میں زہر گھولتی رہتی ہوں۔وہ جو کہاوت ہے نا، اینٹ کا جواب پتھر!

شالیموف (آتے ہوئے): بڑی اچھی کہاوت ہے! جس نے یہ کہاوت بنائی، بڑا نیک اور دریادل آدمی ہوگا۔وروارامیخائلوونا، آؤ چلتی ہو ذرا دریا کے کنارے ایک ٹہل ہو جائے؟

ورواراميخائلوونا: ہاں، کیوں نہیں!

شالیموف: کیا میں اپنا بازو پیش کروں؟

ورواراميخائلوونا: نہیں شکریہ۔

شالیموف: آخر تمہارا منہ کیوں اترا ہوا ہے؟ تم میں اپنے بھائی کی ذرا جھلک نہیں۔ وہ تو بڑا مگن اور مست مولا ہے۔دلچسپ نوجوان!

(دونوں دائیں طرف چلے جاتے ہیں۔)

کالیریا: ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو خوش ہو۔اپنے آپ کو لے لو۔تم ہمیشہ بڑی چہکتی دمکتی رہتی ہو، مگر اندر ہی اندر...

یولیافلیپوونا: کیا تمہیں وہ آدمی اچھا لگتا ہے؟ مجھے تو وہ کچھ گھناؤنا سا نظر آتا ہے۔ وہ بالکل مینڈک کی طرح ٹھنڈا اور لجلجا ہوگا۔چلو ہم بھی دریا کی طرف چلیں۔

کالیریا (اٹھتے ہوئے): ہاں چلو۔

یولیافلیپوونا: مجھے تو لگتا ہے کہ وہ اس پر ڈورے ڈال رہا ہے۔واقعی واریا ہمارے جھرمٹ میں کچھ اجنبی سی دکھتی ہے۔وہ ہر شخص کو اتنی عجیب طرح سے دیکھتی ہے۔اتنی چبھتی ہوئی، کچھ ڈھونڈتی ہوئی نظروں سے۔آخر وہ کیا تلاش کر رہی ہے؟ مجھے وہ اچھی لگتی ہے لیکن میں اس سے ڈرتی ہوں۔ وہ بڑی کھری اور بھری بری ہے۔

(وہ باہر نکل جاتی ہیں۔دائیں طرف سے زور زور سے چلانے اور قہقہے لگانے کی آواز آتی ہے۔''اے ناؤ! جلدی! چپو کہاں گئے؟ لاؤ چپو لاؤ!'' پوستوبائکا آہستہ آہستہ اٹھتا ہے، چپوؤں کو اپنے

کندھے پر جماتا ہے اور باہر نکلنا ہی چاہتا ہے کہ زامیسلوف اس سے چپو چھین لیتا ہے۔ سوسلوف اور باسوف اس طرف بھاگتے ہیں، جدھر سے آواز آ رہی ہے۔)

زامیسلوف: ارے او کاھل کی دم، ذرا چلتا پھرتا نظر آ۔ سنائی نہیں دیتی تجھے یہ چیخ پکار؟ نہ جانے کیا حادثہ ہوا ہو اور تو اس طرح کچھوے کی چال چل رہا ہے! (بھاگتا ہے۔)

پوستوبائکا (بڑبڑاتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے جاتا ہے): کوئی ایسی ویسی بات ہوتی تو وہ اس طرح تھوڑے ہی چلاتے؟ دولتیاں چلا کر دھول کے بادل کیا اڑا دئے! اپنے آپ کو تیس مار خاں سمجھ بیٹھے۔

(چند منٹ کو اسٹیج خالی رہتا ہے۔ چیخنے چلانے کی آوازیں آتی ہیں۔ ''پتھر مت پھینکو! پکڑ لو اسے! لو اس کو چپوؤں سے کھینچ لو!'' قہقہے۔ بائیں طرف سے ماریالفوونا اور ولاس نکلتے ہیں۔ دونوں بہت پریشان نظر آتے ہیں۔

ماریالفوونا (دھیمے لہجے میں): مجھے چھوڑ دو۔ میں ایسی بات سننا نہیں چاہتی۔ دوبارہ کہنے کی ہمت مت کرنا۔ تمہیں اس طرح بات کرنے کا حق کس نے دیا؟

ولاس: میں تو کہوں گا، کہوں گا۔

ماریالفوونا (ہاتھ بڑھاتی ہے جیسے دھکیلنا چاہتی ہو): میں چاہتی ہوں کہ تم میری عزت کرو...

ولاس: میں تم سے محبت کرتا ہوں... محبت کرتا ہوں۔ تم جس طرح سوچتی ہو، تم جس طرح محسوس کرتی ہو، مجھے اس انداز سے محبت ہے۔ میں تمہاری آنکھوں کو پوجتا ہوں، تمہارے بات کرنے کے انداز پر جان دیتا ہوں۔ تمہاری ہر بات، ہر چیز نے مجھے اپنا دیوانہ بنا لیا ہے!

ماریالفوونا: ہائے! تمہیں کیسے ہمت ہوئی!

ولاس: میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ تم میرے لئے اسی طرح ضروری ہو جس طرح سانس کے لئے ہوا!

ماریالفوونا: اوئی میرے اللہ، کیا تم ان باتوں کے بغیر نہیں جی سکتے۔ ایں؟

ولاس (سر پکڑ لیتا ہے): تم نے مجھے اپنی نظروں میں بلند کر دیا ہے۔ تم نے میری خودداری جگا دی ہے۔ میں بے مقصد، بے منزل اندھیرے میں بھٹک رہا تھا۔ تم نے مجھے اپنے آپ پر بھروسہ کرنا

سکھایا۔

ماریالفوونا: جاؤ، بھاگ جاؤ۔تم مجھے اس طرح نہ ستاؤ۔ ہاں مجھے مت ستاؤ!

ولاس (گھٹنوں کے بل گرتے ہوئے): تم نے مجھے بہت کچھ دیا ہے مگر یہ کافی نہی ہے۔ مجھ پر رحم کرو۔ مجھے نراس نہ کرو۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں، کیا میں صرف تمہاری توجہ کے لایق ہوں، محبت کے لایق نہیں۔ میں التجا کرتا ہوں، مجھے نہ ٹھکراؤ!

ماریالفوونا: نہیں، میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔ چلے جاؤ۔ میں تم سے پھر بات کروں گی۔ ابھی نہیں۔ اٹھو! اف، خدا کے لئے اٹھو،

ولاس (اٹھتے ہوئے): خدا کے لئے یقین کرو، میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتا۔ ان گھٹیا لوگوں کے ساتھ رہتے رہتے میرے دل میں کتنا زہر بھر گیا ہے...اب وہ شعلہ چاہئے جو اس گندگی اور زنگ کو جلا کر راکھ کردے۔

ماریالفوونا: کیا تمہارے دل میں میری کوئی عزت نہیں؟ تم جانتے ہو، آخر میں ادھیڑ عورت ہوں۔ تمہاری آنکھ بھی اتنا تو دیکھ ہی سکتی ہے۔ خدا کے لئے چلے جاؤ، چلے جاؤ۔

ولاس: اچھا!...جاتا ہوں...لیکن بعد میں...مجھے بتا دینا...

ماریالفوونا: ہاں...پھر، بعد میں...جاؤ!

(ولاس دائیں طرف جنگل میں بھاگتا ہے اور اس کی ٹکر اپنی بہن سے ہو جاتی ہے۔)

وروارامیخائلوونا: سنبھل کے سنبھل کے! آخر تمہیں ہوا کیا ہے؟

ولاس: تم؟ معاف کرنا۔

ماریالفوونا (ورواراميخائلوونا کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہے): میری جان! یہاں آؤ!

ورواراميخائلوونا: قصہ کیا ہے؟ کیا اس نے تم سے کوئی ایسی ویسی بات کی؟

ماریالفوونا: نہیں۔ بات یہ ہے...کیا کہا ایسی ویسی بات؟ میں نہیں جانتی۔ میں کہہ نہیں سکتی۔

ورواراميخائلوونا: بیٹھ جاؤ۔ بتاؤ آخر ہوا کیا۔

ماریالفوونا: اس نے مجھ سے کہا...(ہنستی ہے اور کھوئی کھوئی سی ورواراميخائلوونا کو دیکھتی ہے) اس نے کہا... ہاں اس نے کہا کہ اسے مجھ سے محبت ہے! اور یہاں اپنا یہ حال ہے۔ بال سفید اور

تین دانت نقلی! میں ٹھہری بڑھیا! کیا اس کو یہ سجھائی نہیں دیتا؟ میری بیٹی ہے اٹھارہ برس کی! یہ ناممکن ہے! حماقت!

وروارا میخائلوونا (متاثر ہوکر): بیچاری! لیکن اب اپنے آپ سنبھال اور مجھے سب کچھ بتاؤ۔ تم کتنی...

ماریا لفوونا: کتنی فضول ہو۔ عورت، صرف عورت۔ جیسی دوسری عورت ہیں۔ مجھے بچاؤ! مجھے اس سے انکار کرنا پڑے گا اور انکار کر نہیں سکتی۔ میں یہاں سے چلی جاؤں گی...

وروارا میخائلوونا: اچھا یہ بات ہے۔ تمہارا دل کڑھتا ہے اس کی خاطر۔ تم اس کو برداشت نہیں کر سکتیں۔ بیچارا اولاس!

ماریا لفوونا: یہ بات نہیں ہے۔ مجھے اس پر ترس نہیں آتا۔ مجھے تو اپنے آپ پر ترس آتا ہے۔

وروارا میخائلوونا (تیزی سے): لیکن... لیکن کیوں؟

(سونیا جنگل سے نکلتی ہے اور چند لمحے کو گھاس پھوس کے ڈھیر کی آڑ میں کھڑی رہتی ہے۔ اس کے ہاتھ پھولوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ یہ پھول اپنی ماں اور وروارا میخائلوونا پر پھینکنا چاہتی ہے۔ لیکن ان کی بات سن کر ٹھٹک جاتی ہے۔ چند قدم ماں کی طرف بڑھتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی لوٹ جاتی ہے۔)

ماریا لفوونا: میں اس کو چاہتی ہوں۔ تمہیں یہ بات بے تکی معلوم ہوتی ہے؟ ہاں میں اس کو چاہتی ہوں۔ میرے بال سفید ہو رہے ہیں۔ پھر بھی میں ایک بھری پری زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ میں بھوکی ہوں۔ میں نے اب تک زندگی کا مزا نہیں چکھا ہے۔ میری شادی کے تین برس پیتا کے تین برس تھے۔ میں نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی۔ اور اب... اب مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے... لیکن سچ مچ میرا دل تڑپ رہا ہے کہ کوئی مجھے چاہتا۔ کوئی مضبوط اور نیک دل آدمی مجھے چاہتا۔ لیکن اب سورج ڈھلنے کو آیا۔ بہت دیر ہو چکی! میں جانتی ہوں۔ اسی لئے تو میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ میری مدد کرو۔ اس کو سمجھاؤ کہ وہ غلطی کر رہا ہے۔ اسے مجھ سے سچ مچ محبت نہیں ہے۔ میں ایک بار دکھ کے دن کاٹ چکی ہوں۔ میں بڑی مصیبت جھیلی ہے۔ میں اب پھر اس چکی میں پسنا نہیں چاہتی۔

وروارا میخائلوونا: لیکن، میری پیاری، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اتنا ڈر کیوں رہی ہو؟ اگر تم

اس کو چاہتی ہو، اگر وہ اپنا دل تمہیں دے چکا ہے تو پھر تو دونوں ایک دوسرے کے کیوں نہ ہو جاؤ۔ کیا تم آنے والی مصیبت سے ڈرتی ہو؟ کون جانے وہ مصیبت کب آجائے؟

ماریا لفوونا: تو تم سمجھتی ہو یہ ممکن ہے؟ اور میری بیٹی کے بارے میں سوچا ہے تم نے؟ میری سونیا کا کیا ہوگا؟ اور میری یہ نگوڑی عمر؟ لعنت ہو میرے بڑھاپے پر! اور یہ سفید بال؟ وہ بالکل جوان ہے! ایک برس بھی بیتنے نہ پائے گا کہ وہ مجھے چھوڑ کر چلتا ہو جائے گا۔ اف نہیں۔ اف مجھ سے یہ دکھ جھیلا نہ جائے گا...

ورواراامیخائلوونا: اتنے سوچ بچار، مول تول کی ضرورت کیا ہے؟ ہم سب زندگی کے دھارے سے کتنا ڈرتے ہیں؟ لیکن ہم ڈریں کیوں؟ ہم خود اپنے اوپر کتنا ترس کھاتے ہیں! میں خود نہیں جانتی بک رہی ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ۔ شاید میں بہکی بہکی باتیں کر رہی ہوں...اور مجھے بہکنا نہیں چاہئے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں دیوار سے ٹکراتی رہتی ہوں۔ میں اس مکھی میں نہیں ہوں جو باہر نکلنے کے لئے کھڑکی کے شیشے پر سر مارتی رہتی ہے۔ تمہارے لئے میرا دل بہت کڑھتا ہے۔ اور بھائی پر بھی مجھے ترس آتا ہے۔ تم اس کو سنبھال سکتی ہو، اس کو سنوار سکتی ہو۔ اس کو کبھی ماں کی چاہ نہ ملی۔ اس کو نہ جانے کتنا ظلم، کتنی ذلت اٹھانی پڑی ہے۔ تم اس کو ماں کی چاہت دے سکتی ہو...

ماریا لفوونا (سر جھکاتے ہوئے): ماں کی چاہت... ہاں صرف ماں کی چاہت۔ میں سمجھتی ہوں۔ شکریہ۔

ورواراامیخائلوونا (جلدی سے): اف نہیں، میرا یہ مطلب نہ تھا! میں نے یہ نہیں کہا کہ...

(رومین دائیں طرف کے جنگل سے نکلتا ہے۔ عورتوں کو دیکھا کر رکتا ہے اور منہ پر ہتھیلیاں رکھ کر کھانستا ہے۔ عورتیں اس کی کھانسی کی آواز نہیں سنتیں۔ وہ قریب آتا ہے۔)

ماریا لفوونا: تمہارا یہ مطلب نہ تھا، جانتی ہوں۔ مگر تم نے بے اختیار سو کی ایک بات کہہ دی۔ مجھے اس کی ماں بننا چاہئے۔ ماں اور دوست۔ اف، میری پیاری! میرا دل بھر آیا ہے۔ اب میں چلی۔ دیکھنا، رومین کھڑا ہے۔ میرا حلیہ بھی اس وقت دیکھنے کے قابل ہوگا۔ اس بوڑے دل کو بھی خوب کچوکا لگنا تھا۔

(آہستہ آہستہ قدموں سے، نڈھال نڈھال سی جنگل میں چلی جاتی ہے۔)

(وروارا میخائلوونا: میں بھی چل رہی ہوں۔

رومین (جلدی سے): ایک منٹ وروارا میخائلوونا! میں زیادہ دیر نہیں روکونگا!

وروارا میخائلوونا: اچھا ماریا لفوونا، میں بہت جلد تمہیں جا لوں گی۔ چوکیدار کے گھر والے راستے پر چلو۔ کیا بات ہے پاول سرگئی وچ؟

رومین (چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے): بس ابھی کہتا ہوں! ایک منٹ میں! (سر جھکا کر خاموش ہو جاتا ہے۔)

وروارا میخائلوونا: آخر تم نے اتنی عجیب طرح چاروں طرف کیوں دیکھا؟ بات کیا ہے؟

(پس منظر میں سوسلوف کچھ گنگناتے ہوئے اسٹیج پر دائیں طرف سے نکلتا ہے اور بائیں طرف چلا جاتا ہے۔ باسوف کی آواز آتی ہے۔ ''ولاس تم ہمیں کوئی نظم سنانے والے تھے۔ کہاں چلے تم؟'')

رومین: میں... میں چبا چبا کر بات نہیں کروں گا۔ تم مجھے بہت دنوں سے جانتی ہو۔

وروارا میخائلوونا: چار برس سے۔ کیوں کیا بات ہوئی؟

رومین: میں آپے میں نہیں ہوں۔ مجھے دل کی بات زبان پر لے آنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ... تم... تم...

وروارا میخائلوونا: خدا کے لئے کہہ بھی چکو۔ آخر چاہتے کیا ہو؟

رومین: بوجھو... کوشش تو کرو!

وروارا میخائلوونا: کیا بوجھوں؟ کیا تم اپنی بات سیدھے سیدھے نہیں کہہ سکتے؟

رومین (آہستہ سے): یہ وہ بات ہے جو میں ایک زمانے سے تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ کیا اب سمجھیں؟ بتاؤ، کیا اب بھی نہیں بوجھ سکتیں؟

(وقفہ۔ وروارا میخائلوونا کے تیور چڑھ جاتے ہیں اور وہ اس کو ایک لمحے کو رکھائی سے دیکھتی ہے اور پھر ایک طرف کھسک جاتی ہے۔)

وروارا میخائلوونا (بے ارادہ): کتنا عجیب دن ہے!

رومین (آہستہ سے): مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں جنم سے تمہاری محبت میں گرفتار ہوں... تم

سے ملنے سے پہلے سے۔تم ہو میرے خوابوں کی رانی...وہ شاندار پیکر جس کو ہر نو جوان اپنے تصور کے جادو سے ابھارتا ہے اور پھر اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے... بعض مرتبہ ساری زندگی خاک چھانتے گزر جاتی ہے اور اس پیکر کا دیدار نہیں ہوتا۔لیکن مجھے میرا محبوب مل گیا... مجھے میرے خوابوں کی رانی مل گئی۔

ورواراامیخائلوونا (اطمینان سے): مہربانی سے پاول سرگئی وچ، اس قسم کی باتیں زبان پر نہ لاؤ۔ میں تم سے محبت نہیں کرتی۔

رومین: لیکن شاید... مجھے کہنے دو کہ میں...

ورواراامیخائلوونا: کیا؟ اور پھر فائدہ بھی کیا؟

رومین: میں کروں تو کیا کروں؟ کیا کیا جائے (آہستہ سے ہنستا ہے) تو ختم ہوئی یہ کہانی! کتنی سیدھی سی بات ہے! یہی باتیں تم سے کہنے کے خواب دیکھتے دیکھتے نہ جانے کتنے دنوں کا چین، کتنی راتوں کی نیند حرام ہوئی! میرے دل میں مسرت کی کیسی کیسی آندھیاں اٹھتی تھیں، کیسے کیسے اندیشے سر اٹھاتے تھے، جب میں اس لمحے کے بارے میں سوچتا تھا...اس لمحے کے بارے میں جب تم سے اپنی محبت کا اقرار کروں گا! اور اب...اب سارا قصہ ختم ہوا!...

ورواراامیخائلوونا: پاول سرگئی وچ، مجھے بڑا افسوس ہے۔ میں کیا کروں؟

رومین: اف۔ میں سمجھتا ہوں۔تم ہی میری امید تھیں، اسی امید پر میں زندہ تھا کہ تمہارے دل میں میری چاہ ہوگی۔ اور اب امید کی ایک کرن بھی نہیں۔ اب میری زندگی کس کام کی۔

ورواراامیخائلوونا: اس طرح نہیں کہتے۔تمہاری بات سن کر میرا دل کڑھتا ہے۔ کیا اس میں میرا قصور ہے؟

رومین: کیا تم سمجھتی ہو مجھے اس سے دکھ نہیں ہوتا؟ میں ٹوٹے ہوئے وعدوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہوں۔ جوانی میں قسم کھائی تھی کہ میں اپنی ساری زندگی حق اور انصاف کے لئے لڑنے میں لگا دوں گا۔ میری زندگی کا سنہرا زمانہ گزر چکا ہے اور میں نے کچھ نہیں کیا، کچھ نہیں۔ شروع میں تو میں نے اپنا سارا وقت تیاریوں میں گنوا دیا، انتظار کرتا رہا، تھاہ پانے کی کوشش کرتا رہا...لیکن مجھے پتہ بھی نہ چلا اور میں پرسکون زندگی کا عادی ہو گیا۔ مجھے یہ زندگی بھانے لگی۔ میں ہنگامے کے خیال ہی سے ڈرنے لگا۔ کچھ اندازہ ہے تمہیں میں کتنا صاف صاف بتا رہا ہوں سب کچھ۔ایک بار تو مجھے ایمانداری سے اپنی بات کہنے

دو۔ مجھے یہ سب کہتے ہوئے شرم آ رہی ہے۔ لیکن اس شرم میں راحت کا احساس بھی چھپا ہوا ہے۔ یہ وہ راحت ہے جو کوئی مذہبی گناہ کا اقرار کر کے محسوس کرتا ہے۔

وروارا میخائلوونا: لیکن میں تمہاری مشکل کس طرح آسان کر سکتی ہوں؟

رومین: میں محبت نہیں چاہتا۔ میں ہمدردی چاہتا ہوں۔ میں زندگی کے اٹل مطالبوں سے ڈرتا ہوں۔ میں بڑی احتیاط سے ان سے کتراتا رہتا ہوں۔ میں ہر قسم کے نظریوں کے پردے میں چھپتا رہتا ہوں۔ تم یہ جانتی ہو۔ جب میں پہلی بار تم سے ملا تو ایک شاندار امید کا شعلہ بھڑک اٹھا میرے دل میں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں نے جو عہد کر رکھے ہیں ان کو پورا کرنے میں تم میرا ہاتھ بٹاؤ گی، تم میرے اندر طاقت اور امنگوں کی جوت جگاؤ گی۔ اس طرح میں زندگی کو نکھارنے اور سنوارنے میں اپنی ساری زندگی تج دوں گا۔

وروارا میخائلوونا (شدت اور بے بسی کے ساتھ): لیکن میں نہیں کر سکتی یہ سب کچھ! یقین مانو میں نہیں کر سکتی۔ میں خود ہی نردھن ہوں۔ میں خود ہی پریشان ہوں۔ میں خود ہی زندگی کا مطلب سمجھنا چاہتی ہوں اور مجھے کچھ جواب نہیں ملتا۔ کیا یہی زندگی ہے؟ جس طرح ہم زندگی کاٹ رہے ہیں، کیا اس طرح جینا ممکن ہے؟ میری روح روشن اور حسین زندگی کو پکارتی ہے۔ لیکن مجھے اپنی زندگی کی بے معنی، بے منزل لہر کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ کتنی ڈراؤنی ہے یہ زندگی، کتنی شرم آتی ہے، کتنا دل خون ہوتا ہے، اس زندگی پر! اس زندگی پر! لوگ خوف زدہ ہیں، وہ جھپٹ کر ایک دوسرے کو پکڑتے ہیں، سہارا ڈھونڈتے ہیں، چیختے ہیں، چلاتے ہیں...

رومین: میں سہارا چاہتا ہوں۔ اس وقت میں کمزور ہوں، ڈگمگا رہا ہوں لیکن اگر تم چاہتے...

وروارا میخائلوونا (جذبات کے ساتھ): یہ جھوٹ ہے! مجھے اس پر اعتبار نہیں! یہ بات تم محض میری ہمدردی کے جذبے کو ابھارنے کے لئے کہہ رہے ہو۔ اگر میں مضبوط بھی ہوتی تو کیا۔ میں اپنا دل تو تمہارے سینے میں نہ رکھ دیتی! مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی باہر کی طاقت انسان میں کایا پلٹ کر سکتی ہے۔ یا تو یہ طاقت اس کے اندر ہوتی ہے۔ یا بالکل ہوتی ہی نہیں۔ لیکن بس بہت ہوا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے غصہ آ رہا ہو... جیسے...

رومین: مجھ پر؟ لیکن کیوں؟

وروارا میخائلوونا: نہیں تم پر نہیں... سب پر۔ ہم کچھ اس طرح اس دھرتی پر جی رہے ہیں کہ ساری دنیا ہمیں اجنبی سمجھتی ہے... ہم اس زندگی میں لوگوں کے لئے بے کار اور فضول مخلوق ہیں... مجھے ایسا لگتا ہے کہ بہت جلد، آج نہیں تو کل ایک اور ڈھب کے لوگ۔ بہادر، مضبوط لوگ۔ باگ ڈور اپنی مٹھی میں لیں گے اور ہمیں کوڑا کرکٹ کی طرح بہا کر ایک طرف کر دیں گے۔ مجھے جھوٹ اور دھوکے پر غصہ آتا ہے۔

رومین: اور میں اپنی خیالی دنیا میں رہنا چاہتا ہوں۔ اب جب کہ تم نے اس دنیا کو درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے، اب کیا رہ گیا جس کی خاطر جیوں؟

وروارا میخائلوونا (بیزاری سے): جیسی روح ویسے فرشتے! اپنے آپ کو اس طرح بے نقاب نہ کرو میرے سامنے! اگر کوئی لٹ جائے اور بھکاری بن جائے تو مجھے اس پر ترس آتا ہے۔ لیکن ایسے آدمی کے لئے میرا دل ذرا نہیں پسیجتا جس نے اپنی دولت لٹا دی ہو یا جو بھکاری پیدا ہوا ہو۔ ایسے آدمی سے مجھے ذرا ہمدردی نہیں۔

رومین (برا مان کر): یہ بڑی بے دردی کی بات ہے۔ تم خود بیماری ہو۔ تم خود زخمی ہو۔

وروارا میخائلوونا (شدت سے، غرور کے ساتھ): زخمیوں کو بیمار نہیں کہتے۔ ان کے تو صرف جسم پر چوٹ آتی ہے۔ بیمار تو وہ ہیں جن کے خون میں زہر پیدا ہو گیا ہے۔

رومین: مجھ پر رحم کھاؤ! آخر میں انسان ہی تو ہوں۔

وروارا میخائلوونا: اور میں؟ کیا میں انسان نہیں ہوں؟ یا میں کوئی یہ بے دردی نہیں ہے؟ تم ہی ایک نہیں ہو جس نے اپنی جوانی میں نہ جانے کیسی کیسی قسمیں کھائیں، نہ جانے کیسے کیسے عہد کئے۔ ہزاروں ہیں، لاکھوں ہیں، جنہوں نے عہد کئے اور توڑ دئے...

رومین (آپے سے باہر ہو کر): خدا حافظ! معلوم ہو گیا۔ میں نے اقرار محبت میں دیر کر دی۔ لیکن شالیموف بھی... ہاں ذرا غور سے اسے دیکھو اور معلوم ہو جائے گا کہ وہ بھی...

وروارا میخائلوونا (سرد مہری سے): شالیموف؟ تمہیں کوئی حق نہیں کہ...

رومین: خدا حافظ۔ اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔ خدا حافظ!

(بائیں طرف جنگل میں تیزی سے غائب ہو جاتا ہے۔ وروارا میخائلوونا ایک قدم اٹھاتی ہے

جیسے اس کے پیچھے بھاگ رہی ہو،لیکن فیصلہ کن انداز میں سر جھٹکتی ہے اور ٹھنٹھ پر بیٹھ جاتی ہے۔سوسلوف اسٹیج پر پیچھے دکھائی دیتا ہے، جہاں دری بچھی ہوئی ہے اور کھانے کی چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ وہ ایک جام اٹھا کر پیتا ہے۔ وروارامیخائلوونا اٹھتی ہے اور بائیں طرف چلی جاتی ہے۔ رومین تیزی سے دائیں طرف اسٹیج پر نکلتا ہے، چاروں طرف دیکھتا ہے اور انتہائی بے بسی کے ساتھ گھاس کے ڈھیر پر گر جاتے ہے۔سوسلوف نشے میں آہستہ آہستہ سیٹی بجاتے ہوئے رومین کے پاس آتا ہے۔)

سوسلوف: سنا تم نے؟

رومین:؛ کیا؟

سوسلوف: (بیٹھتے ہوئے): چونچیں جولڑیں؟

رومین: نہیں؟ کاھے کے بارے میں؟

سوسلوف (سگریٹ جلاتے ہوئے): ولاس اور لیکھک مہاراج کی ٹھن گئی۔ اکھاڑے میں زامیسلوف بھی تھا۔

رومین: اچھا، میں نے نہیں سنا۔

سوسلوف: افسوس۔

رومین: ذرا سنبھل کے۔ کہیں تم بھس میں چنگاری نہ ڈال دو۔

سوسلوف: مارو گولی۔ ہاں، بڑی زبردست بحث ہوئی۔ لیکن یہ سب دھوکا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب میں بھی فلسفہ بگھارا کرتا تھا۔ میں بھی ایسے ہی شاندار اور پرشوکت بول بولتا تھا اور میں جانتا ہوں ان کی قیمت۔ دقیانوسیت، دانشور طبقہ، جمہوریت اور ایسے ہی بہت سے لفظ۔ بے جان لفظ۔ جھوٹ کا ڈھیر۔ آدمی سب سے پہلے جانور ہے۔ یہ تم جانتے ہو۔ چاہے وہ کتنی ہے دور کی کوڑی لائے، یہ حقیقت نہیں چھپائی جاسکتی۔ اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کھائی پیئے اور عورت کے ساتھ گلچھرے اڑائے۔ یہ ہے سچ، پوری اصلیت! میں شالیموف کی لفاظی کو خوب سمجھتا ہوں۔ آخر ہے نا ادیب! لفظوں سے کھیلنا ٹھہرا اس کے دن رات کا دھندا۔ اور میں ولاس کو بھی خوب بھانپتا ہوں۔ وہ ابھی جوان ہے اور بیوقوف...لیکن جب وہ نیولے کا بچہ زامیسلوف لن ترانی شروع کرتا ہے تو میرا خون کھول جاتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ اس کا گلا گھونٹ دوں! سنا تم نے؟ اس نے باسوف کو ایک بڑی مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔

وہ اور باسوف سیدھے پچاس ہزار ہڑپ کرلیں گے۔ باسوف اور یہ ٹھگ۔لیکن ان کی ساکھ ہمیشہ ہمیشہ کو ماری گئی۔اور یہ جو ہے وروارا۔ ہر وقت اکڑتی، سوسو بل کھاتی پھرتی ہے، ہونہہ۔ اتنا بھی نہیں جانتی اس کا عاشق کون ہے،کبھی ایک پر ریجھتی ہے،کبھی دوسرے پر۔ہونہہ!

رومین: یہ بکواس ہے! (تیزی سے چلا جاتا ہے۔)

سوسلوف: بیوقوف، موم کی ناک! (دائیں طرف سے پوستوبائکا آتا ہے۔ منہ سے پائپ نکالتا ہے اور غور سے سوسلوف کو گھورتا ہے) منہ کھولے کیا تک رہا ہے؟ کیا کبھی آدمی نہیں دیکھا پہلے؟ بھاگ جا یہاں سے!

پوستوبائکا: جا رہا ہوں۔ (آہستہ آہستہ چلا جاتا ہے۔)

سوسلوف (گھاس پر لیٹتے ہوئے): ''دیکھو یہ تو شیطان چھپا نظر آئے گا...'' ...روپیہ ساری برائیوں کی جڑ ہے!'' بکواس! روپیہ کچھ بھی نہیں۔ ہاں، اگر مٹھی میں ہو...(اونگھتے ہوئے) لوگ تمہارے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔اس سے ڈرو...اگر آدمی شریف ہو، اگر آدمی نشے میں نہ ہو...تم سب اندر سے بدمعاش ہو۔خدا کی قسم!

(سو جاتا ہے۔ دوداکوف اور اولگا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے آتے ہیں۔اولگا دوداکوف کے شانے پر سر رکھے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھ رہی ہے۔)

دوداکوف: ہم دونوں غلطی پر تھے۔ ہم اپنے کام اور فکر و تردد کے دھارے میں بہہ گئے۔ اولگا، ہمیں ایک دوسرے کی عزت کرنی چاہئے۔لیکن میں نہیں جانتا کہ آخر تم میری عزت کیوں کرو؟ میں ہوتا کون ہوں؟

اولگا الکسئی ونا: میری جان، میرے کیریل، میرے بچوں کے باپ ہو تم۔ میرے دل میں تمہارا مان ہے۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔

دوداکوف: میں تھک جاتا ہوں اور بہہ جاتا ہوں اپنے دھارے میں... بے قابو ہو جاتا ہوں...اور تم ہر بات کو گرہ سے باندھ لیتی ہو...اور پھر جھگڑا، جھگڑا!

اولگا الکسئی ونا: اس دنیا میں تمہارے سوا میرا کون ہے۔تم اور بچے! میرا اور کون ہے؟

دوداکوف: اولگا، بیتے دنوں کو یاد کرو۔ کیا یہی وہ زندگی ہے ہم جس کے سپنے دیکھا کرتے

تھے؟ (یولیا فلیپو ونا اور زامیسلوف بائیں طرف درختوں کے درمیان نظر آتے ہیں) نہیں، ہرگز نہیں۔

اولگا الکسئی ونا: لیکن اب کیا کیا جائے؟ بچے تو وہیں نا۔ ہمیں ان کے بارے میں تو سوچنا ہو گا۔

اولگا الکسئی ونا: میری پیاری جان! لیکن ہم کیا کریں؟

(جنگل میں غائب ہو جاتے ہیں۔)

یولیا فلیپو ونا (ہنستے ہوئے آگے آتی ہے): کیا خوب منظر تھا۔ پاک اور بھرپور! میرے لئے عبرت کا مقام ہے!

زامیسلوف: پانچویں بچے کی خبر ہے۔ یا چھٹا ہو گا؟ پیاری یولیا۔ اچھا تو میں انتظار کر رہا ہوں...

یولیا فلیپو ونا (مذاق اڑاتے ہوئے): میں اب کیا کہہ سکتی ہوں۔ یہ لوگ اتنے اچھے لگے اس وقت۔ شاید مجھے بھی اب نیکی کا راستہ اپنا لینا چاہئے۔ کیوں میرے میاں مٹھو کیا خیال ہے؟

زامیسلوف: پھر دیکھا جائے گا یولیا۔

یولیا فلیپو ونا: ہاں پھر۔ فیصلہ یہ ہے کہ میں اپنے پاپ کے راستے پر چلتی رہوں، یہ بنگلے والوں کے چونچلے ہیں، موسمی عشق کے تماشے۔ گرمی ختم ہوئی نہیں کہ عشق ہوا ہوا! تم ولاس اور لیکھک مہاراج سے کیا چیخم دھاڑ مچائے ہوئے تھے؟

زامیسلوف: ولاس آج بالکل پاگل معلوم ہو رہا تھا۔ ہم اس پر الجھ رہے تھے کہ ہم کن کن چیزوں پر یقین رکھتے ہو؟

یولیا فلیپو ونا: اچھا، تم کن چیزوں پر یقین رکھتے ہو؟

زامیسلوف: میں صرف اپنے اوپر یقین رکھتا ہوں یولیا۔ میں اپنے اس حق پر یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جی چاہئے جیوں۔

یولیا فلیپو ونا: رہی میں، سو میں کسی چیز پر یقین نہیں رکھتی۔

زامیسلوف: بچپن میں نیم فاقہ کرتا تھا۔ جوانی میں بھی بھوکا رہتا اور طرح طرح مصیبتیں اٹھاتا۔ ہاں میری پیاری یولیا۔ میرا ماضی بڑا ناخوشگوار ہے۔ میں نے بڑی سختیاں اٹھائی ہیں۔ میں نے

بڑی گھناؤنی زندگی دیکھی ہے۔ میں نے بڑا دکھ جھیلا ہے۔ اب میں اپنی زندگی کی فیصلہ کرسکتا ہوں۔ اب میں خود اپنی قسمت کا مالک ہوں...بس! اچھا میں چل دیا۔ خدا حافظ میری جان۔ ہاں لیکن ذرا سنبھل کے۔ اگر ہم بہت زیادہ ایک ساتھ رہے تو کہیں لوگوں کی نظر پر نہ چڑھ جائیں۔

یولیا فلیپو ونا (دکھاوے کے جذبات کے ساتھ): کیا فرق پڑتا ہے میرے بانکے جوان! چاہے ہم اکیلے ہوں یا ساتھ۔ ہمیں ڈر کاہے گا؟ ہم تو ہیں عشق کے پروانے!

زامیسلوف: اچھا میری جان چل دیا! (جنگل میں چلا جاتا ہے۔ یولیا اس کو جاتے ہوئے دیکھتی ہے۔ پھر اطمینان کی سانس لیتے ہوئے اپنے چاروں طرف دیکھتی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ گاتی ہوئی گھاس کے ڈھیر کی طرف جاتی ہے۔)

دل ڈوبا جائے

آئے کوئی آئے

دل مرا بہلائے

(یکا یک اسے اپنا شوہر نظر آتا ہے۔ رکتی ہے اور چونک جاتی ہے۔ بے حس وحرکت کھڑی ایک لمحے کو اس کو دیکھتی رہتی ہے۔ پھر وہ چلنے کے لئے مڑتی ہے۔ لیکن مسکراتی ہے اور اس کے پہلو میں بیٹھ جاتی ہے اور اس کے چہرے کو گھاس سے گدگداتی ہے۔ سوسلوف غراتا ہے۔)

یولیا فلیپو ونا: کیا سریلی آواز پائی ہے!

سوسلوف: کون شیطان؟ ارے، تم؟

یولیا فلیپو ونا: کیسی بو آرہی ہے۔ گھاس کی یہ بہار بھی شراب کی بو کو دبا نہیں سکتی۔ دیکھ لینا یہ قیمتی شرابیں تمہارا دیوالہ نکال دیں گی۔

سوسلوف (ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے): تم؟ مجھ سے اتنی قریب؟ میں تو بھول چکا ہوں کہ کبھی تم اتنی قریب!...

یولیا فلیپو ونا: یاد رکھنے میں رکھا بھی کیا ہے! سنو کیا تم مجھ پر ایک مہربانی کروگے؟ سوسلوف: کیا بات ہے؟ ادھر تمہاری زبان سے نکلا، ادھر میں حکم بجالایا۔ تم جانتی ہی ہو۔

یولیا فلیپو ونا: اللہ سب کو ایسا ہی میاں دے!

سوسلوف (اس کا ہاتھ چومتے ہوئے): اچھا بتاؤ کیا بات ہے۔ کیا چاہتی ہو؟

یولیافلیپوونا (اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ریوالور نکالتے ہوئے): آؤ میں اور تم دونوں گولی سے اپنا اپنا قصہ پاک کردیں۔ پہلے تم، پھر میں۔

سوسلوف: اف کتنا خوفناک مذاق ہے یولیا! پھینکو، پھینکو، یہ بھیانک چیز... میں التجا کرتا ہوں، پھینکو!

یولیافلیپوونا: ٹھہرو! اپنا ہاتھ ہٹاؤ! میری بات نہیں سمجھے؟ لیکن میں جانتی ہوں تم مجھے گولی سے اڑا دینے کی ٹھان چکے ہو۔ میں خود کو تم سے پہلے گولی سے اڑانے کو تیار ہوں۔ لیکن میں جانتی ہوں تم مجھے جل دے جاؤ گے۔ میں تو مر جاؤں گی اور تم زندہ رہو گے اور میں دوبارہ بیوقوف بننا نہیں چاہتی۔ میں تم سے الگ ہونا بھی نہیں چاہتی۔ آؤ ہم پھر جنم جنم کو ایک ہو جائیں۔ آمین۔ اب تو خوش ہوئے؟

سوسلوف (بجھتے ہوئے): تم ایسا نہیں کرسکتیں یولیا... نہیں، تم ایسا نہیں کرسکتیں!

یولیافلیپوونا: ہاں، میں کرسکتی ہوں۔ دیکھ لینا میں کر کے رہوں گی۔ لو، کیا تم چاہتے ہو میں تمکو گولی سے اڑا دوں؟

سوسلوف (منہ چھپاتے ہوئے): مجھے اس طرح مت دیکھو۔ خدا جانے تم سچ مچ کچھ کر بیٹھو۔ میں چلا جاؤں گا۔ میں اب یہ کچھ نہیں سہہ سکتا۔

یولیافلیپوونا (چہک کر): جاؤ جاؤ۔ میں تمہاری پیٹھ میں گولی ماردوں گی۔ اف میرے اللہ! لو اب میں گولی نہیں مار سکتی۔ لو وہ چلی آرہی ہے۔ ماریا لفوونا۔ بڑی پیاری عورت ہے۔ پیوتر، تم اس سے عشق کیوں نہیں کرتے؟ ذرا دیکھو اس کے بال کتنے خوبصورت ہیں؟

سوسلوف (آہستہ آہستہ): تم مجھے پاگل بنا دوگی۔ لیکن کیوں؟ آخر میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو تم مجھ سے اتنی نفرت کرتی ہو؟ بتاؤ کیوں؟

یولیافلیپوونا (حقارت سے): تم سے نفرت بھی نہیں کی جاسکتی۔

سوسلوف (آہستہ آہستہ ہانپتے ہوئے): آخر تم مجھے اتنا کیوں ستاتی ہو؟ کیوں بتاؤ نا؟

(ماریا لفوونا سر جھکائے ہوئے آہستہ آہستہ آتی ہے، اپنے خیالوں میں گم۔ سوسلوف اپنی بیوی کے سامنے کھڑا ہے۔ اس کی آنکھیں ریوالور پر جمی ہوئی ہوئی تھیں۔)

یولیافلیپو ونا: ماریالفوونا! یہاں آؤ! بھاگ جاؤ پیوتر۔ تم نے مجھے بگاڑ کر ایک گھٹیا عورت بنا دیا ہے۔ بھاگ جاؤ۔ کیوں ماریالفوونا، کیا ہم جلد ہی گھر چل رہے ہیں؟

ماریالفوونا: نہیں جانتی۔ لگتا ہے ہماری ٹولی بالکل بکھر گئی ہے۔ ورواراِ میخائلوونا کو تو نہیں دیکھا؟

یولیافلیپو ونا: وہ تو لیکھک مہاراج کے ساتھ ہو گی۔ میں نے سوچا پیوتر تم دریا کی طرف جا رہے ہو۔ جاؤ۔ ہم بڑے مزے میں تمہارے بغیر بھی اپنا وقت کاٹ سکتے ہیں۔

(سوسلوف ایک لفظ کہے بنا چلا جاتا ہے۔)

ماریالفوونا (کھوئی کھوئی): تم کتنی کڑوی ہو!

یولیافلیپو ونا: اس سے فائدہ ہو گا اس کو۔ کسی فلسفی نے کہا ہے کہ جب عورت کے پاس جاؤ تو ہاتھ میں چابک ضرور رکھو۔

ماریالفوونا: نیطشے کا قول ہے...

یولیافلیپو ونا: اچھا؟ وہ پاگل تھا۔ ہے نا؟ میں کسی فلسفی کو نہیں جانتی۔ نہ الٹی کھوپڑی کے فلسفی کو نہ سیدھی کھوپڑی کے فلسفی کو۔ لیکن اگر میں فلسفی ہوتی تو عورت سے کہتی کہ جب کبھی مرد کے پاس جاؤ تو ہاتھ میں ڈنڈا ضرور رکھو۔ (بائیں طرف پس منظر میں اولگا الکسئی ونا اور کالیریا دکھائی دیتی ہیں۔ وہ دری پر بیٹھ جاتی ہیں جہاں کھانے کا سامان بکھرا ہوا ہے) میں نے سنا ہے وحشیوں کا ایک قبیلہ ہے جس میں یہ بڑھیا رسم چلی آتی ہے: مرد عورت کے حسن و جوانی کے پھول چننے سے پہلے اس کے سر پر ڈنڈا مارتا ہے۔ ہمارے لوگ ذرا زیادہ مہذب ہیں۔ وہ یہ سب کچھ شادی کے بعد کرتے ہیں۔ کیا تمہیں بھی ڈنڈے کا مزا چکھایا گیا تھا؟

ماریالفوونا: ہاں کیوں نہیں۔

یولیافلیپو ونا (مسکراتی ہے): یہ وحشی زیادہ ایماندار ہوتے ہیں۔ کیوں ہے نا؟ لیکن تم اتنی اداس کیوں ہو؟

ماریالفوونا: مت پوچھو۔ کیا تم بھی دکھی ہو؟

(دائیں طرف سے دفوئے تو چئے آتا ہے۔ اس کے سر سے ٹوپی غائب ہے۔ اس کے ہاتھ

میں ہنسی ہے۔)

یولیافلیپوونا (ہنستی ہے): کبھی کسی نے مجھے ڈکھڑا روتے سنا ہے؟ میں ہمیشہ چہکتی دمکتی رہتی ہوں۔لو چچاجان آ گئے۔کیاتم کو چچاجان پسند آئے؟ مجھے تو بہت بھائے۔

ماریالفوونا: ہاں مجھے آدمی پرلطف معلوم ہوتے ہیں۔

دفوئے توچیئے (قریب آتا ہے): میری ٹوپی بہہ گئی پانی میں۔ ہمارے جوان ٹوپی کو بچانے کے لئے کشتی میں بیٹھ کر مہم پر نکلے۔لیکن بچاتے تو کیا، الٹا اس کو پانی میں ڈبو آئے۔اگر کسی کے پاس ایک آدھ رومال ہو تو دے دو۔میں سر پر باندھ لوں گا۔ورنہ یہ کم بخت مچھر میری چندیا چاٹ جائیں گے۔

یولیافلیپوونا (اٹھتے ہوئے): ٹھہرو، میں لاتی ہوں رومال۔(اسٹیج کے پیچھے جاتی ہے۔)

دفوئے توچیئے: ولاس نے ابھی ہمارے سامنے ایک تماشا پیش کیا۔خوب نوجوان ہے۔

ماریالفوونا: آپ کو وہ دل چسپ معلوم ہوتا ہے؟

دفوئے توچیئے: اف بہت! اس کی آنکھوں سے مذاق اور زندگی کی چنگاریاں نکلتی رہتی ہیں۔ اس نے اپنی شاعری سنائی۔ایک لڑکی نے البم بڑھایا اور کہا کچھ لکھ دو۔آپ لکھتے ہیں: تم نے مجھے ہنستی ہوئی آنکھوں سے دیکھا اور تمہاری نگاہوں کا تیر سیدھے میرے دل میں پیوست ہو گیا اور اب رات دن میرا دل ہے کہ خون ہوا جا رہا ہے۔تم جانو اسی قسم کی باتیں...

ماریالفوونا (جلدی سے): ہاں۔ میں جانتی ہوں۔بس بس... میں یہ نظم جانتی ہوں...اچھا بتائیے، کیا آپ یہاں بہت دنوں رہنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

دفوئے توچیئے: بات یہ ہے کہ میں اپنے بھتیجے کے ساتھ بس جانے کے خواب دیکھ رہا تھا۔لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کو یہ خیال زیادہ جچا نہیں۔ میں کہیں نہیں جا سکتا۔اس دنیا میں میرا اور کوئی نہیں۔ صرف روپیہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ماریالفوونا (کھوئی ہوئی۔اس کی طرف نظر اٹھائے بغیر): اچھا کیا آپ بہت زیادہ مال دار ہیں؟

دفوئے توچیئے: اگر تم جاننا ہی چاہتی ہو تو سنو، میرے پاس دس لاکھ کی پونجی ہے۔دس لاکھ۔ہاہا ہا! میری آنکھ بند ہوئی نہیں کہ یہ دولت پیوتر کو ملی۔لیکن لگتا ہے اس کی کوئی پروا نہیں ہے اس کے دل میں۔

وہ دکھانے کو بھی مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ ویسے بھی آدمی وہ بڑا ڈھیلا ڈھالا اور پلپلا ہے...اس کو کسی چیز کی بھی کوئی خاص پروا نہیں معلوم ہوتی۔ مجھے اس کے سر پیر کا کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ جانتا ہے روپیہ تو اسے ہر حال میں مل ہی جائے گا پھر دردِ سر کون پالے؟ ہاہا!

ماریا لفوونا (اور زیادہ چاؤ سے): بیچارے! آپ اپنا روپیہ کسی نیک کام میں کیوں نہیں لگا دیتے؟ آپ کا روپیہ کسی اچھے مقصد کے لئے خرچ ہو تو کتنا اچھا ہو؟

دفوئے توچیئے: ایک بانکا نوجوان تھا۔ اس نے بھی مجھے ایسی ہی پٹی پڑھائی لیکن مجھے اس سے چڑ تھی۔ بڑا روشن خیال اور لبرل بنتا تھا۔ اور اندر سے نکلا وہی سڑکی دوا فروش۔ دل کی بات کہوں۔ پیوتر کے ہاتھ میں سارا روپیہ چھوڑ جاؤں۔ اس خیال سے دل بڑا کڑھتا ہے۔ اس سے اس کا کیا بھلا ہوگا؟ ویسے ہی اس کے قدم زمین پر نہیں پڑتے۔ (ماریا لفوونا قہقہے لگاتی ہے اور دفوئے توچیئے اس پر ایک تیز نظر ڈالتا ہے) تم کیوں ہنس رہی ہو؟ سمجھتی ہو میں کوئی سڑی ہوں؟ میں بیوقوف نہیں ہوں۔ بس اتنی سی بات ہے کہ میں اکیلا رہنے کا عادی نہیں ہوں۔ (ٹھنڈی سانس لیتا ہے) آہ کرو، واہ کرو، کراہو، ٹھنڈی سانس بھرو پر ذرا سوچو اور دیکھو تو لوگوں پر ترس آئے گا...سب پر! ہاں جانتی ہو، ماریا لفوونا، تم مجھے بہت بھلی لگتی ہو۔ (ہنستا ہے۔)

ماریا لفوونا: شکریہ!

دفوئے توچیئے: کاہے کا شکریہ۔ شکریہ تو تمہارا ادا کرنا چاہیئے۔ اب یہی دیکھو نا کہ تم نے مجھے ''بیچارا'' کہا۔ ہاہا! میں نے پہلے کبھی اپنے لئے کسی کے منہ سے یہ نہیں سنا۔ ہر شخص مجھے سیٹھ کہتا ہے۔ ہاہا! اور میں بھی اسی وہم میں تھا کہ میں سیٹھ ہوں۔ لیکن اب کھلا کہ لو میں تو بالکل مفلس ہوں۔

یولیا فلیپوونا (ہاتھ میں رومال لئے ہوئے آتی ہے): چچا، کیا محبت کی پینگیں بڑھا رہے ہو؟

دفوئے توچیئے: افسوس میں اپنی بازی کھیل چکا۔ یہ عمر ہونے کو آئی۔ اب میں حسینوں کا صرف آدر مان کر سکتا ہوں۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ ذرا بڑھیا سی گرہ لگا دو۔ چلیں، لوٹنے سے پہلے ذرا پیٹ پوجا کر لیں۔

یولیا فلیپوونا: یہ بات ہے۔ اوہ خوب پھبتا ہے۔

دفوئے توچیئے: جھوٹ، ایہہ؟ میری صورت سے مردانگی ٹپکتی ہے اور تم...چلتی ہو کچھ کھائیں

پیئیں؟ہاں ذرا سننا۔میں کب سے پوچھنا چاہ رہا تھا۔تم اپنے میاں سے محبت تو کرتی ہو نا؟

یولیا فلیپو ونا:اور میں پوچھتی ہوں، کیا اس سے محبت کرنا ممکن ہے؟

دفوئے توچئے: پھر اس سے شادی کیوں رچائی؟

یولیا فلیپو ونا: نہ جانے اس نے کہاں سے اس وقت دل کو بھانے کی ادا پیدا کر لی تھی۔

دفوئے توچئے (قہقہے لگا تا ہے):اللہ سمجھے تم سے!

(تینوں اسٹیج کے پچھلے حصے میں چلے جاتے ہیں۔وہاں سے مستقل ان کے بولنے اور ہنسنے کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔شالیموف، دودا کوف، ولاس اور باسوف جو ذرا نشے میں ہے، بائیں طرف سے آتے ہیں۔ولاس اسٹیج کے پچھلے حصے میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف چلا جاتا ہے۔دوسرے لوگ گھاس پھوس کے ڈھیر کے پاس چلے جاتے ہیں۔)

زامیسلوف (جنگل سے پکارتا ہے):لوگو،اب گھر لوٹنے کا وقت ہو گیا!

باسوف:یا کوف، بڑی سہانی جگہ ہے، ہے نا؟ بڑی اچھی سیر رہی، کیوں؟

شالیموف:تم نے دن بھر بیٹھنے اور غٹا غٹ چڑھانے کے سوا کیا کیا ہے؟ تمہاری رگوں میں اس وقت شراب دوڑ رہی ہے۔

(سونیا دری پر بیٹھے بیٹھے دفوئے توچئے کے سر پر دوبارہ رومال باندھ رہی ہے۔قہقہے۔دری کے قریب زامیسلوف جنگل سے نکلتا ہے۔شراب کی بوتل اور چند گلاس اٹھاتا ہے اور باسوف کے آ جاتا ہے۔اس کے پیچھے پیچھے دفوئے توچئے آتا ہے اور سونیا سے چھٹکارا پانے کے لئے ہاتھ چلاتا ہے۔)

باسوف (گھاس کے ڈھیر پر گرتے ہوئے): پھر ذرا بیٹھ جاؤں۔سچ کہتا ہوں، بیٹھ کر قدرتی مناظر کو دیکھنے میں زیادہ لطف آتا ہے۔جنگل، کھیت، درخت...اور یہ گھاس کا ڈھیر...قدرتی منظر کتنے سہانے لگتے ہیں، کس طرح دل کو کھینچتے ہیں! (جانے کیوں اداس لہجے میں) میں لوگوں سے بھی محبت کرتا ہوں۔میں اپنی اس عظیم الشان غریب اور کھردری دھرتی سے محبت کرتا ہوں۔روس، میری جنم بھومی! میں ہر چیز سے، ہر شخص سے محبت کرتا ہوں! میرا دل رس بھری کی طرح رسیلا اور نرم ہے۔ہاں یا کوف، یہ تشبیہ بہت خوب ہے! تم اپنے ناول میں اس کو استعمال کر سکتے ہو۔ایک ایسا دل جو رس بھری کی طرح نرم اور رسیلا ہے!

شالیموف: میں ضرور لکھوں گا...

سونیا: سیمیون سیمیونو وچ! ذرا رکئے تو میں نے ابھی پوری طرح باندھا بھی نہیں۔

دفوئے تو چیئے: بس بس تو تو سر ہو گئی بھئی۔ بڈھا ہتھے کیا چڑھ گیا بالکل کھرل میں رکھ کے پیس دیا! ارے دکھنے لگا۔ ہو ہو ہو!

باسوف: اوہ! شراب کی بوتل! ذرا ایک گلاس بڑھانا۔ دوستو یہ ہے زندگی! ان لوگوں کے لئے زندگی ایک مسرت ہے جو اس سے سیدھا سادا، دوستانہ برتاؤ کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے دوستو، اگر تم زندگی سے نباہ کرنا چاہتے ہو تو پھر دوستی اور بھروسے سے کام لو۔ زندگی کے چہرے کو بچوں کی آنکھوں سے، سادگی اور اعتبار کی نظر سے دیکھو۔ (دفوئے تو چیئے جو ٹھنٹھ کے پاس ہی کھڑا ہوا باسوف کی باتوں پر ہنستا ہے) دوستو، میں کہتا ہوں، ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے دل میں بچے کی سی معصوم اور اعتبار بھری نظر سے جھانک کر دیکھیں۔ چچا، تم کیوں ہنس رہے ہو؟ چچا نے ایک زوردار مچھلی پکڑی اور میں نے اس کو اپنی دنیا میں لوٹا دیا۔ کیونکہ... تم جانو... میں ہوں... میں ہوں... زندگی کا رسیا! میں مچھلیوں سے محبت کرتا ہوں۔ اور چچا کی ٹوپی بیچاری غرقاب ہو گئی، لو!

شالیموف: سرگئی تم جانے کیا کیا بک رہے ہو؟

باسوف: دوسروں پر پتھر نہ پھینکو، کون جانے کل تم پر بھی پتھر برسائے جائیں! ساون سے بھادوں دبلا تھوڑے ہی ہے! میں بھی تمہاری طرح زبان چلا سکتا ہوں۔ تم زبان کے دھنی ہو اور میں بھی زبان کا دھنی ہوں۔ سنا؟ ارے ماریا لفوونا کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ شاندار عورت ہے! ایسی عورت کی عزت کی عزت کرنی چاہیئے!

شالیموف: اماں وہ عورت ہے؟ توپ ہے توپ! اپنے کو ایسی عورتیں ذرا نہیں بھاتیں۔ اور ویسے بھی ایسی عورتوں پر میرا دل نہیں آتا جو عزت کے قابل ہوں۔

باسوف (خوش ہو کر): بالکل ٹھیک! عزت والی عورتیں بے عزت عورتوں سے بھی گئی گزری ہوتی ہیں۔ سچ!

دفوئے تو چیئے: خوب! ایک ایسے آدمی کے منہ سے ایسی باتیں نکلیں جو... ایک... جو ایک... جس کی بیوی ملکہ ہے ملکہ۔

باسوف: میری بیوی؟ واریا؟ ارے وہ۔ وہ تو دیوی ہے دیوی! لیکن اس کے ساتھ زندگی کاٹنا بچوں کا کھیل نہیں ہے، جی! ہمیشہ کتابیں گھول کر پیتی رہتی ہے اور بات بات پر کسی نہ کسی سنیاسی اور مہاتما کا قول سناتی ہے۔ آؤ ہم اس کی صحت کا جام پئیں!

شالیموف: واہ کہاں تان توڑی ہے! لیکن وہ جو ہے نا تمہاری ماریا لفوونا...

باسوف (بات کاٹتے ہوئے): جانتے ہو، میرے کلرک سے اس کا عشق چل رہا تھا۔ سچ! میں نے رنگ ہاتھوں پکڑ لیا۔ جناب اپنا کلیجہ نکال کر اس کے قدموں میں ڈالے دے رہے تھے۔

دفوئے توچیے: ہونہہ، ارے بھئی یہ بات نہ کہی جاتی تو اچھا تھا۔ (چل دیتا ہے۔)

باسوف: ارے ہاں۔ بڑی بھول ہوئی۔ یہ تو ایک زبردست راز ہے۔

کالیریا (قریب آتے ہوئے): سرگئی، کیا تم نے واریا کو دیکھا ہے؟

باسوف: لوی ہ رہی میری بہن۔ میری ننھی سی شاعرہ۔ یاکوف کیا تم کو اس نے اپنی شاعری سنائی؟ رک جاؤ، سن لو، پھر کہنا! بڑی اونچی اونچی باتیں۔ بادل، پہاڑ، ستارے...

کالیریا: تم بے تحاشا پیتے رہے ہو، ہے نا؟

باسوف: بس ایک گلاس۔

زامیسلوف: اس بوتل سے۔

شالیموف: کالیریا واسیلی ونا، مجھے تمہاری شاعری سے دلچسپی ہے۔

کالیریا: اگر میں آپ کی بات پر یقین کرلوں اور بھاگ کر اپنی چار موٹی موٹی کا پیاں اٹھا کر لے آؤں تو کیا ہو؟

شالیموف: ڈرومت۔ میں اتنی آسانی سے دھمکیوں میں نہیں آتا۔

کالیریا: اچھا دیکھیں گے۔

یولیا فلیپوونا (جنگل سے): گھر جانے کا وقت ہو گیا! چلو گھر چلیں!

(کالیریا دائیں طرف جاتی ہے، راستے میں سونیا سے مڈبھیڑ ہوتی ہے۔ زامیسلوف اس طرح چلا جاتا ہے جدھر سے یولیا فلیپوونا کی آواز آتی ہے۔ باسوف اس کو جاتے ہوئے دیکھتا ہے اور آنکھ مارتا ہے اور جھک کر شالیموف کے کان میں کچھ کہتا ہے۔ شالیموف ہنستا ہے۔)

کالیریا: تو گھر چلیں نا؟

سونیا: ہاں سبھی تھک کر چور ہو چکے ہیں۔

کالیریا: جب کبھی میں گھر سے نکلتی ہوں میرے دل میں ایک انجانی سی امید کی کرن پھوٹتی ہے۔ لیکن لوٹتی ہوں نا کام اور نراس۔ کیا تمہیں بھی ایسا ہی تجربہ ہوتا ہے؟

سونیا: نہیں۔

کالیریا: تو ایک وقت آئے گا تمہیں بھی ایسا ہی لگے گا۔

سونیا (ہنستے ہوئے): مجھے لگتا ہے تمہیں اداسی کی باتوں میں بڑا مزا آتا ہے۔

کالیریا: اچھا؟ میرا جی چاہتا ہے کہ تمہاری دھلی ہوئی چمکتی آنکھوں پر پریشان خیالوں کا سایہ ڈال دوں۔ میں اکثر دیکھتی ہوں کہ تم میلے کچیلے، کھردرے قسم کے لوگوں کے جھرمٹ میں گھری ہوئی ہو۔ تم جس نڈر اور بیباک انداز سے اس گھناؤنی اور گندی زندگی کو گلے لگاتی ہو اسے دیکھ کر میں تو دانتوں انگلی کاٹتی رہ جاتی ہوں۔ کیا تمہیں ان لوگوں سے گھن نہیں آتی؟

سونیا (ہنستے ہوئے): یہ گندگی اوپر اوپر ہے۔ یہ گندگی تو صابن اور پانی سے دھل جاتی ہے۔

(وہ بات کرتے ہوئے پیچھے چلی جاتی ہیں اور ان کی آواز مٹتے مٹتے مٹ جاتی ہے۔)

شالیموف (اٹھتے ہوئے): سرگئی، تمہاری زبان میں بڑا ڈنک ہے۔ ہوشیار رہنا۔ تم خود ایک عورت کے شوہر ہو۔

باسوف: میں؟

شالیموف: یہ بڑی خوبصورت جگہ ہے۔ لیکن یہاں مچھروں کو دعوت کس نے دی؟ میں نے اپنا کمبل جانے کہاں چھوڑ دیا؟

(وہ دائیں جاتا ہے۔ باسوف انگڑائی لیتا ہے اور گنگناتا ہے۔ پیچھے اسٹیج پر ساشا، سونیا اور پوستوبائکا کھانے کا سامان اور برتن وغیرہ سمیٹ رہے ہیں۔ وروارا میخائلوونا بائیں طرف سے گھاس کے ڈھیر کے پاس نکل آتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک گل دستہ ہے۔)

ولاس (جنگل سے): کشتی میں کون کون جا رہا ہے؟

باسوف: واریا! تم؟ میں بالکل اکیلا ہوں۔ سب چل دیے اور مجھے اکیلا چھوڑ گئے۔

ورواراميخائلوونا: سرگئی تم نے پھر بہت زیادہ پی، ہے نا؟

باسوف: نہیں بہت زیادہ تو نہیں۔

ورواراميخائلوونا: تم برانڈی مت پیو۔ ورنہ تم کو دل کی تکلیف ہو جائے گی۔

باسوف: میں نے زیادہ تر پورٹ پی ہے۔ مجھے برا بھلا مت کہو، واریا۔ تم ہمیشہ اتنی سختی اور زیادہ کرتی ہو اور تم جانو میرا دل نازک ہے۔ میری محبت اتنی ہی کومل اور نرم ہے جتنی بچے کی محبت۔ آؤ میرے پہلو میں بیٹھ جاؤ، میری جان۔ آؤ آج ہم اس وقت دل کھول کر لیں۔ ہمیں ضرور بات کرنی چاہئے۔

ورواراميخائلوونا: بس بند کرو! ہر شخص گھر جانے کو تیار کھڑا ہے۔ اٹھو اور کشتی کی طرف چلو۔ اٹھو سرگئی۔

باسوف: جیسی تمہاری مرضی۔ مجھے جانا کہاں ہے؟ وہاں؟ بہت اچھا۔

(وہ زور زور سے قدم اٹھاتا ہوا چلتا ہے۔ ورواراميخائلوونا چہرے پر سختی پیدا کر کے اسے گھورتی ہے۔ یکا یک اسے شالیموف نظر آتا ہے جو ایک لطیف سی مسکراہٹ کے ساتھ آہستہ آہستہ اس کے پاس آتا ہے۔)

شالیموف: تمہارا منہ اترا ہوا ہے۔ اور آنکھوں میں اداسی جھلملا رہی ہے۔ تھک گئیں؟

ورواراميخائلوونا: ہاں ذرا تھک گئی۔

شالیموف: میں تو بہت تھکا ہوا ہوں۔ ان لوگوں نے تھکا دیا، اکتا دیا۔ اور ان کے جھرمٹ میں تمہیں دیکھ کر میرا دل اور دکھتا ہے۔ ہاں معاف کروں۔

ورواراميخائلوونا: معافی کا ہے کی؟

شالیموف: شاید تمہیں میری یہ بات بری لگے؟

ورواراميخائلوونا: بری لگتی تو میں دوٹوک کہہ دیتی۔

شالیموف: میں تمہیں اس شور وغوغا میں، ان لوگوں کے درمیان خاموش چلتے ہوئے دیکھتا رہتا ہوں۔ تمہاری آنکھیں جیسے کچھ پوچھ رہی ہوں۔ تمہاری خاموشی وہ بات کہہ دیتی ہے جو الفاظ بھی نہیں کہہ سکتے۔ میں خوب جانتا ہوں تنہائی کس طرح کاٹنے کو دوڑتی ہے۔

سونیا (چیختے ہوئے): ممی! کیا تم کشتی سے جا رہی ہو؟

ماریا لفوونا (جنگل سے): نہیں میں پیدل واپس جاؤں گی۔

وروارا میخائلوونا (شالیموف کو ایک پھول پیش کرتے ہوئے): لیجئے آپ یہ پھول؟

شالیموف (جھکتا ہے اور مسکراتا ہے): شکریہ۔ اس دوستانہ سادگی سے جو پھول پیش کئے جاتے ہیں میں ان کو کلیجے سے لگا کر رکھتا ہوں۔ (دائیں طرف سے ولاس چلاتا ہے "اے چوکیدار، دوسرا چپو کہاں ہے؟") میں اس پھول کو کسی کتاب میں رکھ دوں گا۔ کبھی بہت دنوں بعد جب کتاب کھولوں گا تو پھول کو دیکھ کر تمہاری یاد آئے گی۔ کہو یہ خیال تمہیں پسند آیا؟ یا تمہیں یہ بات جذباتی معلوم ہوتی ہے؟

وروارا میخائلوونا (آہستہ سے سر جھکاتے ہوئے): نہیں، کہئے...

شالیموف (اس کے چہرے کو بیتاب نظروں سے دیکھتے ہوئے): تمہارا دل کڑھتا ہوگا ان لوگوں کے درمیان جو خود اپنی منزل بالکل نہیں جانتے...

وروارا میخائلوونا: ان کو سکھایئے کس طرح جینا چاہئے۔

شالیموف: مجھ میں استاد کی خود اعتمادی نہیں ہے۔ میں اس دنیا میں ایک اجنبی ہوں۔ میں تنہا دنیا کو دیکھتا ہوں۔ میں بادلوں کی طرح گرجنا برسنا نہیں جانتا۔ چاہے میں کچھ کہوں ان لوگوں میں کوئی جان نہیں پڑ سکتی۔ ان میں کوئی حوصلہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ تم کس سوچ میں پڑ گئیں؟

وروارا میخائلوونا: میں؟ کس سوچ میں؟ ایسے خیال کا گلا فوراً گھونٹ دینا چاہئے جو لوگوں کو گھناؤنا بنا کر پیش کرے۔

شالیموف: اور دماغ کو قبرستان بنا دینا چاہئے؟ کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ آدمی لوگوں سے الگ ہو جائے، کٹ جائے؟ کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ آدمی لوگوں سے الگ ہو جائے، کٹ جائے؟ یقین کرو، تب ہوا بڑی صاف اور فرحت بخش ہو جاتی ہے۔ دور سے دیکھنے سے ہر چیز زیادہ ٹھوس اور صاف معلوم ہوتی ہے۔

وروارا میخائلوونا: میں جانتی ہوں آپ کا مطلب کیا ہے۔ اور یہ سوچ کر میرا دل بجھ جاتا ہے۔ لگتا ہے جیسے کوئی میرا اپنا کسی مہلک بیماری کے چنگل میں پھنسا ہوا ہو۔

(دائیں طرف کے جنگل سے کوچ کی تیاریوں کی آواز آتی ہے۔)

شالیموف (اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے): کاش تم جانتیں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس میں کتنی سچائی ہے! تم یقین نہیں کروگی۔ لیکن میں کہتا ہوں جب میں تمہارا ساتھ ہوتا ہوں تو میرے دل سے سچ پھوٹنے لگتا ہے، جی چاہتا ہے میں اور ابھروں، دماغ سے روشنی کے سوتے پھوٹیں۔

وروارا میخائلوونا: شکریہ...

شالیموف (جوش اور ہیجان میں اس کا ہاتھ چومتا ہے): جب تمہارے پاس ہوتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں زبردست مسرت کے ساحل پر کھڑا ہوں... ایک ایسی مسرت جو سمندر کی طرح گہری اور اتھاہ ہے۔ لگتا ہے جیسے تم میں کوئی جادو ہے، جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ میرے دل میں دیوانگی کی موج اٹھتی ہے، منہ زور اور بے روک۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے... اگر... تم... (وہ رکتا ہے، چاروں طرف دیکھتا ہے۔ وروارا میخائلوونا اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہے۔)

وروارا میخائلوونا: اگر میں۔ کیا؟

شالیموف: تم ہنسوگی تو نہیں... اگر میں... بتاؤ ہنسوگی تو نہیں؟ کیا میں اپنی بات کہوں؟

وروارا میخائلوونا: نہیں، میں جانتی ہوں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ آپ عورتوں سے کھیلنے کے فن میں بڑے بھونڈے ہیں۔ شالیموف (بوکھلاتے ہوئے): نہیں تم جنہیں سمجھیں.. تم...

وروارا میخائلوونا (سادگی سے، اداسی اور آہستگی سے): کاش آپ جانتے میں آپ کی کتابیں پڑھ کر آپ پر کتنا جان دیتی تھی! آپ سے ملنے کو میرا دل کتنا بیقرار تھا! مجھے یقین تھا آپ ایک مہان آدمی ہوں گے، آپ اچھے ہوں گے، آپ کی نگاہوں سے کچھ چھپا ہوا نہ ہوگا۔ مجھے اس شام اس کا یقین تھا جب آپ نے ہمارے اسکول میں اپنی چیزیں پڑھ کر سنائیں۔ اس وقت میں صرف سترہ برس کی تھی۔ اور جب سے آپ کا تصور میرے دل میں ایک روشن ستارے کی طرح چمک رہا تھا۔

شالیموف (بوجھل آواز میں، سر جھکاتے ہوئے): مہربانی سے بس بس! میں معافی مانگتا ہوں۔

وروارا میخائلوونا: جب کبھی زندگی کا دکھ بہت بڑھ جاتا، سر سے پانی اونچا ہونے لگتا تو میں آپ کے بارے میں سوچتی اور دکھ کی آنچ مدہم ہو جاتی۔ میرے لئے کوئی امید تو تھی۔

سالیموف: رحم کرو۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔

ورواراميخائلوونا: پھرآپ یہاں آئے۔ اورآپ ویسے ہی نکلے جیسےاورسب ہیں۔ بالکل اسی سانچے میں ڈھلے ہوئے۔ کتنی بھیانک بات ہے یہ! آپ کو ہوا کیا ہے؟ کیا آدمی اپنے دل کی آگ کو ہمیشہ روشن نہیں رکھ سکتا؟

شالیموف (جوش میں): لیکن تم مجھ سے دوسروں سے مختلف تقاضا کیوں کرو؟ آخرتم مجھے کسی اور پیمانے سے کیوں ناپو؟ تو سب جیسے جی چاہے جیو لیکن میں محض اس لئے کہ میں ادیب ہوں اپنی مرضی سے زندگی نہیں گزار سکتا۔ مجھے اس طرح رہنا چاہئے جس طرح تم لوگ چاہو، یہی ہے نا؟

ورواراميخائلوونا: اس طرح بات مت کیجئے۔ میرا دیا ہوا پھول پھینک دیجئے۔ میں نے یہ پھول دوسرے شالیموف کو دیا تھا جس کو میں دوسروں سے الگ، دوسروں سے نرالا سمجھتی تھی۔ پھینک دیجئے۔

(تیزی سے چلی جاتی ہے۔)

شالیموف (اس کو جاتے ہوئے دیکھتا ہے): میں تو مارا گیا! (پھول کومسل دیتا ہے) بڑی سر پھری عورت ہے۔

(گھبراہٹ میں رومال سے منہ پونچھتا ہے اور پھر اسی راستے پر ہو لیتا ہے جدھر ورواراميخائلوونا گئی ہے۔ دوداکوف اوراولگا بائیں طرف کے جنگل سے نکلتے ہیں۔)

زامیسلوف (جنگل میں گاتے ہوئے): ''اوہ، آجا، میری جان آجا، رات گئی...''

پالیافلیپوونا (گیت جاری رکھتی ہے): ''تیرے منہ پر یہ کالی نقاب...''

ولاس (جنگل میں): خدا کے لئے بیٹھ جاؤ!

دوداکوف: ہم تو پیچھے ہی رہ گئے تھے۔

اولگاالکسئی ونا: میں کتنی تھک گئی ہوں! کیریل، میری جان، تم یہ دن کبھی نہیں بھولو گے نا؟

دوداکوف: تم بھی نہیں۔ ہاں تم بھی اپنا وعدہ نہیں بھولو گی نا۔ بات بے بات برسنا چھوڑ دوں گی نا؟

اولگاالکسئی ونا: میری جان، میں کتنی خوش ہوں۔ آج سے زندگی اپنا چولا ہی بدل دے گی۔

(وہ باہر نکل جاتے ہیں۔ پوستو بائکا دائیں طرف سے ایک ٹوکری اٹھائے ہوئے آتا ہے اور زمین پر کچھ ڈھونڈتا ہے۔)

یولیا فلیپوونا (جنگل میں): اور کون کون رہ گیا؟

سونیا: ممی!

باسوف: ممی!

ماریا لفوونا (بائیں طرف سے آتی ہے۔ تھکی ہوئی اور پریشان نظر آتی ہے): میں یہاں ہوں سونیا!

سونیا (دوڑتے ہوئے): ہم جا رہے ہیں ممی! لیکن یہ تمہیں کیا ہوا!

ماریا لفوونا: کچھ نہیں۔ میں پیدل جاؤں گی۔ ان لوگوں سے کہہ دو میری راہ نہ دیکھیں۔ جاؤ، بھاگ کر جاؤ۔

سونیا (ایک طرف بھاگتے ہوئے اور منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر چلاتے ہوئے): جاؤ سب، ہمارا انتظار مت کرو! ہم پیدل جائیں گے۔ کیا؟ خدا حافظ!

دفوئے توچیئے (جنگل سے): تم ہلکان ہو جاؤ گی!

سونیا: خدا حافظ!

ماریا لفوونا: تم ان لوگوں کے ساتھ کشتی میں کیوں نہ چلی گئیں؟

سونیا: کیونکہ میں تمہارے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔

ماریا لفوونا: تو آؤ پھر چلیں۔

سونیا: پہلے ہم ذرا دم لے لیں۔ جی برا ہو رہا ہے ممی؟ میری پیاری ممی! یہاں بیٹھ جاؤ... ہاں یوں۔ آؤ میں تمہیں کلیجے سے لگا لوں۔ اچھا اب بتاؤ، کیا تکلیف ہے؟

(جنگل سے قہقہوں، باتوں کی آواز اور چیخ پکار سنائی دیتی ہے۔)

یولیا فلیپوونا (جنگل سے): کشتی کو ہچکولے نہ دو!

زامیسلوف: نہیں۔ گاؤ مت۔ بس ان کو بجانے دو۔

باسوف (جنگل سے): گانے بجانے والے آگے بیٹھیں گے۔

(چھتارے کے تار کسنے اور آزمانے کی آواز آتی ہے۔)

ولاس (جنگل سے): اچھا بھئی ہم چل دیۓ!

ماریالفوونا: سونیا، میری گڑیا! کاش تو جانتی!

سونیا (سادگی سے): میں جانتی ہوں۔

ماریالفوونا: نہیں تو نہیں جانتی۔

سونیا: سنو، میری ممی، یاد ہے جب میں چھوٹی سی تھی۔ میں حساب کے سوال نہیں کر پاتی تھی تو رونے لگتی تھی اور تب تم آتی تھیں اور اس طرح ہاں اس طرح میرا سر اپنے سینے پر رکھ لیتی تھیں اور ایک لوری گاتی تھیں...

سوجا، راج دلاری سوجا، سوجا...

اب تمہاری باری ہے۔ تم سے یہ سوال نہیں حل ہو رہا ہے۔ میری پیاری ممی! اگر تم سچ مچ اس سے محبت کرتی ہو...

(دفوۓ توچے ہنستا ہے۔)

ماریالفوونا: ہت، سونیا! کیسے جان گئی تو؟

(چھتارے کا نغمہ سنائی دیتا ہے۔)

سونیا: شی۔ چپ پڑی رہو۔

سوجا، راج دلاری سوجا، سوجا...

میری ممی دنیا میں سب سے عقلمند ہیں۔ انہوں نے مجھے سبق دیا کہ صاف صاف سوچو۔ الجھو مت۔ وہ بھلا آدمی ہے۔ ممی اس کو مت ٹھکراؤ...تم اس کو اپنا لو تو اور بھی اچھا ہو جاۓ گا۔ تم پہلے ہی ایک لاجواب ہستی کو جنم دے چکی ہو۔ کیوں میں تو ہوں ہی لاجواب، اس میں کیا شک ہے؟ اور اب کوئی اور آۓ گا؟

ماریالفوونا: لیکن میری جان یہ ناممکن ہے!

سونیا: وہ میرا بھائی ہوگا۔ وہ کبھی کبھی ذرا اجڈ بن جاتا ہے۔ لیکن تم اسے نرم بنا لوگی۔ تمہارا دل اتنا نیک، اتنا نرم جو ہے! تم اس کو جوش سے کام کرنا سکھاؤ گی۔ جس طرح تم خود کام کرتی ہو، جس طرح تم نے مجھے کام کرنا سکھایا۔ وہ میرا اچھا ساتھی ہوگا۔ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ پہلے تو ہم

تین ہوں گے... پھر ہم چار ہوں گے... کیونکہ ممی تم جانتی ہو میں نے اس پگلے مکسیم سے شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں ممی۔ اور اسے اس محبت کا حق بھی ہے۔

ماریالفوونا: میری اچھی بچی، میری گڑیا، اللہ تجھے خوش رکھے۔ تو دودھوں نہائے پوتوں پھلے!

سونیا: اٹھو مت ماں۔ میں اور وہ پہلے پڑھائی ختم کریں گے، پھر ہم ایک بھرپور، رنگارنگ اور اچھی زندگی گزاریں گے، پھر چاروں... ممی... ہم چارو... چار بہادر اور ایماندار انسان!

ماریالفوونا: میری پیاری! میرے کلیجے کی ٹھنڈک! ہم تینوں تم اور تمہارا دولہا اور میں! اور وہ... ہاں اگر وہ ہمارے ساتھ آنا چاہے تو شوق سے آئے۔ تمہارا بھائی بن کر آئے اور میرا بیٹا!

سونیا: اور ہم بڑے بڑے شاندار کام کریں گے! ہاں ہم تارے توڑ لائیں گے! لیکن ایک منٹ ٹھہرو ممی۔ روؤ مت۔

سوجا، راج دلاری سوجا، سوجا...

(سونیا کی آواز تھرتھراتی ہے۔ دور سے چھتارے کی موسیقی سنائی دیتی ہے۔)

پردہ

چوتھا ایکٹ

دوسرے ایکٹ والا منظر۔ سورج ڈوب چکا ہے۔ باسوف اور سوسلوف صنوبر کے سائے میں شطرنج کھیل رہے ہیں۔ ساشا برآمدے میں میز پر کھانا لگا رہی ہے۔ دائیں طرف کے جنگل سے گراموفون کی پھنسی پھنسی سی آواز آ رہی ہے۔ مکان کے اندر کالیریا پیانو پر ایک حزینہ دھن بجا رہی ہے۔

باسوف: ہمارے ملک کو نیک طینت لوگوں کی ضرورت ہے۔ ایسے لوگ وہ ہیں جو ارتقا پسند کہلاتے ہیں۔ وہ سینگ نہیں مارتے پھرتے۔

سوسلوف: لو میں تمہارے پیل کو کھا گیا...

باسوف: کھا جاؤ۔ نیک طینت لوگ آہستہ آہستہ زندگی کا چولا بدلتے ہیں اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ لیکن ان ہی کی لائی ہوئی تبدیلیاں زندہ رہتی ہیں۔

(دوداکوف مکان کے پیچھے سے تیزی سے نکلتا ہے۔)

دوداکوف: میری بیوی تو نہیں آئی یہاں؟

باسوف: تمہاری۔نہیں۔آؤ بیٹھو، ڈاکٹر۔

دوداکوف: نہیں، بیٹھ نہیں سکتا، میرے پاس وقت کہاں۔ مجھے استادوں کی رپورٹ چھپنے کے لئے تیار کرنا ہے۔

باسوف: جہاں تک مجھے یاد آتا ہے تم پچھلے دو برس سے اس کی تیاری میں لگے ہوئے ہو۔

دوداکوف (باہر جاتے ہوئے): مجبوری ہے۔ کیوں نہ ہو جب کہ میں ہی اکیلا کام کرنے والا رہ گیا ہوں۔ چاروں طرف لوگوں کی بھرمار ہے۔ مگر کام کوئی بھی نہیں کرتا۔ اس کے بارے میں کیا کہتے ہو تم؟

باسوف: بڑا الو کی دم فاختہ ہے یہ ڈاکٹر۔

سوسلوف: تمہاری چال ہے۔

باسوف: ہونہہ۔ تو میں کہہ رہا تھا، آدمی کا ارادہ نیک ہونا چاہئے۔ مردم آزادی ایک عیاشی ہے۔ اور یہ ہمارے بس کا روگ نہیں۔ مجھے اس علاقے میں آئے گیارہ برس ہو گئے۔ جب میں آیا تھا تو میرے پاس ایک تھیلا تھا اور ایک دری۔ تھیلا خالی تھا اور دری کی حالت پتلی تھی۔ رہا میں سو میری حالت بھی کچھ کم پتلی نہ تھی۔

سوسلوف: لو، سہہ۔

باسوف: مارا گیا! آخر تمہارے گھوڑے کی چال میری نظر سے کیسے چوک گئی؟

سوسلوف: اور فلسفہ بگھارو۔ فلسفہ بگھارنے والے ہمیشہ مات کھاتے ہیں۔

باسوف: یہ کہی تم نے سو کی ایک...

(وہ اپنے کھیل میں غرق ہو جاتے ہیں۔ دائیں طرف سے جنگل سے ولاس اور ماریا لفوونا نکلتے ہیں۔ وہ شطرنج کے کھلاڑیوں کو نہیں دیکھتے۔)

ماریا لفوونا (آہستہ سے): میرے بھلے لڑکے، بہت جلد یہ طوفان گزر جائے گا۔ دیکھ لینا۔ میری بات مانو۔ اور تب تم دل سے میرے شکر گزار ہو گے۔

ولاس (زور سے): یہ بڑا کڑوا گھونٹ ہے دل ہے۔ کہ پاس پاس ہوا جا رہا ہے۔

(باسوف سنتا ہے اور سوسلوف کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتا ہے۔)

ماریالفوونا: جاؤ۔ جلدی سے چلے جاؤ، پیارے ولاس۔ میں وعدہ کرتی ہوں...خط لکھوں گی۔ ڈٹ کر کام کرو۔ دنیا میں اپنی جگہ بناؤ۔ نڈر اور بے دھڑک آگے بڑھو اور کبھی بھی دنیا کی حقیر چیزوں کے آگے ہتھیار نہ ڈالو۔ تمہارا دل سونے کا ہے۔ اور میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ ہاں میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ (باسوف کی آنکھیں گول ہو جاتی ہیں۔ سوسلوف مسکراتے ہوئے اسے دیکھتا ہے) لیکن میری محبت تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے اور اس سے مجھے ڈر لگتا ہے۔ ہاں مجھے اس کا اقرار کرنے میں شرم نہیں آتی۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ بہت جلد تمہارا یہ جنون ختم ہو جائے گا۔ لیکن میں...جیسے جیسے وقت گزرتا جائے گا میری محبت بڑھتی جائے گی اور انجام بہت مضحکہ خیز ہوگا، بلکہ بازاری سا۔ کم از کم میرے لئے تو یہ انجام بڑا دردناک ہوگا۔

ولاس: میں قسم کھاتا ہوں...

ماریالفوونا: نہیں، نہیں، میں قسم نہیں چاہتی۔

ولاس: عشق کا زمانہ گزر جائے۔ لیکن میں تمہاری پوجا کرتا رہوں گا۔

ماریالفوونا: یہ محبت کرنے والی عورت کے لئے بہت کم ہے۔ دوسرے، مجھے شرم آتی ہے، میں اپنے تن من کی دنیا میں کھو کر نہیں جی سکتی۔ یہ بات احمقانہ اور بے تکی معلوم ہوگی مگر ہمارے زمانے میں تن اور من کی مسرتوں میں کھو کر رہ جانا شرمناک سمجھا جاتا ہے۔ چلے جاؤ، میرے دوست، چلے جاؤ۔ جب کبھی تم پر کڑا وقت پڑے، جب کبھی دوست کی ضرورت ہو، میرے پاس آ جاؤ۔ میں تمہیں اپنے سے آنکھوں پر بٹھاؤں گی۔ ماں کی طرح۔ جو اپنے چہیتے بیٹے کی راہ میں پلکیں بچھاتی ہے۔ اچھا جاؤ، خدا حافظ!

ولاس: لاؤ اپنا ہاتھ دو مجھے۔ میرا جی چاہتا ہے تمہارے آگے گھٹنوں کے بل گر پڑوں۔ میرا دل تمہاری محبت میں کتنا تڑپ رہا ہے! میری آنکھوں میں آنسو آ رہے ہیں! اچھا خدا حافظ!

ماریالفوونا: خدا حافظ، میرے اچھے دوست! میری بات یاد رکھنا۔ کسی چیز سے مت ڈرنا، کسی چیز کے آگے سر نہ جھکانا۔ ہمیشہ یاد رکھنا، ہمیشہ ہمیشہ!

ولاس: خدا حافظ، میری جان! میری پہلی محبت! اتنی پیاری، اتنی پاک! شکریہ! (ماریالفوونا تیزی سے دائیں طرف جنگل میں چلی جاتی ہے۔ ولاس مکان کی طرف جاتا ہے۔ یکایک اس کی نظر

باسوف پر پڑتی ہے۔ وہ تاڑ جاتا ہے کہ ان لوگوں نے سب کچھ سن لیا ہے۔ وہ رکتا ہے۔ باسوف اٹھتا ہے، جھکتا ہے اور کچھ کہنا چاہتا ہے۔ ولاس اس کے پاس جاتا ہے) ایک لفظ بھی نہ نکالنا منہ سے! ایک لفظ بھی نہیں! خبردار جو منہ کھولا! (مکان کے اندر چلا جاتا ہے۔)

باسوف (ہکا بکا رہ جاتا ہے): لونڈا تو بالکل کاٹنے کو دوڑ رہا ہے۔

سوسلوف (ہنستے ہوئے): ڈر گئے نا؟

باسوف: کیا خیال ہے ایں؟ میں سب جانتا تھا لیکن مجھے امید نہیں تھی... کہ... میرا مطلب ہے جذبات کی یہ بلند پروازی! بیوقوف! (زور سے قہقہہ لگاتا ہے۔ یولیا فلپیو ونا اور زامیسلوف سوسلوف کے مکان والے راستے پر آتے دکھائی دیتے ہیں۔ یولیا اپنے شوہر کے پاس جاتی ہے۔ زامیسلوف مکان کے اندر چلا جاتا ہے۔)

سوسلوف: اس نے یہ سب کچھ جان بوجھ کر لونڈے کو مٹھی میں کرنے کے لئے کہا۔

باسوف: خدا کی پناہ! کیا تماشا ہے!

سوسلوف (تیوریاں چڑھاتے ہوئے): وہ لومڑی ہے لومڑی۔ مجھے بھی اس نے وہ چرکا لگایا ہے کہ مت پوچھو۔ اسی کی لگائی بجھائی پر میرے چچا نے اپنا سارا دھن دان کر دیا۔

یولیا فلپیو ونا: پیوتر، کوئی آیا ہے۔

باسوف (روکتے ہوئے): یولیا فلپیو ونا، ذرا اپنے شریمان سے پوچھو ابھی کیا تماشا دیکھا ہے!

سوسلوف: کوئی؟ کون؟

یولیا فلپیو ونا (باسوف سے): کیسا تماشا؟ (اپنے شوہر سے) کوئی ٹھیکہ دار ہے۔ کہتا ہے کوئی ضروری کام ہے۔ کہیں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔

سوسلوف (تیزی سے جاتے ہوئے): کیا حماقت ہے!

باسوف: کیا خیال ہے تمہارا یولیا فلپیو ونا؟ ہم یہاں بیٹھے ہیں، میں اور تمہارا شوہر اور یکا یک ماریا لفوونا... (زور سے قہقہہ لگاتا ہے) لگتا ہے کہ وہ... میرا مطلب ہے دونوں دل کے کاروبار میں مبتلا ہیں۔

یولیا فلپیو ونا: کون؟ ماریا لفوونا اور میرے میاں؟ (ہنستی ہے۔)

باسوف: نہیں، ولاس، وہ مسخرا۔

یولیا فلیپوونا: اچھا وہ تمہاری زبان کا بھلا ہو کہ کب کا اس قصے کا ڈھنڈورا پٹ چکا۔ سب جانتے ہیں۔ باسوف: لیکن سنو۔ اصلی مزے کی بات تو تم نے سنی ہی نہیں۔

(مکان کے پچھواڑے سے رومین اور دفوئے توچئے نکلتے ہیں۔ دفوئے توچئے کے ہاتھ میں کوئی پیکٹ سا ہے۔)

دفوئے توچئے: کیا ورواراامیخائلوونا ہیں یہاں؟ ذرا دیکھو کسے لایا ہوں میں۔

باسوف: اچھا تم صحرا نوردی کر آئے۔ آؤ آؤ، بہت خوب۔ اماں تم تو بڑے چونچال نظر آرہے ہو۔ لگتا ہے خوب سنکے ہو دھوپ میں۔ اور معلوم ہوتا ہے چربی بھی خاصی پگھلی ہے۔ کہاں سے آرہے ہو؟

رومین: دکھن سے۔ میں نے زندگی میں پہلی بار سمندر دیکھا۔ یولیا فلیپوونا، کہو کیا حال ہے؟

یولیا فلیپوونا: واقعی تمہاری صورت پر رونق آ گئی ہے، پاول سرگئی وچ۔ میرا خیال ہے میں بھی سمندر کی سیر کر آؤں۔

دفوئے توچئے: میں اندر جا رہا ہوں۔ (جاتا ہے) میری بٹیا، دیکھو میں چاکلیٹ لایا ہوں۔ یہ الوداعی تحفہ ہے۔

باسوف:

میں نے دیکھا ہے سمندر کیا ہے
بیکراں، چھلکتا ہوا پیمانہ
پیاسی آنکھوں نے پیا، میری نگاہوں نے پیا
بیکراں، چھلکتا ہوا پیمانہ
میری روح نیلی انگڑائی
اور ہوئی حریف مے میخانہ

ہے نا، بالکل ایسا ہی لگتا ہے۔ جاؤ جاؤ اندر جاؤ، میری بیوی تم سے مل کر بہت خوش ہوگی۔

رومین: بڑی شاندار جگہ ہے۔ میرے خیال میں صرف سنگیت ہی سمندر کی شان اور گہرائی کا

اظہار کر سکتا ہے۔ سمندر انسان پر چھا جاتا ہے۔ انسان اس کے سامنے ایک قطرہ معلوم ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو تنکے کی طرح بے بس محسوس کرتا ہے۔ جیسے سامنے ابد موجیں مار رہا ہو۔

(وروارا میخائلوونا مکان کے پچھواڑے سے آتی ہے۔)

باسوف: میں ذرا شطرنج کے مہرے اکٹھا کر لوں۔ جانتی ہو واریا، پاول سرگئی وچ واپس آ گیا،

وروارا میخائلوونا: وہ یہاں ہے؟

باسوف (اس کے پاس جاتے ہوئے): ہاں۔ اور معلوم ہوتا ہے اس نے اپنے خوبصورت فقروں کے خزانے میں چند موتیوں کا اضافہ کر لیا ہے۔ ہاں واریا، کاش تم جانتیں، یہاں کیا گل کھلا ہے، کیا تماشا ہوا ہے۔ میں اور سوسلوف یہاں بیٹھے شطرنج کھیل رہے تھے اور یکا یک ماریا لفوونا اور رولاس... سمجھتی ہو نا، واقعی ان کا تو باضابطہ معاشقہ چل رہا ہے! (ہنستا ہے) اور تم کتنے یقین سے کہتی تھیں۔ یہ معاشقہ نہیں۔ یہ کچھ اور ہے۔ یہ کچھ اور نہیں ہے، سچ!

وروارا میخائلوونا: سرگئی، بس بھی کرو۔ کہیں تم ایسی ویسی باتیں نہ شروع کر دو۔

باسوف: لیکن ذرا رک جاؤ واریا۔ میں نے ابھی سارا قصہ کہاں سنایا ہے۔

وروارا میخائلوونا: میں نے کتنی بار کہا ہے کہ تم ماریا لفوونا اور رولاس کے قصے کا ذکر نہ کیا کرو۔ اور تم نے ڈھنڈورا پیٹ دیا۔ کیا تم اتنا نہیں دیکھتے کہ کتنی کوفت کی بات ہے یہ!

باسوف: تم تو چوں چوں کا مربہ بنا دیتی ہو ہر بات کا۔ مجھے تم سے یہ سب کہنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ بس۔

وروارا میخائلوونا: ہاں، تم بولو کم اور سوچو زیادہ کہ آخر تم کیا کر رہے ہو۔ سرگئی، کاش تم جانتے دوسرے لوگ تمہارے بارے میں کیا باتیں بنا رہے ہیں۔

باسوف: میرے بارے میں؟ ان کی باتوں پر کان دھرنا میرے شان کے خلاف ہے۔ بکنے دو، جو جی چاہیں بکیں! لیکن مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ تم... واریا... تم میری بیوی...

وروارا میخائلوونا: تمہاری بیوی بننا میرے لئے اتنی بڑی عزت نہیں ہے جتنی بڑی تم سمجھتے ہو اور یہ بوجھ ایک سل کی طرح میری چھاتی پر دھرا ہے۔

باسوف: (بپھر کر): وروارا، کیا کہہ رہی ہو تم؟ کیسی باتیں کرتی ہو تم؟

(دفوئے توچیئے اور ولاس برآمدے میں آتے ہیں۔)

ورواراامیخائلوونا: میں وہی کہہ رہی ہوں جو سوچتی ہوں جو محسوس کرتی ہوں۔

باسوف: لیکن تمہیں اس کی صفائی دینی پڑے گی۔

ورواراامیخائلوونا: ہاں دوں گی صفائی لیکن بعد میں۔

(باسوف پھنکارتا ہوا بنگلے میں چلا جاتا ہے۔ ولاس بپھری ہوئی نگاہوں سے اس کا تعاقب کرتا ہے اور برآمدے کے زینے پر بیٹھ جاتا ہے۔)

دفوئے توچیئے: ورواراامیخائلوونا دیکھو میں تمہارے لئے چاکلیٹ لایا ہوں۔

ورواراامیخائلوونا: شکریہ۔

دفوئے توچیئے (وہ بھی زینے پر بیٹھ جاتا ہے): میں تمام دیویوں کے لئے چاکلیٹ لایا ہوں تاکہ ان کے دل میں میری میٹھی یاد باقی رہے۔۔ بھولومت، تم نے مجھے اپنی تصویر دینے کا وعدہ کیا تھا۔

وروواراامیخائلوونا: ہاں میں تو بھول ہی گئی تھی۔ ابھی لائی۔ (مکان کے اندر چلی جاتی ہے۔)

دفوئے توچیئے: اچھا تو ولاس جی مہاشے، تو ہم بستر گول کرتے ہیں، ایں؟

ولاس: کتنا اچھا ہوتا کہ ہم پہلے ہی جا چکے ہوتے۔

دفوئے توچیئے: میں کتنا خوش ہوں کہ تم میرے ساتھ چل رہے ہو۔ ہمارا شہر چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے۔ اس کے بیچ سے ایک دریا بہتا ہے اور اس کے چاروں طرف جنگل ہیں۔ میرے پاس ایک عالیشان مکان ہے۔ اس میں دس کمرے ہیں۔ ایک میں کھانسو اور سارے کمرے گونج اٹھیں۔ جاڑے میں اس میں بڑا سونا سونا سا لگتا ہے جب باہر زور زور سے ہوا چلتی ہے۔ (دائیں طرف تیزی سے سونیا آتی ہے) جوانی میں تو تنہائی اچھی رہتی ہے۔ لیکن جب آدمی میری طرح بڑھا ہو جائے تو ایک سے دو بہتر۔ ہوہو! (سونیا سے) اچھا شریر لڑکی خدا حافظ! میں کل جا رہا ہوں۔ پرسوں تم مجھے بالکل بھول جاؤ گی۔

سونیا: نہیں، میں نہیں بھولوں گی۔ آپ کا نام اتنا اوٹ پٹانگ سا جو ہے۔ بھلا میں آپ کو کیسے بھول سکتی ہوں۔

دفوئے توچیئے: کیا مجھے میں لے دے کے یہی ایک گن ہے؟ اچھا اچھا بہت بہت شکریہ۔

سونیا: اوہ، نہیں، پیارے دادا میں سچ نہیں بھولوں گی۔ آپ سیدھے سادے آدمی ہیں۔ آپ دور کی کوڑی لاتے ہیں، نہ شیخی بگھارتے ہیں۔ مجھے سیدھے سادے لوگ اچھے لگتے ہیں۔ آپ نے میری ممی کو تو نہیں دیکھا؟ ایں؟

دفوئے توچیئے: نہیں مجھے اس کی راحت نصیب نہیں ہوئی۔

ولاس: وہ یہاں نہیں ہیں۔ چلو دیکھیں کہاں ہیں۔ ممکن ہے وہ ندی کے کنارے کنج میں ہوں۔

کالیریا: اگر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟

سونیا: آؤ، چلو۔

(تینوں جنگل کے اندر جاتے ہیں۔ دفوئے توچیئے ان کو جاتے ہوئے دیکھتا ہے اور ٹھنڈی سانس لیتا ہے اور گنگناتا ہے۔ ورواراِ میخائلوونا ایک تصویر ہاتھ میں لئے ہوئے آتی ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے رومین آتا ہے۔)

ورواراِ میخائلوونا: لو یہ رہی تصویر۔ کب جا آپ؟

دفوئے توچیئے: کل۔ اچھا اس پر لکھ بھی دیا۔ بہت بہت شکریہ۔ بڑی اچھی رانی ہو۔ تم سے تو مجھے بہت محبت ہوگئی۔

ورواراِ میخائلوونا: بھلا مجھ میں ایسی کیا بات ہے کہ کسی کو مجھ سے محبت ہو جائے؟

دفوئے توچیئے: محبت کا کیا ہے، جس پر دل آ گیا۔ جو دل کو بھا گیا۔ سچی محبت سورج کی طرح ہے۔ کوئی کہہ نہیں سکتا سورج کاہے پر ٹکا ہوا ہے۔

ورواراِ میخائلوونا: یہ میں نہیں جانتی۔

دفوئے توچیئے: جانتا ہوں تم نہیں جانتیں.. تم میرے ساتھ کیوں نہیں چلتیں؟ تمہارا بھائی تو جا رہا ہے۔ تم کو وہاں کچھ نہ کچھ کرنے کو دھندا مل جائے گا۔

ورواراِ میخائلوونا: کیا؟ میں کچھ کرنا کب جانتی ہوں۔

دفوئے توچیئے: کیونکہ تم نے کام کرنا سیکھا نہیں۔ اب تم سیکھ سکتی ہو۔ میں اور ولاس مل کر دو

اسکول کھولیں گے۔ ایک لڑکیوں کا اسکول اور دوسرا لڑکوں کا اسکول۔

رومین (کھویا کھویا): اگر زندگی کا کوئی معنی مطلب ہے تو پھر آدمی کو کوئی بڑا اور نیک کام کرنا چاہئے۔ کوئی ایسا کام جو صدیوں زندہ رہے۔ بڑے بڑے مندر بنائے جائیں....

دفوئے توچیئے: تمہاری یہ اونچی اونچی باتیں میری سر کے اوپر سے گزر جاتی ہیں! اسکول کی بات تو دور دور میرے دماغ میں نہیں تھی۔ کس شریف آدمی نے میرے کان میں عقل کی بات پھونک دی۔

رومین: بڑی سے بڑی تعلیم گاہوں میں کیا رکھا ہے۔ بڑی بڑی یونیورسٹیاں کیا پڑھاتی ہیں۔ ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے بھانت بھانت کے نظریے اور بس، محض زندگی کی گتھیوں کے بارے میں اٹکل پچو باتیں۔

وروارا میخائلوونا (چڑ کر): اف تم کتنی اکتا دینے والی باتیں کرتے ہو! وہی گھسی پڑی باتیں!

رومین (ان سب پر نظر دوڑاتا ہے اور آہستہ آہستہ ایک عجیب انداز سے ہنستا ہے): جانتا ہوں بے جان الفاظ جیسے پت جھڑ کے پتے۔ خود نہیں جانتا میں کیوں کہتا ہوں یہ سب۔ شاید لت! چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔ یا شاید اس لئے کہ خزاں شروع ہوگئی ہے۔ جب سے میں نے سمندر دیکھا ہے، سوچ میں ڈوبی ہوئی سبز موجوں کی آواز میرے کانوں میں ہر وقت گونج رہی ہے۔ اب تک انسان نے جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب اس سنگیت میں کھو گئی ہیں۔ جیسے سمندر میں برکھا کی پھواریں۔

وروارا میخائلوونا: تم کتنی عجیب باتیں کرتے ہو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

(کالیریا اور ولاس دائیں طرف کے جنگل سے نکلتے ہیں۔ ۹

رومین (ہنستا ہے): کچھ نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔

کالیریا اپنے پیروں پر ڈٹ کر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی گھٹنوں گھٹنوں کیچڑ میں کھڑا ہو جائے۔

ولاس: ہاں تم تو ہوا میں لٹکنا چاہتی ہو نا؟ تم سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہتیں کہ تمہارا فراک اور تمہاری روح بے داغ رہیں۔ لیکن کسے ضرورت ہے تمہارے جیسے بجھے ہوئے، ٹھنڈے دھلے ہوئے لوگوں کی؟

کالیریا: مجھے خود اپنی ضرورت ہے!

ولاس: یہ تمہارا خیال خام ہے۔

کالیریا: میں تم سے بات کرنا نہیں چاہتی۔ تم بڑے اجڈ ہو۔ (تیزی سے نکل جاتی ہے۔)

دفوئے توچیئے: کہو بھیا ولاس؟ اس لڑکی کو کھری کھری سنا کے تمہارا دل خوش ہوا؟

ولاس (برآمدے کے نچلے زینے پر اپنی بہن کے پاس بیٹھ جاتا ہے): میں اس سے بھر پایا! (اس کی نقل کرتے ہوئے) ''ہائے میں! میں کوفت سے مری جا رہی ہوں!'' میں نے اس سے کہا: آدمی کو جینا ہو تو دوسروں کے ساتھ جئے اور مرنا ہو تو چپکے سے ایک کونے میں جا مرے۔

رومین (جلدی سے): بالکل ٹھیک۔ یہ بات چاہے بڑی بے دردی کی معلوم ہو، پر ہے سچ! سو کی ایک!

(باسوف اور یولیا فلیپوونا برآمدے پر نکلتے ہیں۔)

ورواراミخائلوونا (جیسے اپنے آپ سے): زندگی ہمارے پاس سے گزرتی چلی جاتی ہے اور ہمارے دل کو چھوتی بھی نہیں۔ صرف ہمارے دماغ میں ہلچل مچاتی ہے۔

باسوف: واریا، میں ساشا سے کہا کہ ہم یہاں باہر ہی کھانا کھائیں گے۔ (سوسلوف تیز تیز قدموں سے اپنے گھر کی طرف سے آتا ہے) سیمیون سیمیونووچ، ہم تمہاری الوداعی دعوت کریں گے۔ چلو شمپین کے جام چھلکانے کا اچھا بہانہ ہاتھ آ جائے گا۔

دفوئے توچیئے: یہ بات تم نے دل کو لگتی کہی...

سوسلوف؛ یولیا، ذرا ادھر آنا ایک منٹ کو۔

یولیا فلیپوونا: کیوں، کیا کچھ ہو گیا؟

(سوسلوف اپنی بیوی کو ایک طرف لے جاتا ہے اور اس کے کان میں کچھ کہتا ہے۔ اس کی بات سن کر وہ چونکتی ہے اور اس سے الگ ہو جاتی ہے۔ وہ بیوی کا بازو پکڑتا ہے اور دائیں طرف لے جاتا ہے۔ جہاں وہ کھڑے کھڑے چند لمحے دبی دبی آواز میں باتیں کرتے ہیں، باسوف جانے کے بعد برآمدے میں واپس آتے ہیں۔)

باسوف: دوستو آج میں فرسٹ کلاس ساسیج سے آپ کی خاطر تواضع کروں گا۔ آپ نے کاہیکو کبھی ایسی شاندار چیز چکھی ہوگی۔ میرے ایک موکل نے یوکرین سے بھجوایا ہے۔ لیکن وہ میرا اسٹنٹ

کہاں گیا؟ (زیرلب) لیکن وہ یولیافلیپو ونا کے شوہر کا اسٹنٹ بھی تو ہے۔

وروارا میخائلوونا (آہستہ آہستہ غصے کے ساتھ): سرگئی! یہ بہت بری بات ہے!

باسوف (بے پروائی سے) واریا، لیکن کون ہے جو یہ سب نہین جانتا۔ تم بیکار خفا ہوتی ہو۔ ساشا! (اندر چلا جاتا ہے۔)

یولیافلیپو ونا (دل ہی دل میں چہکتے ہوئے): چچا، سنا، پیوتر نے جیل کیجو دیوار بنوائی تھی دو مزدوروں پر گر پڑی۔

سوسلوف (آہستہ سے ہنستے ہوئے): اور تمہارے دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں!

وروارا میخائلوونا (ڈرتے ہوئے): سچ! کہاں ہوا یہ سب؟

سوسلوف: ایک چھوٹے سے شہر میں۔

دفوئے توچیئے: مبارکباد! بالکل بچہ ہے بچہ! جب یہ دیوار بن رہی تھی تو کیا تم اس کے پاس بھی پھٹکے تھے؟

سوسلوف: ہاں، میں گیا تھا۔ وہ حرامزادہ، ایک ٹھیکہ دار تھا، یہ سب اسی کی کارستانی ہے۔

یولیافلیپو ونا: یہ جھوٹ ہے! نہیں وہ دیوار کے پاس پھٹکا بھی نہیں۔ ایک بار نہیں۔ اس کو وقت ہی نہیں ملا!

دفوئے توچیئے: کوئی اس وقت تمہاری مرمت کر دیتا تو مزا آتا! شاباش! ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات! ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں۔ کام نہ کاج!

سوسلوف (ایک ہلکے قہقہے کے ساتھ): میں خود کو گولی مارلوں گا۔ یہ ہوگا کام!

رومین (نفی میں سر ہلاتے ہوئے): نہیں تم خود کو کبھی گولی نہیں مار سکتے۔ نہیں تم اتنی بہادری نہیں دکھا سکتے۔

سوسلوف: اور اگر مارلوں تو؟

وروارا میخائلوونا: پیوتر ایوانو وچ، ان دونوں مزدوروں کا کیا ہوا؟ کیا وہ ہلاک ہو گئے؟

سوسلوف (منہ لٹکاتے ہوئے): میں نہیں جانتا۔ مجھے کل وہاں جانا ہوگا۔

(اولگاالکسئی ونا آتی ہے۔)

ولاس بڑبڑاتا ہے): کتنی گھناؤنی بات ہے!

سوسلوف (کھیسیں نکلتے ہوئے): بھئی: باندھ کے، باندھ کے!

اولگاالکسئی ونا (قریب آتے ہوئے): آداب عرض ہے۔ ارے تم تو اس طرح بیٹھ ہو جیسے خزاں کے موسم میں چڑیاں۔ شاید میں سب سے مل چکی ہوں۔ اوہ، پاول سرگئی وچ! واپس کب آئے؟

(سوسلوف پھر اپنی بیوی کو ایک طرف لے جاتا ہے اور اس کے کان میں کچھ کہتا ہے۔ اس کے چہرے سے غصہ جھلک رہا ہے۔ بیوی مضحکہ خیز انداز میں اس کے سامنے کورنش بجا لاتی ہے اور برآمدے میں واپس آجاتی ہے۔ سوسلوف زور سے سیٹی بجاتا ہوا اپنے گھر کے کی طرف چلا جاتا ہے۔ دفوئے توچئے یولیافلپیو ونا پر ایک نظر ڈالتا ہے اور اپنے بھتیجے ہو لیتا ہے۔)

رومین: آج۔

اولگاالکسئی ونا: اور سیدھے یہیں چلے آئے؟ اسے کہتے ہیں باوفا دوست! نہ جانے کیوں ہوا میں بڑی گھٹن ہو رہی ہے؟ گرمی کا چل چلاؤ ہے۔ اب ہم سب شہر واپس چلے جائیں گے۔ ہم پھر ایک بار پتھر کی دیواروں میں بند ہو جائیں گے۔ ایک دوسرے کی نظر سے، ایک دوسرے کی پہنچ سے دور۔ ہم پھر ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن جائیں گے۔

ولاس (کڑوا کسیلا منہ بنا کر): پھر وہی ہائے وائے!

باسوف (برآمدے کے دروازے سے): پاول سرگئی وچ، یہاں آجاؤ ایک لمحے لمحے کو، آرہے ہو نا؟

اولگاالکسئی ونا (ولاس سے): کیوں کیا یہ سچ نہیں ہے؟

(رومین گھر کے اندر جاتا ہے اور کالیریا اور شالیموف سے راستے میں ملتا ہے۔ اولگا الکسئی ونا کا جواب دئے بغیر ولاس اٹھتا ہے اور صنوبر کے جنگل کی طرفف طرف چل دیتا ہے۔)

شالیموف (اکتاہٹ اور بے نیازی سے): لوگ جمہوریت سے نہ جانے کیسی بری بڑی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ کون جانے جمہوریت پسند کی کھال میں کیا چھپا ہوا ہے؟

کالیریا (جذباتی لہجے میں): ہاں، ہاں آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہزار بار ٹھیک! ہاں یہ جمہوریت پسند اب تک درندہ ہے۔ وحشی۔ اس کو تو بس ہائے پیٹ ہائے پیٹ کی پڑی رہتی ہے۔

شالیموف: اور چرمراتے ہوئے جوتے پہننے کی!

کالیریا: آخر وہ کن چیزوں پر یقین رکھتا ہے؟ اس کا آدرش کیا ہے؟

ولاس (جھلاتے ہوئے): اور تمہارا؟ ہاں تمہارا ایمان کیا ہے؟ تمہارا آدرش کیا ہے؟

کالیریا (ولاس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے): جو لوگ کسی چیز پر یقین رکھتے ہیں زندگی میں ایک نئی امنگ، نیا ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی بادشاہت روح پر ہے۔

ولاس: کون ہیں یہ بادشاہت کرنے والے؟ کہاں ملتے ہیں وہ؟

کالیریا: ولاس، میں تم سے بات نہیں کر رہی ہوں۔ یاکوف پیترووچ، آؤ ادھر چلیں۔

(دونوں برآمدے سے آتے ہیں اور صنوبروں کے سائے میں بیٹھ جاتے ہیں۔ دھیمی آواز میں اپنی باتوں کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ کالیریا کچھ پریشان ہے۔ شالیموف پرسکون ہے۔ اس کی حالت سے بڑی سستی اور کاہلی ٹپک رہی ہے جیسے تھک کر چور ہو۔)

ورواراامیخائلوونا (ولاس کے پاس جاتے ہوئے): ولاس آج تم بڑے چڑچڑے ہو رہے ہو۔

ولاس (بوجھل آواز میں): واریا، میں بہت دکھی ہوں۔

یولیافلیپوونا: ولاس میرے ساتھ چلو، دریا کی طرف چلیں۔

ولاس: معاف کرو، میں نہیں جاتا۔

یولیافلیپوونا: چلے چلو۔ ایک بہت ضروری بات ہے۔

ولاس (جھجکتے ہوئے جاتا ہے): کیا بات ہے؟

(یولیافلیپوونا اس کا بازو پکڑتی ہے اور اس کے کان میں کچھ کہتی ہے۔ دونوں چلے جاتے ہیں۔ ورواراامیخائلوونا برآمدے میں چلی جاتی ہے۔)

اولگاالکسئی ونا (ورواراامیخائلوونا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے): واریا کیا تم اب تک مجھ سے روٹھی ہوئی ہو؟

ورواراامیخائلوونا (فکر میں ڈوبی ہوئی): روٹھی ہوئی؟ نہیں تو۔

ولاس (اسٹیج کے پچھلے حصے سے تیز آواز میں): بدلگام! اگر وہ میرا بہنوئی نہ ہوتا تو...

یولیافلیپوونا: ہش! (اس کو کھینچتی ہے اور جنگل کے اندر لے جاتی ہے۔)

وروارا میخائلوونا (خوف زدہ): خدا کی پناہ! کیا ہوا؟

اولگا الکسئی ونا: اللہ خیر کرے، لگتا ہے یولیا کچھ نمک مرچ لگا رہی ہے۔ وارایا، معلوم ہوتا ہے تم اب تک خفا ہو۔ تمہیں یہ تو سمجھنا چاہئے کہ آدمی جھلاہٹ میں بہت کچھ کہہ جاتا ہے...

وروارا میخائلوونا (سوچتے ہوئے): اولگا، چھوڑو بھی۔ مجھے پیوند لگی ہوئی چیز ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ چاہے دوستی ہی کیوں نہ ہو۔

اولگا الکسئی ونا (اٹھتے ہوئے): میں نہیں جانتی تھی کہ تم بات کو گرہ سے باندھ کر رکھ لیتی ہو۔ تم بھول نہیں سکتی؟ بھول نہیں سکتیں تو کم از کم معاف ہی کر دو۔

وروارا میخائلوونا (سرد مہری اور سختی سے): ہم ضرورت سے زیادہ معاف کیا کرتے ہیں۔ یہ بڑی کمزوری ہے۔ اسی وجہ سے ہم ایک دوسرے کی نظر سے گر جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم ایک دوسرے کی نظر سے گر جاتے ہیں۔ ایک شخص ہے جس کو میں اتنا زیادہ معاف کرتی رہی ہوں کہ اب اس کی آنکھوں میں ایک ناچیز زدہ ہوں۔

اولگا الکسئی ونا (ذرا رکتے ہوئے): کیا تمہارا مطلب اپنے میاں سے ہے؟ (وروارا میخائلوونا خلا میں گھورتی ہے، آہستہ آہستہ سر ہلاتی ہے اور کوئی جواب نہیں دیتی) لوگ کتنی جلدی گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں! مجھے یاد ہے جب وہ طالبعلم تھا۔ غریب، ہنس مکھ، لاابالی۔ ہر شخص اس سے محبت کرتا تھا۔ لیکن تم میں تو ذرا فرق نہیں پڑا۔ ویسی ہی گمبھیر اور سوچ میں مگن! مجھے یاد ہے جب تم اس سے شادی کرنے والی تھیں تو کیریل نے کہا تھا کہ تمہاری جیسی بیوی کے ساتھ باسوف کی زندگی کبھی برباد نہ ہوگی۔ کیریل نے کہا تھا کہ سرگئی بڑی اوچھی طبیعت کا ہے، وہ بازاری حرکتیں کرنے سے بھی چوکتا، لیکن تم...

وروارا میخائلوونا (سادگی سے): اولگا: تم یہ سب کچھ مجھ سے کیوں کہہ رہی ہو؟ یہ بتانا چاہتی ہو کہ میں کتنی ذلیل ہوں؟

اولگا الکسئی ونا: واریا! تم ایسی بات کیسے سوچ سکتی ہو؟ بس ایک بات یاد آئی اور کلموئی زبان سے نکل گئی...

وروارا میخائلوونا (آہستہ آہستہ، مگر بہت صاف صاف جیسے عدالت کا فیصلہ سنا رہی ہو): ہاں میں کمزور اور بے بس ہوں۔ تم یہی کہنا چاہتی تھیں نا؟ اولگا، تم کہو یا نہ کہوں میں خود جانتی ہوں۔ مجھے یہ

بہت دنوں سے معلوم ہے۔

ساشا (برآمدے سے): ورواراِ میخائلوونا، مالک آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ (ورواراِ میخائلوونا ایک لفظ منہ سے نہیں نکالتی اور مکان کے اندر چلی جاتی ہے۔)

اولگا الکسئی ونا (اس کے پیچھے پیچھے جاتی ہے): لیکن میں کہتی ہوں، تم مجھے سمجھیں نہیں واریا...

کالیریا (آہستہ سے): میرے لئے تو ایسا آدمی مردے کے برابر ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ سچائی جانتا ہے۔ (رکتی ہے۔ شالیموف سگریٹ کے کش اڑاتا ہے) بتاؤ کیا تم کو زندگی ایک بوجھ معلوم ہوتی ہے؟

شالیموف: بعض مرتبہ تو بہت ہی بھاری۔

کالیریا: زیادہ تر؟

شالیموف: اس میں کوئی راحت نہیں۔ میں نے دنیا کا اتنا سرد گرم دیکھا ہے کہ مسرت میرے پاس پھٹکتی بھی نہیں۔ اور اب وقت بھی ایسا آ گیا ہے جو کسی قسم کی مسرت نہیں دیتا۔

کالیریا (چپکے سے): ہر سوچنے سمجھنے والے آدمی کی زندگی ایک ڈارمہ ہے۔

شالیموف: اوہ، ہاں بتاؤ تو سہی...

کالیریا: کیا؟

شالیموف (اٹھتے ہوئے): سچ سچ بتاؤ کیا تم کو میری کہانیاں پسند ہیں؟

کالیریا (بڑے جوش سے): اوہ، بہت! خاص طور پر نئی والی۔ ان میں اتنی سچائی نہیں ہے۔ ان میں زندگی کا کھردرا پن کم ہے۔ لیکن اداسی اور افسردگی کی اتنی لطیف دھند چھائی ہوئی ہے کہ اس میں انسان کی روح کھو جاتی ہے جیسے غروب آفتاب کے وقت بادل سورج کو چھپا لیں۔ بہت کم لوگ ان کہانیوں کو سراہنے کی سکت رکھتے ہیں۔ لیکن گنتی کے چند ہی سہی، مگر وہ آپ پر جان دیتے ہیں۔

شالیموف (ولاس سے): جاگتے میں جنت کے خواب دیکھ رہے ہو؟

ولاس (بغیر کسی کرختگی کے): سیٹی بجا رہا ہوں۔

(باہر برآمدے میں اولگا الکسئی ونا آ کر ریلینگ کے پاس بید کی کرسی پر بیٹھ جاتی ہے۔ رومین اس کے پاس کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ دھیمی آواز میں کچھ کہتی ہے۔ باسوف میز کے پاس جاتا ہے اور کھانے

کا جائزہ لیتا ہے۔ وروارا میخائلوونا ایک ستون کے سہارے کھڑی ہو جاتی ہے۔ زامیسلوف اس کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔)

باسوف: سب لوگ ہیں یہاں؟ ولاس؟ ماریا لفوونا؟

ولاس: میں یہ رہا۔

(مکان سے یولیا فلیپوونا گنگناتی ہوئی نکلتی ہے اور ایک زینے پر بیٹھ جاتی ہے۔)

زامیسلوف: ہم سب عجیب وغریب قسم کے جانور ہیں ورورارا میخائلوونا۔ گرہوں پر گرہیں پڑی ہوئی ہیں ہماری درمیان، ہم بالکل الجھ کر رہ گئے ہیں...

باسوف (ریلنگ پر جھکتے ہوئے): بہت خوب۔ یاکوف، اچھا تم یہاں ہو؟

زامیسلوف: ہمارے دماغ میں جو گرہیں پڑی ہوئی ہیں، ان ہی کی بدولت تو ہم اونچے سمجھے جاتے ہیں، اونچے دانش ور لوگ! اور تم...

(دفوئے توچئے کھڑا ہو کر زامیسلوف کی باتیں سننے لگتا ہے۔ سوسلوف ایک نظر مقرر پر ڈالتا ہے اور شالیموف اور ولاس کے پاس چلا جاتا ہے۔ دائیں طرف کے جنگل سے سونیا اور ماریا لفوونا نکلتی ہیں۔)

ورورارا میخائلوونا (گھبراہٹ کے ساتھ): ہم دانش ور نہیں ہیں۔ ہم کچھ اور ہیں۔ ہم محض بنگلوں میں وقت کاٹنے والے ہیں۔ لوگ جو آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ ہم اپنے اپنے حلوے مانڈے میں مگن ہیں۔ ہم اپنا اپنا آشیانہ بنانے کی دھن میں ایسا کھوئے ہوئے ہیں کہ ہمیں سچ مچ کچھ کرنے کی مہلت ہی نہیں... ہم کچھ نہیں کرتے۔ ہم بس بکتے رہتے ہیں۔ ہم صرف لفظوں سے کھیلنا جانتے ہیں۔

باسوف (مذاق اڑاتے ہوئے): ہاں تم خود اپنی باتوں کا بڑا اچھا نمونہ ہو۔

کالیریا آتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں کاپی ہے۔ وہ میز کے پاس کھڑی ہو جاتی اور سنتی ہے۔)

ورورارا میخائلوونا • زور اور شدت کے ساتھ): اور ہماری باتیں کیا ہیں۔ جھوٹ کا انبار! ہم خوبصورت جملوں اور فقروں کے زرق برق لباس پہن لیتے ہیں، ہم اپنی مفلس ننگی روحوں کے چھپانے کے لئے کتابی علمکے چیتھڑوں میں پناہ لیتے ہیں۔ ہم زندگی کی ٹریجڈی کی بات کرتے ہیں اور ہم خود نہیں جانتے زندگی کیا ہے، ہم ہائے وائے اور فریاد میں کھوئے رہتے ہیں اور چٹخارے لیتے ہیں۔

(دوداکوف برآمدے میں آتا ہے اور اس طرح کھڑا ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی کی نظر نہ پڑے۔)

رومین (ہیجان کے ساتھ): یہ بات سچ نہیں ہے۔ ہائے اور فریاد میں بھی حسن ہے۔ آدمی کے نالہ وفریاد کوشبہے کی نظر سے دیکھنا بڑی سنگ دلی ہے۔

وروارا میخائلوونا: یہ سب سنتے سنتے میرے کان پک چکے ہیں۔ بہت ہولیا۔ ہم میں چپ رہنے کا بھی دم خم ہونا چاہئے۔ ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اپنی چھوٹی چھوٹی حقیر تکلیفوں کا دکھڑا روتے پھریں۔ زندگی کی بہار کا، زندگی کے مزے لوٹنے کا وقت آتا ہے تو ہم خاموشی سے ٹھات کر لیتے ہیں۔ ہے نا؟ ہر شخص اپنی مسرتوں کا نوالہ چھپ چھپ کر چپکے چپکے نگل لیتا ہے۔ اور ذرا سی ٹھیس بھی لگ جائے، اگر ننھا سا پھوڑا بھی نکل آئے تو ہر شخص سڑکوں پر چھاتی پیٹتا ہے، ایک ایک کو دکھاتا ہے، کراہتا ہے، روتا ہے، گلا پھاڑ پھاڑ کر چیختا ہے، آسمان سر پر اٹھالیتا ہے۔ ہم اپنا کوڑا کرکٹ باہر پھینک دیتے ہیں جس کا زہر ہوا میں بس جاتا ہے۔ اسی طرح ہم اپنی روح کا کوڑا اور غاظت بھی سڑکوں پر بکھیر دیتے ہیں۔ اف، اس میں کوئی شبہہ نہیں۔ سینکڑوں، ہزاروں صحت مند آدمی ہماری ہائے وائے کے زہر سے گھٹ کر مر جاتے ہیں۔ آخر ہمیں کیا حق ہے کہ ہم اپنے ناسوروں کا تماشا سر بازار دکھاتے پھریں؟

(وقفہ)

ولاس: شاباش واریا، شاباش!

دفوئے توچے: خدا لگتی کہتی ہو، بالکل سچ ہے یہ بات!

(ماریا لفوونا خاموشی سے وروارا میخائلوونا کا ہاتھ چھوتی ہے۔ ولاس اور سونیا اس کے پاس ہی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رومین بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ کے ساتھ سر جھٹکتا ہے۔)

رومین: ایک بات۔ ذرا مجھے کچھ کہنے کی اجازت دو۔ آخری بار!

کالیریا: اب وقت آ گیا ہے ہم اپنے میں چپ رہنے کی ہمت پیدا کریں۔

اولگا الکسئی ونا (باسوف سے): دیکھتے ہو کس دھڑلے اور تیکھے پن سے بولتی ہے تمہاری بیوی ان دنوں!

باسوف: ہاں بائیبل میں اسی طرح بولتی تھی بالام کی...

(وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ دیتا ہے اور منہ پر ہاتھ رکھ لیتا ہے۔ وروارا میخائلوونا اتنے جوش میں ہے کہ وہ یہ سب دیکھتی بھی نہیں۔ لیکن دوسرے سن لیتے ہیں۔ زامیسلوف تیزی سے زینے سے اترتا ہے اور ہنستے ہوئے صنوبروں کی طرح چلا جاتا ہے۔ شالیموف مسکراتا ہے اور فہمائش کے انداز میں سر ہلاتا ہے۔ ولاس اور سونیا نفرت اور حقارت سے باسوف کو دیکھتے ہیں۔ باقی لوگ سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ خاموش تناؤ قائم رہتا ہے۔ سوسلوف کھانستا اور مسکراتا ہے۔ وروارا میخائلوونا محسوس کرتی ہے کہ کوئی اوٹ پٹانگ حرکت ضرور ہوئی ہے۔ وہ اپنے اردگرد کھوئی ہوئی نظر سے دیکھتی ہے۔

وروارا میخائلوونا: کیا میں نے کوئی بری، تیکھی بات کہہ دی؟ کیا کوئی ایسی بات کہہ دی جو نہیں کہنا چاہئے تھی؟ آخر ہر آدمی اتنی عجیب طرح سے کیوں دیکھ رہا ہے؟

ولاس (زور سے): لیکن تم نے نہیں کہی بری بات۔

اولگا الکسئی ونا (معلوم سا چہرہ بناتے ہوئے): کیوں، کیا بات ہے؟

ماریا لفوونا (تیزی سے اور آہستہ آہستہ): نہیں ولاس۔ (وہ باسوف کی بات کا اثر ختم کرنے کے لئے بولنا شروع کرتی ہے۔ لیکن جیسے جیسے آگے بڑھتی جاتی ہے اس میں گرمی اور جوش پیدا ہوتا جاتا ہے۔ شالیموف، سوسلوف اور زامیسلوف ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اس کی باتیں نہیں سن رہے ہیں۔ دوداکوف تائید میں سر ہلاتا رہتا ہے۔ باسوف اس کو بڑی ممنونیت کے ساتھ دیکھتا ہے اور دوسروں کو اشارے سے کہتا ہے ''سنو!'') ہم سب کو بدلنا چاہئے، ہمیں کچھ اور بننا چاہئے، ہم باورچیوں اور دھوبنوں کے بال بچے ہیں۔ ہم خون پسینہ ایک کرنے والوں کے بچے ہیں۔ ہمارے رنگ ڈھنگ کچھ اور ہونے چاہئیں۔ پہلے کبھی بھی پڑھے لکھے روسیوں کا رشتہ عام لوگوں سے خون کا نہ تھا۔ ضروری ہے کہ خون کا یہ رشتہ ہمارے دل میں اس بات کی خواہش پیدا کرے کہ ہم اپنوں کی زندگی میں سکھ اور اجالا لائیں، ان لوگوں کی زندگی میں جو اندھیرے اور دھول اور گرد میں صبح سے شام تک اپنا خون پسینہ ٹپکاتے رہتے ہیں۔ ان پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں۔ انہیں بھیک دینے کی ضرورت نہیں۔ ہم ایسا اپنی خاطر کریں تاکہ ہم اس کٹی چھٹی زندگی کے منحوس جزیرے سے نکل سکیں، ہم اس پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر زمین پر آئیں، اس زمین پر جہاں سے ہمارے اپنے لوگ ہمیں ان چوٹیوں پر گھورتے رہتے ہیں جیسے ہم ان کے دشمن ہوں۔ جیسے ہم ان کا خون پی پی کر جیتے ہوں۔ انہوں نے ہمیں آگے بڑھایا تاکہ ہم سب کے لئے ایک بہتر اور خوبصورت زندگی کا

راستہ ڈھونڈیں۔ ہم آگے بڑھے اور بھٹک گئے۔ کھو گئے۔ اور ہم نے ڈیڑھ اینٹ کی جو الگ مسجد بنا رکھی ہے، اس میں ہر وقت دکھ اور ہائے وائے کی آواز گونجتی رہتی ہے۔ یہاں ہر وقت سب ایک دوسرے سے ٹکراتے رہتے ہیں۔ یہ ہے ہماری زندگی کا سارا تماشا، سارا ڈرامہ! لیکن ہم خود ہی مجرم ہیں۔ ہم اسی لائق ہیں، ہم نے اپنے لئے کانٹے بوئے ہیں اور اب کانٹے کی فصل کاٹ رہے ہیں۔ تم نے ٹھیک کہا واریا، ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اپنی آہوں اور کراہوں سے فضا میں زہر بسا دیں!

(تھک کر وہ وروارامیخائلوونا کے پاس بیٹھ جاتی ہے۔ خاموشی۔)

دوداکوف (سبھوں پر نظر ڈالتے ہوئے): یہ بات سچ ہے۔ یہ ہے سو کی ایک!

اولگاالکسئی ونا (جلدی سے): تم؟ یہاں آؤ۔

شالیموف (اپنی ٹوپی اٹھاتے ہوئے): ماریالفوونا، تم کہہ چکیں؟

ماریالفوونا: ہاں۔

اولگاالکسئی ونا (اپنے شوہر کو برآمدے کے ایک طرف لے جاتی ہے): سنا تم نے؟ کچھ سمجھے تم؟ کتنا بڑا بیوقوف ہے یہ باسوف!

دوداکوف (آہستہ سے): کیوں باسوف کیوں؟

(برآمدے میں کچھ حرکت ہوتی ہے۔ ورواراامیخائلوونا ہر شخص کو دیکھتی ہے۔ کسی کو یقین نہیں آتا لوگ باسوف کا فقرہ بھول چکے ہیں۔)

اولگاالکسئی ونا: ہش۔ واریا نے نہ جانے کیا کیا بھلی بری باتیں کہیں اور اس کے میاں نے اسے بالام کی گدھی کہا۔

دوداکوف: اس کے دماغ میں بھس بھرا ہوا ہے۔ سنو اولگا، جب میں گھر سے چلا تو...

اولگاالکسئی ونا: ذرا رک جاؤ۔ کالیریا اپنی شاعری سنانے والی ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ واریا دنوں بڑی ہی نک چڑھی اور افلاطون بن گئی ہے۔

(رومین بجھا بجھا، برآمدے سے اترتا ہے اور ٹہلنے لگتا ہے۔)

شالیموف: سب لوگ ادھر! کالیریا واسیلی ونا نے براہ کرم اپنی نظمیں سنانے کی دعوت قبول کر لی ہے۔

باسوف: بہت خوب۔ چلو شروع ہو جاؤ!

کالیریا (لجاتے ہوئے): اچھی بات ہے۔ سناتی ہوں...

شالیموف: لو یہ رہی کرسی۔

کالیریا: نہیں شکریہ۔ واریا، میری شاعری سے اچانک جو یہ دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ مارے جذبات کے میرا تو دل ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے۔

ورواراِ میخائلوونا: میں نہیں جانتی۔ کسی نے کوئی بیہودہ فقرہ چست کیا ہو گا اور اب سب اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

کالیریا: اچھا، تو میں شروع کرتی ہوں۔ واریا، میری شاعری کا بھی وہی انجام ہو گا جو تمہاری باتوں کا ہوا۔ ہر چیز ہماری زندگی کی اس دلدل میں دفن ہو جاتی ہے۔

پھیلائیں چادر
گرد و غبار پر
کالے کالے، سوچ میں ڈوبے پرندے
مرجھائے پیڑ، سوکھی شاخیں
برف کے گالے، اجلے پھول
گر رہے ہیں، برس رہے ہیں
ٹھنڈی ٹھنڈی بلندیوں سے...

(وقفہ۔ ہر شخص کالیریا کی طرف دیکھتا ہے جیسے اور سننے کی ہوس ہو۔)

شالیموف: بہت خوب۔

رومین (کچھ سوچتے ہوئے):

خزاں لے رہی ہے سانس
اور ٹھنڈی بلندیوں سے
دھیرے دھیرے
گر رہے ہیں حسیں گالے، برف کے حسیں گالے...

ولاس (جوش سے): میں بھی شاعری کرتا ہوں۔ میں بھی اپنی شاعری سنانا چاہتا ہوں۔

دفوئے توچئے (ہنستا ہے): سناؤ بھئی سناؤ!

شالیموف: دلچسپ دوڑ ہے!

وروارامیخائلوونا: ولاس، کیا تمہارا سنانا ضروری ہے؟

زامیسلوف: اگر اس کی شاعری دلچسپ ہو تو ضرور سننا چاہئے۔

ماریالفوونا: لڑکے یہ نہ بھولنا۔ ہمیشہ اپنی خودداری۔

(سب کی آنکھیں ولاس کے جوش سے بھرے ہوئے چہرے پر گڑی ہوئی ہیں۔ خاموش۔)

ولاس: میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ شاعری سے لوگوں کے دماغ میں جھنجھناہٹ پیدا کرنا کتنا آسان ہے۔ (پرزور، صاف آواز میں پڑھتا ہے جس میں للکارتی ہوئی گونج ہے۔)

چھوٹے چھوٹے حقیر لوگ
بھٹک رہے ہیں زمیں پر
بھٹک رہے ہیں جستجو میں ایسی جگہ کی جہاں چھپ سکیں
روشنی سے زندگی کی
سب چاہتے ہیں مسرت خریدنا
سستے داموں، ہو سکے تو مفت
عیش و آرام اور لطف وسکوں
گزرتے ہیں سب رہگزر سے
ہنستے ہیں مفلسوں پر
ان کے میلے لباس پر
چھوٹی چھوٹی فکر کے حقیر کیڑے
رینگتے ہیں دماغ میں ان کے جھڑتے ہیں ہونٹوں سے باتوں کے پھول
خوبصورت پھول
دور ہو رہے ہیں ساحل سے زندگی کے

یہ حقیر لوگ، یہ کیڑے زمین کے...

(جب وہ اپنی نظم سنا چکتا ہے تو بے حس وحرکت کھڑا ہو جاتا ہے۔ باری باری سے شالیموف، رومین اور سوسلوف کو دیکھتا ہے۔ وقفہ۔ ہر شخص کچھ بے تکا پن محسوس کرتا ہے۔ کالیریا کندھے جھٹکتی ہے۔ شالیموف سگریٹ سلگاتا ہے۔ سوسلوف بپھرا ہوا ہے۔ ماریا لفوونا اور وروارا میخائلوونا ولاس کے پاس جاتی ہیں جیسے اس کے لئے ڈھال بننا چاہتی ہوں۔)

دوداکوف (آہستہ اور صاف آواز میں): بہت مناسب۔ بالکل موقع کی چیز ہے۔

یولیا فلیپوونا: شاباش! ہاں مجھے اس قسم کی چیز جچتی ہے۔

دفوئے توچئے: ہاں، اسے کہتے ہیں منہ پر تھپڑ! میرے دل کے ٹکڑے!

کالیریا: بے رنگ اور زہریلا... آخر وہ ایسا کیوں بنتا جا رہا ہے؟

زامیسلوف: بالکل مزا نہیں آیا، کچھ لطف نہیں آیا۔

شالیموف: سرگئی، تمہیں پسند آئی؟

باسوف: مجھے؟ اف میں نہیں جانتا۔ ہاں بحر اور قافیوں میں جھول ہے۔ لیکن ایک مزاحیہ نظم کی حیثیت سے...

زامیسلوف: یہ بہت ہی گمبھیر نظم ہے بھئی۔

یولیا فلیپوونا (شالیموف سے): بننے میں تمہارا جواب نہیں!

سوسلوف (تلخی سے): اچھا، سنو تم... حقیر کیڑے کا جواب، میں دیتا ہوں اس کا جواب... کیا کہتے ہیں۔ اس چیز کو کیا کہا جائے میں نہیں جانتا۔ لیکن ولاس میخائلووچ، میں تمہیں جواب نہیں دوں گا۔ میں یہ جواب دوں گا ماریا لفوونا کو جو اس کی جڑ ہے۔

ولاس: کیا کہا؟ خبردار زبان سنبھال کر بات کرو۔

ماریا لفوونا (وقار سے): مجھے؟ بہت عجیب... خیر کہو!

ماریا لفوونا (وقار سے): مجھے؟ بہت عجیب... خیر کہو!

سوسلوف: عجیب، بالکل نہیں! میں جانتا ہوں، تم ہی اس شاعری کا سوتا ہو۔

ولاس: بدلگامی نہ کرو!

یولیافلیپو ونا(آہستہ سے):اسے اور کچھ کرنا آتا کب ہے!

سوسلوف: بیچ میں مت ٹپکو۔ مجھے ختم کرنے دو۔ میں اپنے ایک ایک لفظ کے لئے جواب دہ ہوں۔ ماریالفوونا،تم اونچے اصولوں کی خاتون کہلاتی ہو۔تم نے نہ جانے کس پراسرار مقصد کے لئے اپنی زندگی تج دی ہے۔ ممکن ہے یہ مقصد ایک مہان مقصد ہو بلکہ عہد آفریں ہو۔ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تم یہ سمجھتی ہو کہ تمہیں اپنی سرگرمیوں کی وجہ سے دوسروں کو نیچا سمجھنے کا حق ہے۔

ماریالفوونا(اطمینان سے): یہ سچ نہیں ہے۔

سوسلوف:تم ہر شخص پر اپنا جادو چلانا چاہتی ہو۔تم دوسروں کو سبق پڑھانا چاہتی ہو۔یوں کرو یوں نہ کرو!تم نے اس لڑکے کو یہ پٹی پڑھائی کہ وہ دوسروں میں کیڑے نکالتا پھرے...

ولاس:تم کیا اناپ شناپ بک رہے ہو؟

سوسلوف(طیش میں):صبر کرو،لڑکے!میں نے تمہارا انداق اور پھبتی بہت برداشت کی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں محترمہ ماریالفوونا اگر تم سمجھتی ہو کہ اس ڈھنگ سے نہیں جیتے جس طرح جینا چاہئے تو اس کی وجہ ہے۔ہم اپنے بچپن میں کافی بھوکوں مر چکے، بہت سے دکھ جھیل چکے۔ یہ بالکل سیدھی بات ہے کہ ہم بڑے ہو کر جی بھر کے کھائیں، پئیں، موج اڑائیں، ہم اپنے پیچھے جو بھوک اور مصیبتیں چھوڑ آئے ہیں،ہمیں ان کی کسر نکالتی ہے۔

شالیموف(روکھائی سے): کیا میں پوچھ سکتا ہوں ''ہم'' سے کون مراد ہے؟

سوسلوف(اور زیادہ شدت سے): ہم سے؟ تم اور میں اور وہ، ہم سب، ہم ٹٹ پونجیوں کی اولاد ہیں،غریبوں کے چشم و چراغ۔ میں کہتا ہوں، ہم نے جوانی میں بہت فاقہ کیا ہے، بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں۔اب اس عمر کو پہنچ کر ہم کھانا پینا چاہتے ہیں، کچھ آرام کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ہے ہماری نفسیات! ماریا لفوونا یہ نفسیات تم کو جچتی نہیں۔لیکن یہ قدرتی بات ہے۔اور کوئی راستہ نہیں۔ ماریالفوونا، انسانی فطرت ہمارے لئے سب سے پہلی چیز ہے۔اس کے بعد تڑک بھڑک، ملمع اور چمک دمک کی باری آتی ہے۔اسی لئے ہم کہتے ہیں۔ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دو! کیا تم سمجھتی ہو کہ ہمیں رات دن برا بھلا کہہ کے، دوسروں سے ہمیں برا بھلا کہلوا کر،ہمیں بزدل اور آوارہ کے نام سے پکار کر،تم ہمارے دل میں سماج کا درد پیدا کر سکتی ہو؟اف،نہیں۔

دوداکوف: کتنی گھٹیا بات ہے! کیا تم اپنی بکواس کو چھوٹا نہیں کر سکتے؟

سوسلوف (اور زیادہ بھڑکتے ہوئے): ماریالفوونا، رہا میں، سو کہے دیتا ہوں، میں کوئی بچہ نہیں ہوں۔ مجھے طوطے کی طرح رٹانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ میں بچہ نہیں ہوں۔ میں ایک معمولی روسی ہوں۔ ہاں معمولی روسی۔ اور کچھ بھی نہیں۔ میں یہی ہوں اور یہی رہنا چاہتا ہوں۔ اگر تم جاننا چاہتی ہو تو سنو، مجھے اپنا یہ رنگ ڈھنگ پسند ہے۔ تمہارے سارے وعظ اور پرچار، تمہارے اونچے اونچے آدرشوں کے باوجود میں وہی رہنا چاہتا ہوں جو ہوں۔

(وہ سر پر ٹوپی جماتا ہے اور تیزی سے اپنے مکان کی طرف چلا جاتا ہے۔ عام کھلبلی سی مچ جاتی ہے۔ زامیسلوف، باسوف اور شالیموف ایک دوسرے سے جوش میں بات کرتے ہوئے ایک طرف کو ہٹ جاتے ہیں۔ وروارامیخائلوونا اور ماریالفوونا ایک ساتھ کھڑی رہتی ہیں۔ یولیافلیپوونا، دفوئے توچیئے، دوداکوف اور اس کی بیوی کی ایک اور ٹولی بن جاتی ہے۔ ہیجانی بات چیت۔ کالیریا بجھی بجھی سی صنوبروں کے سائے میں کھڑی رہتی ہے۔ رومین ٹہلتا رہتا ہے۔)

ولاس (ایک طرف کو ہٹتا ہے اور سر پکڑ لیتا ہے): خدا کی پناہ! آخر میں نے یہ سب کیوں کیا؟

(سونیا پاس جاتی ہے اور اس سے کچھ کہتی ہے۔)

ماریالفوونا: لگتا ہے اس پر ہسٹریا کا دورہ پڑ گیا ہے۔ صرف پاگل ہی اس قسم کی بکواس کر سکتا ہے۔

رومین (ماریالفوونا سے): دیکھ لیا نا؟ خدا لگتی کہو اور منہ کی کھاؤ۔

ورواراميخائلوونا: کتنے افسوس کی بات ہے۔

دفوئے توچیئے (یولیافلیپوونا سے): میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا، کچھ بھی نہیں۔

یولیافلیپوونا: ماریالفوونا، بیچاری! بہت دل دکھ رہا ہے، ایں؟

ماریالفوونا: میرا دل؟ نہیں۔ اس نے اپنا دل دکھایا۔

دفوئے توچیئے: کیا کہنے، خوب تماشا ہے! خوب تماشا ہے!

دوداکوف (اپنی بیوی سے): ذرا ایک منٹ! (دفوئے توچیئے سے) پھوڑا جو بہت دنوں سے پک رہا تھا آج پھوٹ بہا۔ یہ پھپھولا ہے دل کا۔ یہ حادثہ ہم میں سے کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ (وہ

اپنے جوش میں ہکلاتا ہے اور اپنی بات پوری نہیں کر پاتا۔)

یولیا فلیپوونا: نکولائی پیترووچ...

زامیسلوف (قریب آتا ہے): بس؟ ہوش اڑ گئے؟

یولیا فلیپوونا: ہوش کیوں اڑتے بھلا۔ لیکن میں یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتی۔ مجھے گھر لے چلو۔

زامیسلوف: حماقت، کیوں ہے نا حماقت؟ افسوس۔ میرے چیف نے اتنے خوشگوار تماشے کا انتظام کر رکھا تھا۔ سب کر کرا ہو گیا۔

یولیا فلیپوونا: بس بس، بہت ہو گئے تماشے۔

(چلے جاتے ہیں۔)

شالیموف (کالیریا کے پاس جاتے ہوئے): کیوں پسند آیا یہ کھیل؟

کالیریا: خوفناک! جیسے دلدل کی گہرائی سے کیچڑ کا طوفان جھپٹ پڑا ہو مجھ پر اور میرا گلا گھونٹے دے رہا ہو!...

(باسوف ولاس کے پاس جاتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔)

ولاس: کیا چاہتے ہو؟

باسوف (اس کو ایک طرف لے جاتے ہوئے): ایک بات سنو۔

رومین (آپے سے باہر، وروارامیخائلوونا کے پاس جاتے ہوئے): وروارامیخائلوونا، غلاظت کے اس طوفان نے مجھے آ لیا۔ میری روح کو جھنجھوڑ دیا۔ میں جا رہا ہوں... خدا حافظ! میں تم کو صرف خدا حافظ کہنے آیا تھا۔ کتنا جی چاہتا تھا میرا کہ ہم ایک ساتھ۔ ایک پرسکون شام بتاتے... میری آخری شام! میں ہمیشہ ہمیشہ کو جا رہا ہوں۔ خدا حافظ!

وروارامیخائلوونا (اس کی بات نہیں سنتی): جانتے ہو میں کیا سوچتی ہوں؟ شاید سوسلوف تم سب سے زیادہ ایمان دار ہے۔ ہاں میں سچ کہتی ہوں۔ اس نے اپنی بات کہی بڑے بھونڈے ڈھنگ سے لیکن جو کچھ اس نے کہا، ہے کڑوی سچائی۔ اور کسی میں اتنی ہمت نہیں جو کڑوی سچائی زبان پر لے آئے۔

رومین (پیچھے ہٹتے ہوئے): بس؟ کیا یہی تمہارا خدا حافظ ہے؟ خدا کی پناہ! (وہ اسٹیج پر جنگل

کی طرف چلا جاتا ہے۔) اب کیا ہوگا؟ تم نے میری بہن اور یاکوف کی، ہمارے لیکھک کی، اتنے مشہور لیکھک کی ہتک کی ہے۔ اورسوسلوف اور رومین کی بھی۔ تمہیں معافی مانگنی پڑے گی۔

ولاس: کیا؟ معافی؟ ان سے؟

باسوف: اس میں اکڑنے کی کیا بات ہے۔ بس اتنا کہہ دو کہ تم مذاق کررہے تھے اور مذاق ہی مذاق میں تم ذرا آگے بڑھ گئے۔ وہ تم کو معاف کردیں گے۔ وہ سب تمہارا مسخرا پن خوب جانتے ہیں۔ وہ سب جانتے ہیں تم ذرا جھکی ہو۔

ولاس (چیختا ہے): تم جاؤ جہنم میں! تم ہو جھکی۔ مسخرے، ہاں تم مسخر ہو اور بس!

سونیا: اوئی اللہ! ذرا آہستہ!

ورواراامیخائلوونا: ولاس تم کیا کہہ رہے ہو؟

ماریالفوونا: ہم سب پاگل ہو گئے ہیں۔

دفوئے توچیئے: جاؤ ولاس، چلے جاؤ، لڑکے!

باسوف: اب تم بچ کر نہیں جاسکتے۔ اب کے تم نے میری ذلت کی ہے۔

ورواراامیخائلوونا: سرگئی، بس کرو! ولاس!

باسوف: مجھے مسخرا کہا۔ ابھی مزا چکھاتا ہوں۔

ولاس: اپنی بہن کی عزت کا خیال ہے میرے دل میں ورنہ میں تو تمہیں...

ورواراامیخائلوونا: ولاس! آگے ایک لفظ نہ نکالنا منہ سے!

(کالیریا آتی ہے۔)

ساشا (ورواراامیخائلوونا سے): کیا میں کھانا لگاؤں؟

ورواراامیخائلوونا: جاؤ یہاں سے!

ساشا (آہستہ آہستہ دفوئے توچیئے سے): کھانا لگا دیا جائے تو اچھا ہے۔ میز پر کھانا دیکھ کر مالک کا غصہ کافور ہو جائے گا۔

دفوئے توچیئے: بھاگ جا یہاں سے! ہش!

باسوف (ولاس سے): میں تم کو مزا چکھاؤں گا! (یکا یک چیخنے لگتا ہے) کل کے چھوکرے!

کالیریا: سر گئی عقل کے ناخن لو!

باسوف: کل کا چھوکرا، ہاں کل کا لونڈا ہے!

شالیموف (باسوف کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اس کو مکان کے اندر لے جاتا ہے۔ ساشا ان کے پیچھے پیچھے بھاگتی ہے): چلو غصہ تھوک دو!

ماریالفوونا: ولاس! یہ کیا کیا تم نے؟

ولاس: کیا میں ہی مجرم ہوں؟ میں؟

ساشا: صاحب کھانا لگاؤں؟

باسوف: دور ہو جا! میں کون ہوتا ہوں۔ خود اپنے گھر میں... (اندر جاتا ہے۔)

ماریالفوونا (سونیا سے): اس کو اپنے گھر لے جاؤ۔ (ولاس سے) جاؤ ولاس!

ولاس: معاف کرو۔ اور تم بھی معاف کرو، میری بہن۔ یہ سب میرا قصور ہے۔ میری بیچاری بہن! اس جگہ کو چھوڑ دو۔ کہیں اور چلی جاؤ!

وروارامیخائلوونا (آہستہ سے): کہاں جاؤں؟

دفوئے توچئے: ہمارے ساتھ چلو۔ کتنا اچھا ہوگا۔

(اس کی بات کوئی نہیں سنتا۔ ٹھنڈی سانس لیتا ہے اور دھیرے دھیرے سوسلوف کے گھر کی طرف جاتا ہے۔)

ماریالفوونا: واریا تم بھی میرے گھر چلو۔

(اس کی بات کوئی نہیں سنتا۔ ٹھنڈی سانس لیتا ہے اور دھیرے دھیرے سوسلوف کے گھر کی طرف جاتا ہے۔)

ماریالفوونا: واریا تم بھی میرے گھر چلو۔

وروارامیخائلوونا: میں آؤں گی... ابھی نہیں۔ ولاس... میں آؤں گی...

(وروارامیخائلوونا مکان کے اندر چلی جاتی ہے۔ ماریالفوونا اس کے پیچھے پیچھے آتی ہے۔ ولاس اور سونیا جنگل میں جاتے ہیں۔ کالیریا ٹوٹے دل کے ساتھ ڈگمگاتی ہوئی مکان کے اندر جاتی ہے۔)

اولگاالکسئی ونا: اف کیا تماشا ہوا ہے! اور بالکل بے سان گمان! کیریل، جانتے ہو یہ سب

کیسے ہوا؟

دوداکوف: میں؟ اوہ خوب اچھی طرح۔ یہ تو ہونا ہی تھا۔کبھی نہ کبھی تو ہمیں ایک دوسرے کی گردن پر جھپٹنا ہی تھا۔اولگا، اصل میں ولاس نے ہتھوڑا اٹھایا اور سیدھے سر پر دے مارا۔لیکن اب تمہیں گھر جانا چاہئے۔

اولگا الکسئی ونا: ذرا ٹھہرو۔ بڑا لطف آ رہا ہے۔شاید کچھ اور گل کھلے۔

دوداکوف: شرم کرو اولگا۔ دوسرے سچ مچ اب گھر جانے کا وقت ہو گیا ہے۔ بچے ہیں کہ چیخ چیخ کر ہلکان ہوئے جا رہے ہیں۔ والکا ماما پر کچھ چیخا چلایا اور اس کے مزاج کا پارہ ہے کہ نیچے اترتا ہی نہیں۔ وہ کہتا ہے ماما نے اس کے مکان کھینچے تھے۔گویا ایک قیامت مچی ہوئی ہے۔ میں کب سے کہہ رہا ہوں تمہیں گھر جانا چاہئے۔

اولگا الکسئی ونا: نہیں تم نے کب کہا۔تم نے تو مجھ سے کچھ بھی نہیں کہا۔

دوداکوف: میں نے کہا تھا۔ یاد نہیں، جب ہم وہاں کھڑے تھے اور تم مجھ سے باسوف کے بارے میں کچھ کہہ رہی تھیں۔

اولگا الکسئی ونا: بالکل نہیں۔تم نے ایک لفظ نہیں کہا!

دوداکوف: میری سمجھ میں نہیں آتا تم مجھ سے جھک کیوں کر رہی ہو۔ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے تم سے کہا گھر جاؤ۔

اولگا الکسئی ونا: نہیں تم نے ایسا نہیں کہا ہوگا۔صرف بچوں اور نوکروں سے کہا جاتا ہے: جاؤ گھر جاؤ۔

دوداکوف: اولگا،تم کیسی الٹی کھوپڑی کی عورت ہو!

اولگا الکسئی ونا: کیریل!تم کو شرم نہیں آتی؟ تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم مجھ پر لال پیلے نہیں ہوا کرو گے!

دوداکوف (اس سے دور ہٹتے ہوئے): اف بھئی! کتنی احمقانہ حرکت ہے! اسے کہتے ہیں تریاہٹ!

اولگا الکسئی ونا (اس کے پیچھے پیچھے): احمقانہ، احمقانہ کہا تم نے؟ تریاہٹ؟ (روہانسی ہو کر)

اللہ سمجھے تم سے!

(دونوں جنگل میں غائب ہو جاتے ہیں۔ چند لمحے کو اسٹیج خالی رہتا ہے۔ اندھیرا گہرا ہو جاتا ہے۔ باسوف اور شالیموف برآمدے میں نکل کر آتے ہیں۔)

شالیموف (باسوف سے): ارے میرے یار، آدمی کو تھوڑا سا تو فلسفی ضرور ہونا چاہئے۔ بات بے بات چٹخنے سے ہاتھ کیا آتا ہے۔ یہ تو بڑی بیوقوفی ہے۔

باسوف: گلی کا چھوکرا! اٹھائی گیرا! اچھا بتاؤ، تم خفا تو نہیں ہوئے ایں؟

شالیموف: ارے آئے دن اخباروں میں، اخباروں میں کیا کاغذ کے چیتھڑوں میں کہو، ادھ کچرے شاعروں کی ایسی ہی گھٹیا چیزیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ لیکن کوئی ان کو پھوٹی آنکھوں دیکھتا بھی نہیں۔

(دونوں برآمدے سے اترتے ہیں اور صنوبروں کے سائے میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سوسلوف تیزی سے سے ان کے پاس جاتا ہے۔)

سوسلوف: سرگئی واسیلی وچ، میں اس لئے آیا ہوں کہ... بات یہ ہے کہ مجھے تم سے معافی مانگنی چاہئے... (شالیموف سے) اور آپ سے بھی۔ لیکن کیا کروں، صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ اس عورت اور اس کے ڈھب کے لوگوں کو دیکھ کر میرا خون کھول جاتا ہے۔ میں اس کی صورت نہیں دیکھ سکتا، میں اس کے بولنے کا انداز برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

باسوف: میرے دوست، میں تمہاری بات خوب سمجھتا ہوں۔ خوب سمجھتا ہوں۔ آدمی کو نرمی اور مصلحت سے کام لینا چاہئے۔

شالیموف (روکھائی سے): تم ذرا حد سے آگے نکل گئے!

باسوف (جلدی سے): اس میں کیا رکھا ہے؟ میں تو اس کے ایک ایک لفظ کے ساتھ ہوں۔ میں ہوتا اس کی جگہ تو اس سے کہتا...

سوسلوف: بات یہ ہے کہ تمام کی تمام عورتیں ایکٹرس ہوتی ہیں۔ روسی عورتیں۔ زیادہ تر ٹریجڈی رول ادا کرتی رہتی ہیں۔ ان کو ہیروئن بننے میں بڑا مزا آتا ہے۔

باسوف: ہونہہ۔ عورتیں۔ عورتوں سے بناہ کرنا بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔

(وروارا میخائلوونا اور ماریالفوونا برآمدے میں آتی ہیں۔)

شالیموف: یہ سب ہمارا ہی کیا دھرا ہے۔ہمیں یہ سوچ لینا چاہئے کہ عورتوں کا خمیر ہی نیچے درجے کا ہے۔

باسوف (جیسے کسی اور کے خیال کا اظہار کر رہا ہے): بالکل ٹھیک۔ دوست ٹھیک کہتے ہو۔ عورت اب تک ترقی کے زینے پر ہم سے بہت پیچھے ہے۔ اگر عورت کو دبا کر رکھنا ہے تو ہمیں اس کے ساتھ نرمی اور لطف سے پیش آنا چاہئے۔ سلوک نازک اور لطیف ہو، مگر اس نزاکت اور لطف میں اپنی سختی ہو، حسین اور لطیف ظلم!

(دائیں طرف جنگل سے گولی چلنے کی آواز آتی ہے۔کوئی اس کی طرف دھیان نہیں دیتا۔)

سوسلوف: نہیں، ان کا بس ایک ہی علاج ہے۔ ادھر خالی ہوں اور ادھر بیج ڈال دو کوکھ میں۔ ہاں تب ہی ہم ان کو قابو میں رکھ سکتے ہیں۔

وروارا میخائلوونا (آہستہ سے مگر شدت کے ساتھ): اف کتنی گھناؤنی بات ہے!

ماریالفوونا: خدا کی پناہ! یہاں کیسی سڑاندبسی ہوئی ہے جیسے یہ کوئی مرگھٹ ہو۔ چلی آؤ واریا، چلی آؤ!

باسوف (اپنی بیوی کے پاس جلدی سے جاتا ہے): چھوڑو پیوتر، تم تو حد سے نکلے جا رہے ہو۔ یہ بڑی گھٹیا بات ہے!

وروارا میخائلوونا (شالیموف سے): آپ! آپ!

شالیموف (ٹوپی اتارتے ہوئے اور کندھوں کو جھٹکاتے ہوئے): میں، دیکھ ہی رہی ہو۔

ماریالفوونا: جلدی سے چلی آؤ، واریا۔بس آ بھی جاؤ۔

(کھینچ کر اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ باسوف پریشان نظروں سے ان کو جاتے ہوئے گھورتا رہتا ہے۔)

باسوف: لعنت ہو۔انہوں نے سب کچھ سن لیا ہوگا۔

شالیموف (آہستہ سے ہنستا ہے): تم بھی خوب دوست نکلے!

باسوف (دکھی اور پریشان): نہ جانے اس کے سر پر کون سا بھوت سوار ہے! زہریلا جانور!

ایسی بات اتنی بے پروائی سے تھوڑے ہی کہی جاتی ہے۔

شالیموف (رکھائی سے): میں کل جا رہا ہوں۔ یہاں بڑی سیلن اور ٹھنڈک ہونے لگی ہے۔ آؤ اندر چلیں۔

باسوف (منہ بگاڑ کر): وہاں دیکھ لینا میری بہن آنسوؤں کا دریا بہا رہی ہوگی۔

(دونوں اندر جاتے ہیں۔ ہر طرف خاموشی ہے۔ پوستو بائکا اور کروپیلکن مکان کے پچھواڑے سے آتے ہیں۔ دونوں گرم کپڑے پہنے ہوئے ہیں، ان کے ہاتھوں میں ٹیڑھی اور سیٹی ہے۔سوسلوف کے گھر سے کسی کے پیانو بجانے کی آواز آتی ہے۔ پھر یولیا فلیپوونا اور زامیسلوف کے دو گانا گانے کی آواز آتی ہے: ''سانجھ بھئی اور سائے چھائے، رات نے لی آٹھ کر انگڑائی...'')

پوستو بائکا: تم اس راستے پر چلتے پھرتے نظر آؤ اور میں ادھر جاتا ہوں۔ اور پھر ہم باورچی خانے چل کر استیپانیدا کے ساتھ چائے اڑائیں گے۔

کروپیلکن: جان پڑتا ہے ہم ذرا جلدی نکل آئے۔ ابھی تو کوئی سویا بھی نہیں۔

پوستو بائکا: ذرا صورت دکھا دی اور بس چھٹی۔ اماں چلتے ہو جاؤ۔

کروپیلکن (بائیں طرف جاتے ہوئے): ہے بھگوان! جا رہا ہوں، لو میں چل دیا!

پوستو بائکا: سور، سارا کوڑا، جھوٹا یہیں بکھیر دیتے ہیں۔ یہ بنگلے والے... پکنک منانے والوں کی طرح گرمیوں میں آتے ہیں، کوڑا کباڑ کا ڈھیر لگاتے ہیں اور اپنی راہ لیتے ہیں۔ اور ہمیں ان کی ساری گندگی صاف کرنی پڑتی ہے، ہٹانی پڑتی ہے۔

(جھلاہٹ میں وہ ٹیڑھی بجاتا ہے اور زیادہ شور مچاتا ہے۔ کروپیلکن جواب میں سیٹی بجاتا ہے۔ پوستو بائکا باہر نکلتا ہے۔ کالیریا مکان سے نکلتی ہے اور صنوبروں کے سائے میں بیٹھ جاتی ہے، بالکل اداس اور غم زدہ۔ وہ نغمے کی دھن پر گنگناتی ہے اور سر ہلاتی ہے۔ دائیں طرف جنگل سے پوستو بائکا کی آواز آتی ہے۔)

پوستو بائکا (دہشت بھری آواز سے): کون ہو تم؟ کیا؟ ہے بھگوان!

(کالیریا خوف زدہ ہو کر سنتی ہے۔)

پوستو بائکا (رومین کو سہارا دیتے ہوئے لاتا ہے): یہیں جانا چاہتے تھے بابو جی؟ یہی ہے

باسوف کا گھر۔

کالیریا: سرگئی! سرگئی!

رومین: ڈاکٹر! ڈاکٹر کو بلاؤ!

کالیریا: پاول سرگئی وچ! تم؟ کیا ہوا؟ اس کو کیا ہوا؟

پوستوبائکا: میں جا رہا تھا اپنے راستے پر، کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی میری طرف رینگتا ہوا آ رہا ہے۔ یہی بابو جی۔ کہنے لگے گھائل ہوں۔

کالیریا: گھائل؟ سرگئی، ماریالفوونا کو بلاؤ! اس کو ڈاکٹر چاہئے، جلدی!

باسوف (باہر کی طرف دوڑتے ہوئے): کیا قصہ ہے؟ کیا ہوا؟

رومین: مجھے معاف کرو۔

کالیریا: کس نے گھائل کیا تم کو؟

پوستوبائکا (بڑبڑاتا ہے): یہاں کون کرتا کسی کو گھائل؟ کوئی نہیں۔ اپنا کیا دھرا ہے سارا۔ لو یہ رہا ہتھیار۔ (گریبان سے ایک ریوالور نکالتا ہے اور خاموشی سے اس جائزہ لیتا ہے۔)

باسوف: تم؟ میں سمجھا زامیسلوف ہوگا۔ میں سمجھا کہ پیوتر نے اس کو... (بھاگتا اور چلاتا ہے) ماریالفوونا!

شالیموف (کمبل میں لپٹا ہوا): کیا؟ کون؟ کیا ہوا؟

کالیریا: بہت درد ہو رہا ہے؟

رومین: مجھے شرم آ رہی ہے۔ میں شرم سے مرا جا رہا ہوں۔

شالیموف: شاید کوئی خطرے کی بات نہ ہو؟

رومین: مجھے یہاں سے ہٹاؤ، لے چلو یہاں سے۔ میں اس کو اپنی صورت دکھانا نہیں چاہتا۔ خدا کے لئے لے چلو مجھے یہاں سے لے چلو۔

کالیریا (شالیموف سے): جائیے، کسی کو بلائیے۔ وہاں کھڑے کیا کر رہے ہیں؟

(شالیموف سوسلوف کے گھر کی طرف نکل جاتا ہے۔ لوگوں کے دوڑنے کی آواز اور گھبراہٹ بھری چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ ماریالفوونا، وروارا میخائلوونا، سونیا اور ولاس اندر آتے ہیں۔)

ماریالفوونا:تم؟ سونیاذرامیری مدد کرنا۔ ذرااس کی جیکٹ اتارو۔بس،بس گھبراؤمت۔

ورواراامیخائلوونا: پاول سرگئی وچ...

رومین: معاف کرو۔ مجھے فوراًاپنا قصہ پاک کرنا چاہئے تھا۔لیکن جب آدمی کا دل بہت چھوٹا ہواور وہ لوٹن کبوتر بنا ہوا ہوتو نشانہ باندھنا آسان نہیں۔

ورواراامیخائلوونا: لیکن کیوں،آخر کیوں؟

کالیریا(رومین سے پاگل کی طرح چیختے ہوئے): کتنے بے درد ہوتم!(اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے)لیکن یہ میں کیا کہہ رہی ہوں؟ مجھے معاف کرو۔

ولاس(کالیریا سے): جاؤ، یہاں سے چلی جاؤ۔تمھیں ایسا منظر نہیں دیکھنا چاہئے۔جاؤ۔

(وہ صنوبروں کی طرف چلی جاتی ہے۔دفوئے تو چئے، ننگے سر، ویسٹ کوٹ پہنے اور اوپر سے اوورکوٹ کندھوں پر لٹکائے ہوئے بھاگتا ہوا سوسلوف کے ساتھ آتا ہے۔ان کے پیچھے پیچھے زامیسلوف، یولیافلیپوونا، دوداکوف آتے ہیں، دوداکوف اوٹ پٹانگ سے کپڑوں میں ہے۔تیور بگڑے ہوئے ہیں۔ اولگاالکسئی وناسراسیمہ اور بدحواس ہے۔)

ماریالفوونا: یہ رہا گھاؤ،خطرناک زخم نہیں ہے۔

رومین:لوگ آرہے ہیں۔ورواراامیخائلوونا،لاؤاپنا ہاتھ دو۔

ورواراامیخائلوونا:مگر کیوں؟

رومین: میں تم سے محبت کرتا ہوں۔میں تمہارے بغیر جی نہیں سکتا!

ولاس(دانت بھینچ کر):تم اور تمہاری محبت دونوں جاؤجہنم میں!

کالیریا(ذرابلند سرگوشی میں):تم ایسی بات کہنے کی ہمت کیسے کر سکتے ہو! آخرایک ایسے آدمی کو آخری ٹھوکر کیوں لگاؤ جس کی جان آنکھوں میں اٹکی ہوئی ہو۔

ماریالفوونا(ورواراامیخائلوونا سے): چلی جاؤ۔(رومین سے)تمھیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔یونہی سا گھاؤ ہے۔لوایک اور ڈاکٹر آگئے۔

دوداکوف: کیا قصہ ہے بھئی؟ گولی کا زخم؟ کندھے میں؟ آخر کندھے میں کیوں گولی ماری؟ اگرآدمی سچ مچ اپنا صفایا کرنا چاہتا ہےتو بائیں طرف سینے پر یا کنپٹی میں گولی مارتا ہے۔

ماریالفوونا: کیریل اکیمووچ، ذرا سوچو کیا کہہ رہے ہو؟

دوداکوف: بالکل ٹھیک...معاف کرنا۔ کیا مرہم پٹی ہوگئی؟ بہت خوب۔ چلو اس کو اندر لے چلو۔

باسوف: ہمارے گھر میں، کیوں واریا اپنے گھر میں؟

رومین: مجھے اٹھاؤ مت۔ میں چل سکتا ہوں۔

دوداکوف: اچھا؟ چل سکتے ہو؟ بہت اچھے۔

رومین (باسوف اور سوسلوف کے سہانے ڈگمگاتے ہوئے چلتا ہے): میں نے اپنی زندگی کے پرخچے اڑادئے اور عزت سے مر بھی نہ سکا۔ میں سراپا غم ہوں۔

(وہ اس کو گھر کے اندر لے جاتے ہیں۔ دوداکوف ان کے ساتھ جاتا ہے۔)

یولیافلیپو ونا: وہ ٹھیک کہتا ہے۔

زامیسلوف (رنج سے): کیسا المناک تماشا ہے!

پوستوبائکا (دفوئے توچئے سے): میں نے دیکھا بابو جی کو۔

دفوئے توچئے: بہت اچھا کیا۔ بہت اچھے!

پوستوبائکا: مجھے کچھ بخشش تو دلواؤ بابو جی۔

دفوئے توچئے (ملامت کے اندز میں): ارے بڑا گستاخ ہے تو! (اس کو پیسے دیتا ہے۔)

پوستوبائکا: شکریہ۔

کالیریا (وروارامیخائلوونا سے): کیا وہ مر جائے گا؟ مرنا تو مجھے چاہئے تھا، کیوں واریا؟

ورواراميخائلوونا: ہش۔ ایسی باتیں منہ سے نہیں نکالتے۔ (چیخ چیخ کر) اف ہم کتنے گھناؤنے جانور ہیں۔ کیوں، اف کیوں؟

شالیموف (ماریالفوونا سے): کیا زخم خطرناک ہے؟

ماریالفوونا: نہیں۔

شالیموف: بہت برا ہوا۔ ورواراميخائلوونا، مجھے اجازت دو کہ...

ورواراميخائلوونا (چونکتے ہوئے): کیا؟

شالیموف: چند منٹ پہلے تم نے مجھے کہتے سنا کہ...

(باسوف، سوسلوف اور دوداکوف آتے ہیں۔)

باسوف: ہم نے اس کو بستر پر لٹا دیا۔

وروارامیخائلوونا: مجھے چھوڑ دو اپنے حال پر! مجھے تم پر ذرا اعتبار نہیں۔ میں تمہاری صفائی سننا نہیں چاہتی۔ میں دل سے پورے دل سے تم سب سے نفرت کرتی ہوں! تم سب ذلیل، گھٹیا، گھناؤنا فریب ہو!

ولاس: بہن رک جاؤ۔ مجھے کہنے دو۔ میں جانتا ہوں کیا ہیں یہ۔ یہ سب بہروپیئے ہیں۔ اب میں زندگی بھر ان کے چہرے سے نقاب نوچتا رہوں گا، ان کے لباس تار تار کرتا رہوں گا جو وہ اپنے جھوٹ، اپنے گھٹیا پن، اپنی بےحسی اور گھناؤنے خیالوں کو چھپانے کے لئے پہنتے ہیں!

(شالیموف کندھے جھٹکتا ہے اور ایک طرف ہٹ جاتا ہے۔)

ماریالفوونا: بس بس بند کرو۔ اس سے کوئی بھلا نہ ہوگا۔

ورواراميخائلوونا: نہیں پھٹنے دو ان کے کان کے پردے۔ میں نے انکو کھری کھری سنانے کا حق حاصل کرنے کے لئے بڑی قیمت ادا کی ہے۔ انہوں نے میری روح کو مسخ کر دیا ہے اور میری زندگی برباد کر دی ہے۔ کیا میں پہلے ایسی ہی تھی؟ اب کسی چیز پر میرا ایمان نہیں رہا۔ کسی چیز پر نہیں۔ اب مجھ میں ذرا سکت نہیں رہی۔ کاھے کو، کس چیز کے لئے جیوں؟ کیا میں پہلے ایسی ہی تھی؟ انہوں نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا۔

یولیافلیپوونا (انتہائی صدمے کے ساتھ): میں بھی یہی کہتی ہوں! یہی میں بھی کہہ سکتی ہوں۔

اولگاالکسئی ونا (اپنے شوہر سے): ذرا واریا کو دیکھنا۔ ذرا اس کے چہرے کو دیکھو۔ کیا تم نے کبھی اس سے زیادہ بپھری ہوئی عورت دیکھی ہے؟

(دوداکوف اپنی بیوی کو ہاتھ سے دور ہٹاتا ہے۔)

باسوف: واریا بس۔ کیا یہ سب ہونا ضروری ہے؟ کوئی قیامت تو نہیں آئی۔ رومین نے ایک حماقت کر دی سو کر دی۔ لیکن کیا اس پر؟...

ورواراميخائلوونا: تم میرے پاس نہ پھٹکو سر گئی!

باسوف: لیکن میری جان...

ورواراميخائلوونا: میں کبھی بھی تمہاری جان نہ تھی اور نہ تم میری۔ ہم ایک دوسرے کے لئے میاں بیوی کے سوا کبھی کچھ نہیں رہے۔ اب میرا تمہارا کچھ ناتا نہیں رہا۔ میں جارہی ہوں۔

باسوف: کہاں؟ واریا، شرم کرو! سب کے سامنے! یوں بھرے بازار میں!

(اسٹیج پر دور سوسلوف بے حس وحرکت کھڑا ہے۔)

ورواراميخائلوونا: یہاں انسان نہیں...

ماریالفوونا: واریا چلی آؤ، چلو...

یولیافلیپوونا: اس کو مت روکو۔ اس کے دل کی دل میں نہ رہے۔

دفوئے توچئے (تلخی سے): بھلے لوگو، تم نے کیا کیا، میرا دل پریشان ہوگیا۔

کالیریا (ماریالفوونا سے): کیا بات ہے؟ کیا قصہ ہے؟

ماریالفوونا: صبر کرو۔ ذرا میری مدد کرو۔ میں اسے یہاں سے لے جاؤں۔

ورواراميخائلوونا: ہاں میں جارہی ہوں... دور بہت دور... یہاں سے جہاں ہر چیز سڑی ہوئی اور گھناؤنی ہے۔ ان لوگوں سے میں دور جارہی ہوں، جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں۔ میں جینا چاہتی ہوں۔ میں جیوں گی! میں زندہ رہوں گی اور تمہاری دھجیاں اڑاؤں گی۔ (ان سب کو دیکھتی ہے اور بے بسی میں چلاتی ہے) کاش تم پر آسمان سے بجلیاں گریں اور تمہیں جلا کر راکھ کردیں!

ولاس: آؤ بہن۔ چھوڑو۔ بہت کہہ لیا تم نے۔ (اس کو لے کر چلا جاتا ہے۔)

باسوف (شالیموف سے): کتنی خوفناک بات ہے! کیوں تم میری مدد کیوں نہیں کرتے؟ کچھ کرنا چاہیے! ایں؟

شالیموف (طنز سے): اس کو ایک گلاس ٹھنڈا پانی دو۔ اور کر بھی کیا سکتے ہو بتاؤ۔

یولیافلیپوونا (ورواراميخائلوونا کے پاس جاتے ہوئے): کاش میں بھی اس جنجال سے نکل سکتی!

باسوف: واریا! کہاں جارہی ہو؟ ماریالفوونا، مجھے تم سے ایسی امید نہ تھی۔ تم ڈاکٹر ہو۔ کچھ کرو، کوئی دوا دو واریا کو کہ اس کے دل کو قرار آئے۔

ماریالفوونا: مجھ سے بات نہ کرو!

دفوئے توچئے (باسوف سے): چ چ! بے درد معصوم!

(وہ وروارا میخائلوونا اور رولاس کے پیچھے پیچھے دائیں طرف جنگل میں چلا جاتا ہے۔)

کالیریا (سسکتے ہوئے): اور میں؟ میرا کیا ہوگا؟

سونیا (پاس جاتے ہوئے): ہمارے گھر چلو۔ (اس کو لے جاتی ہے۔)

یولیا فلیپوونا (گمبھیر سکون کے ساتھ): اچھا تو پیوتر ایوانووچ ہم اسی طرح گزر بسر کرتے رہیں جیسے کرتے رہے ہیں۔

(سوسلوف دانت نکالتا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے چلا جاتا ہے۔)

باسوف: کیا ہو رہا ہے؟ یکا یک سب کے دماغ کی چولیں ہل گئیں! رومین سے بڑا گدھا ہوگا کوئی اس دنیا میں؟ ذرا سی رگیں کیا ڈھیلی پڑیں کہ... یا کوف آخر تم خاموش کیوں ہو؟ تم ہنس کیوں رہے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو یہ سب آنی جانی ہے؟ یہ سب اتنا اچانک ہوا کہ... بس یوں... دھائیں! اور سب کچھ ٹوٹ پھوٹ کر، ریزہ ریزہ کر رہ گیا۔ اب کیا ہوگا؟ اب ہم کیا کریں؟

شالیموف: ذرا دھیرج رکھو، میرے یار۔ یہ سب کچھ نہیں۔ وقتی جنون ہے۔ باتوں کی پھلجھڑی، آتش بازی... بس اور کچھ بھی نہیں۔

(باسوف کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اس کو مکان کے اندر لے جاتا ہے۔ دوداکوف پیچھے ہاتھ باندھے ہوئے مکان سے نکلتا ہے اور آہستہ آہستہ دائیں طرف چلا جاتا ہے جہاں درختوں کے سائے میں اس کی بیوی انتظار کر رہی ہے۔)

باسوف: لعنت ہے!

شالیموف (مذاق اڑاتے ہوئے): آؤ۔ آؤ۔ تم نے دیکھا نہیں۔ سوسلوف میاں بیوی نے آخر اپنے ڈھرے پر چلتے رہنے کا فیصلہ کر لیا نا؟ ہمیں بھی مزے میں یہی کرنا چاہئے۔

اولگا الکسئی ونا: کیریل، کیا وہ مر جائے گا؟

دوداکوف (تیوریاں چڑھا کر): ارے مریں اس کے دشمن! آؤ چلو۔ کوئی بھی نہیں مرے گا۔

(وہ جنگل میں چلے جاتے ہیں۔)

شالیموف: میرے یار، ان باتوں میں دھرا کیا ہے۔سب بیکار ہے۔لوگ اور یہ باتیں، سب! لاؤ مجھے ایک جام دو شراب کا۔ ہر چیز بے معنی ہے۔فضول! (پیتا ہے۔جنگل سے دیر تک چوکیدار کی سیٹی کی آواز آتی رہتی ہے۔)

پردہ

بڈھا

کردار

ایوان واسیلی وچ متاکوف، 40-45 برس، سوداگر۔

پاول، 20-22 برس، اس کا سوتیلا بیٹا۔

تانیا، 17-19 برس، اس کی سوتیلی بیٹی۔

زخاروونا، 60 برس بوڑھی ملازمہ، جس نے ان بچوں کو پال پوس کر جوان کیا ہے۔

استیپانچ، 50 برس، چوکیدار۔

سوفیا مارکونا، 30-35 برس، فوجی کرنل کی بیوہ۔

خاریتونوف، 45-50 برس، سوداگر۔

یاکوف، 25 برس، اس کا بھتیجا۔

ایک راج مزدور۔

ایک بڈھا 60-65 برس۔

ایک جوان لڑکی۔

پہلا ایکٹ

پس منظر میں اینٹوں کا ایک سہ منزلہ مکان زیر تعمیر نظر آتا ہے۔سامنے چونے گارے کی پیپے، تختوں کے انبار، مکان کی تعمیر کا سامان رکھا ہے۔ درختوں کا ایک جھنڈ جن کی شاخیں ٹوٹی ہوئی ہیں۔

درختوں کی نیچے ایک بنچ پڑا ہے۔ اسٹیج کے بائیں طرف ایک پھاٹک ہے جو ایک باغ میں کھلتا ہے۔ پھاٹک کے پاس ایک جھونپڑا ہے جس کے دروازے پر ایک دوسرا بنچ پڑا ہوا ہے۔ اسٹیج کے دائیں طرف درخت اور جھاڑیاں۔

گرمیوں کا زمانہ ہے، اتوار کا دن اور دوپہر کا وقت نئی عمارت کے سامنے راج مزدوروں کی ایک ٹولی کھڑی ہے۔ مستاکوف جو سیاہ بالوں والا ہٹا کٹا آدمی ہے اور جس کی داڑھی اور مونچھوں میں سفید تار نظر آنے لگے ہیں، ان سے خطاب کر رہا ہے۔ بات کے پھاٹک پر: خاریتونوف سرخ بالوں اور بیقرار آدمی، یاکوف اس کا بناٹھنا بھتیجا۔ پاول خفا خفا سا، گھامڑ نوجوان، تانیا، جدید ترین فیشن کے بھڑکدار لباس میں۔ زخاروونا اور استیپانچ۔

خاریتونوف (مزدوروں سے): خاموش ہو جاؤ، اے گنوارو!

مستاکوف (اس کو ملامت بھری نظر سے دیکھتے ہوئے): بس ایک منٹ یا کیم۔ اچھا، لوگو، خدا کا شکر ہے، چلو ایک بیڑا پار ہوا، اب ہم سوموار کو نیا کام شروع کریں گے۔ تم نے ایمانداری سے ڈٹ کر کام کیا۔ خون پسینہ ایک کیا، تمہارا جتنا شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔ لوگو، میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

خاریتونوف (پاول سے): اس کی باتوں سے کوئی جان نہیں۔ اگر اس وقت میں ان کا شکریہ ادا کرتا تو دیکھتے!

مستاکوف: بتاؤ، مجھ سے تمہیں کوئی شکائت تو نہیں؟

راج مزدور: اوہ، نہیں۔ ہم تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کوئی شکائت نہیں۔

مستاکوف: بہت اچھا۔ تم لوگوں نے صرف میری خاطر کام نہیں کیا ہے۔ تم نے یہ کام اپنے لئے بھی کیا ہے۔ تمہارے بچے اور پوتے پوتیاں اس اسکول میں پڑھیں گے۔ آنے والی نسلیں تمہاری محنت کا پھل چکھیں گی۔

خاریتونوف (یاکوف سے): یہ سب کرنل کی بیوہ کی دین ہے اسی نے یہ ساری باتیں اس کے دماغ میں ٹھونسی ہیں۔

یاکوف: اوھوہو!

تانیا: چپ بھی رہو۔ مجھے سننے دو!

مستا کوف: سچی بات تو یہ ہے کہ کام کی قیمت روپے سے زیادہ ہے۔ میں خود سدھارن لوگوں میں سے ابھرا ہوں اور تمام کاموں کی قدر کرتا ہوں۔ (رک رک کر بولتا ہے، اور جیسے جیسے آگے بڑھتا جاتا ہے اس کی لڑکھڑاہٹ اور جھجک بڑھتی جاتی ہے۔)

خاریتونوف: آخر یہ اپنی لن ترانی ختم کیوں نہیں کرتا؟ بہر حال لوگوں کے پلے تو کچھ پڑے گا نہیں کہ آخر وہ کیا بک رہا ہے۔

مستا کوف: اچھا تو اب یہ ٹکنیکل اسکول بن کر تیار ہو گیا۔ خدا کرے کہ ہمارے بچوں کی زندگی ہماری زندگی سے زیادہ اچھی ہو، وہ ہم سے زیادہ خوشی دیکھیں۔ چاہے تم جو کہو، خوش نصیبوں کو بدنصیبوں سے زیادہ خدا کا آسرا چاہئے۔

خاریتونوف: یہ سب کرنل کی بیوہ کی پڑھائی ہوئی پٹی ہے۔

تانیا: خدا کے لئے بک بک بند کرو!

زخارووناَ: ہے ہے، میری جان کیا کہا!

مستا کوف: اب جاؤ، کھاؤ، پیو۔ ہماری بھرپور کامیابی کا جام چڑھاؤ۔ تم نے کام ختم کیا۔ ہماری طرف سے مبارکباد!

راج مزدور (ایک ساتھ جوش وخروش سے): بہت بہت شکریہ ایوان واسیلی وچ! بہت بہت شکریہ! آؤ یارو، چلو! مالک، شکریہ مالک!

مستا کوف: تم سے کو تین تین روبل زیادہ ملیں گے۔ ہم اس طرح تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

راج مزدور (اور زیادہ جوش کے ساتھ): سنا؟... ہزار ہزار شکریہ!... اچھا چلو یارو... ہاں ایک منٹ... بہت بہت شکریہ!

بڈھا راج: ٹھہرو! ذرا چپ ہو جاؤ لوگو! ایوان واسیلی وچ، میں بھی ایک دو باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ تمہاری بڑی مہربانی ہے۔ تم ہمیں کھانا کھلا رہے ہو۔ کوئی دوسرا ہوتا تو ہم سب کو ایک ایک روبل تھماتا اور دھتا بتا دیتا۔ مگر تم ویسے نہیں ہو۔ تم ہر کام اپنے نرالے ڈھنگ سے، زیادہ اچھے ڈھنگ سے کرتے ہو۔ بہت سے لوگ دوسرے سے الگ اپنی ڈگر چلتے ہیں تو اکثر منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔ ایسے مالک کا کام کرکے جی نہال ہو جاتا ہے۔ اگر ہم آدمی تمہاری طرح ہوتا تو ہمارے دلوں میں اتنا میل نہ

ہوتا۔ لوگ کبھی کبھار ذرا خوش ہونا، ناچنا، کودنا، ہنسنا، بولنا چاہتے ہیں۔ ہمارا جی بھی خوش ہے ایوان واسیلی وچ اور ہم شکریہ ادا کرتے ہیں، تمہارے آگے سر جھکاتے ہیں۔ یارو، مالک کے سامنے جھکو! (وہ بہت زیادہ جھک جاتا ہے۔ راج مزدور بولتے ہیں: ''شکریہ مالک!'' ''اللہ کرے تم جس کام میں بھی ہاتھ ڈالو منہ مانگی مراد پاؤ!'' ''بہت بہت شکریہ!'' ایک مدقوق سا نوجوان اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑتا ہے اور سجدہ کرتا ہے۔ اس کے انداز سے ظاہر ہے کہ وہ مذاق اڑا رہا ہے۔)

تانیا (مسکراتی ہے): کتنی بیوقوفی ہے!

خاریتونوف: بدمعاش!

مستاکوف: لڑکے یہ اچھی بات نہیں۔ لوگو، اب جاؤ۔ نکیتا سیمیونوف، اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو زخاروونا سے مانگ لینا۔

راج مزدور: شکریہ، اب آپ ہماری خاطر پریشان نہ ہوں۔

(راج مزدور باہر جاتے ہیں۔ ان کے پیچھے خاریتونوف، پاول، یاکوف اور زخاروونا جاتے ہیں۔ تانیا بنچ پر جوتا رکھ کر فیتہ باندھنے لگتی ہے۔)

خاریتونوف (نوجوانوں سے): آؤ ہم ذرا ان کے ندیدے پن کا تماشا دیکھیں۔

مستاکوف (بڈھے راج سے): میں خاص طور پر تمہارا شکر گزار ہوں۔

راج مزدور: نہیں اس کی کیا ضرورت ہے۔

مستاکوف: تم دانت کیوں نکال رہے ہو؟

راج مزدور: آپ کو دیکھ کر دل کی کلی چٹکنے لگتی ہے۔ ان آنکھوں نے بہتیرے لوگ دیکھے ہیں لیکن آپ کے آگے سب ماند ہیں۔

مستاکوف: چلو چلو، کھانے میں تم پچھڑ جاؤ گے۔

راج مزدور: آپ ہمیشہ کچھ نہ کچھ بناتے رہتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ آپ سچے گنی ہیں۔ مگر آپ ہمیشہ ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتے ہیں۔ دیکھ لیجئے گا آپ بہت جلد تھک کر نڈھال ہو جائیں گے۔

مستاکوف: ارشاد ہوا ہے... عقل کے چراغ کو دامن میں نہ چھپاؤ...

راج مزدور: کسی نے کہی ہے یہ بات؟

مستاکوف: بائبل میں عیسیٰ مسیح نے۔

راج مزدور: اوہ، ہاں تو ٹھیک ہی ہے۔لیکن تم نے سنا نہیں جلدی کا کام شیطان کا۔ اچھا آداب سلام۔ ہاں تو ہم سوموار کو نیا کام شروع کر رہے ہیں نا؟

مستاکوف: سوموار کو۔

راج مزدور: آداب۔

(چلا جاتا ہے۔مستاکوف چاروں طرف تھکی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے۔)

تانیا: (اس کے پاس آتے ہوئے): چلئے، اب ہم کھانا کھائیں۔

مستاکوف: تم یہاں اکیلی ہو؟

تانیا: سب لوگ چل دئے تماشا دیکھنے کہ وہ لوگ کس طرح کھانا ہڑپ کرتے ہیں۔اس میں کیا تماشا رکھا ہے۔

مستاکوف (آہستہ سے): تم ہمیشہ اکیلی رہتی ہو، میری جان۔ یہ اچھا نہیں ہے۔

تانیا: آپ نے ان لوگوں سے بڑی اچھی اچھی باتیں کہیں۔ بڈھا بھی خوب آدمی ہے۔

مستاکوف: بہت بکتا ہے۔لیکن آدمی کائیاں ہے۔وہ اپنا دھندا بھی خوب جانتا ہے۔

تانیا: دیہاتی گنوار مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے۔مگر بعضے بعضے اچھے لگتے ہیں۔

مستاکوف: کیوں نہ اچھے لگیں بھلا۔ میں خود ہی دیہاتی ہوں۔

(درختوں کے درمیان سے پاول نمودار ہوتا ہے۔)

تانیا: آپ اور دیہاتی؟ آپ تو سوداگر ہیں۔

مستاکوف: ہم سب ایک ہی جیسے ہیں۔ ہم بھی دیہاتی گنوار ہیں فرق اتنا ہے کہ ہمارے بولنے اور پہننے اوڑھنے کے ڈھنگ اور ہیں۔لیکن لوگوں کو ان کے لباس اور بات کرنے کے انداز سے نہیں پرکھنا چاہئے۔ ہاں صرف اسی آدمی کی عزت کرنی چاہئے جو کام کرنا جانتا ہے۔تم اپنے آپ کو لے لو۔نکھٹو کہیں کی! پڑی اینڈتی رہتی ہو یا بیکار مٹکتی پھرتی ہو۔اب اس کو کیا کہو گی؟

تانیا: میں نہیں جانتی۔ کیا میں ایسی ہوں؟

مستا کوف (فکر میں کھویا ہوا): ہاں میں دیہاتی ہوں۔ ہاں میرا رویاں رویاں دیہاتی ہے...

تانیا: آپ نے مجھے نکھٹو کیوں کہا؟

مستا کوف: اپنے دل سے پوچھو۔ کیا تمہیں یا کوف پسند ہے؟

تانیا: کبھی وہ مجھے اچھا لگتا ہے، کبھی نہیں۔

مستا کوف: ہونہہ۔ کہیں اچھا ہوتا کہ تم کو وہ مستقل اچھا لگتا۔ اس نے تم سے شادی کی التجا کی تو بتاؤ تم کیا کہو گی؟

تانیا: میں جواب دے چکی۔ میں نے کہا ذرا انتظار کرو۔

مستا کوف: کاہے کا انتظار؟

تانیا: میں نہین جانتی۔ ہوسکتا ہے...اوہ، دیکھا جائے گا۔ سوفیا مارکوونا کیوں نہیں آئیں؟

مستا کوف: سوفیا نے کہا تھا کہ وہ عبادت میں دیر سے پہنچیں گی۔ کیوں نہیں آئیں؟

مستا کوف: سوفیا نے کہا تھا کہ وہ عبادت میں دیر سے پہنچیں گی۔ کیوں؟ تمہیں ان سے کیا کام ہے؟

تانیا: بس یونہی۔ اتنی اچھی جو ہیں، غضب ہیں غضب!

(پاول غائب ہوجاتا ہے۔ زخاروونا آتی ہے۔)

مستا کوف: تانیا، تمہارے دوستوں کی تعداد بہت کم ہے۔

تانیا: آج آپ اتنے اداس کیوں ہیں؟

مستا کوف: میں؟ نہیں معلوم۔

زخاروونا: کھانا تیار ہے۔

مستا کوف: بہت اچھا۔ زخاروونا، یہ روپیہ راج مزدوروں کے لئے ہے۔ نکیتا کو دے دینا۔ آؤ تانیا، چلو۔

(استیپانچ جھونپڑے کے پاس ہاتھ بندوق لئے نظر آتا ہے۔)

استیپانچ (گنگناتا ہے):

پھر سے دیکھو پڑا سڑ رہا

وانیا بندی خانے میں

ہائے بیچارا وانیا، ہائے بیچارا وانیا

زخارووِنا: ارے دن دھاڑے بندوق لئے کیوں اکڑ رہے ہو؟

استیپانچ: چوروں کو بھگا رہا ہوں۔ آدمی بے ڈھب جان پڑتا ہے۔ ہیرا پھیری کر رہا ہے۔ برابر مالک کو پوچھ رہا ہے۔ کون ہیں... کہاں سے آئے ہیں...

زخارووِنا: کیا چاہتا ہے؟

استیپانچ: کچھ بتاتا نہیں۔ مجھے تو لگتا ہے کہ چوروں کا بھیدی ہے۔ ٹوہ لینے کو بھیجا گیا ہے۔

زخارووِنا: اسے کچھ مت بتانا۔ دفتر کھول کے مت بیٹھ جانا۔

استیپانچ: فکر نہ کرو۔ میں پہلے ہی مالک کو بتا چکا ہوں۔

زخارووِنا: خاریتونوف کے گھر والوں کو کھانے کے لئے بلا لو۔

استیپانچ: بلایا نہ بلاؤ، وہ آپ ہی چلے آرہے ہیں۔

خاریتونوف (پاول اور یاکوف سے): ان سے سیکھو کاروبار کیسے چلاتے ہیں۔

زخارووِنا: یا کیم لوکیچ، کھانا تیار ہے۔

خاریتونوف: آرہے ہیں۔ ذرا دیکھو سارا دھندا کس طرح چلتا ہے، جیسے ڈھلان میں پانی اتر رہا ہو۔ بے روک ٹوک! یہاں آئے دن ہڑتالوں اور قرض والوں کی مصیبت سر پر منڈلاتی رہتی ہے۔

یاکوف: یہ کرنل کی بیوہ کے دم قدم کی برکت ہے۔

خاریتونوف: فضول نہ بکو۔ کاروبار میں عورت کیا مدد کر سکتی ہے۔

پاول: دیکھ لینا وہ اس کا دیوالہ نکال دے گی۔ ایسٹر کے تحفے میں سات سو روبل کا چاندی کا سامان مار لیا اور سالگرہ کے تحفے میں ہیرے کے کنگن۔

خاریتونوف: تم سب جانتے ہو۔ ہے نا؟ بڑے کائیاں ہو اپنے خیال میں!

استیپانچ (آنکھ مارتے ہوئے): زخارووِنا، بڑا گھٹیا اور ذلیل آدمی پوس پال کے جوان کیا ہے تم نے۔

زخارووِنا: اپنے کوکھ کے جنمائے کب ہمیشہ سادھو مہاتما نکلتے ہیں۔

استیپانچ: تم پر تو کبھی اوس پڑتی ہی نہیں۔ خوب بڑھیا ہو، ہمیشہ خوش خرم، مست مگن!

زخاروونا: میرے آنسوؤں کا تالاب کب کا سوکھ چکا۔ اب چاہے جو ہو، میں خوش اور مگن رہتی ہوں۔

پاول (استیپانچ سے): اسے سنو! میرے سوتیلے اب جان نے بل کہیں رکھ دئے ہیں۔ ذرا جا کر ڈھونڈ دو۔

زخاروونا: شرم کرو! آخر تم اپنے بڑے بوڑھوں سے اس طرح کیوں بات کرتے ہو؟

پاول نانی، یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤ!

زخاروونا: بیوقوف، ہاں تم بیوقوف ہو۔

(باغ میں چلی جاتی ہے۔ پاول بنچ پر بیٹھتا ہے اور سگریٹ جلاتا ہے۔ اسے جھاڑیوں سے سوفیا مارکوونا کی آواز سنائی دیتی ہے۔ وہ کان کھڑے کر لیتا ہے۔)

سوفیا مارکوونا (اسٹیج سے باہر ہے): گھوڑوں کو جتا رہنے دو۔ میں ابھی آئی۔ (جھاڑیوں کو چھتری سے ہٹاتے ہوئے باہر نکلتی ہے۔ اس کی عمر تیس سے کچھ اوپر ہوگی۔ اس کا لباس غضب کا سادہ ہے جس سے خوش مذاقی اور نفاست جھلکتی ہے) کیا تم نے مجھے مکا دکھایا؟ مجھے دیکھ کر ناک سکیڑی؟

پاول (حیران): نہیں تو۔

سوفیا مارکوونا: پکی بات؟

پاول: میں صرف یہ دیکھ رہا تھا کہ کون آ رہا ہے۔

سوفیا مارکوونا: قسم کھاؤ؟

پاول: میں قسم کیوں کھاؤں؟

سوفیا مارکوونا: ہائے افسوس! مذاق مارا گیا!

(پاول خاموش ہو جاتا ہے۔)

سوفیا مارکوونا: کیا بہت سے مہمان آئے ہیں؟

پاول: نہیں صرف خاریتونوف کے گھر والے ہیں۔

سوفیا مارکوونا: تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

پاول: کچھ بھی نہیں۔

سوفیا مارکوونا (اس کا بازو پکڑتے ہوئے): مطلب یہ کہ مکھی مار رہے ہو۔

پاول: آپ تو مجھے اس طرح چھیڑتی ہیں جیسے کتے سے کھیل رہی ہوں۔

سوفیا مارکوونا: میں چھیڑتی ہوں؟ بیچارا! چھوڑا!

استیپانچ (بل لے کر): لو یہ رہے بل۔ کہئے بیگم صاحب سب خیریت ہے نا؟

سوفیا مارکوونا: اور آپ کا کیا حال ہے جناب عالی؟

(پاول کو اپنے ساتھ لے کر باہر نکل جاتی ہے۔ استیپانچ بنچ پر بیٹھتا ہے اور مسکراتے ہوئے ان کو جاتے دیکھتا ہے۔ پیچھے سے بوڑھا راج مزدور آتا ہے۔)

استیپانچ: کہاں چل دئے بھئی؟

راج مزدور: لوگ بہت زیادہ اودھم مچا رہے ہیں۔

استیپانچ: کہو وقت کیسا کٹا، مزا آ گیا نا؟

راج مزدور: تم جانو، باسی کڑھی میں ابال آئے تو کیسے۔ بوڑھا ہوا!

استیپانچ: ہونہہ۔

راج مزدور ایوان واسیلی وچ بھلا مانس ہے اور اچھا سوداگر بھی۔ آخر وہ آیا کہاں سے یہاں؟

استیپانچ (ہنستے ہوئے): عجیب بات ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کوئی خاص دھرتی ہوگی جہاں اچھے لوگوں کی فصل ہوتی ہے؟ جیسے ہمارے ہاں کبھی اچھا آدمی جنم ہی نہیں لیتا؟

راج مزدور: نہیں ایسی کوئی دھرتی نہیں۔

استیپانچ: نہیں کوئی دھرتی نہی۔ ایک اور آدمی ہے جو صبح سے رٹ لگائے ہوئے ہے کہ مالک کہاں سے آئے ہیں اور وہ اتنے مال دار کیسے بن گئے۔

راج مزدور: دولت عقل کا کھیل ہے۔ بیوقوف کبھی مال دار بنا ہے نہ بنے۔ آخر وہ یہ کیون پوچھتا ہے؟

استیپانچ: وہ تو وہ، تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟

راج مزدور: میں؟ اوہ، میں نے یونہی پوچھ لیا دل چاہ گیا۔

استیپانچ: اس نے بھی یونہی پوچھ لیا۔ اس کا بھی دل چاہ گیا۔

راج مزدور: دل چاہ گیا۔ ٹوہ لینا تو بیوقوفی کی نشانی ہے۔

استیپانچ: یہ تو تم جانو۔

راج مزدور: ہاں یہ بیوقوفی کی پکی نشانی ہے۔ اچھا وہ کون آ رہا ہے؟

استیپانچ: مالک اور کرنل کی بیوہ۔

راج مزدور: ذرا میں جھونپڑے کے اندر جاتا ہوں۔ ''جاتا مہمان بھلا اور مالک بھلا وہ جو رہے دور دور۔''

(وہ باہر نکلتا ہے۔ استیپانچ پیچھے پیچھے جاتا ہے۔ پھاٹک سے سوفیا مارکوونا اور متاکوف آتے ہیں۔ متاکوف پریشان نظر آتا ہے۔)

سوفیا مارکوونا: میرے خیال میں تمہیں میز سے اٹھنا نہیں چاہئے تھا۔

متاکوف: اوہ، یاکیم میرا پرانا دوست ہے۔ تم نے کہا کہ تمہیں جلدی ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں ذرا ایک منٹ کو میرے پاس بیٹھ جاؤ۔

سوفیا مارکوونا (مسکراتے ہوئے): تمہارا کام کچھوے کی چال سے چل رہا ہے۔

متاکوف: یاکیم اینٹ دے چکے جب نا۔ اس کے قرض خواہوں نے قرقی کرالی ہے۔ سوفیا مارکوونا...

سوفیا مارکوونا: کیا بات ہے؟ لگتا ہے کوئی بات تمہارے دل میں کھٹک رہی ہے۔ تم اتنے کھوئے کھوئے کیوں ہو اور...

متاکوف: وجہ ہی کچھ ایسی ہے... میری سمجھ میں نہیں آتا... بتاؤں تو کیسے بتاؤں...

سوفیا مارکوونا: کہو کیا بات ہے کہو؟

(بنچ پر بیٹھ جاتی ہے۔ متاکوف اس کے سامنے کھڑا رہتا ہے۔ اس کے چہرے سے ہیجان ٹپک رہا ہے۔)

متاکوف: دس برس سے زیادہ ہو گئے میں تمہارے بتائے ہوئے راستے پر چل رہا ہوں۔ تم نے روپے پیسے سے بھی میری مدد کی ہے۔ دل کو ڈھارس بندھائی ہے سوالگ...

سوفیا مارکوونا: بیٹھ جاؤ۔ (مسکراتے ہوئے اپنی گھڑی دیکھتی ہے اور پھر اس کی طرف) کیا تم سیدھے سیدھے اصلی بات نہیں بتا سکتے؟

متاکوف: سنو.. نہیں... مجھ سے کہا نہیں جاتا۔ یہ میرے بس کا نہیں۔

سوفیا مارکوونا (اس کو غور سے دیکھتے ہوئے): میں تو تم پر حیران ہوں! تم! ٹھنڈے مزاج اور دھیرج کے آدمی ہو، تم میں خود اعتمادی ہے...اور اب اس وقت...

متاکوف: اوپر ہی اوپر سے۔ سوفیا مارکوونا میں بڑا بدنصیب ہوں۔ (چڑتے ہوئے) کیا بتاؤں یہ بات کتنی لغو ہے! آخر میں اس غار میں کیوں دھکیلا جاؤں؟ میں ایماندار ہوں، محنت مشقت کرتا ہوں، میں دوسروں کا مال نہیں اڑاتا...

سوفیا مارکوونا: لیکن ہوا کیا؟ یہ تو بتاؤ!

متاکوف: تم جانتی ہو، تم میرے لئے کتنی بڑی دولت ہو! تم میری جان ہو...تم...اور اگر مجھے... خیر سالہا سال میں بھیڑئے کی طرح رہا، لوگوں سے بھاگتا، کتراتا، ڈرتا رہا۔ پھر تم ملیں۔ تم نے مجھے اس زندگی سے نکلنے میں مدد دی۔ تم نے مجھے انسان بنایا۔

سوفیا مارکوونا: لیکن اب یہ سب کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

متاکوف: میرے دل میں تمہاری کتنی عزت ہے...

سوفیا مارکوونا: شکریہ۔ مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی...لیکن یہ تو بتاؤ تم مجھ سے چاہتے کیا ہو؟

متاکوف (گھٹنوں پر گرتے ہوئے): رحم! مجھے بچاؤ!

سوفیا مارکوونا (اچھلتے ہوئے اور چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے): کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ اٹھو ابھی اٹھو! تمہارا یہ حال ہے تو تم کسی دن بھرے بازار میں مجھ سے عشق کے چونچلے کرنے لگو گے! جیسے کوئی اسکول کا من چلا چھوکرا ہو!

متاکوف (اٹھتے ہوئے): جانتا ہوں تم مجھ سے سختی نہ برتو گی۔ تمہارا دل بہت نرم ہے۔

سوفیا مارکوونا: بس بہت ہو گیا۔ میں کوئی بچی نہیں ہوں۔ میں جانتی ہوں تم مجھے چاہتے ہو۔ میں کی کھری ہوں۔ بعض مرتبہ کھری اور سخت بھی! مجھے بھی تم اچھے لگتے ہو۔ کیا یہ کافی نہیں ہے؟ اس وقت

میں اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتی۔تم نے عشق کا راگ الاپنے کے لئے بہت ہی غلط وقت چنا ہے۔

متا کوف (بجھے بجھے سہمے ہوئے انداز میں): میں نے سوچا...

سوفیا مارکوونا: سات بجے میں گاؤں جا رہی ہوں۔ جب مین واپس آؤں گی تو بات چیت کریں گے یعنی تین دن کے بعد۔

متا کوف: مت جاؤ۔ خدا کے لئے مت جاؤ۔ میں التجا کرتا ہوں مت جاؤ۔ میری زندگی... ہر چیز الٹ پلٹ ہو کر رہ گئی ہے...

سوفیا مارکوونا: ہش! کوئی آ رہا ہے۔تمہارے گھٹنوں پر گرد جمی ہوئی ہے۔

متا کوف (زیر لب): اے خدا!

خاریتونوف (کچھ نشے میں): سوفیا مارکوونا، ہاتھ دینا!

سوفیا مارکوونا: لیکن ہم تو ابھی ابھی آداب سلام کر چکے ہیں۔

خاریتونوف: اس سے کیا ہوتا ہے؟ آپ تو بینک نوٹ کی طرح ہیں۔ جب دیکھو جب خوش خوش کلیجے سے لگالو۔ (متا کوف سے) ارے بڑے میاں، تمہارا منہ کیوں اترا ہوا ہے؟

متا کوف (نامکمل مکان کی طرف سر سے اشارہ کرتے ہوئے): دیکھتے نہیں، ہم پچھڑ گئے۔ وہ عمارت اب تک پوری نہیں ہوئی۔

خاریتونوف: چھوڑو! ارے آخر میں تمہارے سارے کام نبٹ جاتے ہیں۔تم خوش نصیب ہو۔سوفیا مارکوونا، آپ ہی کچھ کریں، کہئے نا کہ یہ اپنی سوتیلی بیٹی کا ہاتھ یاکوف کو پکڑا دے؟ ایوان واسیلی وچ رکاوٹ کیا ہے؟ اس طرح تمہاری مشکل بھی آسان ہو جائے گی اور میرا بھی بھلا ہو جائے گا۔

متا کوف: یہ وقت ان سب باتوں کا نہیں۔

خاریتونوف: لڑکیوں کے بیاہ کی گھڑی کا کیا ہے۔ جب چاہو کر لو۔ ہاں روزے کے دن کی بات دوسری ہے۔سوفیا مارکوونا، جانتی ہیں صرف ہزار روبل پر معاملہ اٹکا ہوا ہے۔کتنی شرم کی بات ہے!

سوفیا مارکوونا: چلئے سودا کر لیجئے۔

خاریتونوف: میں خوشی سے تیار ہوں۔مگر یہ آدمی پٹھے پر ہاتھ ہی رکھنے نہیں دیتا۔ بے ایمانی اور حرام خوری کے اس دور میں بیس ہزار روبل میں کیا رکھا ہے؟ دہی کا ایک مٹکا اور چلو چھٹی ہوئی۔ڈھونڈ لو،

میرے یاکوف جیسا بر چراغ لیکر، سو میں ایک ہے۔ کیا تگڑا اور تیز نوجوان ہے، سانڈ ہے سانڈ۔ شیر ہے شیر!

مستاکوف (بگڑے انداز میں): تم اس کا سارا روپیہ ہڑپ کر لو گے۔

خاریتونوف: یہ تو خیر وقت بتائے گا۔ روپے کے معاملے میں دوستی اور رشتہ داری کی کوئی جگہ نہیں۔

مستاکوف (جل کر): تم ہو روپئے کے غلام، نمبر ایک چھچھورے!

خاریتونوف: میں اور چھچھورا؟ لو تم تو بہت دور کی کوڑی لائے!

سوفیا مارکوونا: کیا آپ اپنے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں؟

خاریتونوف: میں اپنی ایک ایک رگ کو پہچانتا ہوں۔ میں اور چھچھورا؟ سنو تو۔

سوفیا مارکوونا: ہم عمارت کو ایک نظر دیکھیں گے یا نہیں؟

مستاکوف: ہاں۔

خاریتونوف: میں بھی چلوں گا۔ میں اور چھچھورا! ایسٹر کے دن میں صرف تاش میں نو ہزار روبل کی بازی ہار گیا اور میں نے جماھی بھی نہیں لی۔ اور تم...

مستاکوف: یا کیم تم نے بہت پی لی ہے۔

خاریتونوف: ہاں پی ہے۔ اس لئے کہ میری زندگی اتنی خستہ حال جو ہے۔ دیکھنے میں بھی میں کچھ جچتا نہیں۔ کوئی عورت بنا پیسے کے مجھے گلے لگاتی نہیں زندگی عذاب ہے۔ اسی لئے میں پیتا ہوں، جوا کھیلتا ہوں اور زندگی میں رنگ اور گرمی پیدا کرتا ہوں۔

مستاکوف: تمہارا حشر برا ہوگا۔

خاریتونوف: بنے بنائے راستے پر تو سبھی چل لیتے ہیں۔ لیکن مجھے تو ان راستوں پر چلنے میں مزا آتا ہے جن پر کوئی چلا نہ ہو... اونچ نیچ ہو، گڈھے ہوں، ٹیلے ہوں... دلدل ہو اور ہر آن اس کے پیٹ میں دھنس جانے کا خطرہ ہو... کچھ اس شان سے کہ ہر آن اپنے آپ سے کہہ رہا ہوں... یا کیم دیکھنا ہے۔ تم اوپر آتے ہو یا اندر دھنستے ہو؟ بس صرف اس طرح زندگی میں لطف پیدا ہو سکتا ہے۔

سوفیا مارکوونا: آج تو آپ بڑی اچھی اچھی باتیں کر رہے ہیں۔

خاریتونوف: اگر کسی اچھی عورت کو مجھ سے عشق ہو جائے تو میں اس سے بھی زیادہ اچھی طرح زبان کے جوہر دکھاؤں۔ آہ، سوفیا مارکوونا، آپ کتنی حسین ہیں، آپ کو دیکھ کر مرد کے دل کے سارے تار جھنجھنا اٹھتے ہیں۔ اس کے دانت بج اٹھتے ہیں۔ ہائے کاش آپ مجھ سے محبت کرتیں...تو...

مستاکوف (رکھائی سے): ارے مسخرے، بس چپ بھی رہو!

سوفیا مارکوونا: کیا؟ سوچو کیا کہہ رہے ہو تم؟

خاریتونوف (ڈرتے ہوئے): کیوں کیا ہوا؟

مستاکوف: اپنی گندی چپڑ چپڑ بند کرو۔

(سوفیا مارکوونا اس کا بازو تھام لیتی ہے۔)

مستاکوف: معاف کر دیا کیم! میرا دماغ پریشان تھا اور تم...

خاریتونوف: تمہارا دماغ پریشان! خوب کس طرح تم نے کہی یہ بات! سوفیا مارکونا، کیا آپ کو اس سے ڈر نہیں لگتا؟ ہاں میں اقرار کرتا ہوں، میں تو ڈرتا ہوں کبھی کبھی۔

(وہ لوگ عمارت کی طرف چلے جاتے ہیں۔ پاول پھاٹک پر کھڑا رہتا ہے اور ان کو جاتے ہوئے دیکھتا ہے۔ باغ سے زخاروونا کی آواز سنائی دیتی ہے۔ تانیا آتی ہے۔)

تانیا (پاول سے): مجھے جانے دو۔

پاول: شریر، مجھے دھکیلو مت!

تانیا: تم کس کی ٹوہ لے رہے ہو؟

پاول: اس سے تمہیں مطلب۔

تانیا: عجیب بدھو ہے۔ تم اتنے سنکے سنکے کیوں رہتے ہو ہمیشہ؟

پاول: بس یونہی جی چاہتا ہے۔

تانیا: تم خود ہی نہیں جانتے کیوں۔

زخاروونا (بڑبڑاتے ہوئے): جب سر دکھ رہا ہے تو دھوپ میں کیوں جا رہی ہو بٹیا؟

تانیا: مجھے چھوڑ دو! کیا سوفیا مارکوونا چلی گئیں پاول؟

پاول: میں نہیں جانتا۔

تانیا: میں بتانا بھول گئی کہ...

زخاروونا: جب دیکھو بھول گئی، بھول گئی! کہاں چل دیں ایں؟ تم اس کوڑا کرکٹ پر کیوں کود لگاتی پھر رہی ہو، گلہری بٹیا، دیکھنا پیر میں موچ آ جائے گی! بھاگی جا رہی ہو اور اپنے من کے راجہ کو یونہی پیچھے چھوڑے جا رہی ہو!

تانیا: میں کہہ چکی ہوں میرے من کا کوئی راجہ نہیں!

زخاروونا: ہے تو سہی۔

تانیا: میں جو کہہ رہی ہوں نہیں ہے، نہیں ہے۔

زخاروونا: نخرے نہ کرو بٹیا۔ من کا راجہ کوئی باسی ترکاری تو ہے نہیں۔ جب جی چاہا پھینک دی۔ من کا راجہ نہیں ہے تو یہ کوئی اترانے کی بات نہیں۔

تانیا: تم آخر میرے پیچھے کیوں پڑی ہوئی ہو؟

زخاروونا: آج خوشی کا دن ہے اور تم مجھے...!

پاول: لو ایک نہ شد دو شد!

تانیا: اگر تم کہیں کے بڑے افلاطون ہو تو اپنا راستہ لو۔ زخاروونا ذرا جا کر دیکھنا وہ ہیں یا چلی گئیں۔

زخاروونا: پہلے تو نے کیوں نہیں کہا؟ تم ٹھہریں بھلا ایک پوستین!

تانیا: تم نے خود ہی مجھے روکا۔

زخاروونا: بڑھیا جان کر۔ میری ہر بات پر کان نہ دھرو۔

تانیا: تمہاری بات تو سمجھ ہی میں نہیں آتی۔

استیپانچ (راستے پر سے چیختا چلاتا آتا ہے): زخاروونا، مزدوروں کا روپیہ کہاں ہے؟

زخاروونا: یہ رہا روپیہ۔ سر مت کھاؤ! تانیا تم خود ہی جا کر یہ روپیہ کیوں نہیں بانٹتیں؟ تم دو گی تو ان کو خوشی ہو گی۔

تانیا (جاتے ہوئے): جانے تمہیں کیسی کیسی سوجھتی رہتی ہے!

زخاروونا (اس کے پیچھے جاتے ہوئے): کیسی لڑکی ہے نہ چت کا پتہ چلتا ہے نہ پٹ کا۔

یاکوف (باغ سے): کہاں جا رہے ہیں وہ لوگ؟

پاول: مزدوروں کو بخشش دینے۔

یاکوف: بہت سارا روپیہ؟

پاول: میں کیا جانوں۔ سب ملا کر سو سے زیادہ ہوگا۔

یاکوف: کاش مجھے کوئی سو روبل بخشش میں دے دیتا!

پاول: نوکر بن جاؤ!

یاکوف (سگریٹ سلگاتے ہوئے): شکریہ۔ ایک طالبعلم کو میں جانتا ہوں۔ مزاحیہ اخباروں میں چٹپٹی نظمیں لکھا کرتا ہے۔ سنو:

نہیں لارڈ صاحب تم پیارے
کرو چاکری تم لوگوں کی
مٹھی ہوگی گرم
جیب کھن کھن کھنکیگی
پھل محنت کا ملے گا میت ہمارے

اسے کہتے ہیں چٹپٹی چٹکلے بازی۔ تمہاری طرح نہیں کہ ہتھوڑا اٹھایا اور سر پر جڑ دیا۔

پاول: چٹکلے بازی؟ اس تیر کا نشانہ کون ہے؟

یاکوف: کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ آؤ سگریٹ پیو؟

پاول: نہیں شکریہ۔ میں مذاق کا رسیا نہیں ہوں۔

یاکوف: تو آؤ ہم بالکل گمبھیر بن جائیں۔ چلتے ہو آج رات ان چھوکریوں کے پاس؟

پاول: نہیں میرا دل نہیں چاہتا۔ (تیوری چڑھاتے ہوئے) یہ کیسے؟ تم میری بہن سے شادی کرنے کے خواب دیکھ رہے ہو اور پھر بھی تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ کوٹھے جھانکتا پھروں۔

یاکوف (حیران): واہ بڑی زوردار بات کہی! کیا آج میں تمہیں پہلی مرتبہ اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دے رہا ہوں؟ پچھلے اتوار کو تم کہاں تھے، بتاؤ؟

پاول (افسردہ): میرا سوتیلا باپ مجھے ایک تجارتی اسکول میں چلتا کرنا چاہتا ہے۔

یا کوف: تو اس میں اعتراض؟ اکیلے رہو گے۔ ٹھاٹ کرو گے!

پاول: اگر میں گیا تو مجھے یقین ہے وہ اس... سے شادی کر لے گا۔

یا کوف: جاؤ یا نہ جاؤ۔ وہ اس سے شادی کر کے دم لے گا۔ اس کو کون روک سکتا ہے؟ اماں جانے بھی دو! جس سے جی چاہے، شادی کرلے۔ تمہیں تو اپنے حصے کا روپیہ چاہئے، اللہ اللہ خیر صلی!

پاول: یہی تو بات ہے! مجھے ڈر ہے وہ مجھے بالکل ٹرخا نہ دے۔

یا کوف: آؤ ٹہلنے چلیں۔ تانیا کو بھی ساتھ لے لیں۔

پاول: مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ (وہ عمارت کی طرف جاتے ہیں) مجھے امید ہے کہ تم تانیا سے اس بیوہ کا زیادہ ذکر کرتے رہو گے۔

یا کوف: گھبراؤ مت۔ ابھی ہی میں اس کے بارے میں کیا کم بولتا ہوں۔

پاول: کاش ہم ان دونوں کے درمیان کوئی دیوار کھڑی کر سکتے!

یا کوف: تانیا تو اس پر جان چھڑکتی ہے۔

پاول: ابھی کم عمر اور بیوقوف ہے۔ اس کی کھوپڑی میں اپنا تو کچھ ہے ہی نہیں۔

زخاروونا (ان سے ملنے آتی ہے): اچھا جوڑا ہے مرغابیوں کا! یا کوف ساویلچ، جانتے ہو، یہ نگوڑی گرمی تمہارے چچا کے سر میں چڑھ گئی ہے۔ جانے کیا کیا بے سر پیر کی ہانک رہا ہے۔ چھی چھی، کیا زبان ہے۔ گائے بیل بھی سنیں تو شرم سے پانی پانی ہو جائیں۔ جاؤ تانیا کو اس کے پاس سے لے جاؤ۔

(وہ باغ میں جاتی ہے۔ پاول اور یا کوف درختوں کے درمیان غائب ہو جاتے ہیں۔ ساتھ ہی مستاکوف جھاڑیوں میں کھڑا عمارت کی طرف گھورتا اور رومال سے پیشانی پونچھتا ہے۔ وہ پریشان حال نظر آتا ہے۔)

مستاکوف (زیرلب): وہ بالکل نہیں سمجھی... وہ بالکل بھانپ نہ سکی...

(ایک لمحے کو سوچتا ہے اور کچھ طے کر کے بنچ کی طرف جاتا ہے، جیب سے بٹوہ نکالتا ہے اور گھٹنوں پر جھکتے ہوئے پرچہ لکھتا ہے۔)

مستاکوف (پکارتا ہے): استیپانچ! اے استیپانچ!

استیپانچ (جھونپڑے کے پیچھے سے نکلتا ہے): جی مالک!

متا کوف: ہماری گھوڑی کراسو نکالو اور بھاگ کر سوفیا مارکونا کے ہاں جاؤ۔ اگر تم راستے ہی میں جالو...

استیپانچ: نہیں اب راستے میں کہاں ہاتھ آئے گی ان کی گاڑی...

متا کوف: تو پھر سیدھے ان کے گھر جاؤ اور اگر وہ گھر پر نہ ہوں تو بھاگ کر اسٹیشن جاؤ۔ وہ سات بجے کی گاڑی سے گاؤں جارہی ہے۔ کسی نہ کسی طرح ان سے ضرور ملو۔ جاؤ بھاگ جاؤ۔

استیپانچ: اور میرا کام کون کرے گا؟

متا کوف: بس رکومت، وقت برباد نہ کرو۔ نکیتا مزدوروں کی نگرانی کر لے گا۔ میں بھی اس سے کہہ دوں گا۔

استیپانچ: وہ تو بالکل دیوانے ہو رہے ہیں۔ کون جانے کس وقت آگ لگا دیں!

متا کوف: جلدی بھاگو۔ میں جو کہہ رہا ہوں۔

(استیپانچ بھاگ جاتا ہے۔)

متا کوف (زیرلب): کیا ہونے والا ہے؟ خدا جانتا ہے میں معصوم ہوں... میں بے گناہ ہوں... (وہ بنچ پر بیٹھ جاتا ہے اور آگے پیچھے بنچ کو ہچکولے دینے لگتا ہے اور دونوں ہاتھ سے سر تھام لیتا ہے۔)

دوسرا ایکٹ

اسی دن، وہی منظر۔ شام کے پانچ بجے۔ عمارت کے اس پار کھیتوں میں کوئی اکارڈئین بجا رہا ہے۔ بڈھا راج نکیتا جھونپڑے کے سامنے بنچ پر بیٹھا اونگھ رہا ہے۔ جھاڑیوں میں سے پاول، یاکوف اور تانیا نکلتے ہیں۔ تانیا کے ہاتھ میں جنگلی پھولوں کا ایک گچھا ہے۔

یاکوف (نکیتا کی طرف آنکھ مارتے ہوئے): کہو تو اس وقت بڈھے کی گھگھی بندھوا دوں؟

پاول: وہ سو نہیں رہا ہے۔

تانیا: ارے مت چھیڑو۔

یاکوف: ذرا ہنسنے کا موقع ہاتھ آئے گا۔

(وہ نکیتا کے سامنے جا کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کو غور سے دیکھتا ہے۔)

راج (اٹھتے ہوئے): کیا چاہتے ہو نوجوان؟

یاکوف: تمہاری صورت جانی پہچانی معلوم ہوتی ہے۔

راج (مسکراتا ہے): یہاں کون نہیں جانتا مجھے۔

یاکوف: لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو بہت دنوں سے جانتا ہوں۔

راج: میں بھی تم کو اتنے ہی دنوں سے جانتا ہوں۔

یاکوف: کون ہو تم؟

راج (اب تک مسکراتے ہوئے): جب جانتے ہی ہو تو مجھ سے پوچھتے کیوں ہو؟

یاکوف (تیزی سے): میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ میں تمہارے بارے میں کچھ جانتا ہوں...

راج (ذرا سنجیدگی سے): کیا جانتے ہو تم؟ میرے بارے میں جاننے کو رکھا کا ی ہے؟

یاکوف (آواز دھیمی کرتے ہوئے): 1903 کے مارچ میں تم کہاں تھے، کیا کر رہے تھے، کچھ یاد ہے؟

راج (حافظے پر زور دیتے ہوئے): مارچ میں؟ 1903 میں؟

یاکوف: ہاں۔ اب یاد آیا؟

راج: ایک منٹ، بس ایک منٹ...

یاکوف: اس وقت تم کہاں تھے؟ مجھے بتاؤ...

راج (بوکھلاتے ہوئے): ٹھہرو... ذرا سوچنے دو... اس زمانے میں شاید ہسپتال میں تھا...

یاکوف: شاید! لیکن میں جاننا چاہتا ہوں اس وقت سچ مچ تم کہاں تھے؟

راج (ڈرتے ہوئے): نوجوان، آخر تم چاہتے کیا ہو؟

یاکوف: داؤ خالی دینے کی کوشش نہ کرو! یاد آیا کچھ، اس زمانے میں تم کیا کر رہے تھے؟

راج (ڈرتے ہوئے): نوجوان، آخر تم چاہتے کیا ہو؟

یاکوف: داؤ خالی دینے کی کوشش نہ کرو! یاد آیا کچھ، اس زمانے میں تم کیا کر رہے تھے؟

راج: کیوں آخر تمہارے دل میں کیا سمائی ہے؟ (ٹوپی اتارتا ہے) نوجوان میرے یاد کرنے

کو رکھا کیا ہے۔ مجھے چھوڑو، اپنا راستہ لو!

(تانیا بڈھے کو دیکھتی ہے اور مسکراتی ہے۔ پاول زور سے قہقہہ لگاتا ہے۔ جب نکیتا یہ تماشا دیکھتا ہے تو ٹوپی دوبارہ پہن لیتا ہے اور بیزاری سے ہاتھ جھٹکتا ہے۔)

راج: جہنم میں جاؤ! میں نے سوچا تم سچ مچ کچھ پوچھنا چاہتے ہو! کیا کیا نیارے کھیل ہیں تمہارے! جانتے ہو میں تگنا بڑا ہوں! (غصے میں جھونپڑے کے اندر چلا جاتا ہے۔)

یاکوف (فتح مندانہ شان سے): دیکھا تیر نشانے پر بیٹھا؟

پاول: کمال کر دیا تم نے۔

تانیا: لیکن وہ اتنا ڈرا کیوں؟

یاکوف (غرور سے): میں اس طرح کو بھی ڈرا سکتا ہوں۔ کسی کے پاس جاؤ، اس کی آنکھوں میں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہو "اف میں کیسی کیسی باتیں جانتا ہوں تمہارے بارے میں!" میں کچھ نہیں جانتا مگر آدمی ضرور ڈر جائے گا۔ جانتے ہی ہو، ہر آدمی کے دل میں کچھ نہ کچھ بات ہوتی ہے جو وہ لوگوں سے چھپاتا ہے اور میں یہ جماتا ہوں۔ تم جو راز چھپائے پھرتے ہو، میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ بس یہ نسخہ کام کر جاتا ہے۔

پاول: لوگ کتنے بیوقوف ہیں۔

یاکوف: اس نسخے کا تیر بہدف اثر تو لڑکیوں پر ہوتا ہے۔ جس لڑکی کو کہو آدھ گھنٹے میں رلا دوں۔

تانیا: لیکن یہ بڑی بری بات ہے! تم کو شرم نہیں آتی!

یاکوف: اس میں شرم کی کیا بات ہے؟ میں تو یونہی مذاق کر رہا ہوں۔

تانیا: لڑکیوں کو ستانا شرم کی بات نہیں تو اور کیا ہے۔

یاکوف: آ کر تم لڑکوں پر کون سے پھول برساتی ہو؟ ہونہہ؟ اچھا بتاؤ میں نے اس بڈھے کو الو بنای تو تمہیں بڑا مزا آیا، ایں؟

تانیا: نہیں مجھے ذرا مزا نہیں آیا۔

یاکوف: تو پھر تم ہنسیں کیوں؟

تانیا: ہاں تم ہنسیں۔ حجت مت کرو۔ بڑا چلتا پرزہ ہے! تو تم یہاں پر میرا انتظار کرو گے، ایں؟ میں بھاگ کر جاتا ہوں اور قمیص بدل کر آتا ہوں۔ دیکھو نا قمیص پسینے سے شرابور ہو رہی ہے۔

یاکوف: آؤ بیٹھ جائیں۔ کیوں؟

تانیا: نہیں میں بیٹھنا نہیں چاہتی۔

یاکوف: منہ نہ پھلاؤ۔ سنو: یہ ہے لٹ پٹ سٹ پٹ، گھٹ پٹ، ہٹاؤ اسے جھٹ پٹ...

تانیا (حیران): کیا؟

یاکوف دہراتے ہوئے): اسے کہتے ہیں چٹکلہ!

تانیا (ہنستی ہے): میں کہتی ہوں کیا زٹیل چیز ہے! کیا یہ تمہارا کارنامہ ہے؟

یاکوف: بالکل۔

تانیا: میں نہیں مانتی۔

یاکوف: خدا کی قسم۔ ہے نا مزیدار چٹپٹی چیز؟

تانیا: ذرا بھی نہیں۔

یاکوف: تو پھر ہنسیں کیوں؟ میں نے آج تک ایسا کٹھ حجت نہیں دیکھا!

(کچھ دیر تک چپ بیٹھے رہتے ہیں۔)

یاکوف (اداس لہجے میں): کسی ایکٹر نے ایک بار کہا تھا ''پہاڑ جیسے مہاسوں سے بوند بھر دماغ کہیں بہتر ہے!'' کیا خیال ہے؟

تانیا (مسکراتے ہوئے): تم بنے بنائے، ڈھلے ڈھلائے بیوقوف ہو۔

یاکوف (خوش ہو کر): تمہیں خوش کرنے کو میں کچھ بھی بن سکتا ہوں۔ لیکن ہو کٹھ حجت۔ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اگر کسی دوکان دار کا پالہ پڑ جائے تم سے تو وہ سو بار کان پکڑے گا اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتا نظر آئے گا۔

تانیا (برا مانتے ہوئے): کون سا دوکان دار ٹھہرے گا اور کون سا بھاگتا نظر آئے گا۔ اس کی پروا کرے میری جوتی۔

یاکوف: لیکن تمہیں پروا تو کرنی چاہئے۔ ان میں سے بعضے بعضے تو غضب کے کٹیلے گبرو جوان

ہیں۔

تانیا: اوہ، چھوڑو مجھے، بھاگو یہاں سے!

یاکوف: تم نے تو میرا جینا دوبھر کر دیا ہے۔

تانیا (اٹھتے ہوئے): بیچارا! چلو چلیں، چائے پئیں۔

یاکوف: تم جاؤ۔ میں بعد آؤں گے۔ (اس کے پیچھے مکا دکھاتا ہے اور زبان نکالتا ہے۔)

تانیا (مڑتے ہوئے): میں کتنی ٹھک گئی ہوں!

یاکوف (اچھلتے ہوئے): معاف کرنا۔ (اپنے آپ سے) دم لو میری حسینہ! دم لو!

(باغ سے مستاکوف کی آواز سنائی دیتی ہے "ایک پل کو لیٹ جاؤ اور کمر سیدھی کرلو۔")

خاریتونوف (پھاٹک پر): میں سونا نہیں چاہتا۔ میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

مستاکوف: کاہے کے بارے میں؟

خاریتونوف: آؤ یہاں بیٹھ جائیں۔ یہ تمہاری بڑی دل پسند جگہ ہے نا۔ درختوں کا وہ جھنڈ وہاں سے کٹوا کر تمہیں افسوس نہیں ہوا؟

مستاکوف: بہت۔

خاریتونوف: میں بھی یہی سمجھتا تھا۔ دیکھ لو اب کیا رہ گیا۔ ایک خلال بھی نہیں۔ بیٹھو۔ آخر آج تم اتنے بگڑے ہوئے کیوں ہو۔ پٹھے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتے؟

مستاکوف: یہ سب تمہاری نظر کا دھوکا ہے۔

خاریتونوف: کا ای تم سمجھتے ہو، دو گھونٹ پی لی تو بالکل اندھا ہو گیا؟ جب میرے پیٹ میں شراب ہوتی ہے تو میری نظر اور زیادہ تیز ہو جاتے ہے۔ تم ہر آہٹ پر اچھل پڑتے ہو، ادھر ادھر جھانکتے پھرتے ہو! آخر ماجرا کیا ہے؟

مستاکوف: اوہ نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ میرے دماغ پر کچھ بوجھ ہے۔ میں عمارتوں کی تعمیر پر جان دیتا ہوں۔ عمارتیں ہامری اس دھرتی کے حسن کو چار چاند لگاتی ہہیں۔ اس بجھی ہوئی بے جان زمین کو!

خاریتونوف: تم غلط کہتے ہو۔ یہ دھرتی دولتوں سے مالا مال ہے۔ ہم اس کا خون چوستے ہیں،

ہم اس کا خون چوستے رہتے ہیں، لیکن اس کی رگوں کا خون کبھی خشک نہیں ہوسکتا۔

مستاکوف: زندگی کا کیا بھروسہ...

خاریتونوف: ہر شخص اس دھرتی کا خون چوستا ہے... سوداگر ہو یا منشی سبھی خون چوستے ہیں۔ ہیں۔ مگر اوپر والے کا کرم ہے۔ جو روس پھر بھی جئے جاتا ہے۔ اور دیکھ لینا قیامت تک روس اسی طرح زندہ رہے گا۔ لیکن تم پر خزاں کی سی زردی اور مردنی چھائی ہوئی ہے۔ تم کو دیکھ کر تو جی چاہتا ہے فوراً کمبل لپیٹ کر پڑ رہوں۔ اس بیوہ کی یاد دل میں چٹکیاں لے رہی ہے ایں؟ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا! کیا گھر بسا رہے ہو؟

مستاکوف (افسردگی سے): کون جانے۔ میرا اس کا کیا جوڑ۔

خاریتونوف: کیوں، جوڑ کیوں نہیں؟ اس کا میاں رہا ہوگا کوئی اونچا گاہک۔ لوگ کہتے ہیں وہ خود تو کچھ ایسی ویسی ہی ہے۔ شاید گائکا تھی یا اور کچھ؟ یعنی ایسی عورت جس کا ماضی خاصا رنگین رہا ہے۔

مستاکوف (تیزی سے): ماضی ماضی ہے۔

خاریتونوف: لیکن جب یہ ماضی رگوں میں دوڑ رہا ہو تو؟ مستاکوف: کیا مطلب ہے تمہارا؟

مستاکوف: کیا مطلب ہے تمہارا؟

خاریتونوف: اگر یہ ماضی۔ میرا مطلب ہے، اگر یہ ماضی تمہاری روح کا ایک حصہ ہو تو؟ نہیں کہ جب جی چاہے احاطے کے جنگلے پر سے رگڑ کر چھڑا دو... اوہ، نہیں! بھائی میرے اس کی جڑیں گہریں ہوتی ہیں۔

مستاکوف (اٹھتے ہوئے): افسوس، لیکن مجھے جانا ہے۔ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر مجھے غور کرنا ہے۔

خاریتونوف (پکارتے ہوئے): افسوس، لیکن مجھے جانا ہے۔ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر مجھے غور کرنا ہے۔

خاریتونوف (پکارتے ہوئے): کچھ اپنی سوتیلی بیٹی کے سلسلے میں بھی غور کر لینا بھائی! ہم بک بک بہت کر چکے۔ اب دھندا نبٹانے کا وقت آ چکا ہے۔

(نکیتا جھونپڑے سے جھانکتا ہے۔)

خاریتونوف: کون ہے؟

راج: میں... (نکلتا ہے) یا کیم لوکیچ مجھے آپ سے ایک شکائت کرنی ہے۔

خاریتونوف: بتاؤ کیا بات ہے؟

راج: وہ جو آپ کا بھتیجا ہے نا۔ ہمیشہ اس کو کوئی نہ کوئی شرارت کی سوجھتی رہتی ہے۔

خاریتونوف: شرارت چوزے تک کرتے ہیں، وہ تو خیر سے آدمی کا بچہ ہے کیا بات ہے؟

راج: اس نے مجھے ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی...

خاریتونوف: اس سے ڈرو مت۔ ڈرانے دھمکانے دو۔ ایک کان سنو دوسرے کان اڑا دو۔ سمجھے؟

(مکان کے پیچھے سے بڈھا آتا ہے۔ وہ یاتری کے حلیے میں ہے۔ اس کی پیٹھ پر ایک تھیلا ہے اور اس کے کمر بند سے ایک کیتلی لٹک رہی ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک جوان لڑکی آتی ہے۔ اس کی پیٹھ پر بھی ایک تھیلا ہے۔ اس کا چہرہ بے رنگ اور بے جان ہے اور آنکھیں چمک سے خالی۔ بڈھا بے حس و حرکت کھڑا ہو جاتا ہے۔)

خاریتونوف: ارے، سلام! کتنی خوشی کی بات ہے!

راج: تم کہاں سے آرہے ہو؟

بڈھا: استیفانیا کے یہاں سے۔

خاریتونوف: کیا یہ تمہاری بیٹی ہے؟

بڈھا: یہ میری دینی بہن ہے۔

خاریتونوف: دینی بہن۔ بڑی کچی عمر ہے۔

بڈھا: ہاں ہم سب ایک ہی سال تو پیدا ہوئے نہیں۔

خاریتونوف: بالکل ٹھیک۔

لڑکی (راج سے): اچھا وہاں کیا بن رہا ہے؟

راج: اسکول۔

خاریتونوف: کیا یہ لڑکی کنواری ہے؟

بڈھا: ہاں کنواری ہے۔

لڑکی: یہ کارخانہ ہے کیا؟

راج: نہیں کارخانہ اور آگے ہے۔کوئی تین چار میل آگے۔

خاریتونوف: اس کے کتنے بچے ہو چکے ہیں؟

بڈھا: ایک۔مگر وہ بیوقوف۔

راج: ہم ایک اور کارخانہ بہت جلد بنانا شروع کرینگے۔

خاریتونوف: بیوقوف؟ (اٹھتا ہے اور باغ میں چلا جاتا ہے) تم بھیک کیوں نہیں مانگتے؟

بڈھا: ہر چیز کا اپنا ایک وقت ہوتا ہے۔

خاریتونوف: ہونہ۔اب میرے چائے پینے کا وقت ہو گیا۔

لڑکی: کون بنوا رہا ہے؟

راج: مستاکوف ایوان واسیلی وچ۔

بڈھا: کیا وہ یہاں رہتا ہے؟

راج: ہاں۔

بڈھا: کیا وہ یہیں پیدا ہوا تھا؟

راج: یہ جاننے کی کیا پڑی ہے تمہیں؟

لڑکی: میں نے سنا ہے کہ یہاں کے لوگ بڑے بھلے مانس ہیں۔

راج: ہر طرح کے لوگ ہیں یہاں۔

بڈھا: کیا وہ یہاں بہت دنوں سے ہے؟

راج: بیس برس سے۔(رکتا ہے اور شبہے کی نظر سے بڈھا کو دیکھتا ہے) آخر تم نے یہ کیسے سوچا کہ وہ یہاں نہیں پیدا ہوا تھا؟ میں نے نہیں کہا کہ وہ یہاں نہیں پیدا ہوا تھا۔

لڑکی: لوگ کہتے ہیں وہ دل کا بڑا اچھا ہے۔

راج: کبھی دل کا اچھا بھی ہے اور کبھی نہیں بھی۔وہ اٹھائی گیروں اور مفت کی روٹی توڑنے والوں کو بالکل پسند نہیں کرتا۔

بڈھا: کون سے مفت روٹی توڑنے والے؟

راج: وہی جو سڑکوں کی خاک چھانتے پھرتے ہیں...

لڑکی: آؤ چلیں بھائی۔

بڈھا کہاں؟ پہلے ہم ذرا آرام کریں گے۔ میں ہوا کے گھوڑے پر سوار تو ہوں نہیں۔ کون بیٹھا میری راہ دیکھ رہا ہے؟

راج: تم کوئی اچھے بھلے یاتری تو دکھتے نہیں۔

بڈھا: نہیں دکھتا؟ تو میں کیا دکھتا ہوں؟

راج: میں کیا جانوں۔ تمہاری بات چیت بھی یاتریوں جیسی نہیں۔

بڈھا: ہر چڑیا اپنا اپنا راگ الاپتی ہے۔

راج: تم یاتری تو بالکل نہیں معلوم ہوتے۔ اگر تم بھیک چاہتے ہو تو جاؤ وہاں احاطے میں اس کونے کے پیچھے...

بڈھا: اتنی جلدی کیا ہے؟ کیا تم مجھ سے چھٹکارا پانا چاہتے ہو؟

راج: مجھے کیا پڑی ہے۔ لیکن تم منڈلاتے کیوں پھر رہے ہو؟ کیا بھس میں چنگاری ڈالنے کا رادہ ہے۔

بڈھا: میں تمبا کو نہیں پیتا۔

(نکیتا جھونپڑے کے اندر جاتا ہے۔)

بڈھا (ادھر ادھر دیکھتا ہے، لڑکی سے بہت ہی دھیمی آواز میں): اپنی آنکھیں کھلی رکھ، مارینا۔ آنکھیں اور کان کوئی چیز نظر سے چوکنے نہ پائے۔ یاد رکھو۔ پتہ کھڑکا اور بندہ بھڑکا۔ فوراً بھاگ کو شہر جانا، ایلیا کے ہاں...

لڑکی: جانتی ہوں۔

بڈھا: وہ سیدھا کوتوالی جائے گا اور پولیس کو سب کچھ بتا دینا۔ بھولنا مت۔

لڑکی: نہیں نہیں بھولوں گی۔

بڈھا: (چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے): ذرا دیکھنا ان لٹیروں نے کیسی دنیا سجا رکھی ہے۔

چاہتے ہیں آسمان بالکل اوجھل ہو کر رہ جائے۔ بے ایمان، خدا سے منہ چھپانے پھرتے ہیں۔ اینٹ اور پتھر کے ان تہہ خانوں میں اپنے پاپ سینت سینت کر رکھ رہے ہیں۔

لڑکی (آہستہ سے): دیکھو۔ کوئی آ رہا ہے۔

(یاکوف اور تانیا آتے ہیں۔)

یاکوف: بتاؤ کیا کہتی ہو۔

تانیا: ٹھہرو۔ آخر وہ ہیں کہاں؟ (پکارتی ہے) ابا!

یاکوف: اچھا ہم ان کو بعد میں ڈھونڈ نکالیں گے۔ پہلے بتاؤ۔ تانیا: جب میں باتیں کرتی ہوں تو نہ جانے کیوں میرا دل اچاٹ ہو جاتا ہے۔

یاکوف: لیکن باتیں سننے میں مزا آتا ہے؟

تانیا: گپ مزیدار ہو تو تھکیں کیوں؟ ابا!

یاکوف: گپ ہمیشہ مزیدار ہوتی ہے!

تانیا: اف۔

یاکوف: لوگ جب کسی کے بارے میں باتیں کرتے ہیں تو لگتا ہے کہ وہ اس کے اندر کے سارے بخیے ادھیڑ رہے ہیں۔

(لڑکی ان کے سامنے کورنش بجالاتی ہے۔)

تانیا: یاتری قسم کے لوگ گپوں کا خزانہ ہوتے ہیں۔

یاکوف: وہ یوں دکھتی ہے جیسے کٹھ پتلی ہو۔ ٹھہرو، دیکھنا کس طرح ہولاتا ہوں اسے۔

تانیا: نہیں میں نہیں دیکھتی۔

یاکوف: ذرا دیکھو تو سہی کتنا مزا آتا ہے۔ (غور سے بڑھے کو دیکھتا ہے) خدا کی پناہ اچھا تم ہو؟

(بڑھا بھی اس کو اطمینان کے ساتھ بڑے غور سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہے۔)

یاکوف: کیا تم یہاں بہت دنوں سے ہو؟

بڑھا: نہیں بہت دن تو نہیں ہوئے۔

یاکوف: کیا جلد ہی جیل واپس جانے کا ارادہ ہے؟

بڑھا: ہاں تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا۔

یاکوف: میرے ساتھ؟ کیا مطلب؟

بڑھا: یونہی۔ تمہارا کب تک واپس جانے کا ارادہ ہے؟

یاکوف: بھلا مجھے جیل سے کیا کام...

بڑھا: کام تو ڈھونڈنے والے ڈھونڈ لیں گے، بے فکر رہو۔

یاکوف (بوکھلاہٹ میں): تمہاری یہ مجال...

تانیا (اس کو روکتے ہوئے): اس کو چھونا مت۔ ذرا کھرے قسم کا بڈھا دکھتا ہے۔

یاکوف (دور ہٹتے ہوئے): اٹھائی گیرا کہیں کا، بھلا اٹھائی گیرا کیوں ڈرنے لگا۔

لڑکی: چھوٹی بٹیا! ہم دو بے گھر یاتریوں کو آسرا نہیں دو گی؟ کچھ کھانے کو، کچھ پینے کو؟ خدا کے نام پر!

تانیا: جاؤ، وہاں جاؤ، باورچی خانے میں، وہاں مانگوں۔ آخر ابا کہاں چلے گئے؟

یاکوف: وہ آجائیں گے۔

تانیا: کتنا پھیکا، بوجھل دن ہے! کاش کوئی پھلجھڑی چھوٹتی، کوئی ہنگامہ ہوتا۔ اک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق۔

یاکوف: ہاں کہیں آگ ہی لگ جاتی! تمہیں آگ دیکھنے میں مزا آتا ہے نا؟

تانیا: میں آگ سے ڈرتی ہوں۔ لیکن کبھی کبھی میں زندگی سے اتنا اکتا جاتی ہوں کہ کوئی ہنگامہ چاہے کتنا ہی بھیانک کیوں نہ ہو۔

یاکوف: مجھ سے شادی کر لو۔

تانیا: میں مذاق نہیں کر رہی ہوں۔ سوفیا مارکوونا کو دیکھو۔ کہتی ہے ''میں نہیں جانتی اکتاہٹ کس چڑیا کا نام ہے۔'' یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کتے تک زندگی سے اکتا جاتے ہیں کبھی کبھی۔ تمہیں خوبانیاں اچھی لگتی ہیں؟

یاکوف: مجھے تم اچھی لگتی ہو۔

تانیا: بس کرو!

یاکوف: واقعی میں تمہیں چاہتا ہوں۔تم مجھ سے شادی کرنا کیوں نہیں چاہتیں؟ کتنا مزا آئے گا! ہم ایک موٹر خرید لیں گے۔

تانیا: میں کہہ چکی ہوں، میں اس معاملے پر سوچنا چاہتی ہوں۔

یاکوف: لیکن سوچنا نہ ہوا شیطان کی آنت ہو گیا۔سوچ بھی چکو۔آخر شادی کر رہی ہو۔برج تو کھیل نہیں رہی ہو۔اس میں سوچنے کو کیا رکھا ہے۔آدمی روادار ہوں، دل میں دکھ نہیں پالتا۔میں تو کھاؤ پیو موج کرو کا قائل ہوں۔پھر ہوں غریب۔اس لئے بےفکر رہو، رہوں گا میں وفادار شوہر۔کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے۔جانتی ہو۔میری بیوی بننے کے بعد جو جی چاہے کرنا، جی چاہے شتر بے مہار بن جانا۔

تانیا: وہ تو میں ابھی بھی بن سکتی ہوں۔

یاکوف: نہیں۔تم اس وقت نہیں بن سکتیں کیونکہ تم بیاہی نہیں ہو اور تمہیں آگا پیچھا دیکھنا پڑتا ہے۔ہم مرد ڈاکو ہیں اور ہم ناتجربہ کار لڑکیوں کو لوٹتے ہیں۔ایک بار شادی کر لو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ادرک کا سودا کیا ہے، کسے کہتے ہیں شتر بے مہار ہونا۔اب اس سوفیا مارکوونا کو لے لو، ایک کے بعد ایک، تابڑتوڑ، کیا مجال جو عاشقوں کا تار ٹوٹ جائے!

تانیا (افسوس و رنج کے ساتھ): اس کے بارے میں لوگ کیسی کیسی بری باتیں کرتے ہیں!

یاکوف: لوگ کیا کیا کہتے پھرتے ہیں اس سے تمہارے پیٹ میں قراقر کیوں ہو۔رہا پاول سو وہ کمینہ اور اجڈ ہے۔وہ تو دھوبی کا کتا ہے گھر کا نہ گھاٹ کا۔

تانیا (مسکراتے ہوئے): اف نہیں۔تم غلطی پر ہو۔اسے سوفیا مارکوونا سے محبت ہے۔

یاکوف: پاول؟ میں نہیں مانتا!

تانیا: ہاں، اسے محبت ہے۔میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسے سوفیا کے دستانوں کو چومتے ہوئے۔

یاکوف: لو دور دور بھی اس کا خیال نہیں تھا۔

تانیا: وہ ہمارے گھر میں دستانے چھوڑ گئی اور...

یا کوف: اور اس نے ان دستانوں کو چوم لیا؟ بیوقوف گدھا! خیر دیکھ لینا آج یا کل کی بات ہے، وہ تمہاری سوتیلی ماں بن کر چھاتی پر مونگ دلے گی۔

تانیا: بنے سوتیلی ماں۔ میں تو خوش ہوں گی۔

یا کوف (کڑوے منہ سے): خوش ہوں گی۔ لیکن کیوں؟

تانیا (سوچتے ہوئے): گھر میں کم از کم ایک عورت سلیقے کی ہوگی جس سے میں فراکوں وراکوں کے بارے میں کچھ صلاح مشورہ کر سکوں گی۔ ایک بار وہ اس گھر میں آ گئی تو ہم گھر کا حلیہ ہی بدل دیں گے۔ یہ گھر بہت چھوٹا ہے۔

خاریتونوف (آتا ہے): ہائے کیا جوڑی ہے کبوتروں کی! ایوان واسیلی وچ کہاں ہیں؟

یا کوف: کہیں نظر ہی نہیں آتے۔

خاریتونوف: معمار آیا ہے۔

تانیا: اچھا میں چلی۔ اس سے ملنا ہے۔ بڑا پیارا آدمی ہے! (جلدی سے چلی جاتی ہے۔)

خاریتونوف: کہو کیسی چل رہی ہے گاڑی؟ بہت آہستہ۔

یا کوف (اداس ہو کر): عجیب بے مزا موم کی ناک ہے۔

خاریتونوف: تم ہو موم کی ناک! کوئی اور ہوتا تو کب کا...

یا کوف (ناامیدی سے): میں زبردستی تو اس کو دبوچنے سے رہا... بتایئے؟

خاریتونوف: کیوں نہیں؟ ارے لڑکیاں ڈنڈے ہی کی راضی ہیں بیوقوف! اگر تیری جگہ میں ہوتا تو کب کا قلعہ فتح ہو چکا ہوتا!

یا کوف: جاؤ تو تم ہی بیاہ کر لو نا!

خاریتونوف: چ چ! تم کس سے بات کر رہے ہو؟ اگر میں دھارے میں بہہ گیا تو تم کو دن تارے نظر آ جائیں گے۔ تمہارے پلے پھوٹی کوڑی نہ ہو گی۔

یا کوف: ہش۔ کوئی آ رہا ہے... ایوان واسیلی وچ ہوگا۔

خاریتونوف (چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے، چاندی کا سکہ جیب سے نکالتا ہے اور زور سے بولتا ہے): دیکھو یہ ایک سکہ ہے۔ چھوٹا سا سکہ۔ لیکن یہ دنیا اسی پر قائم ہے۔ یہ ہے ایک چیز جس پر جتنا بھی

جان چھڑکو کم ہے۔ جادو کے نگینے سے زیادہ سندر، بارود سے زیادہ زوردار۔ روپیہ ہے سنجو گنے کی چیز۔ روپیہ پانی نہیں ہے کہ بہاتے پھرو۔ (اپنے سابقہ لہجے میں) میری آنکھوں میں دھول جھونکنے کا فائدہ؟ کوئی نہیں آرہا ہے۔ یا کوف: میں نے جھونپڑے کے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنی۔

یا کوف: میں نے جھونپڑے کے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنی۔

خاریتونوف: آہٹ! دیکھو میں کہے دیتا ہوں، آج کے آج تم یہ قصہ چکا لو۔ جاؤ اس کو ڈھونڈو۔ لونڈیا کو اپنی نظر سے اوجھل مت ہونے دو۔

یا کوف (جاتے ہوئے): اگر وہ بودی نکلی تو؟

خاریتونوف: پھر تو پانچوں انگلیاں گھی میں سمجھو بیوقوف!

(دونوں جاتے ہیں۔ زیرِتعمیر مکان کی طرف سے متا کوف آتا ہے۔ اس کی آنکھیں زمین پر جھکی ہوئی ہیں اور وہ بہت ہی بجھا بجھا سا نظر آتا ہے۔ جھونپڑے کے پیچھے سے بڈھا نکل کر آتا ہے۔ دونوں ہاتھ اپنے ڈنڈے پر رکھ کر بڈھا رکتا ہے اور مسکراتا ہے۔)

بڈھا (دھیمی آواز میں): آداب عرض ہے، گوسیف۔

متا کوف (اسی لہجے میں): آداب انتون۔

بڈھا: میں اب انتون نہیں ہوں۔ میں ہوں پیتی ریم۔ تمہاری طرح میں نے بھی اپنا نام بدل دیا ہے۔ ہاں یہ بات دوسری ہے انتون باقی نہ رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تم مجھ سے آنکھ کیوں برابر نہیں کرتے؟

متا کوف: میں تم کو دیکھ چکا ہوں۔

بڈھا: اچھا۔ کہاں؟ کب؟

متا کوف: گرجا گھر کی برساتی میں۔ پھر میں نے تم کو ابھی ابھی ایک عورت کے ساتھ سڑک پر آتے دیکھا۔

بڈھا: اچھا تو میری ہی راہ دیکھ رہے تھے؟ (متا کوف کوئی جواب نہیں دیتا) جب تم نے پہچان لیا تو پھر تمہیں انتظار بھی ہوگا۔ متا کوف (تیوری چڑھاتے ہوئے): میں نے تم کو گرجا گھر میں پہچان لیا تھا۔ تمہاری آنکھوں سے پتہ چل گیا۔

بڈھا: اچھا تو پھر کیا ہے، دعوت دو، مجھے اپنا مہمان بناؤ۔

مستاکوف (تھکن کے ساتھ): سنو انتون، تم چالاک آدمی ہو، تم خود ہی جانتے ہو، تمہارے یہاں آنے کا مطلب میرے لئے کیا ہوتا ہے۔ ہیر پھیر سے کام نہ لو... چلو صاف صاف اور سیدھے سیدھے اپنے دل کی بات بتا دو۔ تم مجھے سے چاہتے کیا ہو؟

بڈھا (ہنستا اور سر دھنتا ہے): کیا بھلے لوگ اسی طرح بات کرتے ہیں؟ یہ لو میں تو آیا اپنے پرانے دوست کو سلام کرنے... آخر ہم دونوں نے ایک ساتھ بہت سے طوفان جھیلے ہیں، ایں؟ اور تم چھوٹتے ہی پوچھنے لگے۔ میاں چاہتے کیا ہو؟

مستاکوف: دیکھو میں... چاہو تو تمہیں... میرا مطلب ہے تمہاری مٹھی گرم کر سکتا ہوں...

بڈھا: روپیہ! مجھے روپے سے کیا لینا دینا؟ میں بڈھا ہو چکا۔ پکا ہو پھل آج ٹپکا کل ٹپکا۔

مستاکوف: تمہارے ساتھ جو عورت تھی۔ کیا وہ؟

بڈھا: وہ کنواری لڑکی ہے۔ چھوکری تیز ہے۔ مجھ سے چپکی ہوئی ہے۔

مستاکوف: کیا وہ بھی میرے بارے میں جانتی ہے؟

بڈھا: تمہارا کیا خیال ہے؟

مستاکوف (اس کے کندھے پکڑ کر): پہیلیاں نہ بجھواؤ، بڈھے خناس!

بڈھا (جھکائی دے کر اس کی گرفت سے نکلتے ہوئے): دیکھو بھئی۔ ہاتھا پائی پر نہ اتر آؤ۔ ہاں کہے دیتا ہوں!

(درختوں کے جھنڈ سے لڑکی نکلتی ہے۔)

بڈھا: آنکھ نہ دکھاؤ، میں ڈرنے والا نہیں۔ وہ کون سی مصیبت ہے جس کا پہاڑ مجھ پر نہیں ٹوٹا ہے۔

مستاکوف: تم کیا چاہتے ہو؟

بڈھا: یہی ذرا تم سے دو دو باتیں کر لوں اور کیا۔

مستاکوف: کاہے کے بارے میں؟

بڈھا: کوہے کے بارے میں؟

بڑھا: اوہ۔ کاھے کے بارے میں؟ پوری دنیا پڑی ہے باتیں کرنے کو۔

متاکوف (ایک لمحے کو رکتے ہوئے): انتوں، بہت دن ہوئے کہ ہماری راہیں الگ ہو گئیں۔

بڑھا: لیکن دیکھونا۔ پھر دونوں راہیں ایک دوسرے سے مل گئیں۔

متاکوف: تم چبا چبا کر بات کیوں کر رہے ہو۔ تم چاہتے کیا ہو؟

بڑھا: میں بہت کچھ چاہتا ہوں۔

متاکوف: کیا؟

بڑھا: میں نے مصیبت کے پہاڑ سے سال کاٹے ہیں۔ آج میں ایک ایک دن کی پوری پوری قیمت چاہتا ہوں۔

متاکوف: کتنا مانگتے ہو؟

بڑھا: ابھی میں نے سارا حساب نہیں لگایا ہے۔

(متاکوف پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اسے نفرت سے گھورتا ہے۔)

بڑھا: تم کیا گھور رہے ہو؟

متاکوف: میں یہ نہیں بھولا ہوں کہ تم کس ڈھب کے آدمی ہو۔

بڑھا: نہیں بھولے ہو؟ یہ تو اور بھی اچھا ہے۔

متاکوف (اداس لہجے میں): انتون تم مجھ سے چاہتے کیا وہ؟

بڑھا: ڈر گئے ایں؟ یہ تو زندگی کا ایک چھوٹا سا مذاق ہے، گوسیف۔ یہاں تم ہو کہ بھاگ دوڑ کر رہے ہو، دھڑ ادھڑ عمارتیں بنوا رہے ہو اور میں چپکے چپکے، دبے پاؤں رینگتا ہوا آتا ہوں...اور لو...دیکھ لو...

متاکوف: لیکن بتاؤ تو سہی میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ مجھے تو کچھ یاد نہیں آتا۔

بڑھا: مجھے بھی کچھ یاد نہیں آتا۔

متاکوف: یاد ہے، ان دنوں مجھے تم پر کتنا رحم آیا تھا۔

بڑھا (ہلکے سے ہنستے ہوئے): ہاں آدمی کو ترس کھانے کا گر آنا چاہئے۔ ترس کھانا اتنا آسان

نہیں ہے! اور تم نے کیا سوچا؟

مستا کوف: کیوں، کیا اب تم مجھے تباہ کرنا چاہتے ہو؟

بڈھا (کان کھڑے کرتے ہوئے): یہ میں پھر کبھی بتاؤں گا کیا چاہتا ہوں۔ کوئی آ رہا ہے... سڑک پر سے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دے رہی ہے... سنا؟ اس وقت تو میں باورچی خانے جاتا ہوں اور شام کو تم مجھے بلا لینا... کیوں ٹھیک ہے نا؟

(مستا کوف سر ہلاتا ہے۔ باغ سے زخاروونا نکل کے آتی ہے۔)

زخاروونا: ہائے اللہ! ایوان واسیلی وچ، کہاں تھے؟ میں نے تمہاری تلاش میں زمین اور آسمان ایک کر دیا۔

مستا کوف (خفا خفا سا): اس آدمی کو باورچی خانے لے جاؤ اور کھانا کھلا دو۔

زخاروونا: ہونہہ، بھلا کوں نہیں، آج اتنا وقت ہی تو پڑا ہے...

مستا کوف: وہی کرو جو میں کہتا ہوں۔

زخاروونا: وہاں وہ لوگ تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں۔ (بڈھے سے) آؤ میرے ساتھ۔

بڈھا: بڑا ٹیڑھا ہے تمہارا مالک۔

زخاروونا: بس بس چپڑ چپڑ بند کرو۔

بڈھا: اور لگتا ہے تم بھی کچھ کم ٹیڑھی نہیں ہو۔ تم ڈنڈے کی بھاگی ہو۔

زخاروونا (مڑتے ہوئے): کیا کہا؟

(مستا کوف اس کی طرف انگلی ہلاتا ہے۔ تنہائی میں اپنے آپ بڑبڑاتا ہے ''خدا کی پناہ۔ یہ نہیں ہو سکتا! نہیں ہو سکتا!'' زیر تعمیر عمارت کی طرف جاتا ہے۔ راستے میں سوفیا مارکوونا سے مڈبھیڑ ہو جاتی ہے۔ وہ کچھ ادھیڑ بن میں گرفتار نظر آتی ہے۔)

سوفیا مارکوونا: تم نے کیا کیا اوٹ پٹانگ لکھ مارا؟ مجھے اعتبار نہیں آتا! کیا تم دیوانے ہوئے ہو؟ (اس کا ہاتھ پکڑتی ہے) بولو! مجھے سب کچھ بتاؤ! کیا تم سچ مچ بھاگے ہوئے قیدی ہو؟

مستا کوف (دور دیکھتے ہوئے): ہاں بھاگا ہوا قیدی ہوں۔ مجھے چار سال کی قید ہوئی تھی۔

سوفیا مارکوونا: کیا قصور تھا تمہارا؟

مستا کوف: میں نے قید میں دو برس اور پانچ مہینے کاٹے، پھر بھاگ کھڑا ہوا۔

سوفیا مارکوونا: ناممکن! آنکھیں برابر کرو! کیا جرم کیا تھا تم نے جس کی تمہیں سزا ملی تھی؟ دھوکا دیا تھا،جعلی سکے بنائے تھے؟

مستا کوف: خون۔

سوفیا مارکوونا (اس کا ہاتھ چھوڑ دیتی ہے): تم خونی ہو؟ کیسے کیا تھا تم نے خون؟

مستا کوف: میں نہیں جانتا۔

سوفیا مارکوونا: ہمت سے کام لو۔ ایسے وقت میں دل دماغ قابو میں رکھو! بتاؤ یہ سب ہوا کیسے؟ اف، جلدی کرو... مجھے بتاؤ!

مستا کوف: میں نہیں جانتا۔ میں نے عدالت میں بھی یہی کہا تھا۔ میں نہیں جانتا۔ اس وقت میں صرف بیس برس کا تھا... میں رنگروٹ تھا۔ ہم پی رہے تھے۔ کسی نے مویشیوں کے ایک سوداگر کے چھرا گھونپ دیا۔ میں نشے میں تھا اور میں نے اسے دیکھا بھی نہیں... میں نے تو اس کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ لیکن وہاں اور کوئی نہیں تھا جس پر یہ الزام دھرا جاتا۔ اس لئے آئی گئی ساری میرے سر منڈھ دی گئی۔ الزام دھرنے والوں کو میرے لباس پر خون کی ایک بوند نظر آ گئی تھی۔

سوفیا مارکوونا: کس کے خون کی بوند؟

مستا کوف: میں نہیں جانتا۔ رنگروٹ ایک دوسرے سے سر پھٹول کر رہے تھے اور میں ان کے ساتھ تھا۔

سوفیا مارکونا: کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ ایں بتاؤ؟ ہاں تم سچ کہہ رہے ہو! نہیں تم خون نہیں کر سکتے۔ نہیں نہیں! لیکن تم نے اتنے دنوں مجھ سے یہ بات کیوں نہیں کہی؟ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟

مستا کوف (بالکل نڈھال اور بے جان): یہاں ایک آدمی آیا ہے۔ وہ میرے ساتھ جلاوطنی کے دن کاٹ رہا تھا۔ وہ میرے تلاش میں تھا۔ اس نے ایک آدمی بھیجا ہے۔ وہ میرے بارے میں چھان بین کرنا چاہتا ہے۔ جمعرات کو میں نے اس کو گرجا گھر کی برساتی میں دیکھا۔ میں فوراً ہی اس کو پہچان گیا۔

سوفیا مارکوونا: تمہیں فوراً مجھے بتاؤ چاہئے تھا۔ میں تم پر بھروسہ کرتی ہوں۔ اندھا بھروسہ۔

مستا کوف: آج صبح میں نے تم کو بتانے کی کوشش کی لیکن تم نے مجھے بتانے نہ دیا۔

سوفیا مارکوونا: آج صبح؟ تمہارا مطلب ہے...اف...کتنی احمق ہوں میں! میں نے سوچا...اف کتنی حماقت ہے! مجھے معاف کرو...

متاکوف: میں نہ جانے کب سے تمہیں یہ سب بتانا چاہ رہا تھا مگر ہمت ہی نہ ہوئی۔ یہ بات میرے دل پر چٹان کی طرح تھی۔ اس دنیا میں میرا کوئی نہیں، اکیلی تم ہو...تم میرے لئے بہن ہو...تم اس دنیا میں میرے لئے سب کچھ ہو۔

سوفیا مارکوونا: وہ آدمی چاہتا کیا ہے؟

متاکوف: مجھے اس کا اور ملتا ہے نہ چھور۔ وہ مجھے برباد کرکے دم لے گا۔

سوفیا مارکوونا: ایسی باتیں نہیں کرتے۔ کہاں ہے وہ؟

متاکوف: باورچی خانے میں بڑا ہی خبیث ہے۔ سوفیا مارکوونا مجھے بچاؤ! باقی زندگی میں تمہاری غلامی میں کاٹ دوں گا! میں زندہ رہنا چاہتا ہوں!

سوفیا مارکوونا: اطمینان رکھو، میں تمہارا بال بیکا نہ ہونے دوں گی۔

متاکوف: میں اپنے آپ سے کہتا ''وہ جس راستے پر چلنے کو کہے گی، میں اسی پر ساری زندگی چلتا رہوں گا اور جب وقت آئے گا تو میں بتادوں گا۔ لو دیکھ لو، یہ ہے میرا رنگ روپ! لیکن میرا ضمیر صاف ہے۔ تم نے مجھے بھلا کرنا سکھایا۔ جب تک میں تم سے ملا نہ تھا، زندگی میرے لئے بے معنی تھی...''

سوفیا مارکوونا: یہ وقت یہ سب کہنے کا نہیں۔

متاکوف: کیا تم کو میری باتوں پر یقین ہے؟

سوفیا مارکوونا: تم یہ کیسے پوچھ سکتے ہو؟ تم اس سے کس وقت بات کروگے؟

متاکوف: آج شام کو۔

سوفیا مارکوونا: کچھ ایسا انتظام کرو کہ میں تمہاری باتیں سکوں۔ میں آج رات یہیں رہ جاؤں گی۔ ایسا پکا بندوبست کرلو کہ بچوں کو کانوں کان کچھ معلوم نہ ہو۔

متاکوف (ہلکی سی تلخ ہنسی کے ساتھ): یہ جان کر تو پاول کی باچھیں کھل جائیں گی!

سوفیا مارکوونا: یاد رکھو، اس سے بات کرتے وقت آپے میں رہنا!

متاکوف: دیکھو وہ تمہیں بھی اس لپیٹ میں نہ لے لے؟

سوفیا مارکوونا: مجھے؟ بکواس! چلو اندر چلیں۔

متا کوف: سوفیا مارکوونا...

سوفیا مارکوونا: ہوں؟ دیکھو اپنے آپ کو سنبھالو!

متا کوف: میں ڈر رہا ہوں۔

سوفیا مارکوونا: ڈرنے سے کام نہیں چلے گا۔

متا کوف: میں اس چیز سے ڈر رہا ہوں کہ تم کیا سوچو گی میرے بارے میں۔

سوفیا مارکوونا: لیکن تم بے گناہ ہو، ہے نا؟ یہ سب محض خوفناک غلطی ہے، ہے نا؟

متا کوف: ہاں غلطی! میں خدا کی قسم کھاتا ہوں!

(دونوں چلے جاتے ہیں۔لڑکی جھاڑیوں سے نکلتی ہے اور بجھی بجھی آنکھوں سے ان کو جاتے ہوئے دیکھتی ہے اور تھوڑی کھجاتی ہے۔)

پردہ

تیسرا ایکٹ

ایک بڑا سا کمرہ جس کے درمیان لکھنے کی میز اور تین آرام کرسیاں رکھی ہیں۔میز پر نیلے شیڈ والا لیمپ جل رہا ہے۔کونے میں ایک پردے کے پیچھے سے پلنگ کا سرہانہ نظر آرہا ہے۔دوسرے کونے میں چولہا ہے۔جس کے سامنے صوفہ رکھا ہوا ہے۔دروازے پر بھاری پردے پڑے ہوئے ہیں۔دروازے کے پاس ایک بڑی الماری رکھی ہے۔تماشائیوں کے سامنے والی دیوار میں ایک دروازہ ہے۔متا کوف صوفے پر نیم دراز ہے۔پچھلی دیوار پر کوئی دستک دیتا ہے۔

متا کوف (اٹھتے ہوئے): ہاں؟

زخاروونا: وہ جاگ رہا ہے۔

متا کوف: اسکو یہاں بلا لاؤ۔

زخاروونا: وہ چائے مانگ رہا ہے۔

متا کوف: اس کو چائے دو، اس کے بعد یہاں لے آؤ۔

زخاروونا: ایوان واسیلی وچ اس کی اتنی آؤ بھگت کیوں کرو۔ مجھے تو یہ بڈھا پرلے درجے کا بدمعاش دکھتا ہے۔

متا کوف: سب ٹھیک ہے۔ جاؤ بھاگ کر جاؤ۔

زخاروونا: وہ تو تمہارے بارے میں اناپ شناپ، اوٹ پٹانگ سوال کر کر کے میری ناک میں دم کیئے دے رہا ہے۔ جب دیکھو کرید رہا ہے، کریدے چلا جا رہا ہے۔

متا کوف: کیا؟

زخاروونا: کرید کرید کر پوچھ رہا ہے... تم کس طرح رہتے ہو، تمہارا کیا کاروبار ہے، یہ سوفیا مارکوونا کون ہے...

متا کوف: سوفیا مارکوونا؟

زخاروونا: وہ تو بڑا لال بجھکڑ بنتا ہے جیسے اس کو سب کچھ معلوم ہو۔ جیسے وہ یونہی پوچھ گچھ کر رہا ہو۔ مونڈی کاٹا یوں کرید کر پوچھ رہا ہو۔ مونڈی کاٹا یوں کرید کرید پوچھ رہا ہے جیسے عدالت میں سرکاری وکیل بیٹھا جرح کر رہا ہو...

متا کوف: سرکاری وکیل؟

زخاروونا: ہاں سرکاری وکیل؟

متا کوف: نہیں، وہ مجھے جانتا ہے بہت پہلے سے... بہت پہلے کی بات ہے جب میں غریب تھا۔ اس وقت ہم ایک ساتھ ہی رہتے تھے۔

زخاروونا: ہم بہت سے ایروں غیروں نتھو خیروں کو جانتے ہیں۔ تو کیا ہوا، ہم ان کی چندیا میں چنبیلی کا تیل سکھاتے پھریں؟

متا کوف (چلتے ہوئے): کیا سوفیا مارکوونا تانیا کے کمرے میں ہیں؟

زخاروونا: ہاں۔

متا کوف: ان سے کہنا یہاں آجائیں۔ ذرا ادب سے کہنا، میں ایک منٹ کو ملنا چاہتا ہوں۔
(کوئی دستک دیتا ہے۔ زخاروونا دروازہ کھولنا ہی چاہتی ہے کہ متا کوف اس کے ہاتھ پکڑ لیتا ہے) رک

جاؤ! کون ہے؟

زخارووناَ: اوئی اللہ! اور کون ہوتا سرکار۔ ہوگا اپنے آدمیوں میں سے کوئی؟

متاکوف (دھیمی آواز میں، غصے سے): تم کچھ نہیں سمجھتیں، بڑھیا بیوقوف!

سوفیامارکوونا: اس پر کیوں چیخ رہے ہو؟ چیخنا تو تم پر چاہئے!

متاکوف: بھاگ جاؤ یہاں سے زخاروونا!

زخاروونا: جانتی ہوں۔ اب مجھے یہاں سے چل دینا چاہئے... (چل دیتی ہے۔)

سوفیامارکوونا: طبیعت کیسی ہے؟

متاکوف: بری۔ جی اوب گیا۔

سوفیامارکوونا: شرم آنی چاہئے۔ اتنی سی بات پر تمہارے ہاتھ پاؤں پھول گئے!

متاکوف: معاملہ ہی اتنا نازک ہے۔

سوفیامارکوونا: کون جانے، بلا آئے نہ آئے ٹل جائے۔

متاکوف: میں اس کو خوب جانتا ہوں۔

سوفیامارکوونا: ہم اس سے ملیں گے، اس سے بات چیت کریں گے اور جو کچھ چاہے گا، دے دیں گے۔ پھر میں چپکے چپکے کوشش کروں گی۔ روپیہ کیا نہیں خرید سکتا۔ ویسے بات بری ہے لیکن کیا کیا جائے۔ اس کے سوا چارہ کیا ہے؟

متاکوف: میں نہیں جانتا، آخر اس سے کیا کہوں۔

سوفیامارکوونا: تم خود کو مجرم تو نہیں سمجھتے، کیوں؟ پھر ڈرنے کی کیا بات ہے؟

متاکوف: تم نہیں جانتیں لوگ کیا سے کیا بن سکتے ہیں۔

سوفیامارکوونا: دیکھیں گے۔ اچھا میں کہاں چھپوں؟

متاکوف: کیا یہ ضروری ہے؟

سوفیا مارکوونا: میں یہاں اس الماری کے پیچھے چھپ جاؤں گی، اس پردے کے پیچھے۔ (مسکراتی ہے) سچ میں ے کا ہیکو کبھی سوچا ہوگا، مجھے ایسے عجیب ڈرامے میں پارٹ ادا کرنا پڑے گا۔

زخاروونا (منہ بنائے ہوئے آتی ہے): وہ چائے نہیں چاہتا۔ کیا میں اس کو اندر لے آؤں؟

متا کوف: ہاں لے آؤ۔

سوفیا مارکوونا: دیکھا، اس نے مجھے دیکھا بھی نہیں۔اب ہوشیار رہنا۔ بھڑکنا مت۔

متا کوف: اگر تم بھی اس جال میں میرے ساتھ پھنس گئیں تو کیا ہوگا؟ پھر میں کروں گا؟

سوفیا مارکوونا: ہش۔

(چھپ جاتی ہے۔متا کوف اس کی طرف دیکھتا ہے اور ٹھنڈی سانس لیتا ہے۔ وہ پردے کے پیچھے سے سر نکال کر جھانکتی ہے اور مسکراتی ہے۔)

متا کوف (تلخ ہنسی کے ساتھ): کیا تمہیں اس میں مزا آتا ہے؟

سوفیا مارکوونا: اوہ ہاں۔ کچھ کچھ ڈر بھی رہی ہوں، ہش! آرہے ہیں!

(کوئی دستک دیتا ہے۔ زخاروونا بڈھے اور لڑکی کو اندر لاتی ہے اور بڑبڑاتی ہے۔ بڈھا اس کونے میں مڑ جاتا ہے جہاں بستر ہے اور صلیب کا نشان بناتا ہے۔ ہوا کو سونگھتا ہے۔)

متا کوف (لڑکی کی طرف سر ہلاتا ہے): اس کو تم یہاں کیوں لائے؟

بڈھا: وہ ہمیشہ میری جان کے ساتھ ہے۔ جیسے میرے باپ!

متا کوف: اس کو باہر بھیج دو۔ میں اس کے سامنے تم سے بات نہیں کرسکتا۔

بڈھا (اطمینان سے ایک آرام کرسی پر بیٹھ جاتا ہے): اوہ نہیں۔ تم ایسا کیسے کرسکتے ہو۔ اس کی طرف دھیان ہی نہ دو۔ وہ تو گونگی مٹی ہے۔ مارو اسے، پیٹو اسے، کیا مجال جو اس کے منہ سے اف نکل جائے۔ لیکن تم ذرا مجھ پر ہاتھ اٹھا کر دیکھو۔

متا کوف (لڑکی کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا ہے۔ لڑکی ندیدے پن سے ہر گھورتی ہے اور کرسیوں کے بازوؤں کو چھوتی ہے): بیٹھ جاؤ!

بڈھا: بیٹھ جا مارینا، ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ (آرام کرسی پر گدے کھاتا ہے) اف، تمہاری کرسیاں ہیں یا پروں سے بھرے ہوئے گدے۔ لیکن یہاں اندھیرا ہے۔ کیا اور زیادہ روشنی نہیں ہوسکتی یہاں؟

متا کوف: نہیں، نہیں ہوسکتی۔

بڈھا: تم اندھیرے میں رہتے ہو۔ آرام سے رہتے ہو، پیٹ بھر کے کھانا کھاتے ہو، مگر رہتے

ہوا اندھیرے میں۔

لڑکی: یہاں کیسی اچھی مہک بسی ہوئی ہے جیسے بچے کا پسینہ۔

بڈھا: لیمپ سے شیڈ اتار دو!

مستاکوف: کیوں؟

بڈھا: تاکہ اور زیادہ روشنی ہو۔ روشنی کو چھپانے کا کیا تک ہے؟ ہاں یہ بات۔ اچھا بتاؤ میری کیا خاطر کر رہے ہو؟

مستاکوف: وودکا پیو گے؟

بڈھا (ہنستے ہوئے): اوہ نہیں! تم مجھے وودکا پلا پاؤ گے۔ تم لومڑی کی طرح چالاک ہو، گوسیف۔

مستاکوف (میز پر ہاتھ مارتے ہوئے): چلو جو اگلنا ہے صاف صاف اگل دو!

بڈھا (ہلکے سے اچھلتے ہوئے): دوبارہ اس طرح میز پر گھونسہ نہ جمانا! مجھے تو لگا کہ کسی نے بندوق داغ دی... دھائیں! اچھا یہ کھڑکیوں کے باہر کیا ہے؟ مارینا، ذرا ایک نظر دیکھنا تو سہی۔

مستاکوف: انتوں تم چاہتے کیا ہو؟

بڈھا (لڑکی کو دیکھتے ہوئے) صحن میں؟

لڑکی: ہاں، پرے کو باورچی خانہ ہے۔

مستاکوف: تم چاہتے کیا ہے؟

بڈھا: میرے جیسا بڈھا کیا چاہے گا؟ میں خود نہیں جانتا۔

مستاکوف: اگلو جلدی اگلو۔ مجھے چڑاؤ مت انتون، کہیں مجھے غصہ نہ آجائے۔

بڈھا: اور غصہ آ گیا تو؟

مستاکوف (اٹھتے ہوئے): میں... میں...

بڈھا (آرام کرسی میں پیچھے اڑتے ہوئے): ہاں؟

لڑکی: سوداگر، چیخو چلاؤ مت۔ یہ گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ ایسے میں چیخنا چلانا اچھا نہیں۔ ذرا اس سے دور ہی رہنا۔

مستا کوف: بند کر اپنی زبان!

بڈھا: مارینا چپ رہ۔ میں اس کو جانتا ہوں۔ اس کا مزاج پارہ ہے پارہ گھڑی میں تولہ، گھڑی میں ماشہ۔ ویسے آدمی دل کا اچھا ہے۔

مستا کوف: تم کیا چاہتے ہو، انتون؟

بڈھا: میں نے اب تک طے نہیں کیا ہے۔ اتنی مارم مار کی کیا پڑی ہے؟ مجھے کچھ سوچنے تو دو۔

مستا کوف: تم کتنے زہریلے سانپ ہو!

بڈھا: ہم ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

(وقفہ)

بڈھا (شروع تو نرم اور فریادی لہجے میں کرتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کا لہجہ طنزیہ اور تحکمانہ ہو جاتا ہے): اچھا تو ہم یہ رہے، گوسیف، ایک دوسرے کے آمنے سامنے، تم اور میں۔ ہم دونوں پاپی ہیں۔ بس اتنا فرق ہے کہ میں نے چپکے سے قانون کے چنگل سے نکل بھاگے۔ میں زنجیروں میں جکڑا ہوا گھلتا رہا، سڑتا رہا اور تم نرم کرسی میں دھنسے دھنسے اپنے جسم کی چربی بڑھاتی رہے، دولت بٹورتے رہے۔ اور اب لو۔ ہم آمنے سامنے ہیں۔ سات برس سے تمہاری تلاش میں کہاں کہاں کی خاک چھانتا رہا۔ مجھے یقین تھا کہ تم مزے میں ہو، اچھے ہو، زندگی کے مزے لوٹ رہے ہو۔ ہاں مجھے اس کا یقین تھا۔

مستا کوف: جو کچھ کہنا ہو جلدی سے کہہ دو۔ بڈھا: جلدی نہ کرو۔

بڈھا: جلدی نہ کرو، زبان جل جائے گی۔ کیوں جب بچے شوربہ پیتے ہیں تو بڑے بوڑھے یہی کہتے ہیں نا؟ جلدی مت کرو۔ زبان جل جائے گی۔ ہاں، میں کہہ رہا تھا، میں نے کونا کونا چھان مارا۔ ذرا اس من چلے کے درشن تو کرلوں جو قانون کو جل دے گیا۔ پاپ کیئے دوسروں نے اور عیسیٰ مسیح نے ان کے لئے جان دے دی۔ اور ایک تم ہو جس نے خود اپنے گناہوں کی قیمت ادا نہیں کی۔ آدمی ہو تم بڑے دل گردے کے۔

مستا کوف: میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ مجھے غلطی سے سزا دی گئی تھی۔

بڈھا: اوہ، یہ میں جانتا ہوں۔ جب کبھی لوگ ہم پر کسی جرم کا الزام رکھتے ہیں اور جب ہمیں اس دنیا کا فیصلہ سننا پڑتا ہے تو ہم یہی کہتے ہیں۔ میں نے بھی یہی کہا تھا۔

مستا کوف: میں اس پورے زمانے میں ایمانداری اور شرافت کی کھری زندگی گزارتا رہا ہوں۔

بڑھا: اچھا تو یہ بات ہے! اوہ نہیں، گوسیف، یہ سب نہیں چلے گا، ہم سب پارسائی اور شرافت کے پردے میں اپنے گناہ چھپانا چاہتے ہیں۔ یہ قانون نہیں ہے۔ اب اس کی قیمت کون ادا کرے گا؟ ایں؟ عیسی مسیح کو بھی پرانا قانون توڑنے کی قیمت ادا کرنی پڑی۔ قانون تھا: خون کا بدلہ خون۔ لیکن عیسی مسیح نے کہا ''برائی کا بدلہ بھلائی سے دو۔''

مستا کوف: میں لوگوں کے ساتھ کچھ کم نیکی اور بھلائی نہیں کی ہے۔

بڑھا: میں تو یہ نہیں کہہ سکتا۔ انسان جس طرح زندگی گزارتا آیا ہے، اسی طرح زندگی گزار رہا ہے۔ لوگ دکھ اور افلاس کا شکار تھے اور ہیں... لوگ گناہ کے اندھیرے میں سانس لیتے تھے، اب بھی اسی طرح گناہ کے اندھیرے میں بھٹکتے ہیں۔ ان کی حالت بد سے بدتر جا رہی ہے۔ کیا تم نے کبھی یہ محسوس کیا ہے، گوسیف؟

مستا کوف: بتاؤ تم آخر مجھ سے چاہتے کیا ہو؟ قصہ کیا ہے؟

لڑکی: اس کی بات مت کاٹو۔ اس کو روکو مت۔ اسے یہ بات ایک آنکھ نہیں بھاتی...

مستا کوف: انتون!...

بڑھا: میرا نام ہے پیتی ریم۔ رہی یہ بات کہ میں چاہتا کیا ہوں۔ سو یہ بوجھنے کی بات ہے۔ ہم دونوں ایک ہی ذات کے کبوتر ہیں۔ پھر بھی میں بارہ برس تک زبان سے چوں کئے بغیر، ایمان داری سے، خاموشی سے اپنے گناہوں کی سزا بھگتا رہا، ایک شہید کی طرح دکھ جھیلتا رہا اور تم؟ تم قانون کے چنگل سے نکل بھاگے۔

مستا کوف: اچھا تو تم مجھے پولیس کے حوالے کرنا چاہتے ہو؟ تم چاہتے ہو کہ پولیس والے مجھے آن دبوچیں؟

بڑھا: لو میں ابھی بتایا کہاں کہ میں چاہتا کیا ہوں؟

مستا کوف: اچھا اچھا، جاؤ مجھے حکام کے حوالے کر دو، میری زندگی تباہ کر دو۔ اس سے تمہیں کیا مل جائیگا؟

بڈھا: یہ میرا معاملہ ہے۔

متا کوف: اب تم چند سال کے مہمان ہو۔

بڈھا: چاہتا ہوں زندگی کے جتنے دن بچ گئے ہیں، اچھی طرح کاٹوں۔

متا کوف: تم کام نہیں کر سکتے۔

بڈھا: تم میرے حصے کا بھی کما چکے۔ چلو میرے لئے بھی کافی ہوگا۔

متا کوف: انتون، مجھے چین سے جینے دو۔ آخر تم کون ہوتے ہو میرا گناہ ثواب دیکھنے والے؟

بڈھا: کسی کو بھی اس کا حق ہے۔ تم بھاگے کیوں؟ تم نے دکھ جھیلنے سے انکار کیوں کیا؟

متا کوف: میں زندہ رہنا چاہتا تھا۔ میں کام کرنا چاہتا تھا...

بڈھا: دکھ جھیلنا کام کرنے سے زیادہ بڑی نیکی ہے۔

متا کوف (غصے سے): دکھ اور مصیبت سے کیا فائدہ؟ اس سے کس کا بھلا ہوگا؟ اس سے کس کو لاب ہوگا؟ بدمعاش کہیں کے، بتاؤ مجھے!

بڈھا: مجھ پر بھونکو مت! ساری زندگی لوگ مجھ پر بھونکتے رہے ہیں۔ اب اس وقت تم میری مٹھی میں جکڑے ہوئے ہو جیسے پنجرے میں چڑیا۔ مجھے اس سے کیا کہ تم نے اپنے لئے اتنا اچھا سا، نرم نرم سا گھونسلہ بنالیا ہے، اپنے لئے ایک زوردار عورت، ایک سونے کی چڑیا پھانس لی ہے...

متا کوف (بھڑکتے ہوئے): تیری یہ مجال! (اس پر جھپٹ پڑتا ہے۔)

لڑکی (کھڑکی کی طرح جھپٹتی ہے): بچاؤ!

بڈھا (میز کے پیچھے فرش پر گرتے ہوئے): مارینا کھڑکی توڑ دے!

سوفیا مارکوونا (کونے سے جھپٹ کر نکلتے ہوئے لڑکی کو دھکیل کر میز پر گرا دیتی ہے اور متا کوف کا بازو پکڑ لیتی ہے): جاؤ، چلے جاؤ، اس کمرے سے! ارے چھوکری، تو بھی یہاں سے بھاگ جا!

بڈھا (اٹھتے ہوئے اور ڈر سے ادھر ادھر گھورتے ہوئے): اچھا یہ ہیں تمہاری ہتھکنڈے۔ منہ پر رام رام اور بغل میں چھری۔

لڑکی (بڈھے سے لپٹتے ہوئے): کیا ہوا ایں؟ دیکھنا یہ لوگ ویسے کتنے بھلے مانس، کتنے بڑے شریف بنتے ہیں!

متاکوف (کمرے میں ادھر ادھر پھرتے ہوئے): سوفیا مارکوونا، خدا کے لئے تم اس قصے میں نہ پڑو!

سوفیا مارکوونا: جاؤ تم اس کمرے سے! اور بیگم صاحبہ، آپ بھی تشریف لے جائے!

بڈھا: نہیں، وہ نہیں جائے گی۔

لڑکی: میں نہیں جاؤں گی۔

سوفیا مارکوونا: ایوان واسیلی وچ، اس کو لے جاؤ۔ تم بیٹھ جاؤ بڑے میاں۔ میں تم سے بات کروں گی۔

بڈھا (بگڑے تیور سے): میں تم سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ تم ہوتی کون ہو؟ میں تم کو نہیں جانتا۔

سوفیا مارکوونا: جلد ہی جان جاؤ گے۔

بڈھا: میں جا رہا ہوں۔

سوفیا مارکوونا: چھوڑو بھی۔ بیوقوفی مت کرو۔ ایوان واسیلی وچ میں کہہ رہی ہوں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ (بڈھے سے) اپنی اس لونڈیا سے کہہ دو۔ چلی جائے یہاں سے۔

بڈھا (کچھ جھجکتے ہوئے): مارینا: چلی جا پر دیکھنا دروازے سے چپکی رہنا، قریب رہنا، یاد ہے۔ اور سنو بیگم صاحب، تم مجھے ڈرا نہیں سکتیں۔

سوفیا مارکوونا: میں جانتی ہوں۔ میں تمھیں ڈرانا چاہتی بھی نہیں۔ (متاکوف اور لڑکی کے جاتے ہی دروازہ بند کر دیتی ہے اور بڈھے کے مقابل آرام کرسی کھینچ کر بیٹھ جاتی ہے) مجھے سیدھے سیدھے مختصر لفظوں میں بتاؤ۔ تم چاہتے کیا ہو؟

بڈھا (سنبھلتے ہوئے): تمہارا کیا خیال ہے؟

سوفیا مارکوونا: تم ان کو ستانا چاہتے ہو، ہے نا؟ دوسروں نے تمھیں ستایا اور اب تم اس آدمی کو ستا کر اپنا انتقام لینا چاہتے ہو، ہے نا یہی بات؟

(بڈھا جواب نہیں دیتا اور اس کو غور سے گھورتا ہے۔)

سوفیا مارکوونا: تمہیں اس کا غصہ ہے کہ اس آدمی نے اپنے لئے زندگی میں ایک جگہ بنالی ہے اور تم ایسا نہیں کر سکے؟

بڈھا (ہلکی سی ہنسی کے ساتھ): اچھا تم نے ہماری ساری باتیں سنی ہیں، ایں؟

سوفیا مارکوونا: تم نے ان کو ستایا، ان کا دل دکھایا۔ تم ان کو کافی ستا چکے۔

بڈھا (مذاق اڑاتے ہوئے): کافی؟ اچھا۔ یہ تو بڑی سیدھی سادی بات کہی تم نے۔

سوفیا مارکوونا: تم خود ہی سوچو، یاد کرو اپنا ماضی۔ کتنے دکھ جھیلے ہیں تم نے، تمہارا دل کتنا خون ہوا ہے۔ اپنے دل میں جھانک کر دیکھو۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ تم باقی زندگی سکھ چین کی بنسری بجاؤ؟

بڈھا: اچھا تو یہ ہے تمہاری دوڑ! بیگم صاحبہ، اس گھپلے میں نہ رہنا کہ میں اس بھرے میں آجاؤنگا۔

سوفیا مارکوونا: میں جانتی ہوں، تمہارا غصہ کتنا گہرا ہے اور تم بدلہ لینے کو کتنے بے چین ہو۔

بڈھا: میں نے سوچا تھا تم کوئی دوسرا راگ الاپوگی۔ کوئی عقل کی وزن دار بات کہوگی۔ تمہارے دل میں بڑی آگ ہے ک بیگم صاحبہ، مگر کھوپڑی میں گودا زیادہ نہیں۔

سوفیا مارکوونا: تم ایک غلط آدمی سے انتقام لے رہے ہو۔ اس نے تمہیں دکھ جھیلنے پر مجبور نہیں کیا ہے۔

بڈھا: اور اگر میں سمجھوں کہ ہر شخص قصوروار ہے تو تم میرا کیا کرلوگی؟ بتاؤ!

سوفیا مارکوونا: یہ بات ٹھیک نہیں۔ یہ انصاف کی بات نہیں۔

بڈھا: اور میں کہتا ہوں بات انصاف کی ہے۔

سوفیا مارکوونا: تم بے گناہ تھے، تمہیں بے وجہ سزا بھگتنی پڑی، ایں؟

بڈھا: (کچھ رکتے ہوئے): پھر

سوفیا مارکوونا: تم دکھ اور مصیبت کی بے انصافی کا مزا چکھ چکے ہو، پھر کسی دوسرے مصیبت کے منہ میں کیوں دھکیلنا چاہتے ہو؟

بڈھا: ہونہ، یہ جو تمہارا گوسیف ہے، یہ اپنے گناہوں باوجود جنت میں جانا چاہتا ہے، ہے نا؟

لیکن جنت میں اس کی جگہ نہیں! جنت میرے لئے ہے۔ رہا گوسیف، سوا گر میں نے دکھ اٹھائے ہیں اور ظلم جھیلے ہیں تو اسے تو اور زیادہ اس چکی میں پسنا چاہیے۔

سوفیا مارکوونا: لیکن کیوں؟ تم کتنے خبیث ہو!

بڑھا: تم اس سے بیاہ رچانا چاہتی، ہے نا؟ تم محبوب کی خاطر یہ سارے دکھ نہیں جھیل سکتیں۔ محبوب تو بہتا ہوا پانی ہے۔ آج سنہرے بالوں والا محبوب ہے تو کل کالے بالوں والا۔ واہ، تم عورتیں بھی خوب چیز ہو! تم سب کو گندے پانی میں ڈبو دینا چاہئے۔ لیکن وہ گندہ نالہ ہے کہاں؟ بھلا ڈوبو تو کیسے ڈوبو!

(سوفیا مارکوونا خاموشی سے ٹہلتی ہے۔)

بڑھا: (مسخرے پن سے اس کو دیکھتا ہے): اور کیا کہنا ہے تمہیں؟

سوفیا مارکوونا: ایوان واسیلی وچ بھلا آدمی ہے۔ وہ ہمیشہ دوسرں کے کام آتا رہتا ہے۔

بڑھا: ہاں ہاں، اسکول وغیرہ بنواتا رہتا ہے، ایں؟ عمارتوں کی ضرورت اسکولوں کے لیے نہیں۔ ضرورت ہے بے گھر، بے سروسامان لوگوں کے لیے آسرے کی۔ لوگ جگہ جگہ مارے مارے پھرتے ہیں اور وہ رات کاٹنے کا آسرا ڈھونڈتے ہیں۔

سوفیا مارکوونا: کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اس کی بربادی سے خوشی ہوگی؟

بڑھا: اچھا تو اب تمہاری تان ٹوٹ گئی، ایں؟ اف اس کونے سے کس شان سے جھپٹی تھیں تم، جیسے شاھیں اپنے بچوں کو بچانے کے لیے جھپٹا ہو۔ مجھے خوش وخرم لوگ ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ یہ لوگ بڑے چکنے، بڑے صاف ستھرے ہوتے ہیں۔ ہاتھ پکڑو ہاتھ پھسل جائے، بازو پکڑو وچھٹ۔ یہ لوگ تو بھیگے ہوئے صابن کی طرح مٹھی سے پھسل کر نکل جاتے ہیں۔ لگتا ہے، بیگم صاحبہ، تم مجھے پچھاڑنے میں ناکام رہیں!

سوفیا مارکوونا (بے بسی سے): کیا کسی طرح تمہارا دل نہیں پسیجتا؟

بڑھا: (ہنستے ہوئے): مجھ سے بیاہ کرلو۔ مجھے پیار کرو، میرا دل گرماؤ...

سوفیا مارکوونا: درندے!

بڑھا: ہاں شاید اس طرح دل پسیج جائے۔ رہ درندہ ہونے کی بات۔ سو یہ میں پہلے بھی سن چکا ہوں۔ میں اس پروانہیں کرتا۔ میں درندہ ہوں تو اچھا ہے۔ مجھے یہی پسند ہے۔

سوفیا مارکوونا: کتنی خوفناک بات ہے!

بڑھا: تمہیں میری بات اچھی نہیں لگتی؟ تو آؤ بیگم صاحبہ ہم کہانی ختم کریں۔ بندر کو ادرک کھلانے کا فائدہ؟ ایک زمانہ ہوا میں لوگوں سے اکتا چکا ہوں اور جن لوگوں سے میں دل سے نفرت کرتا ہوں، وہ تمہاری ہی جیسی نرم و نازک، دھلی ہوئی، صاف ستھری ہستیاں ہیں۔

سوفیا مارکوونا (گھٹی ہوئی چیخ کے ساتھ): کیا تم میں شرافت اور انسانیت کی ایک رمق بھی باقی نہیں

بڑھا: ہاں ہے۔ ڈھونڈو، دیکھو۔ لیکن تم نہیں پاسکتیں۔ تم، تم نہیں پا سکتیں۔ تم آخر کس طرح مجھے داؤ پر لا سکتی ہو؟ کسی طرح نہیں۔ تمہاری کوئی بات میرا دل نہیں پگھلا سکتی۔ اب میری زندگی کے زیادہ دن باقی نہیں ہیں اور جو ہیں سو مسرت اور ترنگ سے خالی۔ میں نے اپنی ساری جوانی جلاوطنی میں گنوا دی۔ وہی مجھ سے میرے جسم کی طاقت چھن گئی۔ کیا تم سمجھتی ہو ان دنوں عورت مجھے میٹھی نہ لگتی ہوگی؟ پھر بھی میں نے بارہ برس تک عورت کے حسن و جوانی کی شراب نہیں چکھی۔ رات دن میں تمہارے لئے اور تمہارے اس پریمی کے لئے اپنا خون پسینہ ایک کرتا رہا۔ آخر تم تلملا کسمسا کیوں رہی ہو، سچائی کی کڑوی گولی گلے سے نہیں اترتی، ہے نا؟

سوفیا مارکوونا: جس آدمی سے تم بدلہ چکا رہے ہو، اس نے تمہاری زندگی نہیں تباہ کی ہے۔ میری بات کا یقین کرو۔ اس نے نہیں کی تمہاری زندگی برباد!

بڑھا: میرے پاس اتنا وقت کہ میں گنہگاروں کو ڈھونڈوں۔ رہا گوسیف۔ سو وہ تو میری مٹھی میں ہے۔ جال میں پھنسی ہوئی چڑیا۔ وہ اپنی مصیبتوں کو پیٹھ دکھا کر بھاگ آیا۔ اس نے اپنے دکھوں کو گلے کیوں نہیں لگایا؟ میں نے اپنی سزا کی میعاد پوری کی۔ کیا میں اس کا جج ہوں؟ ہاں ہوں۔ فرض شناس اور ثابت قدم جج! اس نے اس پورے زمانے میں مجھ پر ظلم توڑے اور اب وہ مجھے خریدنا چاہتا ہے؟ خیر وہ مجھے نہیں خرید سکتا! کبھی نہیں، ہرگز نہیں۔ سونے کا پہاڑ بھی میرے آنسوؤں کے ایک قطرے کی قیمت نہیں ادا کرسکتا۔ سنتی ہو اب مجھے جانے دو؟ بس بھر پایا۔

سوفیا مارکوونا: کیا تمہارا دل رحم سے بالکل خالی ہے؟ کیا تمہارے دل میں رحم کی ایک بوند بھی نہیں؟ اتنا سا بھی نہیں؟

بڈھا: میں کہتا ہوں، بہت ہو چکا۔تم مجھے داؤ پر نہیں لا پاؤ گی۔ میری زندگی بڑی ظالم رہی ہے۔(دروازے تک جاتا ہے اور کتا ہے) اف اس کونے سے تم کس طرح جھپٹی تھیں، ایہہ؟ میں نے سوچا، چلو سارا کیا دھرا گیا۔سوچا تھا تم ہوں گی میرے جوڑ کی!(ہنستا ہے۔مستا کوف اور لڑکی دروازے پر نظر آتے ہیں) گوسیف میں تھک گیا۔اب میرے سونے کا وقت ہوا۔ذرا مجھے راستہ دکھا دو۔باورچی خانے میں وہ جو ہے نا تمہاری عورت۔سالی نمبرایک کمین ہے۔اس نے تو میری ناک میں دم کر رکھا ہے۔

لڑکی: چلو بھیا، ہمارے بستر تیار ہیں!

بڈھا: گوسیف، تمہاری ڈھال ہے یہ عورت، خوبصورت عورت ہے، اتنی خوبصورت عورتیں شاید ہی کبھی دیکھنے میں آتی ہیں۔ یہ عورت عدالت میں تمہارے کام نہ آسکے گی۔خیر، مگر ہے عورت من موہنی، (سوفیا مارکوونا سے) جب اس کو دوبارہ سائبیریا بھیجا جائے گا تو کیا تم بھی اس کے ساتھ جاؤ گی؟ گوسیف دیکھ لینا یہ عورت نہیں جائے گی۔عورت سایہ ہے۔اندھیرے میں مرد کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔اوہ، حقیر اور ذلیل مخلوق... تجھے دیکھتے ہی میرے دل میں آگ لگ جاتی ہے۔(باہر نکل جاتا ہے۔)

مستا کوف (دھیمی آواز میں): سوفیا مارکوونا، تم گھر جاؤ۔

سوفیا مارکوونا: ایک لفظ نہ کہو۔ذکتنا بھیانک آدمی ہے ذرا دیکھو لوگوں نے اس کو کیا بنا دیا ہے! میں شہر جاتی ہوں اور قانونی صلاح مشورہ کرتی ہوں۔سرکاری وکیل میرا اچھا دوست ہے۔میں کل واپس آؤں گی۔یا بہتر ہوگا کہ تم میرے گا چلو۔ہاں ضرور، تمہیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔یہ بڈھا ڈھلا ہوا شیطان ہے۔کس طرح دیکھتا ہے اف! اس کی آنکھیں! تم نے لڑکی سے بات چیت بھی کی؟

مستا کوف: ہاں، وہ تو کوک بھری گڑیا ہے۔

سوفیا مارکوونا: بیوقوف ہے؟

مستا کوف: بے جان ہے۔کچھ ہاتھ نہ آئے گا سوفیا مارکوونا: اب ہم کچھ نہیں کر سکتے۔یہ خود اپنے جیسے انسان کا فیصلہ ہے۔انسان بڑے سنگ دل ہیں۔میں سنت سادھوؤں کی زندگی کا حال پڑھا کرتا تھا۔بڑی شاندار کتابیں۔مجھے یہ جان کر تسکین ہوتی تھی نہ جانے کتنے سنت اور سادھو پاپی رہ چکے ہیں میں اپنے آپ سے کہتا: میں بھی اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر دوں گا۔میں بھی معاف کر دیا جاؤں گا۔

سوفیا مارکوونا: لیکن کیا تم نے گناہ کیا ہے؟ تم نے تو کہا کہ...

متا کوف (دھیرے سے ہنستے ہوئے): میں خود نہیں جانتا۔ یہ سچ ہے کہ میں قتل یا ڈاکے کا گہنگار نہیں ہوں۔لیکن تم خود ہی دیکھ لو،شاید میں نے کوئی اور جرم کیا ہو۔میں نہیں جانتا۔

سوفیا مارکوونا:اس شخص کو کس جرم کی سزا میں جلاوطنی کیا گیا تھا؟

متا کوف: زنا کے جرم میں۔

سوفیا مارکوونا (کانپتے ہوئے):اف،دیکھو میں اس لڑکی سے بات کروں گی۔

متا کوف: میرے خیال میں تو نہ کرو تو اچھا ہے۔

سوفیا مارکوونا:اس کو اندر بلاؤ۔ مجھے دو تین دن کے لئے اس کا منہ بند کرنا ہوگا۔

متا کوف:اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو جائے تو تانیا کو اپنے پاس لے جانا۔

سوفیا مارکوونا؛اس کو اندر بلاؤ۔ مجھے دو تین دن کے لئے اس کا منہ بند کرنا ہوگا۔

متا کوف:اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو جائے تو تانیا کو اپنے پاس لے جانا۔

سوفیا مارکوونا:ایسا ویسا خیال پاس پھٹکنے مت دو۔

متا کوف:کتنی بے بس ہے یہ لڑکی۔

سوفیا مارکوونا: جاؤ لڑکی کو بلاؤ۔

متا کوف (باہر جاتے ہوئے): بیکار ہے۔میں اپنے آپ سے نفرت کرتا ہوں۔

(سوفیا مارکوونا ہیجان کے عالم میں ٹہلتی ہے۔ چولھے کے پاس دروازہ آہستہ سے کھلتا ہے اور زخاروونا کمرے میں جھانکتی ہے)

زخاروونا (سرگوشی میں): سوفیا مارکونا! (اس کی سرگوشی سوفیا مارکوونا کو سنائی نہیں دیتی) سوفیا مارکوونا!

سوفیا مارکوونا (چونک کر): کیا! کیا تم پورے وقت یہیں تھیں؟ کیا تم نے سن لیا؟

زخاروونا (روہانسی آواز میں): جیسے ہی وہ موا آیا میرے دل نے کہا کوئی بجلی گرنے والی ہے۔ مجھے تو ایوان واسیلی وچ کے منہ سے ہی سب کچھ نظر آ گیا۔اس کے بعد ہی میں نے سنا وہ اپنی لونڈیا سے کہہ رہا تھا ''دیکھنا ہم دونوں یہاں سے جہاز بھر مال لاد کر اپنے سفر پر روانہ ہوں گے...!''

سوفیا مارکوونا (اس کی بات پر یقین نہیں کرتی): کیا تم نے اس کو یہ کہتے سنا؟ سچ؟

زخارروونا: سچ۔ اس نے کہا ’’ارے بھولی، ذرا آنکھیں کھلی اور کان کھڑے رکھ۔ اب ہمارے قسمت کا ستارا چمکتا ہے!‘‘

سوفیامارکوونا (جوش سے): کیا سچ تم نے اس کو یہ سب کہتے سنا؟

زخارروونا: سچ بالکل سچ! میں تو اس سے ڈرتی ہوں، اس لئے میں سائے کی طرح اس کا پیچھا کرتی ہوں اور اس کی ایک ایک بات سنتی ہوں۔

سوفیامارکوونا (خوش ہوکر): اچھا تو سمجھی! کم بخت! اپنے دام چڑھانے کو مجھے ڈرا رہا تھا!

ذخارروونا: سوفیامارکوونا...

سوفیامارکوونا: لڑکی کو میرے پاس لاؤ۔

زخارروونا (آہستہ سے): اس بڈھے سے کسی اور طرح جان چھڑا لی جائے تو کیسے رہے، ایں؟

سوفیامارکوونا: کس طرح؟

زخارروونا: میں ایک ترکیب جانتی ہوں۔ میرے پاس ہے ایک چیز۔

سوفیامارکوونا (چڑ چڑاتے ہوئے): بولو۔ کیا؟

زخارروونا: زہر۔

سوفیامارکوونا (سکتے میں): سنکھیا؟

(زخارروونا آنکھیں پونچھتی ہے اور سر ہلا کر ہاں کہتی ہے۔)

سوفیامارکوونا (آہستہ سے خوف کے ساتھ): کیا کہہ رہی ہو! تمہاری ہمت کیسے ہوئی!

زخارروونا: میں خود ہی کرلوں گی۔

سوفیامارکوونا: یہ تو جرم ہوگا، گناہ، خون!

زخارروونا (ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے): جانتی ہوں۔

سوفیامارکوونا: اور تم... تمہاری جیسی اچھی بھلی، نیک عورت... اور یہ کام کرے؟ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔

زخارروونا: کیسے پیچھا چھڑایا جائے۔ وہ اس گھر کو اجاڑ دیگا... وہ سب کچھ اس گھر سے چھین

لیگا۔ وہ ہرگز مانیگا نہیں۔ میں جانتی ہوں کیسا آدمی ہے۔ میں نے ایسے حاجی بہت دیکھے ہیں۔ سوچو ہے کھا کر چلیں بلی خالہ حج کو۔

سوفیا مارکوونا: کیا تم سچ مچ یہ سمجھتی تھیں کہ میں تمہاری یہ بات مان لونگی یا تم مجھے آزما رہی تھیں؟..

زخاروونا: میں اور تمہیں آزماؤں؟ اوئی اللہ، نہیں نہیں۔

سوفیا مارکوونا: پھر کیوں؟ یا شاید تم نے سوچا ہو کہ ایوان واسیلی وچ ایسا کرسکتے ہیں؟

زخاروونا: میں نے کہہ دیا... میں خود کرونگی یہ کام...

سوفیا مارکوونا: (ڈرتے ہوئے): خدا کی پناہ... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟

زخاروونا: تم علقمند عورت ہو، تم نے بہت سی کتابیں پڑھی ہیں... کیا تم واقعی اس کیڑے کو...

سوفیا مارکوونا (قریب قریب روتے ہوئے): لیکن کیا تم اتنا نہیں سمجھ سکتیں ۔ یہ خون ہے، خون؟

زخاروونا: اگر بڑھا اپنی من مانی کرگزرا تو سوچو بچوں کا کیا ہوگا؟ سوچو تانیا پر دنیا تھو تھو کریگی! اور پاول؟ وہ سیدھا جہنم کی راہ لیگا۔ ابھی ان کو پوری زندگی کاٹنی ہے۔ اور پھر تمہارا کیا ہوگا؟

سوفیا مارکوونا: اف، میں کیا سن رہی ہوں! خبردار جو تم نے ایسی بات سوچی بھی، سنا ابھی ابھی سنکھیا لاکر مجھے دو۔

زخاروونا: یہ روگ تمہارے بس کا نہیں۔

سوفیا مارکوونا (غصے سے): چلی جاؤ! تم پاگل ہو رہی ہو۔ آخر تم کو مجھ پر ایسا شبہ کیوں کر ہوا! بڑھیا تیرا دماغ بالکل چل گیا ہے۔

(زخاروونا چپ چاپ کھڑی رہتی ہے۔)

سوفیا مارکوونا (ذرا سنبھلتے ہوئے): تو اپنے پاگل پن سے ہم سب کو برباد کردیگی۔ جا لڑکی کو بلا لا۔

(دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ متاکوف لڑکی کو لے کر آتا ہے۔)

سوفیا مارکونا (متاکوف سے): یہاں آؤ۔ (اس کو ایک طرف لے جاتی ہے اور سرگوشیوں میں

بولتی ہے) زخاروونا پر کڑی نظر رکھنا۔ وہ بڈھے کو زہر دے کر مارنا چاہتی ہے۔ اس کے پاس کچھ سنکھیا ہے...

مستاکوف: پانی ہے کہ سر سے اوپر ہوتا جاتا ہے۔

سوفیامارکوونا: جاؤ اور اس کو بھی ساتھ لے جاؤ۔

مستاکوف (باہر جاتے ہوئے): آؤ زخاروونا۔

سوفیامارکوونا (لڑکی سے): بیٹھ جاؤ۔

لڑکی: ٹھیک ہے۔

سوفیامارکوونا: اے بیٹھ بھی جاؤ۔

(لڑکی مسکراتے ہوئے آرام کرسی پر بیٹھ جاتی ہے اور انگلیوں سے کرسی کو چھوتی ہے۔)

سوفیامارکوونا: تمہارا سرپرست...

لڑکی: میرا بھائی، بڑے میاں۔

سوفیامارکوونا: وہ اس گھر کے مالک کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے۔ تم جانتی ہو؟

لڑکی: کیوں نہیں۔

سوفیامارکوونا: کیا تم بھی یہی چاہتی ہو؟

لڑکی: میں؟ بھلا میں کیوں چاہتی؟ میں تو اس کو جانتی بھی نہیں۔

سوفیامارکوونا: کیا تم کو اس پر ترس نہیں آتا؟

لڑکی: لوگ اپنے ہوتوں سوتوں پر ہی کب ترس کھاتے ہیں... ایرے غیرے نتھو تو درکنار..

سوفیامارکوونا: کیا تم بیاہی عورت ہو؟

لڑکی: میں کنواری ہوں۔ کیوں؟

سوفیامارکوونا: تم جوان ہو۔ ابھی تمہاری پوری زندگی پڑی ہے۔

لڑکی: ہاں اللہ نے چاہا تو۔

سوفیامارکوونا (اچھلتی ہے اور تیز تیز ٹہلتی ہے اور بے بسی کے عالم میں اپنے آپ سے بات کرتی ہے): میں نہیں کر سکتی... میں نہیں جانتی کیسے کروں۔ اللہ مدد! ہائے میں نہیں جانتی کروں تو کیا

کروں۔

لڑکی (مسکراتے ہوئے): تمہارا فراک بڑا پیارا ہے...اور تمہارے جوتے بھی۔

سوفیا مارکوونا (اس کے پاس جاتے ہوئے): میں چاہتی ہوں کہ تم بڈھے سے ذرا بات کر دیکھو۔ یہ بڑی رکیک بات ہے۔ اسے روکو۔

لڑکی: اس سے بات کرنا آسان نہیں ہے۔

سوفیا مارکوونا: کسی کی زندگی اجاڑ کر تمہیں کیا مل جائے گا؟ کیا ہمیں دوسروں کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا حق ہے؟ بتاؤ ہمیں کیا حق ہے کہ دوسروں کو سزا دیں؟

لڑکی: ہاں حق کیوں نہیں۔ مجھے تو دی سزا لوگوں نے۔

سوفیا مارکوونا (کھوکھلی آواز میں): اچھا؟ لیکن کیوں؟

لڑکی: میرے بچے کی وجہ سے... یہ بچہ ایک گئوشالے میں پیدا ہوا تھا۔ وہاں اتنی ٹھنڈک تھی کہ میرے کلیجے کا ٹکڑا ٹھٹھر کر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ دنیا والوں نے کہا میں نے گھونٹا ہے اس کا گلا۔ پھر دنیا والوں نے مجھے سزا دی۔

(ایک بار پھر سوفیا مارکونا ٹہلنے لگتی ہے۔)

لڑکی: جلدی کرو، کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔ بڈھا مجھے اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتا۔

سوفیا مارکوونا (اس کے پاس جاتی ہے اور نا امیدی اور فریاد کے لہجے میں کہتی ہے): میں اور کیا کہہ سکتی ہوں... میں سب کچھ کہہ چکی۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں تم بڈھے کی منت کرو کہ ہمیں برباد نہ کرے۔ جتنا روپیہ چاہو گی میں تمہیں دوں گی۔

لڑکی (بے اعتباری سے): مجھے؟

سوفیا مارکوونا: ہاں، تمہیں۔

لڑکی: لیکن وہ مجھ سے روپیہ چھین لے گا۔

سوفیا مارکوونا: اس کو چھوڑ دو۔

لڑکی: میں جاؤں کہاں؟ وہ مجھے ڈھونڈ نکالے گا۔ وہ بڑا ہٹ دھرم ہے۔ ہاں اوہ، نہیں۔ اگر مجھے روپیہ دینا ہی چاہتی ہو تو ہم کوئی اور راستہ ڈھونڈیں گے۔

سوفیا مارکوونا: تم عورت ہو...

لڑکی: لڑکی، کنواری لڑکی۔

سوفیا مارکوونا: تمہیں لوگوں پر ترس کھانا چاہئے۔ تمہارا دل نرم ہونا چاہئے۔

لڑکی: دل نرم کرنے کی قیمت عورتوں کو بہت زیادہ ادا کرنی پڑتی ہے۔ ایک بار میں نے اپنا دل موم کیا...اور لو اب نو برس سے اپنے آپ کو کوس رہی ہوں۔

سوفیا مارکوونا: ہم سب بدنصیب ہیں۔

لڑکی (تیز نظر سیاس کو دیکھتے ہوئے): نہیں سب نہیں۔ بھلا سب کیوں؟ (اپنے آپ سے بات کرنے کے انداز میں) ہاں یہ اور بات ہے۔ اس وقت میں تمہارا راز جانتی ہوں تو تم میرے آگے بچھی جا رہی ہو۔ میں اس وقت چاہوں تو...(سوفیا مارکوونا وک مسکراتے ہوئے معنی خیز نظر سے دیکھتی ہے) میں تو اس کو دکچھ کھلا کر...تم جانتی ہو...

سوفیا مارکوونا (چونک کر): کسے؟

لڑکی: کسی کو بھی۔ روپیہ لے کر میں کہیں دور جا سکتی ہوں۔ میں اس کو چھوڑ سکتی ہوں۔ بڈھا کافی زندہ رہ چکا۔ ہے نا؟

سوفیا مارکوونا: کیا وہ تم سے برا سلوک کرتا ہے؟

لڑکی: برا بھی کرتا ہے، اچھا بھی کرتا ہے۔

سوفیا مارکوونا: تم اس کی کون ہوتی ہو؟ رشتہ دار ہو؟

لڑکی (ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے): کتیا ہوں میں۔ کتیان...جو اسے راستے میں ملی اور اس کے پیچھے ہو لی۔ جب اس کو مجھ کام پڑتا ہے تو وہ مجھے چمکارتا ہے۔ جب اس کا جی مجھ سے اوب جاتا ہے تو مجھے لاتوں کا مزا چکھاتا ہے۔ آدمی جب مجبور ہوتا ہے تو بڑا چکنا چپڑا، بگلا بھگت بن جاتا ہے...مگر دل میں وہ رہتا ہے جانور کا جانور۔ اس گھر کا مالک۔ کیا وہ ہے تمہارا چت چور؟

سوفیا مارکوونا: وہ بڑا بھلا مانس ہے۔

لڑکی: ہاں جب غرض ہو تو سب ہی بھلے مانس بن جاتے ہیں۔ اچھا دیر ہو گئی۔ میں چل دی۔

سوفیا مارکوونا: اچھا تو تم میری مدد کرنے کو تیار ہو نا؟

لڑکی: ہاں مجھے لگتا ہے یہی اچھا ہوگا۔

سوفیا مارکوونا: میں جانتی تھی تمہارا دل ضرور پسیجے گا!

لڑکی: ہم عورتوں کا دل ہوتا ہی ہے موم۔ خدا حافظ۔ میں تمہاری بڑھیا سے بات کروں گی۔

سوفیا مارکوونا (بے قراری سے): ذرا اس سے سنبھل کر بات کرنا۔ اس کا دماغ چل گیا ہے۔

لڑکی: اس عمر میں سبھی سٹھیا جاتے ہیں۔ لیکن عورت ویسے اچھی ہے۔ میں تم سے کچھ مانگنا چاہتی ہوں۔

سوفیا مارکوونا: مانگو کیا مانگتی ہو۔ جو کہو۔

لڑکی (بھیک مانگتے ہوئے بھکاری کے لہجے میں): کیا تمہارے پاس کوئی پرانا دھرانا اتارون نہیں ہے؟ جوتے؟ ہاں فراک مل جائے تو کیا کہنا... ایسا فراک، جیسا تم پہنے ہوئے ہو۔ ہائے کتنا خوبصورت لگ رہا ہے!

سوفیا مارکوونا (حیران): لیکن... لیکن تم... بہت اچھا۔ میں تمہارے لئے ایک فراک ڈھونڈ نکالوں گی... ایک کیا دس۔ جوتے بھی۔

لڑکی: سچ تمہارا بڑا احسان مانوں گی۔

تانیا (اندر آتی ہے): یہ لڑکی یہاں کیا کر رہی ہے؟

سوفیا مارکوونا: تانیا، میں پھر بتاؤں گی۔

لڑکی: کیا یہ اس کی بیٹی ہے؟

سوفیا مارکوونا: ہاں۔

لڑکی: اور وہ گھنگھریالے بالوں والا لڑکا اس کا بیٹا ہے؟

تانیا: یہ چاہتی کیا ہے؟

سوفیا مارکوونا: ٹھہرو تانیا، میں التجا کرتی ہوں ٹھہرو۔

لڑکی: ایک بیٹا، ایک بیٹی! جانتی ہوں تمہارے لئے بھی بات اتنی آسان نہیں ہے۔ لگتا ہے تمہارا دل بھی کمزور ہے جو نہیں جانتا کیا چیز اس کے لئے اچھی ہے۔ (چلی جاتی ہے۔)

تانیا (حیران): کیا قصہ ہے؟ اس نے یہ کیا کہا؟ کیا اس نے آپ کی قسمت کا حال بتایا؟

سوفیا مارکوونا (جلدی سے): ہاں اس نے میری قسمت کا حال بتایا۔ تمہیں کیا ہو ہے؟ تم کتنی پریشان دکھتی ہو۔

تانیا (گتھیوں میں الجھی ہوئی): میں نہیں جانتی قصہ کیا ہے۔ میں ڈرتی ہوں۔ زخارو ونا کسی خوفناک بلا کے بارے میں جانے کیا بڑبڑا رہی ہے۔

سوفیا مارکوونا: (ڈرتے ہوئے): کیسی بلا؟

تانیا: میں نہیں جانتی۔ وہ ہمیشہ مجھے چڑاتی یا ڈراتی رہتی ہے۔ اس گھر میں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پاول آپ سے محبت کرتا ہے۔

سوفیا مارکوونا: کیا بیوقوفی ہے!

تانیا: ہاں، سچ، اسی وجہ سے تو وہ ہر وقت نک چڑھا بنا رہتا ہے۔ محبت کرنے والے ہمیشہ نک چڑھے ہوتے ہیں۔ وہ آپ کے دستانوں کو چومتا ہے۔ آپ ذرا اس کی گوش مالی کیوں نہیں کر دیتیں؟

سوفیا مارکوونا: اف یہ کیسا گورکھ دھندا ہے!

تانیا: کچھ عجیب سی بات ہو رہی ہے۔ آج کا دن بڑا بڑا تھا۔ عجیب مذاق ہے۔ میں اسکول پاس ہوں اور میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا... اور زخارو ونا کو دیکھو۔ نپٹ جاہل ہے مگر ہر بات سمجھتی ہے۔ آخر وہ ہر وقت کس آفت، کس بلا کی رٹ لگائے جا رہی ہے؟

سوفیا مارکوونا (غصے سے): بڑھیا سٹھیا گئی ہے۔ ابھی جاتی ہوں، اس کی خبر لیتی ہوں۔ (دروازے کی طرف بڑھتی ہے۔)

تانیا: ٹھہریے تو! میں آپ سے پوچھنا چاہتی تھی... لو وہ تو صاف ہو گئیں... یہ کیا شرافت ہے۔ (میز پر چیزوں کو ٹھیک ٹھاک کرتی ہے اور گنگناتی ہے۔)

وہ سفید گھوڑے پر چڑھ کے آئے گا سکھی میرے دوار دستک دے گی دروازے پر کھٹ کھٹ اس کی تلوار

پاول: ابا کہاں ہیں؟

تانیا: میں کیا جانوں۔ پاول کیا قصہ ہے، آج ہر شخص اتنا بھرا کیوں بیٹھا ہے؟

پاول: اس سے کیا ہوا، تمہارے جاگتے میں جنت کے خواب دیکھنے میں تو کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی

نا؟ جب دیکھو ہوائی قلعے بنا رہی ہو۔ نہ کام کی نہ کاج کی!

تانیا: اور تم جو بیگموں کے دستانے چومتے پھرتے ہو تو سمجھتے ہو، بڑا تیر مار لیا، ایں؟

پاول: کون چومتا ہے بیگموں کے دستانے؟

تانیا: تم اور کون۔

پاول: بیوقوف!

تانیا: خبر دار جو مجھے برا بھلا کہا!

پاول: برا بھلا، میں تو تمہاری مرمت کر دونگا۔

تانیا: بھاگ جاؤ۔

پاول: تم بھاگو... جہنم میں جاؤ۔

تانیا (روہانسی آواز میں): اچھا، اچھا، میں جاتی ہوں، بگلے!

پاول: موم کی ناک! (اکیلا، سگریٹ پیتے ہوئے غصے میں ٹہلتا ہے، یکا یک رکتا ہے، سنتا ہے اور دبے پاؤں کھڑکی کے پاس جاتا ہے۔)

بڈھا (کھڑکی کے باہر): ارے ان کے دلار چمکار کے بھرے میں نہ آنا۔ ان کی گردن پکڑ لو تو پھر بڑے بڑے سبز باغ دکھاتے ہیں۔

(پاول ادھر ادھر نظر دوڑاتا ہے، اس کے ہونٹوں پر ایک گھبرائی ہوئی مسکراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ وہ بالوں میں انگلیوں سے کنگھا کرتا ہے اور پھر سنتا ہے۔)

بڈھا: میں اس کی رگ رگ پہچانتا ہوں... وہ اپنی جوانی میں بھی ایسا ہی تھا۔

(متاکوف آتا ہے، پاول کو دیکھتا ہے اور اس کے پاس جاتا ہے۔ پاول اس کے قدموں کی آہٹ نہیں سنتا۔

متاکوف (لڑکے کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے): تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

پاول (چونک کر ہٹتے ہوئے): کچھ نہیں۔ وہ اپنے سوتیلے باپ کو خوف زدہ نظر سے دیکھتا ہے اور دروازے کی طرف بڑھتا ہے۔ متاکوف کھڑکی سے باہر جھانکتا ہے، تیزی سے پلٹتا ہے اور ہاتھ بڑھاتا ہے۔)

متاکوف: پاول! پاول!

(پاول باہر نکلتا ہے اور دروازہ بھڑ سے بند کرتا ہے۔)

مستاکوف: اچھا تو اس کو بھی معلوم ہو گیا۔ خیر، یہی سہی!

پردہ

چوتھا ایکٹ

مستاکوف کے پرانے گھر کے پچھواڑے والا دروازہ۔ چاند چمک رہا ہے۔ تانیا اور زخاروونا زینے پر بیٹھی ہیں۔ لڑکی دروازے میں کھڑی کچھ چبا رہی ہے۔ بائیں طرف گھرا ہوا باغ ہے۔ احاطے میں ایک دروازہ ہے۔ دروازے کے بائیں طرف باورچی خانے کی روشن کھڑکی نظر آ رہی ہے۔ دائیں طرف مستاکوف کے کمرے کی کھڑکیاں ہیں۔ ان کھڑکیوں کے نیچے ایک بنچ ہے۔

تانیا: پھر۔

زخاروونا: ایں؟

تانیا: ہاں تو پھر؟

تانیا: ہاں میں نے کہاں چھوڑی تھی کہانی؟ ہاں تو میں ان تینوں سے اکٹھے پینگیں بڑھاتی رہی۔

تانیا: کیوں تینوں سے کیوں؟

زخاروونا: کیوں نہیں؟ تین یا چار۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہوں، میں اپنے میاں پر بھی جان دیتی تھی۔ اف مجھے اس پر کتنا ترس آتا تھا۔ ہر بار جب میں کسی دوسرے کے ساتھ بھاگتی مارتے ترس کے میرا کلیجہ پھٹنے لگتا۔ روتے روتے میرے پپوٹے سوج جاتے۔ میں اپنے آپ سے کہتی: لو وہ بیچارا... وہ مجھے اپنی وفادار جورو سمجھے بیٹھا ہے اور یہاں میں کسی اور کی گود گرما رہی ہوں۔ یہ سوچ کر دل ایسا کٹتا کہ میں اپنے میاں پر جی جان سے نچھاور ہو جاتی۔

تانیا: کیا یہ اچھے لچھن ہیں؟

زخاروونا: ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا۔

تانیا: کیا سبھی عورتیں ایسا کرتی ہیں؟

زخاروونا: ہاں ساری عورتیں... جن میں کچھ آگ ہوتی ہے۔ جب میں جوان تھی، میری رگوں میں آگ ہی آگ دوڑتی تھی۔

تانیا: تمہارا پہلا عاشق کون تھا؟

زخاروونا: زمین ناپنے والا بانکا چھبیلا۔ وہ تو بالکل چوہا معلوم ہوتا تھا۔ میرے دو بھائی تھے۔ دونوں بڑے کٹھور تھے۔ جیسے ہی ان کو معلوم ہوا کہ میرے عاشق نے میرا کنوار پن چھین لیا ہے، وہ اس کو مچھلی کے شکار پر لے گئے اور وہیں اسے ڈبو آئے۔

تانیا (سوچتے ہوئے): تم یہ سب کتنے بھولپن سے کہہ دیتی ہو جیسے یہ سب تو ہونا ہی تھا۔

زخاروونا: کیا کہا؟

تانیا: تم کتنی ڈراؤنی باتیں کہتی ہو مگر تمہارے منہ سے یہ باتیں ڈروائونی نہیں معلوم ہوتیں۔

زخاروونا: ڈراؤنی؟ میں تو محبت کی بات کر رہی ہوں۔

تانیا: کیا تمہارا دل نہیں رویا اس کے لئے؟

زخاروونا: کس کے لئے؟

تانیا (دکھی آواز میں): چ! اسی زمین ناپنے والے کے لئے؟ اور کس کے لئے!

زخاروونا: رو رو کر آنکھیں پھوڑ لیں۔ جب میں جوان تھی۔ دل میرا نرم تھا۔ ہم عورتوں کی قسمت میں ہے نرم دل ہونا۔ ہم پیدا ہی ہوتے ہیں مردوں پر جان چھڑکنے کو۔ ہاں جان چھڑکنے کو۔ کبھی کبھی محبت زہر بن جاتی ہے۔ لیکن ہم پھر بھی یہ زہر پی لیتے ہیں۔ کسی کے لئے دل کڑھتا ہے، کسی سے ہولتا ہے، کسی کو ہم پرے نہیں دھکیل سکتے اور اس طرح ہم سبھی کو دل دے بیٹھتے ہیں۔

پاول (دروازے میں لڑکی کے پیچھے): ارے بڑھیا میڈکی... تو ہے کہ ٹرٹر کئے جا رہی ہے، وہی مرغے کی ایک ٹانگ! اور تم تانیا۔ تمہیں شرم نہیں آتی؟ ٹھہر جاؤ! (غائب ہو جاتا ہے۔)

زخاروونا (مذاق اڑاتے ہوئے): اف لونڈے نے تو بالکل ڈرا دیا۔ دل دھک سے رہ گیا! جب دیکھو جب خبیث روح کی طرح منڈلاتا رہتا ہے۔ ہاں کیوں نہیں، وہی مرغے کی ایک ٹانگ! اور میں بات کروں بھی تو کیا؟ میں کتابیں تو نگلیں نہیں۔ میں اپنی زندگی کے سوا اور جانتی کیا ہوں۔

تانیا: وہ مجھ سے کہتا ہے شرم کرو، لیکن خود شہر میں ایک لڑکی کے ساتھ گلچھرا اڑایا کرتا ہے۔

لڑکی: یہ لوگ خود کرتے ہیں شرم کی بات اور پھر اوپر سے مجرم ٹھہراتے ہیں۔

زخارو ونا: کہو وہ تمہارا اٹھائی گیرا سو رہا ہے؟

لڑکی: ہاں لیٹا ہوا ہے۔

تانیا (لڑکی سے): کیا تم قسمت کا حال بتاتی ہو؟

لڑکی: کیا مطلب؟ تاش کے پتوں سے؟

تانیا: تاش کے پتوں سے یا ہتھیلی دیکھ کر۔

لڑکی: اللہ بچائے، نہیں! یہ تو گناہ ہے۔ میں خانہ بدوش نہیں ہوں۔

تانیا: کیوں، تم نے تو سوفیا مارکوونا کو قسمت کا حال بتایا؟

لڑکی: میں نے سوچا بھی نہیں۔ میں تو قسمت کا حال بتانے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی۔

زخارو ونا (گھبرا کر): وہ... وہ تو... وہ تو یونہی... ذرا بات چیت کر رہی تھیں۔

تانیا: یہ جھوٹ ہے۔ خود سوفیا مارکوونا نے مجھے بتایا۔ تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔

زخارو ونا: تمہاری جیسی کائیاں لڑکی سے کون کیا چھپا سکتا ہے۔ بکواس۔ تم خود ہی بڑے بڑوں کے کان کترتی ہو۔

بڈھا (برساتی میں آتا ہے): کیا میں پوچھ سکتا ہوں، کیا باتیں ہو رہی ہیں؟

زخارو ونا: وہی عورتوں کی گپ، وہی مرغی اور بطخ کی رٹ، کیسے دوہیں دودھ اور کیسے لڑائیں انکھیاں۔

بڈھا: تم بڑھیا ڈھڈو ہو چکیں، تمہارے ہنسی دل لگی کے دن گئے۔ ہے نا؟

زخارو ونا: میری تو زندگی ہی گزری ہنسی دل لگی میں۔

تانیا: وہ کون ہوتا ہے ہم سے کہنے والا، ہم کیا کریں، کیا نہ کریں؟ واہ خوب!

بڈھا: بڑھیا، تو اپنی ٹیڑھی چال چل رہی ہے ایں! میں نے سب سنا، تو سب بٹیا سے کیا سڑی سڑی باتیں کر رہی تھی۔

زخارو ونا: کوئی چاول نہیں۔ اس لڑکی سے کوئی کیا چال چلے گا؟ یہ کوئی خانہ بدوش لونڈیا نہیں، یہ کوئی گھوڑے کی چور نہیں۔

تانیا: میں پوچھنا چاہتی ہوں، تم کون ہوتے ہو، ہم سے کہنے والے کہ ہم کیا کریں، کیا نہ کریں؟

زخارووِنا: اگر تم ایسے ہی سادھوسنت ہو تو بتاؤ تم کیا کہتے ہو۔ ذرا سنیں تو سہی۔ سادھوسنت ہو تو بتاؤ تم کیا کہتے ہو۔ ذرا سنیں تو سہی۔

بڈھا: میں کوئی من بہلاؤ قصہ کہانی سنانے والا نہیں۔

زخارووِنا: پھر سچ بتاؤ۔

بڈھا: سچائی سننا کون چاہتا ہے؟ (زینے سے اترتا ہے، رکتا ہے، آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور باغ کے کٹہرے کے طرف چلا جاتا ہے۔)

تانیا: کتنا ڈراؤنا ہے یہ بڈھا! کوئی دیکھے تو کہے یہ اسی کے باپ کا گھر ہے۔

زخارووِنا: تانیا، جاؤ جاکر سو رہو، کیوں؟ بہت دیر ہو چکی ہے۔

تانیا: میرا جی نہیں چاہتا۔

زخارووِنا: تو پھر... جاؤ اندر جاؤ، میری شال لا دو۔ مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔ (چمکارتے ہوئے) لا دو!

تانیا: بہت اچھا، چالاک! (چلی جاتی ہے۔)

زخارووِنا (لڑکی سے دھیمی آواز سے): خیر، تم کہتی ہو کہو؟

لڑکی: تم سب بڑے بڑے سبز باغ دکھاتے ہو...

زخارووِنا: کیا مطلب ہے تمہارا۔ تم سب؟ میں اور صرف میں۔ کوئی دوسرا نہیں جائے گا یہ سب۔

لڑکی: اور بیگم رانی؟ خود بیگم رانی نے بھی تو کہا ہے۔

زخارووِنا (ڈرتے ہوئے): بیگم رانی نے؟ نہیں وہ نہیں کہہ سکتیں؟

لڑکی: ہاں بیگم رانی نے کہا۔

زخارووِنا (بیقراری سے): ہائے میری جان! لیکن سنو، ایسا سنہرا موقع زندگی میں ایک ہی بار آتا ہے۔ میں بڑھیا ہوں۔ میری بات پر کان دھر...

پاول (باورچی خانے سے نکلتا ہے): بڑھیا کی بات پر کان نہ دھرو، جوانوں کی سنو۔

لڑکی: جوانوں کا راگ سنوں۔ ذرا ٹھہرو، ایسی جلدی کی کیا پڑی ہے۔

پاول: آؤ میرے ساتھ باغ میں چلو۔

لڑکی: مجھے تم سے ڈر لگتا ہے۔

پاول: مجھ سے اتنا ڈر کیوں؟

لڑکی: تمہارے بال جو اتنے گھنگھریالے ہیں۔

پاول: چلتی ہو میرے ساتھ؟

لڑکی: اچھا اچھا چلتی ہوں۔

زخارو ونا: یا اللہ رحم کیجیو! لگتا ہے اب بچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اب میں اس کو کس طرح روکوں!

بڈھا (واپس آتا ہے اور باغ میں جھانک کر دیکھتا ہے): وہ کس کے ساتھ جا رہی ہے؟

زخارو ونا: مالک کے بیٹے کے ساتھ۔

بڈھا: بڑھیا، کیا تجھے نیند نہیں آتی، سوتی کیوں نہیں؟

زخارو ونا: تم کیوں نہیں سوتے؟ (اٹھتی ہے۔)

(بڈھا جواب نہیں دیتا اور مستاکوف کی کھڑکیوں کے نیچے بنچ پر بیٹھ جاتا ہے۔ زخارو ونا ایک لمحے کو اسے غصے سے گھورتی ہے۔ پھر باورچی خانے میں چلی جاتی ہے۔)

مستاکوف (کھڑکی پر): انتون!

بڈھا (چونک پڑتا ہے مگر نہ اٹھتا ہے، نہ مڑتا ہے): ہاں؟

مستاکوف: تم کرنا کیا چاہتے ہو؟

بڈھا • اس کو دیکھے بغیر): گوسیف، میں نے تمہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا، تم لرز گئے، ہے نا؟ گوسیف، میں نے تمہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا، تم لرز گئے، ہے نا؟ میں نے تمہاری جان ہی نکال دی۔

مستاکوف: کیا اس سے تمہارا دل خوش ہو رہا ہے؟

بڈھا: جانے کتنے برسوں میں تم نے یہ پتھروں کا گھونسلہ بنایا اور میں نے ایک ہی دن میں اس کے تار بکھیر دئے۔ کون زیادہ بلوان ہے۔ تم، ایک مال دار رئیس؟ یا میں۔ بے گھر آوارہ؟

مستاکوف: تم چاہتے کیا ہو؟ کیا تم صرف مجھے برباد کرنا چاہتے ہو؟

بڈھا: تم میرے سر پر گھونسہ کیوں نہیں لگاتے؟ وہاں بیٹھے بیٹھے تم آسانی سے یہ کر سکتے ہو۔

مستاکوف: ایک بات یاد رکھو... میں یہاں تین ہزار آدمیوں کی روزی کا سہارا ہوں۔

بڈھا: تم چلے جاؤ گے تو کوئی اور ان کی روزی روٹی کا سہارا بن جائے گا۔ ان کو ہمیشہ کوئی نہ کوئی مالک مل جائے گا۔

مستاکوف: میں لوگوں کی نظر میں عزت اور دبدبے والا آدمی ہوں۔

بڈھا: ہاں، لوگوں کی نظر میں ہو گے... مگر اللہ کی نظر میں؟

مستاکوف: اس کا فیصلہ کرے گا، تم نہیں۔

بڈھا: اور تم بھی نہیں۔

مستاکوف: تم آخر چاہتے کیا ہو؟

بڈھا: مجھے مہلت دو۔ جب میں تیار ہو جاؤں گا تو بتاؤں گا لو وہ آیا تمہارا دوست... شرابی تمہارا۔

(خاریتونوف ملے دلے کپڑوں میں باغ سے نکلتا ہے۔ مستاکوف کو دیکھ کر اس کے پاس جاتا ہے۔)

خاریتونوف: میں کنج میں ذرا یونہی آرام کرنے کو لیٹ گیا اور گہری نیند آ گئی۔ یکایک میرے کانوں میں آواز آئی۔ آنکھ کھل گئی۔ اب جو گھڑی دیکھتا ہوں تو... بارہ بجنے والے ہیں! مطلب یہ کہ رات یہیں کٹیگی۔

خاریتونوف: ماننا پڑے گا، اسے کہتے ہیں اخلاق۔ (زینے پر بیٹھ جاتا ہے اور جماہی لیتا ہے) بڑے میاں، تم اپنا وقت کس طرح کاٹتے ہو؟ جگہ جگہ کی یاترا کرتے ہو، گاتے ہو حمد خدا کی اور چراتے ہو مرغیاں، ہے نا؟

بڈھا: خدا ہماری حمد کا بھوکا نہیں۔ خدا کو ہماری توبہ، ہمارا پچھتاوا چاہئے۔

خاریتونوف: پچھتاؤ؟ ہونہہ... اور ہمارے پاس پچھتانے کو کچھ نہ ہو تو؟

بڈھا: جھوٹ!

خار یتونوف (بھنا کر): ابے بڈھے مرغے، تیری مجال کہ مجھ سے اس طرح زبان چلائے؟ میں تو تیرے ساتھ شرافت برتوں اور تو...

بڈھا (اٹھتا ہے اور زینے پر جاتا ہے): ابے ہٹ راستہ چھوڑ۔

خار یتونوف (بے اختیار ہٹتے ہوئے): کیا، کیا مطلب؟

(بڈھا اپنے لبادے سے خار یتونوف کو رگڑتا ہوا گزر جاتا ہے۔)

خار یتونوف (سر دھنتے ہوئے): کتے کا پلہ!

(پاول خوش و خرم باغ سے نکل کر آتا ہے اس کے پیچھے پیچھے لڑکی آتی ہے۔)

خار یتونوف: یہ سر پھرا بڈھا کون ہے جو یہاں اینڈتا پھر رہا ہے؟

پاول: میرے سوتیلے ابا جان کو ایک زمانے سے جانتا ہے۔

خار یتونوف: سو تو میں بھی ایک زمانے سے جانتا ہوں۔

پاول: وہ ان کو نوجوانی میں بھی جانتا تھا۔

خار یتونوف: سو اس سے کیا؟

پرول: دونوں دوست تھے۔

خار یتونوف (سوچتے ہوئے): دوست؟ ہونہہ۔ کیا اس نے یہ سب تم سے کہا؟

پاول: اس لڑکی نے کہا۔

خار یتونوف (لڑکی کا جائزہ لیتے ہوئے): اس لڑکی نے کہا، ایں؟ آخر تم لوگ جا کر سوتے کیوں نہیں؟

پاول: یاکوف سو چکا۔

خار یتونوف: کہاں؟

پاول: میرے کمرے میں۔

خار یتونوف (رکتے ہوئے): اگر ایک گلاس شربت یا چائے مل جائے تو کیا کہنا۔

پاول: کھانے کے کمرے میں سماور کھول رہا ہے۔

خار یتونوف: آدھی رات کو؟ ہونہہ۔

(وہ اٹھتا ہے اور باورچی خانے میں جاتا ہے اور پاول کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہے۔ پاول جھجھکتے ہوئے جاتا ہے۔لڑکی زینے کے پاس کھڑی رہتی ہے۔اس کے ہونٹوں پر سوچ میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ پھیلی ہوئی ہے۔زخاروونا باورچی خانے کی کھڑکی سے جھانکتی ہے۔)

لڑکی: یہاں آؤ۔

زخاروونا: کیا کام ہے؟

لڑکی: یہاں تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھو۔

زخاروونا: سونے کا وقت ہو گیا ہے۔

لڑکی: کوئی بات نہیں۔بیٹھو تو ایک منٹ۔(رکتی ہوئی) وہ لڑکا...

زخاروونا (بے قراری سے): کیوں، کیا بات ہے؟

لڑکی: اچھا لڑکا ہے۔بڑی محبت والا ہے۔

زخاروونا: اس نے کیا کہا تم سے؟

لڑکی: بہت سی باتیں۔

زخاروونا: آخر؟

لڑکی: وہی باتیں جو ہمیشہ لڑکیوں سے کہتے ہیں۔تم جانتی ہی ہو۔

زخاروونا: ہائے اللہ کی پناہ! دیکھنا تم کہیں...(روکتی ہے خود کو) تم اس کے سوتیلے باپ کا ذکر زیادہ نہ کرو۔

لڑکی: میں کیوں کروں ذکر بھلا؟

زخاروونا: ہاں یہ ٹھیک ہے۔لڑکا ابھی بڑا نادان ہے۔

لڑکی (ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے): ہاں ابھی کم سن ہے۔

پاول (گھر کے اندر سے): زخاروونا!

زخاروونا: آئی! ہائے میرے جان اجیرن۔جدھر جاؤ، مصیبت، مصیبت، مصیبت...

بڈھا (کھڑکی سے): مارینا!

لڑکی: کیا؟

بڈھا: تو یہاں؟

لڑکی: ہاں

بڈھا (نکل کر برساتی میں آتا ہے اور ادھر ادھر گھورتا ہے): لڑکے سے کیا بات چیت کی؟

لڑکی: اس نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے، تمہاری عمر کیا ہے، کہاں کی رہنے والی ہو، ہاں سنو...

بڈھا: سن رہا ہوں...

لڑکی: چلو یہ قصہ ختم کرو۔

بڈھا (چونک کر): ختم کرو؟ کیوں ختم کروں؟

لڑکی: جتنا روپیہ چاہو لے لو اور قصہ دبا دو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو دیکھ لینا ہم بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔

بڈھا (کچھ رک کر): اچھا تمہارا دل ان کے لئے کڑھ رہا ہے؟

لڑکی: ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ یہ لوگ اچھے بھلے لوگ ہیں۔ چپ چاپ شریفوں جیسی زندگی بتا رہے ہیں، کسی کا کچھ بگاڑتے نہیں... دیکھو نا سبھی کچھ ہے ان کے ہاں... گائیں، گھوڑے، مرغیاں، بطخیں... سور بھی ہیں۔

بڈھا (اطمینان سے): بیوقوف چھوکری!

لڑکی (کچھ رکتے ہوئے): سنو۔

بڈھا: اب کیا؟

لڑکی: تم جو چاہو ان سے کرا سکتے ہو۔ تم مالک سے کہو کہ اپنے بیٹے کی شادی مجھ سے کرا دے۔ میں اس کے پاس رہوں گی اور تم ہمارے ساتھ۔ میں تم سے اچھا سلوک کروں گی۔

بڈھا: بیوقوف چھوکری۔

لڑکی: بس، تم اور کچھ نہیں کہہ سکتے؟ بیوقوف! بیوقوف! ہوشیار رہنا کہیں تم ہی بیوقوفوں کے بیوقوف نہ نکلو۔ لوگ ذرا سفوف تمہاری چائے میں ڈالیں گے اور تم دوسری دنیا کی سیر کرو گے۔

بڈھا (تیزی سے): کیا ان کے یہ ارادے ہیں؟

لڑکی: میں نے ویسے ہی کہہ دی ایک بات۔ میں کیا جانوں کہ ان کے من میں کیا ہے؟ لیکن

کسی سے پیچھا چھڑانا کوئی اتنا مشکل بھی نہیں، کیوں؟

بڈھا (ناک پھڑکاتے ہوئے): وہ اس کے سوا کر بھی کیا سکتے ہیں۔ مجھ سے لڑنے کے لئے ان کے پاس ہتھیار نہیں۔ میرے سامنے وہ بالکل نہتے ہیں۔ میرے ہاتھ میں ایک زنجیر ہے اور وہ اس زنجیر کے دوسرے سرے پر ہیں۔ ایک کڑی دوسری کڑی سے الجھی ہوئی ہے۔ ایک گناہ سو گناہ کراتا ہے۔

لڑکی: چھوڑو یہ سب قصہ۔ ایک ہزار روبل لے لو... جی چاہے دس ہزار لے لو... کیوں؟ سنو...

بڈھا (چہکتے ہوئے): تو یہ لوگ مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں، ہے نا؟

لڑکی: کیا میں نے یہ کہا؟ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔

بڈھا: کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب اس رانی کا کیا دھرا ہے! سانپ! بڑی کائیاں ہے! (سختی سے) یاد رہے، تو سائے کی طرح ان کے پیچھے پیچھے رہ! ایک ایک بات پر کان کھڑے رکھ، آنکھ کے ایک ایک اشارے سے نظر نہ چوکے ہاں!

لڑکی: یہ سب ہمیں مصیبت ہی میں گرفتار کرتے ہیں۔ کتنے سارے لوگ ہیں یہاں۔ بڑھیا سب جانتی ہے... وہ جانتی ہے کیسی کھچڑی پک رہی ہے! بڑھیا خرانٹ، بڑی گھاگ ہے۔

بڈھا: ہش، کوئی آ رہا ہے۔ یہاں آؤ۔ (اسے مکان کے پیچھے لے جاتا ہے۔ خاریتونوف اور زخارووْنا برساتی میں نکل کے آتے ہیں۔ دونوں بہت پریشان حال معلوم ہوتے ہیں۔)

خاریتونوف: وہ یہاں بھی نہیں۔ لچا لفنگا، آخر وہ کہاں مر گیا؟

زخارووْنا: اس کو گالیاں مت دو۔ اللہ نے چاہا تو بلا سر سے ٹل جائے گی۔

خاریتونوف: کیسی بلا؟

زخارووْنا: وہی بڈھا...

خاریتونوف: بڈھا؟ کیوں وہ کیوں ٹلے؟ کون ٹالنا چاہتا ہے اسے؟

زخارووْنا: کیوں سبھی چاہتے ہیں، یا کیم لوکچ۔

خاریتونوف: ٹھہرو! ٹھہرو۔ مجھے ہی لے لو، میں نہیں چاہتا۔ جائے جہنم میں!

زخارووْنا: کیوں نہیں چاہتے بھلا۔ بدمعاش منڈلاتا پھر رہا ہے ادھر ادھر...

خاریتونوف: بدمعاش؟ سنو، بڑی بی، یہ سب کیسا گورکھ دھندا ہے؟

زخارووناﺃ: میں کیا جانوں۔

خاریتونوف: جھوٹ بول رہی ہو۔

زخاروونا: یا کیم لوکچ، آخر تم ایسی بات مجھ سے کیوں کہو؟ میں ٹھہری بڑھیا، بیوقوف۔

خاریتونوف: جیسے جیسے زیادہ بوڑھی ہوتی جاتی ہو، تمہارا جھوٹ بڑھتا جاتا ہے۔

زخاروونا: تمہیں چاہئے کہ ایوان واسیلی وچ سے کھل کر صاف صاف بات کرو۔ تم آخر مرد ہو۔

خاریتونوف: نہیں، تم بتاؤ مجھے...

(مکان کے پیچھے سے مستاکوف اور سوفیا مارکوونا آتے ہیں۔ سوفیا مارکوونا سفر کے لباس میں ہے۔)

خاریتونوف: آپ اس وقت رات کو کہاں جا رہی ہیں؟

خاریتونوف: میں گھر جا رہی ہوں اور ایوان واسیلی وچ مجھے چھوڑنے آئے ہیں۔

مستاکوف: بس گاڑی تک۔ میں بھاگوں گا نہیں۔

خاریتونوف (آہستہ سے): سنو، دوست...

مستاکوف: کیا بات ہے؟

سوفیا مارکوونا: آؤ، آؤ۔ خدا حافظ یا کیم لوکچ۔

خاریتونوف (اس کا راستہ روکتے ہوئے): ایک منٹ سوفیا مارکوونا۔ تم جانتی ہو، میرا سر ایوان واسیلی وچ کے احسان سے جھکا ہوا ہے۔ میں ان کا احسان مند ہوں۔ مجھے بتاؤ، آخر قصہ کیا ہے... میں دیکھتا ہوں کہ...

مستاکوف (بے جان آواز میں، ہنستے ہوئے): بات یہ ہے یا کیم...

سوفیا مارکوونا (چڑ کر): تم بعد میں بھی بتا سکتے ہو...

مستاکوف: بعد میں کب؟ جب میں جوان تھا.. تو میں نے...

سوفیا مارکوونا: ایک حادثہ کر دیا تھا...

مستا کوف: میں گرفتار کر کے جلاوطن کر دیا گیا اور میں وہاں سے بھاگ آیا۔

خاریتونوف (ڈرتے اور سہمتے ہوئے): تم؟ تم مذاق کر رہے ہو! (سوفیا مارکوونا سے) یہ مذاق کر رہے ہیں، ہے نا؟

مستا کوف: میرا اصلی نام ہے گوسیف۔ میتری گوسیف۔

خاریتونوف: مجھے تم پر یقین نہیں آتا۔ یہ... یہ ایک بھیانک جھوٹ ہے۔ میں اس پر یقین نہیں کر سکتا!

مستا کوف: وہ بڈھا مجھے جب سے جانتا ہے۔

خاریتونوف: تو یہ بات ہے! خدا کی پناہ! کیا وہ بہت زیادہ مانگ رہا ہے؟

مستا کوف: وہ کچھ نہیں مانگتا۔ وہ مجھے پولیس کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔

خاریتونوف: نہیں، ہش!

سوفیا مارکوونا: یا کیم لوکچ! میں آپ سے التجا کرتی ہوں۔ کسی سے اس کا ذکر مت کیجئے گا۔

خاریتونوف (بجھتے ہوئے): خدا کی پناہ! کیا آپ مجھے الو سمجھتی ہیں؟

سوفیا مارکوونا: آپ میری دوستی سے تو میں یقین رکھوں کہ آپ اپنا منہ بند رکھیں گے؟ کل میں معافی حاصل کرنے کی مہم شروع کر دوں گی۔

مستا کوف: کوشش بیکار ہے۔

خاریتونوف: کیا چپقلش ہے۔

مستا کوف: یا کیم ایمانداری سے بتاؤ۔ کیا مجھے معاف کرنا ممکن ہے؟

خاریتونوف: لیکن میں... لیکن میں کس کھیت کی مولی ہوں؟

مستا کوف: کیا تمہیں میری بے گناہی کا یقین ہے؟

خاریتونوف: اگر معافی دینا میرے ہاتھ میں ہوتا تو... خیر... لیکن میں کچھ نہیں جانتا... میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ اصل چیز تو یہ ہے میرے فیصلہ سے کیا ہوتا ہے۔ جتنے منہ اتنی باتیں... تم جانو یہ اخبار کم بخت۔ اگر ایک کو معافی ہوئی... دوسرے ہزاروں گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخیں گے ''ہمیں بھی معافی دو!'' یہ ہے مصیبت!

سوفیا مارکوونا: بہت ہو گیا یا کیم لوکچ۔ (متاکوف سے) آؤ چلو!

متاکوف: میں آیا۔

خاریتونوف: خفا نہ ہونا سوفیا مارکوونا۔ بدقسمتی سے یہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ میں صرف بات کی تہہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ سب چیخیں گے "ہمیں بھی معافی دو!" پھر تو سر منڈاتے ہی وہ اولے پڑیں گے کہ توبہ ہی بھلی! کیا آپ اپنے ساتھ مجھے شہر لے چلیں گی؟

متاکوف: لیکن تم نے تو کہا کہ رات تم یہیں بسر کرو گے۔

خاریتونوف: ارے ہاں۔ ہاں وہ میرا یاکوف کہاں ہے؟ یاکوف! تیزی سے باورچی خانے میں جاتا ہے۔)

سوفیا مارکوونا: تم نے اس سے کیوں کہا؟ اف کیوں کہا؟ میں نے تم سے التجا کی تھی مت کہنا!

متاکوف: میں اپنے شبہوں کو جانچنا چاہتا تھا۔ دیکھا تم نے اس نے کیا کہا؟ اور وہ میرا دوست سمجھا جاتا ہے۔ مارے ڈر کے گھگھی بندھ گئی۔ اور ابھی تو میں نے یہ بتایا ہی نہیں کہ میں قیدی تھا۔

سوفیا مارکوونا: وہ نکما آدمی ہے۔ اگر وہ... نہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

متاکوف: کیونکہ تمہارے پاس اس کا قبالہ ہے؟ نہیں، چاہے تو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ سنا نہیں تم نے۔ دوست دشمن ہو جائے تو پھر اس کے کاٹے کا منتر نہیں۔

سوفیا مارکوونا: اب ہم اس چیز کے بارے میں بات نہیں کریں گے۔ کل صبح تم شہر آ جانا اور ہم سرکاری وکیل کے نام ایک درخواست لکھیں گے۔

متاکوف: اب سرکاری وکیل کی پروا کسے ہے؟ مجھے تو تم سے آنکھ ملاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

سوفیا مارکوونا: آخر تم ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہو؟ یاد رکھنا، میں تم سے محبت کرتی ہوں... ہاں میں تمہاری ہوں اور تمہارے لئے لڑنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دوں گی۔ (متاکوف خاموشی سے اس کا ہاتھ چومتا ہے) میرا سارا دھن تمہارا ہے، میرا اثر، میرا رتبہ تمہارا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میرا دل تمہارا ہے۔ میں اس بڈھے کو تمہاری زندگی برباد کرنے نہ دوں گی۔ وہ اپنے آپ کو بڑا بدلہ لینے والا سمجھتا ہے۔ اس نے بڑا دکھ جھیلا ہے! اف، مجھے دکھ جھیلا ہے! اف، مجھے دکھ، ظلم اور مصیبت سے کتنی نفرت

ہے! یہ کیسا انصاف ہے! نہیں یہ انصاف نہیں۔لیکن میری جان دھیرج رکھو، مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں اس کو تمہیں برباد کرنے نہ دوں گی، سنا تم نے؟

مستاکوف: میں نے تم کو دھوکا دیا ہے، تم میرے لئے دنیا میں سب سے قیمتی ہستی ہو۔

سوفیامارکوونا (بے صبری سے): نہیں، ایسا نہ کہو۔ تمہیں لوگوں پر زیادہ بھروسہ کرنا چاہئے۔

مستاکوف: میں تم سے زیادہ جانتا ہوں لوگوں کو۔

سوفیامارکوونا: جتنا تم سمجھتے ہو لوگ اس سے زیادہ اچھے ہیں۔

مستاکوف: لوگ زندگی کو اپنے دکھ اور بپتا کے پیمانے سے ناپتے ہیں اور دوسروں کا دکھڑا سنتے سے بہرے بن جاتے ہیں۔ ہر شخص دکھ جھیلتا ہے اور کسی ایسے آدمی کی گھات میں رہتا ہے جس سے اپنی ساری کسر نکال لے، جس سے سارا انتقال لے لے۔ اف... نہیں... اب اس دنیا میں میرے لئے امید کی ایک کرن نہیں۔ میں یہ بات سوچ سمجھ کر اچھی طرح تول کر کہہ رہا ہوں۔ اب کوئی امید نہیں۔

سوفیامارکوونا: لاؤ اپنا ہاتھ دو۔ خدا کرے یہ اچھا شگون ہو! میری جان، جیت ہماری ہوگی!

مستاکوف: سوفیامارکوونا... آؤ میں تمہیں پیار کرلوں... خدا کے لئے!

سوفیامارکوونا: خدا کے لئے کیوں؟... بیوقوفی ہے یہ!

مستاکوف: یا خدا... اف میرے دل میں تمہاری کتنی چاہ ہے... اف ہماری زندگی کتنی سہانی ہوتی...

(وہ بڑی جوش سے پیار کرتا ہے۔ خاریتونوف اور یاکوف ان کو باورچی خانے کے دروازے سے دیکھتے ہیں۔ یاکوف سراسیمہ نظر آتا ہے۔)

سوفیامارکوونا: اب مجھے جانا چاہئے۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھو میری جان، مٹھی میں! کل ملیں گے۔ زخاروونا کے بارے میں جو کچھ کہا ہے بھولنا مت... اس کو اپنی نظر سے اوجھل مت ہونے دینا۔ وہ بڑی عجیب عورت ہے۔ آؤ چلو مجھے گاڑی تک لے چلو۔ جانتی ہوں۔ تمہارے لئے یہ کتنا کٹھن ہے۔ لیکن تمہیں جی نہیں ہارنا چاہئے۔ ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ یاد رکھو۔ مسرت تمہاری راہ دیکھ رہی ہے۔ مجھے پکا یقین ہے۔ اس کا دار و مدار مجھ پر ہے۔ میں قسم کھاتی ہوں۔ تم مجھ سے محبت کرتے ہو، کرتے ہو نا؟ کہو، کہو کہ مجھے چاہتے ہو۔

مستاکوف: اپنی جان سے زیادہ۔

سوفیامارکوونا: بڈھا مصیبت زدہ ہے۔ وہ بیمار ہے۔ اس کے سینے میں کینے کا زہر بھرا ہوا ہے۔ اس کی بیماری لاعلاج ہے۔ وہ صرف گھٹ سکتا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں کرسکتا۔ غم کھانا اس کا پیشہ ہے۔ اور اب اس نے بڑھا کر اسے ایک فن بنا دیا ہے۔ اس کے جیسے لوگ بھرے پڑے ہیں۔ انہیں اپنے دکھ میں مزا آتا ہے کیونکہ یہ دکھ ان کو انتقام لینے اور دوسروں کی زندگی برباد کرنے کا حق دیتا ہے۔ ستائے ہوئے لوگوں سے زیادہ خود پرست اور کوئی نہیں ہوتا۔

مستاکوف: کیا تم ایسا سوچتی ہو؟ میں نہیں کہہ سکتا۔ مجھے لے لو۔ میں ستایا گیا ہوں، مگر کیا میں خود پرست ہوں؟ میں چاہوں بھی تو نہ یں بن سکتا۔ لیکن ہمیں اسے قصے کے بارے میں بات نہیں کرنی چاہئے۔ میری جان خدا حافظ۔ تم میرے لئے کتنی بڑی راحت تھیں!

سوفیامارکوونا: تھیں؟ تھیں کیوں؟ کیا تم واقعی...

(دونوں باہر نکلتے ہیں۔ خاریتونوف اور یاکوف برساتی کے زینے سے اترتے ہیں۔)

یاکوف: اچھا تو اب پاول کا راج ہوگا یہاں؟

خاریتونوف: جاؤ ایک گھوڑا لاؤ۔ ہمیں یہاں سے جلد از جلد نکل بھاگنا چاہئے۔

یاکوف: شاید تانیا کے سلسلے میں پاول کو میں جلد ہی شیشے میں اتار لوں گا۔

خاریتونوف (سوچتے ہوئے): شاید... کوشش کرو۔ جب خاندان کی ناک کٹ جائے گی تو جہیز بھی زوردار ہے۔ کیا تم نے اس سے پہلے ایسا قصہ سنا تھا؟ چ چ چ! بہتا دریا ہے۔ کون جانے میں بھی ہاتھ دھولوں۔ ارے تم وہاں کھڑے کیا سوچ رہے ہو؟ جاتے کیوں نہیں، جاؤ گھوڑا لاؤ۔

(ٹہلتا ہے، سگریٹ کے کش اڑاتا ہے اور بڑبڑاتا ہے۔ پاول باورچی خانے کی کھڑکی پر آتا ہے اور باہر دیکھتا ہے۔)

پاول: یاکیم لوکچ...

خاریتونوف (آہستہ سے): کیا ہے؟

پاول: کیا آپ نے بڈھے کو دیکھا ہے باہر؟

خاریتونوف: نہیں۔

پاول: وہ تو گھر میں بھی نہیں۔ آخر اسے ہوا کیا؟

خاریتونوف: شیطان اس کے ساتھ چلتا ہو گیا ہو گا۔ ذرا ایک منٹ کو ادھر تو آنا۔

پاول (برستانی میں نکل کر آتا ہے): کیا سوفیا مارکوونا چلی گئیں؟

خاریتونوف: سنو پاول...اے...سوتیلے بیٹے کو بھی اپنے باپ پر اتنا ہی حق ہے جتنا سگے بیٹے کا باپ پر۔ لیکن جب بات روپے کی ہو تو اس میں رشتے داری اور دوستی کون دیکھتا ہے۔ یہ تو ایک کھیل ہے۔ کون جیتے گا...جانتے ہو...تمہارے خاندان میں...میرا مطلب ہے دال میں کچھ کالا ہے؟

پاول (چونک کر): مطلب؟

خاریتونوف: کیا تم نہیں دیکھتے...کیا تمہیں اندازہ نہیں کہ کچھ گڑ بڑ ہے؟

پاول (شبہے سے): کیا مطلب؟

خاریتونوف: مثلاً...ارے...اس بڈھے کو...اس یاتری کو لے لو۔

پاول: کیا قصہ ہے اس کا؟

خاریتونوف: سنو میں تمہاری پوری زندگی جانتا ہوں...میرا مطلب ہے، میں سب کچھ جانتا ہوں۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ میرا مطلب ہے، تم میرے لئے بہت کچھ ہو۔ مجھے تمہاری فکر ہے۔

پاول ہنستے ہوئے): زندگی میں پہلی بار میں نے یہ بات سنی ہے۔

خاریتونوف: واقعی؟ چلو دیر آید درست آید۔ میں تم سے کوئی پچیس برس بڑا ہوں۔ میں تمہیں اب بھی بہت سے گر سکھا سکتا ہوں۔

پاول یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔

خاریتونوف: ہنسو مت۔ ابھی ہنسنے کا وقت نہیں آیا۔ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے، سن کر تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔

پاول: میرے سوتیلے ابا جان کے بارے میں؟

خاریتونوف: دیکھو، ہم سب ایک ہی کشتی میں سوار ہیں...ہمیں ایک ساتھ پار اترنا یا ڈوبنا ہے، کیوں ہے نا؟

پاول: شاید۔

خاریتونوف (سنتے ہوئے): ٹھہرو... تانیا آ رہی ہے۔ اس کو یہ سب بتانے کی ضرورت نہیں ۔آؤ باغ میں چلو... ہم وہاں بات چیت کرینگے۔

(تانیا اور زخاروونا باورچی خانے سے نکلتی ہیں۔ خاریتونوف لپک کر جاتے ہوئے ان کو پلٹ کر دیکھتا ہے۔)

خاریتونوف: مجھے دیر ہوگئی... میں بہت زیادہ سو گیا اور صبح سویرے ہی مجھے شہر میں ایک دھندا نبٹانا ہے۔ (غائب ہو جاتا ہے۔)

زخاروونا: کہاں جا رہی ہو؟ تمہیں تو اب تک سو جانا چاہئے تھا۔

تانیا: کوئی بھی تو سویا نہیں آج۔ اچھا بوا بتاؤ۔ کیا گل کھل رہے ہیں؟

زخاروونا: میں کیا جانوں۔

تانیا: یہ نہیں ہوسکتا۔

زخاروونا: چاندنی رات ہے... ایسے میں نیند کسے آتی ہے؟

تانیا: جھوٹ...

زخاروونا: کیوں جھوٹ کیوں؟ خود ہی دیکھ لو۔ کوئی بھی سویا نہیں، تم بھی اچھی بھلی جاگ رہی ہو...

تانیا: تم بڑی چالاک بنتی ہو، ہے نا؟

(باغ کی دوسری طرف سے گولی چلنے کی آواز آتی ہے۔)

تانیا: اوہ، یہ کیا؟ سنا تم نے؟ میں جانتی تھی!

زخاروونا (دکھی): کیا جانتی تھیں تم؟ استیپانچ ہوگا، چوروں کے دل دہلا رہا ہوگا... اور کیا... اور تم...

تانیا: چور؟ تو پھر پاول آج آسمان میں کیوں اڑ رہا ہے؟ پاول اتنا خوش نظر آئے تو سمجھ لینا چاہئے کہ آسمان کا رنگ بیڈھب ہے۔

(مکان کے پیچھے سے بڈھا تیزی سے آتا ہے۔)

بڈھا: بندوق کس نے چلائی؟

زخاروونا: چوکیدار نے

بڈھا: گولی چلانا منع ہے۔

زخاروونا: یہاں منع نہیں۔ہم شہر سے باہر ہیں۔

تانیا: (سختی سے، بیقراری کے ساتھ): کوئی گولی چلائے تمہاری بلا سے۔

بڈھا: بٹیا،تم کیا جانو، میں یہاں کس مطلب سے آیا ہوں اور جب تم پر یہ بات کھلی گی تو تمہارا دل ٹوٹ جائیگا۔

زخاروونا (تیزی سے، دم دلاسا دیتے ہوئے): مکان میں کچھ اٹھائی گیرے رات بسر کر رہے ہیں۔استیپانچ نے ان کوڈرانے کو ہوائی گولی چلائی ہے.. ہاں وہ جان لیں کہ...

تانیا: بڈھے خناس، تجھے یہ کہنے کی مجال کیسے ہوئی؟

استیپانچ (ہانپتا کانپتا دوڑتا ہوا آتا ہے): زخاروونا! جلدی آؤ۔ایوان واسیلی وچ نے گولی مار لی!

تانیا: (چیختے ہوئے): میں نے کہا تھا نا؟ (گھر کے اندر بھاگ جاتی ہے۔)

زخاروونا (اس کے پیچھے بھاگتی ہے) ٹھہرو! اللہ خیر کرے!

استیپانچ: پانی لاؤ زخاروونا اور تولئے،تولئے!

بڈھا (احاطے میں بھاگتا پھرتا ہے): مارینا! کہاں مرگئی تو؟ مارینا!

پاول: (باغ سے دوڑتا ہوا آتا ہے): جلدی کرو، بوا! استیپانچ، بھاگ کر شہر جاؤ! ڈاکٹر کو بلاؤ!

بڈھا: (دوڑتا ہوا باورچی خانے میں جاتا ہے): مارینا!

خاریتونوف: (باغ سے): یہ سب ہوا کیسے؟

استیپانچ: بس حادثہ ہوگیا۔انہوں نے میری بندوق لی،اٹھا کر دیکھی۔کہنے لگے ''تم بندوق صاف کیوں نہیں کرتے؟ دیکھو بالکل زنگ لگا ہوا ہے'' یہ کہہ کر وہ مڑے اور دہائیں! سیدھے منہ پر چل گئی...

خاریتونوف: منہ پر؟ اف!

استیپانچ: سر کا گودا اڑ گیا۔

پاول: چلو جلدی گاڑی جوتو...

استیپانچ: (زینے پر نڈھال ہو کر گرتے ہوئے): اب کیا ہوگا؟ اب ڈاکٹر کیا کر سکتا ہے؟

خاریتونوف: پاول ادھر آؤ! یاکوف کہاں ہے؟

پاول: میں تو ڈر رہا ہوں... ہمارے ساتھ آؤ، استیپانچ...

استیپانچ: کہاں؟ کس لئے؟ تو مالک چل بسے! کیا انسان تھے!

پاول: تم نے بندوق دی، اب تمہاری شامت آئیگی!

استیپانچ: آئیگی تو آنے دو۔ میری بلا سے!

(وہ سب باہر نکل جاتے ہیں۔ بڈھا باورچی خانے سے دوڑتا ہوا آتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ڈنڈا اور تھیلا ہے۔ لڑکی بھی تھیلے کے ساتھ اسکے پیچھے پیچھے آتی ہے۔)

بڈھا (زیرلب): چالاک لومڑی! لومڑی کا بچہ!

لڑکی: میں نے کہا تھا نا؟

بڈھا (اس کے ہاتھ تھرتھراتے ہیں): ادھر آ، میرا ہاتھ بٹا۔ خبیث!

لڑکی: اب ہمارا کیا ہوگا؟

بڈھا: ہمیں یہاں سے دور نکل جانا چاہئے۔ وہ پیٹ پیٹ کر ہمارا کچومر نکال دینگے۔ ہمیں شہر پہنچنا چاہئے۔ وہاں ہم پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکیگا۔ جلدی کر! سب کچھ لے لیا نا؟

لڑکی: لینے کو کیا دھرا ہے؟ میں نے کہا تھا یہ لوگ ہمیں مصیبت میں پھنسائینگے۔

بڈھا: بند کر اپنی چیخ چیخ! وہ ڈرپوک نکل گیا تو میں کیا کروں! بزدل کہیں کا!

لڑکی: تمہیں دوسری طرح سے یہ تماشا کرنا تھا۔

بڈھا: میں کہہ رہا ہوں بند کر اپنی زبان!

(زخارووناا ور تانیا تولئے اور پانی کی بالٹی کے ساتھ نکلتی ہیں۔)

زخاروونا (چیختی ہے): بڈھے شیطان! اب کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی نا؟

تانیا: اس بڈھے کو پکڑنا چاہئے۔

زخاروونا: کیوں؟ وہ ہمارے کس کام کا؟

(وہ بھاگتی ہیں۔)

لڑکی (روہانسی آواز میں): جلدی کرونا! ہائے ہمیں اس سے کیا مل گیا؟ تمہیں تو چاہئے تھا کہ...

بڈھا: مارینا، آ چل!

لڑکی: بالکل بیکار... تم نے اس کو کڑھا کڑھا کر مار ڈالا۔ ہاں تم نے ستا ستا کر اس کی جان لے لی۔

بڈھا: خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ یہ سب کیسے ہو گیا۔ (صلیب کا نشان بناتا ہے اور باغ میں جاتا ہے) احاطے میں ایک جگہ راستہ ہے۔ آؤ ہم اس سے رینگ کر پار نکل جائینگے۔

لڑکی: وہ بھاگ کر ہمیں جا لیں گے۔

بڈھا: کچھ دیر ان کو ہمارا خیال بھی نہیں آئیگا۔ جلدی کر، مارینا۔ دیکھا نا، آخر اللہ کی پڑی نا، خبیث (مکان کی طرف ڈنڈا اٹھاتا اور ہلاتا ہے) یہ دنیا تمہارے جیسے کمینوں سے بھری پڑی ہے، تمہارے جیسے ذلیل کیڑوں سے، ٹھہر جاؤ ایک دن اوپر والا تم سب کو بہا کر اژدھے کے منہ میں لے جائیگا... یہ سارا کوڑا کرکٹ... یہ ساری گندگی!

لڑکی (اس کو دھکیلتے ہوئے): جلدی جلدی! بڑے پیغمبر آئے کہیں کے! مجھے بیوقوف بنایا اور بس!

بڈھا: ذرا ٹھہر تو سہی! ذرا...

لڑکی بڈھے سور... اللہ کے دربار میں ڈکارنے سے پہلے ذرا اپنی عاقبت تو سنوار، اپنے کرتوت تو دیکھ...

بڈھا: مارینا...

لڑکی: مجھے سبز باغ دکھایا: ''ہم یہاں سے جہاز بھر کر مال لے جائیں!'' بڑے آئے مال والے! کہاں ہے وہ مال ایں؟

بڈھا (غصے سے بھوت): چپ، چھنال!

لڑکی: کس پر چنگھاڑ رہا ہے تو بڈھے؟ مجھے تیرا ڈر نہیں ہے!

بڈھا: سنبھل کے!

لڑکی: اب میرا تیرا کیا رشتہ؟ سور تو جا اپنا راستہ لے! میں تو جنم کی بیوقوف ہوں! آخر میں نے ان بھلے مانس لوگوں کا کہا کیوں نہ کیا؟ اف میں کتنی بیوقوف ہوں!

بڈھا بڑبڑاتا ہے): خدا کی پناہ! خدا کی پناہ!

پردہ

پڑھنے والوں سے

marxists.org کا اردو سیکشن آپ کا بہت شکرگزار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب کے مواد اور اس کے ترجمے کے بارے میں اپنی رائے لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم آپ کے شکرگزار رہوں گے۔

اپنی رائے کے لئے درج ذیل پتے پر ای میل کریں:

hasan.marxists.org

اس کے علاوہ اگر آپ اردو یا کسی اور زبان کے سیکشن کے لئے اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر پیش کرنا چاہیں تو انسانی علمی ترقی میں آپ کا حصہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔